حسن منظر
حَبس
ناول
اگر یہ ناول انگریزی
یا کسی اور اہم زبان میں ہوتا تو یقیناً
نوبیل انعام کا حق دار ٹھہرایا جاتا۔
مستنصر حسین تارڑ

حبس

حسن منظر

حسن منظر

خودنوشت:

گزرے دن (نائیجیریا میں چار سال)

ناول:

العاصفہ

دھنی بخش کے بیٹے

وبا

انسان اے انسان

حبس

اے فلکِ ناانصاف

دو مختصر ناول (بیرِشیبا کی ایک لڑکی، ماں بیٹی)

افسانے:

رہائی

ندیدی

انسان کا دیش

سوئی بھوک

ایک اور آدمی

خاک کا رتبہ

جھجک

دیگر:

منظر کے خطوط (مرتب: کمال اظہر)

موجودہ معاشرہ اور برہنہ فلمیں (مضمون)

صدرِ مملکت کا خودرو پھول (ڈراما)

منگل سوتر (پریم چند کا آخری اور ادھورا ناول) (ہندی سے ترجمہ اور مقدمہ)

پریم چند گھر میں (شورانی دیوی) (ہندی سے ترجمہ اور مقدمہ)

جان کے دشمن (بچوں کے لیے کہانیاں)

سمندر میں جنگ (بچوں کے لیے کہانیاں)

حسن منظر 4 مارچ، 1934ء کو اتر پردیش کے شہر ہاپڑ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سیّد مظہر حسن تھا، وہ ریلوے میں ملازم تھے۔ شمالی اتر پردیش کے بس دو شہروں میں بچپن لڑکپن گزرا۔ ابتدائی تعلیم ہیوئٹ مسلم ہائی سکول، مراد آباد سے حاصل کی۔ تقسیمِ ہند کے بعد 1947ء میں لاہور آ گئے۔ میٹرک اقبال ہائی سکول، لاہور سے مکمل کیا۔ فورمین کرسچین کالج لاہور سے ایف ایس سی کیا۔ اسلامیہ کالج، لاہور سے بی ایس سی تھرڈ ایئر اور کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی۔ بعدازاں موری پور، کراچی میں رہائش اختیار کی جہاں نمک کے کارخانوں میں کام کرنے والوں کے سینٹرل ایکسائز لینڈ کسٹمز کے تعاون سے قائم کیے ہوئے ایک ہسپتال میں ملازمت کی۔ وہاں سے اگلا قدم جو اُٹھا وہ رائل ڈچ مرچنٹ نیوی کے جہاز وائنگاپو (Waingapu) کے گینگوے کی سیڑھی پر تھا۔ ان ملازمتوں کے بعد 1968ء میں برطانیہ گئے جہاں ایڈنبرا یونیورسٹی سے سائکیٹری کی ڈگری لی اور ساتھ ہی رائل کالجز آف فزیشینز اینڈ سرجنز ایڈنبرا اور گلاسگو سے ڈی پی ایم (سائکیٹری) کی اعلیٰ اسناد حاصل کیں۔ 1973ء میں وطن واپس آ کر اپنی ہم نفس ڈاکٹر طاہرہ کے ساتھ مل کر نفسیاتی، دماغی امراض کے علاج کا کلینک حیدرآباد سندھ میں قائم کیا جو سندھ کے قلب میں ایک جگہ تھی۔ دیہاتوں، قصبوں سے نزدیک اور جسے وقت نے بتایا، بلوچستان اور جنوبی افغانستان سے بھی دُور نہ تھی۔ ڈاکٹر طاہرہ بچوں کی معالج تھیں۔ حسن منظر وطن آنے سے پہلے سعودی عرب، شمالی نائیجیریا، لیگوس یعنی مغربی نائیجیریا، سکاٹ لینڈ اور ملیشیا میں رہے تھے۔ بحر ہند کو پہلے ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنا چکے تھے۔

حسن منظر نے لکھنے کا آغاز طالبِ علمی کے زمانے سے کیا تھا۔ نظریاتی جھکاؤ ترقی پسند تحریک کی جانب رہا۔ اس زمانے میں انھوں نے انجمن ترقی پسند مصنّفین کے اجلاس میں افسانے پیش کیے اور ان کا افسانہ ''لاسہ'' پڑھنے کے بعد سعادت حسن منٹو نے بھی داد دی۔ ایک ادبی نشست میں ''ندیدی'' کو سُن کر احمد ندیم قاسمی نے جو کہا تھا اس کا مطلب تھا کہ حسن منظر کا افسانہ اور اسے کہنے کا اسلوب اب پختگی کو پہنچ گیا ہے۔ ویسے اپنا پہلا ناقد وہ میرزا ادیب کو مانتے ہیں جنھوں نے طالبِ علمی کے دور میں لکھے افسانے ''داشتہ'' کو اپنے ایک مضمون جس میں سال بھر کی نئی تحریروں کا جائزہ لیا گیا تھا، سراہا تھا۔

لاہور میں میڈیکل تعلیم کے دوران اور اس کے بعد لکھنے کا سلسلہ تقریباً موقوف ہو گیا تھا اور 1974ء تک بس برائے نام تھا۔ 1981ء میں افسانوں کا پہلا مجموعہ ''رہائی'' اور 1982ء میں دوسرا مجموعہ ''ندیدی'' خود چھپوائے۔ ایک لمبے وقفے کے بعد ان کا نیا افسانوی مجموعہ ''انسان کا دیش'' شائع ہوا اور یہ سلسلہ چلتا رہا۔ حسن منظر ملک واپسی کے باوجود ادبی گروہوں اور اسلام آباد، لاہور یا کراچی جیسے ادبی مراکز سے دُور رہے، اس لیے بھی ان کا چرچا اس طرح سننے کو نہیں ملا جیسا ہونا چاہیے تھا۔ تاہم انھوں نے اپنے متنوع موضوعات، بدلتے منظر ناموں، دھیمے مزاج اور سادہ اسلوب کی بنا پر اُردو افسانے میں اپنا نام پیدا کیا۔

بیسویں صدی میں جہاں افسانہ اپنے عروج پر تھا، وہیں اکیسویں صدی میں ناول نے لکھنے والوں کو اپنی طرف زیادہ متوجہ کیا۔ 2006ء میں حسن منظر کا پہلا ناول ''العاصفہ'' شائع ہوا جو تیل کی دریافت کے بعد کے عرب معاشرے، وہاں کے رہن سہن، رسم و رواج، عادات اور غربت کی بہت عمدہ منظر کشی کرتا ہے۔ علامت نگاری، دیہی اور شہری زندگی کے درمیان پایا جانے والا تفاوت اور کہیں کہیں تیل کی دریافت سے پہلے کے عرب معاشرے کی جھلک نے ''العاصفہ'' کو اُردو ناول میں ایک اہم اضافہ بنایا۔ دو سال بعد 2008ء میں ''دھنی بخش کے بیٹے'' شائع ہوا۔ یہ ناول اپنے وسیع کینوس، موضوعاتی تنوع، جدید وقت کے مسائل سے آگاہی دیتا، پستے طبقوں کی آواز بنتا اور بڑھتی تہذیبی کشمکش کو عیاں کرتا مصنف کا نمائندہ ناول ہے۔ زیبا علوی نے اس کا ہندی میں ترجمہ کیا جسے شلپائن پبلشر، دہلی نے 2015ء میں شائع کیا۔

2019ء میں ناول ''اے فلکِ ناانصاف'' شائع ہوا، یہ مسلم برصغیر میں مغل عہد کے ایک روشن خیال فرد کے خاتمے اور روشن خیالی سے منہ موڑنے والے معاشرے کی کتھا بیان کرتا ہوا لوک روایت میں زندہ ناول ہے۔ حسن منظر کے متفرق مضامین، ایک طویل ڈراما، تراجم اور اُن کے افسانوں کے انگریزی تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں۔ حسن منظر کی کہانیوں کے بارے میں فیض احمد فیض نے اُنھیں لکھا تھا، ''اب آپ کی کہانیاں پڑھ کر محسوس ہوا کہ اُن دوست نے آپ کی تعریف میں مبالغے کے بجائے کچھ کم گویائی سے کام لیا تھا۔'' مستنصر حسین تارڑ نے ان کے ناول ''حبس'' کے بارے میں کہا، ''اگر یہ ناول انگریزی یا کسی اور زبان میں ہوتا تو یقیناً نوبیل انعام کا حق دار ٹھہرایا جاتا۔''

ان کا تازہ ترین کارنامہ، اپنی خودنوشت ''گزرے دن'' ہے جو نائیجیریا کے گھنے جنگلوں اور شہروں میں زندگی کے چار سالوں پر مبنی ہے۔

اکادمی ادبیات پاکستان کی طرف سے ان کے افسانوی مجموعے ''جھجک'' کو نثر (تخلیقی ادب) کا سعادت حسن منٹو ایوارڈ، ''خاک کا رُتبہ'' کو 2007ء کی بہترین نثری کتاب کا مولوی عبدالحق قومی ایوارڈ جبکہ ناول ''انسان اے انسان'' بیک وقت دو ایوارڈز کا حق دار ٹھہرا۔ 2020ء میں مجلس فروغِ اُردو ادب (دوحہ، قطر) کی جانب سے عالمی فروغِ اُردو ادب ایوارڈ کے مستحق قرار دیے گئے۔ ''اے فلکِ ناانصاف'' 2021ء میں سال کی بہترین نثری کتاب آکسفرڈ بک فیسٹیول میں گردانی گئی۔ 2022ء میں حکومتِ پاکستان کی جانب سے ان کی اعلیٰ ترین ادبی خدمات کے اعتراف میں انھیں ''ستارۂ امتیاز'' کے قومی اعزاز سے نوازا گیا۔

حسن منظر کا ناول ''حبس'' حیرت انگیز ہے۔ اسرائیل کا پہلا وزیر دفاع اور گیارہواں وزیر اعظم جو فلسطینیوں کی آبادیوں کو بل ڈوز کرنے والا قاتل تھا، ایک یہودی ہٹلر تھا، تل ابیب کے شیبا میڈیکل سنٹر کے انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں بے ہوش پڑا ہے۔ حسن منظر اس کے دماغ میں اُتر کر جو کچھ وہ اس بے ہوشی کے عالم میں سوچ رہا ہے اسے بیان کرتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ خود بھی دماغ کے ماہر ایک ڈاکٹر ہیں۔ اس ناول کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ یہ اُردو زبان میں ہے۔ اگر یہ ناول انگریزی یا کسی اور اہم زبان میں ہوتا تو یقیناً نوبیل انعام کا حق دار ٹھہرایا جاتا۔

مستنصر حسین تارڑ

کچھ لوگ بڑے خاص ہوتے ہیں۔ اوپر والے کی نگاہِ انتخاب کا مرکز، اور حسن منظر انھی میں سے ایک ہیں، جن کے وجود میں اس نے رنگا رنگ صلاحیتوں کے ست ڈال دیے ہیں۔ مسیحائی اگر رزق روٹی کا وسیلہ تو دردِ دل کا تحفہ بھی ایک عنایت۔ ذہنی استعداد کی تیزی اوج کمال والی، تو آنکھ میں مشاہدے کی وہ گہرائی کہ کرداروں کے بھیتر تک کا ایکسرے لے ڈالے۔ ہاتھوں میں قلم پکڑنے کی وہ طاقت کہ جس پر اُٹھے، اُسے اندر باہر سے ایسا پینٹ کردے کہ تصویر بولنے لگے۔ ان کی کہانیوں، افسانوں میں موضوعات کے تنوع، ناولوں میں جدت، دُنیا کے گھماؤ پھراؤ میں ذاتی تجربات و مشاہدات کے خزینے جن کی قلم بندی کے حوالوں سے وہ اپنے موضوعات، اپنے اسلوب، اپنی بُنت کاری اور اپنے قاری کو بھرپور گرفت میں لینے کی صلاحیت سے مالا مال ہیں۔ میں حسن منظر کی مسیحائی سے فیض یاب نہیں ہوئی۔ ہاں قصے کہانیاں بہت سنے ہیں۔ مگر شخصی اور قلمی ناطے سے وہ میرا ہیرو ہے۔ میرے محبوب لکھاری کا یہ تخلیقی ورثہ اُردو ادب کا بہت قیمتی سرمایہ ہے۔ بک کارنر جہلم مبارک باد کا مستحق ہے کہ انھوں نے حسن منظر کو چھاپنے کا فیصلہ کیا۔

سلمیٰ اعوان

حسن منظر نے زندگی کو بہت قریب سے، زاویے بدل بدل کر اور اُلٹ پلٹ کر دیکھا ہے۔ برصغیر کی تقسیم کے زمانے میں وہ اُدھر سے اِدھر اُٹھ آئے تھے؛ لاہور، کراچی، حیدرآباد۔ انھیں ملکوں ملکوں گھومنے کا موقع ملا؛ کسی تماش بین کی طرح نہیں، مختلف ثقافتوں کے اندر اُتر کر دیکھنے اور محسوس کرنے کا۔ ایڈنبرا یونیورسٹی سے انسانی وجود کو اس کے ذہن کے راستے سے پرت در پرت پڑھنے اور سمجھنے والی سائکیٹری کی تعلیم پائی اور پیشے کے اعتبار سے سائکیٹرسٹ ہو گئے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اُن کا تخیل ہرا بھرا اور مطالعہ اتنا وسیع اور متنوع ہے کہ وہ ایسی ایسی انسانی صورتِ حال کو اپنے فکشن میں لے آتے رہے ہیں جو اُردو دُنیا کے کسی اور لکھنے والے کا مقدر نہیں ہو سکا ہے۔ انھوں نے پہلا افسانہ ''دہقان'' 1948ء میں لکھا جو 1948ء میں حکومت مغربی پنجاب کے رسالے استقلال، لاہور میں شائع ہوا۔ اب تک ان کے سات افسانوں کے مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ اُن کا پہلا ناول ''العاصفہ'' 2006ء میں پڑھنے کو ملا تھا؛ بالکل مختلف مزاج کا ناول۔ پھر اس میدان میں بھی ان کا قلم معجزے دکھاتا چلا گیا۔ ڈیڑھ پونے دو دہائیوں میں سات آٹھ ناول لکھ ڈالے؛ ہر ناول ایک الگ نوع کا تخلیقی تجربہ اور جہانِ حیرت۔ ناول ''حبس'' کی کہانی کے مرکز میں اسرائیل کا پہلا وزیر دفاع اور گیارھواں وزیر اعظم ایریئل شیرون ہے؛ جلادِ اعظم اور بلڈوزر ایریئل شیرون۔ وہی جس نے اسرائیل کو عظیم تر بنانے کے لیے فلسطینیوں کے قتلِ عام اور اُن کے گھروں کو بلڈوز کرنے کا سلسلہ دراز کیا تھا۔ اس ناول کے لیے ڈاکٹر حسن منظر اپنے پیشہ ورانہ علم اور تجربے کو کام میں لاتے ہوئے ایسی تیکنیک ڈھونڈھ نکالتے ہیں جس نے ایک دَور کے منظرنامے سے اجنبیت منہا کر کے اسے جادو اثر بنا دیا ہے۔ انھوں نے مسلسل ظلم سہنے والے اور عالمی ضمیر کے لیے سوالیہ نشان ہو جانے والے فلسطینیوں کا قصہ موت کے بستر پر پڑے ایریئل شیرون کی نیم وا آنکھ سے جھانکتے ہوئے لکھا ہے۔ یاد رہے اپنی خصلت کے اعتبار سے قصاب کہلانے والا یہ شخص 4 جنوری 2006ء سے 11 جنوری 2014ء تک موت کے بستر پر یوں پڑا تھا کہ اس کے وجود سے ساری طاقت منہا ہو گئی تھی۔ ''حبس'' میں حسن منظر متوازی اور متوازن تاریخی شعور کو کام میں لاتے ہوئے انسانی نفسیات کے وسیلے سے کچھ ایسے سوالات اٹھا رہے ہیں جو مقتدر بیانیہ پر مبنی تاریخ کے دامن میں کہیں نہیں ہیں۔

محمد حمید شاہد

حبس

ناول

حسن منظر

بُک کارنر
جہلم، پاکستان

Habs
by Hasan Manzar
Jhelum: Book Corner. 2023
351p.
1. Novel - Fiction
ISBN: 978-969-662-512-4

بانی مہتمم اعلیٰ: شاہد حمید (۱۹۵۱–۲۰۲۱ء)

ناشرین: گگن شاہد * اَمر شاہد

اشاعتِ اوّل: نومبر 2016ء

اشاعتِ دوم: جولائی 2023ء

کتاب: حبس

مصنف: حسن منظر

لفظ خواں: علی عمران جلال پوری

سرورق: ابوامامہ

تزئین و زیبائش: ہادیہ

خطاط: احمد علی بھٹہ

کمپوزنگ و صفحہ سازی: محمد عمر فاروقی

کتابت: نُوری نستعلیق، علوی نستعلیق

مطبع: مکتبۂ جدید پریس، لاہور

ناشر: بک کارنر

ویب سائٹ: www.bookcorner.com.pk

بک سٹور: بک کارنر شوروم، بالمقابل اقبال لائبریری، اقبال لائبریری روڈ، جہلم، پاکستان 49600
00 92 544 278051, 00 92 544 614977 00 92 314 4440882, 00 92 321 5440882
bookcornerjlm /bookcornershowroom /bookcorner
bookcornerjhelum info@bookcorner.com.pk

انتساب

1948ء میں مغربی استعمار کے ہاتھوں در بدر کیے گئے فلسطینیوں اور

ان کی آزادی کی اَن تھک جنگ میں دُنیا بھر میں پھیلے ہوئے

ان کا ساتھ دینے، ہاتھ بٹانے والوں کے نام

جن میں عیسائی، یہود، مسلم، دوسرے مذہبوں والے اور مذہب سے علاقہ نہ رکھنے والے گورے، سیاہ، پیلے اور گیہواں رنگت والے سب ہی ہیں جو جانتے ہیں فلسطینی نہتے ہیں اور ان کا مقابل ٹینکوں، جیٹ فائٹرز اور ایٹمی اسلحہ سے لیس ہے، اور حقیقت میں اس چھوٹے سے ملک کی جنگ کسی بے پاؤں اور بازو کے غاصب اسرائیل سے نہیں، بقول خود دُنیا کے سب سے طاقتور ملک اور اس کے حلیفوں سے ہے جن میں تیل کے خزانے پر کنڈل مار کر بیٹھے ہوئے فلسطینیوں کے ہم زبان بھی ہیں لیکن اُنھیں جتنا یقین اگلے دن سورج کے نکلنے کا ہے اُتنا ہی اس کا بھی کہ اس جنگ کا انجام بھی آغاز کے دن ہی لکھ دیا گیا تھا... ہمیشہ کی طرح غاصب اور استعمار کی شکست۔

خود میں ہوں نہ ہوں مجھے بھی اگلے دن سورج نکلنے کا یقین ہے اور سامراج کی پسپائی کا اور تھوڑا بہت اس مخلوق کے نام بھی جو خدا کی زمین پر نفرت، فساد پھیلانے اور کمزوروں کے حقوق پر ڈاکا ڈالنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنا کر زندگی صرف کرتی ہے۔

حسن منظر

کراچی۔ 21 جون 2016ء

''اُنھوں نے زائیون کو خوں ریزی اور یروشلم کو ناانصافی سے تعمیر کیا''
بائبل (کتابِ مقدس)

Israel, the last sanctuary of the megalomaniacs
(وہمِ عظمت رکھنے والوں کی آخری پناہ گاہ)

چند نامانوس لفظ اور ان کے معنی

زائیون: القدس (یروشلم) کی پہاڑی جس پر داوٗد کا شہر بسایا گیا تھا۔

صہیون: کلیتاً یہود کا ملک جہاں کوئی غیر یہود نہ ہو۔

یدّش: مشرقی اور وسطی یورپ کے یہود کی زبان۔ جرمن میں عبرانی اور دوسری زبانوں کی آمیزش سے بننے والی بولی یا زبان۔

کنیسیٹ: اسرائیلی پارلیمنٹ۔

کوشیر: (Kosher) یہود کے دینی مسلک کے مطابق جائز غذا، مذبوح جانور کا گوشت۔

ارضِ موعود، ارض المیعاد: وہ زمین جس کا بائبل کے مطابق ابراہیمؑ سے خداوند نے وعدہ کیا تھا یعنی اسرائیل

پوگروم: (روسی) تباہی لانا، غضبناک فساد جس میں کسی نسلی یا مذہبی اقلیت کو کچلا جائے۔

ہولوکاسٹ: Holocaust (یونانی) مکمل تباہی اور خوں ریزی۔ خاص طور سے جس میں شہری مارے جائیں۔ استعمال میں: فاشسٹ جرمنی میں یہودیوں، کمیونسٹوں اور ذہنی معذوروں کی بڑی پیمانے پر ہلاکت۔ shoahاس کے لیے ایک نئی اصطلاح ہے جو1967ء میں وضع کی گئی۔ (عبرانی)

المشرقیون: مزارہی یہود۔ مشرق کی یہود آبادیوں کے لوگ

اشکے نازی: (بروزن اسپ تازی) مشرقی بحیرۂ رُوم سے وسطی اور مشرقی یورپ میں پھیلنے والے یہود۔ فرانس، ہالینڈ، بلجیم، جرمنی، پولینڈ وغیرہ کے

سفید یہود: نازی بمعنی جرمن

اشکے: جو شخص شدت سے ناپسند کرتا ہے۔

اشک ناز: (عبرانی) جرمنی۔

سفارڈی: سپین اور پرتگال سے 1492ء میں نکالے گئے لوگ جو شمالی افریقا اور مشرق وسطیٰ میں جا بسے تھے۔ سفارڈی ہر اس یہودی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو اشکے نازی نہ ہو۔ مغربی یہود۔

فلاشا: ایتھوپیا کے سیاہ یہود جنھیں یہ استہزائیہ نام دیا گیا۔ Falasha بے زمین، مارے مارے پھرنے والے۔ دوسرا نام ان کے لیے Beta Israel ہے جو اسرائیل لے جائے گئے۔ بیت اسرائیل۔

مدراشم: The Midrashim: قدیم کتب کی تفاسیر Holy Writ۔

خزریہ: بحیرہ کیسپین اور بحیرہ اسود کے درمیان کی مملکت۔ غالباً 652ء تا 1016ء۔ وہ زمین وہوا جو نہایت سرد و مرطوب تھی اور لوگ وہاں کے خونخوار، سفید، نیلی آنکھوں اور بال سرخی مائل باریک، یہودی مذہب اختیار کرنے کے بعد انھوں نے اپنے نام یہود کے ناموں پر کر لیے۔

خزر: ترکستان کے شمال کا ایک ملک بتایا جاتا ہے، لوگ وہاں کے سفید ہوتے ہیں۔ (لغاتِ کشوری)

تالمود: یہود کی فقہ اور رسومات سے متعلق کتاب۔

مدراش: یہود کی احادیث کی کتاب۔

تورات، توریت: (صحف سماوی) یہود کی شریعت کی کتاب۔

مزبور: لکھا ہوا۔

احبار: Rabbi۔ حِبر (واحد) یہود کا عالم، فقیہ، مذہبی پیشوا، نیکوکار

اَلیاہ: Aliyah معارج۔ یہودیوں کی دوسرے ملکوں سے اسرائیل میں واپسی۔ پہلا معارج 1882ء تا 1903ء، دوسرا 1904ء تا 1914ء (جس میں ایریئل شیرون کے ماں باپ شامل تھے) اس کے بعد ''آل یعقوب'' دس اور معارج چڑھ کر اس عرش تک پہنچے، اور خفیہ غیر قانونی نقل مکانی ساتھ ہی جاری رہی اور آج بھی ہے۔

یریدیہہ: Yeride۔ ارضِ موعود کو چھوڑنا۔ (پستی، حالت کا گرتے جانا)

یروشلم: Yerushalayim

یہووا: یاہویھ، جیہووا، خدا (عبرانی)، Yahova, Yahweh, Jehova

کادش: Kaddish۔ یہودی عزادار کی مناجات۔ صومعہ کے اندر عبادت میں پڑھی جانے والی دُعا۔

شیما: دُعا

انتفاضہ: لرزنا، کانپنا... فلسطینیوں کا اسرائیلیوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا۔

سامیت: anti-Semite, Semitism یہود نسل کا مخالف

انکبہ: عام طور سے ہر سال 15 مئی کو فلسطین میں منایا جانے والا دن جب 1948ء میں یورپ سے نازل ہونے والے سفید یہود نے برطانوی پشت پناہی میں سات لاکھ سے زیادہ فلسطینیوں کو ملک سے بھاگنے پر مجبور کیا تھا۔

نکبت: رنج، سختی۔

کوتل: دیوارِ گریہ (The Wailing Wall)

کپا: یہودی ٹوپی

رائن لینڈ: جرمنی

ایزرا: یہودی امام اور حبر، نویسندۂ تورات، تالمود وغیرہ جس نے یہود کی نسل کے خالص رہنے پر زور دیا تھا۔ (Ezra)

عزیرؑ: ایک نبی جنھیں یہود پسرِ خداوند مانتے ہیں۔ (Uzayr)

نقب: al-Negev، درّہ۔ صحراء النقب۔

غزۃ یا قطاع غزۃ: مغربی فلسطین۔ بحیرہ روم سے ملحق چھوٹا سا علاقہ۔

مغربی کنارہ: West Bank الضفۃ الغربیہ۔ دریائے اردن کے مغربی ساحل کا نسبتاً بڑا فلسطینی علاقہ۔

فلنجی: Phalangist: لبنانی عیسائی غیر سرکاری فوجی تنظیم۔

دیر: خانقاہ، ٹھکانہ۔

کنیسہ: یہود کی عبادت گاہ (Synagogue)

ھَادُوْا: یہودی

صیہونی شریعت کے عاید کردہ ناقابلِ معافی گناہ :

یہ کہنا کہ
دوسری عالمی جنگ میں ساٹھ لاکھ سے کم یہودی ہلاک کیے گئے تھے۔

یہ کہنا کہ
سفید یعنی اشکنازی یہودی اپنے ملکوں پولینڈ، رُوس، جرمنی، بالٹک ریاستوں کو واپس جائیں، فلسطین میں ان کا کیا کام۔

یہ کہنا کہ
فلسطین کوئی ملک ہے یا کبھی تھا،

اس سے انکار کرنا کہ
دُنیا بھر کے یہود ایک نسل ہیں اور ازرے ئیل (اسرائیل) ان کو خدا کے وعدے کی زمین کا عطیہ ہے۔

تمہید

ایریئل شیرون اس ملک کا پہلا وزیر دفاع اور گیارہواں وزیر اعظم تھا جو ہمیشہ سے فلسطین کے نام سے جانا جاتا تھا لیکن 1948ء سے ازرے ائیل یعنی اسرائیل کہلانے لگا۔ یہ تبدیلی صرف نام کی نہیں تھی، وہاں کی کل آبادی سے ملک کو خالی کرا لینے کے لیے کی گئی تھی۔ یورپ کے سفید یہودیوں کو وہاں لا بسانے کا یہ کارِخیر فلسطینیوں نے نہیں کیا تھا، نہ ان سے پوچھ کر کیا گیا تھا۔ اس کا تمغۂ اعزاز پہلے برطانیہ اور اب امریکا کے سینے پر سجا ہے۔

جس کا نام ایریئل شیرون ہے، باریک سرخ بالوں اور بھوری آنکھوں والا خدا کا منکر لیکن یہودی، روسی ماں باپ کا بیٹا ہے۔ اسے اس کے دوست ایرک کہتے ہیں اور پیٹھ پیچھے اپنے پرائے سب کے لیے وہ 'بلڈوزر' ہے۔ اس سے بہتر ثانوی نام اس جسامت کے آدمی کے لیے جس کی خُو بلڈنگوں کو ڈھانے اور ہنستی بے خبر آبادیوں کو کچل ڈالنے کی تھی، دوسرا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کی الٹی آنکھ تھوڑی الٹی طرف ملتفت تھی اور دیکھنے والوں کو اس میں بھی اس کی شخصیت کا اک پہلو نظر آتا تھا۔

بھاری کھانے یعنی rich food رندی اور سگار کشی اس جسامت کا راز تھا۔ کھانوں میں 'سفید گوشت' شامل ہے جو قابلِ قبول دوسرا نام ہے اس گوشت کے لیے جس کا کھانا یہودیوں کے لیے اتنا ہی منع ہے جتنا مسلمان کے لیے۔

موصوف کو ڈاکٹر تنبیہ کرتے رہے تمھارا کولیسٹرول بہت بڑھا ہوا ہے۔ (بلڈ پریشر بھی) اور وزن

حد سے زیادہ ہے۔ اپنا طریقۂ زندگی بدلو لیکن تنبیہ کو سگار کے دھوئیں میں اڑاتے رہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ 18 دسمبر 2005ء کو اس کی سیکریٹری نے محسوس کیا جنرل کی دماغی حالت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ اس وقت اس کی عمر 77 سال تھی۔ یہ فالج خفیف کا حملہ تھا۔ بے ربط باتیں، دوسروں کی بات کو سمجھنے میں دشواری، تاریخ اور دن کا پتا نہیں تھا۔ ہسپتال میں رکھا گیا لیکن ذرا حالت کے سنبھلنے پر 20 دسمبر کو اس نے ہسپتال والوں کو اپنی زبان میں Zay gezunt یعنی گڈ بائی کہا۔ الیکشن سر پر تھے۔ اس کی بنائی ہوئی نئی سیاسی پارٹی کادیما بھی اسے پکار رہی تھی چنانچہ وہ دوبارہ سیاسی میدانِ جنگ میں تھا۔

17 دن بعد وہ جس نے فلسطینی بڑوں اور بچوں، عورتوں اور مردوں کا خون زمین اور ملبے پر بہتے دیکھنے پر کبھی کفِ افسوس نہیں ملا تھا شریان کے پھٹنے سے خود اس کا دماغ بے تحاشا خون میں نہا گیا یعنی فالج اور بے ہوشی۔ اسے فوراً ھدسہ ہسپتال یروشلم میں داخل کیا گیا، متعدد آپریشن ہوئے جن میں دل کا آپریشن بھی شامل تھا لیکن ہوش وحواس بجا نہیں ہوئے۔ نہ یہ اندازہ کیا جاسکتا تھا کب بجا ہوں گے۔

بیماری میں اس کی اگلی منزل تھی شیبا میڈیکل سینٹر، تل ابیب جہاں طویل نگہداشت ممکن تھی اور ہوش میں آنے کا امکان نہ سہی اس کی امید ضرور تھی۔

شیبا میں اس کی آنکھوں میں، کہ شاید دیکھ لے، ایک جھروکا رکھا جاتا تھا اور سامنے ٹیلی وژن۔ ای ای جی سے وہ بندھا تھا اور ای ای جی اور دوسرے میڈیکل کل پرزے اس سے۔ سن رہا ہے؟ دیکھ رہا ہے؟ کبھی گمان ہوتا تھا اس نے سنا، کبھی یہ کہ اس نے دیکھا اور پلکیں جھپکائیں اور یہی جاننے کے لیے ایک بار اسے اس کی پندرہ سو ایکڑ کی چراگاہ (Sycamore Farm)، النقب (Negev) جنوبی اسرائیل لے جایا گیا کہ شاید جہاں کی زندگی سے وہ مانوس ہے وہ اس کی غفلت پر غالب آجائے لیکن ایسا ہوا نہیں اور اسے واپس شیبا میڈیکل سینٹر تل ابیب لے جایا گیا جہاں مسلسل محوِخواب رہنے سے اسے 'سویا دیو' (Sleeping giant) کہا جانے لگا۔

ہسپتال کے کمرے میں مغربی دنیا کے کچھ بھی اہمیت رکھنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ جن کے نزدیک وہ تاریخ کے سب سے بڑے جنگجوؤں میں سے تھا اور مغربی استعمار کے فدائیوں کے نزدیک یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ Vo Nguyen Giap ژوپ سے بھی بڑا ملٹری لیڈر تھا جس کی سربراہی میں ویت نام کے عوام اور فوجیوں نے آزادی کی جنگ میں فرانس اور امریکا کو شکستِ فاش دی تھی۔

لیکن وہ شخص جو نہتے بے خبر فلسطینیوں کے سر شب خوں لاتے وقت خوف نا آشنا ہوتا تھا اور اپنے نڈر ہونے کے لیے مشہور تھا حقیقت میں اپنی غفلت میں بھی تنہا نہیں ہوتا تھا۔ وہاں اس کے ملنے والے

کون ہوتے تھے یہ داستان ان آٹھ سال پر پھیلی جب وہ بظاہر گہری غفلت میں تھا، اس کے شب و روز اوراس کے تمام مرئی اور غیر مرئی بن بلائے مہمانوں کی ہے۔

ایرک کے لیے خوف نا آشنا ہونے کا مطلب کیا تھا اس کا اندازہ 1982ء کے اس واقعے سے لگایا جا سکتا ہے جب لبنان میں بے گھر فلسطینیوں کے کیمپوں کو ایرک کے حکم پر اسرائیلی ٹینکوں نے گھیر رکھا تھا اور ایک سمجھوتے کے مطابق ان پناہ گزینوں کو ختم کرنے کا کام لبنانی غیر سرکاری فوج فلنجی (Phalangists) تین دن رات انجام دیتی رہی، خود اسرائیلی سپاہ نہیں، تو مشہور یہودی ڈچ فلم ڈائریکٹر George Sluizer نے ایرک کو کیمپ کے خوف زدہ بھاگتے ہوئے فلسطینی بچوں کا شکار اس طرح کرتے دیکھا تھا جس طرح ڈرے ہوئے خرگوشوں کا۔ ان میں دو گھٹنیوں چلنے والے بچے بھی تھے جنھیں ایرک نے پستول سے شوٹ کیا تھا۔ یہ خبر ایمسٹرڈیم کے ایک بڑے اخبار میں چھپی تھی اور کہیں اور کسی اہم اخبار میں، لیکن اس کا نتیجہ وہی نکلا جو نکلنا چاہیے تھا:

'خبر بے بنیاد ہے۔'

ٹیڑھی ٹنگی ہوئی تصویریں

آج جسم میں کوئی چیز نہیں کاٹ رہی ہے۔ نہ آوازیں ہیں۔ جسم میں جان کی رمق ہے اور فرصت ہی فرصت۔ آرام سے ماضی کا لطف لے سکوں گا۔ مرنے کے بعد فرصت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ آج تنگ کرنے والوں سے چھٹکارا ہے اور ای ای جی[1] کے قلم کام کر رہے ہیں۔ سامنے تصویر ایک آنکھ کے جنرل کی ہے۔ میرا ملٹری ٹیوٹر، archaeologist (ماہرِ آثارِ قدیمہ) اور سب archaeologists کی طرح تھوڑا سا چور بھی۔ 6 جون کی جنگ کے سنیریو کا لیکھک۔ دونوں طرف والوں نے اپنا اپنا پارٹ اسی طرح ادا کیا جس طرح اس نے ذہن میں تیار کیا ہوا تھا... سنیریو سے سرِمو بھی ہٹ کر نہیں:

وہ قاہرہ ایئرپورٹ پر روس کے عطا کیے ہوئے طیاروں کو اس طرح قطار اندر قطار کھڑا کریں گے جیسے دلہا، دُلہن اور بارات کو ان کی منزل پر لے جانے والی سجی ہوئی مرسڈیز کاریں۔ خوب ٹھنڈی وِہسکی کے جام ہاتھوں میں لیے ملٹری کمانڈر ایئر کنڈیشنڈ ڈپارچر لاؤنج کے شیشوں سے انھیں دیکھ کر مسرور ہوں گے، ایک دوسرے سے جام ٹکرائیں گے۔ صحارا کی دریا پر سے ہو کر آنے والی رات کی ہوا بھی ٹھنڈی ہوگی۔ رات بھیگ رہی ہوگی۔

یہ زائیونسٹ ہواباز سٹار آف ڈیوڈ ہوائی جہازوں میں جنھیں ایک پنکھ سے ٹیلی فون کے تار کاٹنے کا ریہرسل اتنی بار کرایا گیا ہے کہ اگر اڑانے والے آنکھیں بھی بند کرلیں تو بھی ان کی مشینیں اپنا رول نہ بھولیں، وہ ایک آنکھ کا جنرل زبردست فلم ڈائریکٹر تھا۔ یا یہ کہ اگر خود کو ملٹری میں نہ پھنسا لیتا تو ڈیوڈ

---

[1] Electroencephalograph دماغ کے کام کرنے کو نوٹ کرنے کی مشین۔

واروک گرفتھ اور سیسل بی ڈی مل کی ٹکر کا ڈائریکٹر ہوتا۔

مجال ہے ایک بھی گولی ضائع ہوئی ہو۔ شیشوں کے پیچھے جب مے پرستی کی محفل بھنگ ہوئی اور انھوں نے آکر اپنے جنگی طیاروں کو دیکھا تو روس کی ملٹری انڈسٹری کے کمال کے معتقد ہو گئے۔ جنگی طیاروں نے اپنی پشتوں پر گولیاں سہی تھیں، نیچے ٹارمک کو خراب نہیں ہونے دیا تھا۔

اس کے بعد بھی سب کچھ سنیریو کے کے مطابق ہوتا گیا۔ روس کو جیسے اگلا مکالمہ یاد تھا: اس شہادت کے سین کا ری ٹیک ممکن نہیں تھا۔ سنائی کے محاذ پر آنے والے مصری افسروں کی ایئر کنڈیشنڈ لگژری مرسڈیز بینز کاریں، پینوراما شوٹ [1] ایئرپورٹ میں ریت پر پڑے ہوئے ملٹری بوٹس، اردن عرب یروشلم کا ویران سویلین ایئرپورٹ، جولان کا ارتفاع۔

موشے مجھے بہت پسند تھا۔ میں خود بہت بڑا فلم ڈائریکٹر بن سکتا تھا، دوسرا ولیم وائلر۔ ان کی 'بین حر' مجھے پسند آئی تھی۔ سوائے اخیر کے کوڑھیوں کو چنگا کرنے کے چمتکار کے سین کے۔ اگر مذہب کو بیچ میں سے نکال بھی دیا جائے تو بھی جیسس (Jesus) میرا پسندیدہ کردار کبھی نہیں تھا۔ اس کی Pacifism (شانتی پوجا) میرا من پسند کھاجا نہیں ہے۔

ہنسنے کی آواز آرہی ہے: تعجب ہے یہ لوگ کیسے میرے خیال کو سن لیتے ہیں۔

['Not his cup of tea!']

تعجب ہے وہ pacifism اس نے اپنے امتیوں کو سکھایا تھا اور ہمارے لوگ موشے کے پیرو تھے جس نے طیش میں آکر ایک مصری کو مار کر زمین میں گاڑ دیا تھا اور نتیجہ کیا نکلا، موشے کے پیرو صدیوں بے سینگوں کی بھیڑ بنے رہے اور جیسس کے پیرو انھیں ستانے والے بھیڑیے بن گئے۔

['Bad screenplay']

یہ لوگ میرے خیالات سن رہے ہیں۔ خیر سن لیں۔ میرے اندر تھوڑا بہت جوڈے ازم (Judaism) [2] زندہ ہے اور موشے آخر کو بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے بچا کر لے جانے والا کردار تھا۔

---

① Panorama shot

② مذہب یہود

ہیرو۔

آواز: بلڈوزر تو نے یہ نہیں سنا ہے ہر فرعونے را موسیٰ۔ تیرا بھی کوئی موسیٰ پیدا ہونے والا ہے، ہوسکتا ہے پیدا ہوگیا ہو۔'

'اسے فارسی کہاں آتی ہوگی حالانکہ کتنے سال اس کے ملک کی شاہ رضا کے ایران سے دوستی رہی۔'

ایرک: میں بھی اپنی اور یاسر عرفات کی سپاہ کے لیے سنیریو لکھتا رہا ہوں اور سب کچھ اسی طرح ہوتا تھا جس طرح میں چاہتا تھا۔

مگر ھدسہ ہسپتال کے اس کمرے پر جس میں مجھے گنی پگ بنا کر رکھا گیا ہے، میرا تسلط نہیں۔ کمرے میں ہر کچھ اپنی جا پر ہے لیکن ٹیڑھی۔ صبح جب کروٹ دائیں طرف دلوائی گئی تھی تو ادھر مارگالت [1] کی تصویر ٹیڑھی تھی، اور جب بائیں طرف تو لِلی کی۔ کیا انھیں تصویر کبھی صحیح طرح ٹانگنا نہیں آئے گا! اور بیچ میں کیلنڈر؟ وہ بھی ٹیڑھا ہے۔

ایک دم ایک آواز دائیں طرف سے آئی:

'ایرک تجھے مارگالت یاد کر رہی ہے۔'

پھر دوسری آواز بائیں طرف سے:

'ایرک چل سامانِ سفر سمیٹ۔ تجھے لِلی بلا رہی ہے۔ بہت رہ لیا۔'

اب باقاعدہ آوازوں کا کورس سنائی دے رہا ہے۔

ان یدّش آوازوں کو عرب آوازوں نے دبا لیا ہے۔

عرب کورس:

سفید مغرب

اپنے ماتھے سے یہود پے کیے، صدیوں کے ظلم کو،

مٹانے میں لگا ہے۔

اس ماتھے میں، اس کے سیاہ ضمیر کی، ممی سو رہی ہے۔

وہ ممی اب دنیا کو باور کرا رہی ہے

---

[1] ایریَل شیرون کی وفات یافتہ بیویاں۔

جو صدیوں سفاکانہ سود پر پلے تھے
بھیگی بلی کے پیروں کی گدیوں میں چھپے پنجوں والے
گیٹوز [1] جیسے خرگوشوں کی بلیں، اور
ان میں بسنے والے، جنھیں ہم
چوہے، چھچھوندریں، کیڑے کہتے تھے
وہ یہ نہیں تھے۔ وہ یہ نہیں تھے۔
مغربی دنیا وقت کے اس دور میں
سب کچھ کہہ سکتی ہے
اور کہہ کر دنیا سے منوا سکتی ہے
کیونکہ اس کا چمتکار ایٹم کی چھتری ہے
جس کا سایہ دو بار جاپانی شہریوں نے
اپنے سر پر سہا ہے
سفید مغرب نے بھلا دیا ہے
یہ مسکین، عاجز، بھیگی بلیاں کبھی
دودھ میں بچوری روٹی پانے کی آس کیا کرتی تھی
یہ وہ قوم نہیں ہے، نہ کبھی یہ قوم وہ تھی
نہ ہم وہ قوم ہیں جو تھے،
('نہ فلسطینیو تم وہ قوم ہو جو کہتے ہو تم ہو')
نئی آوازیں:
دونوں کے ماتھوں سے وہ داغ مٹ گئے
اب مغرب کے ضمیر میں سیاہ ممی نہیں سو رہی ہے
وہاں امن کا اجیالا ہے جسے
سفید امریکا گھر گھر بانٹتا پھرتا ہے۔

---

(1) Ghetoes گیٹوز یہودیوں کی کھچ پچ بستی، سب سے الگ تھلگ۔

اپنے صدیوں کے ستاؤں کو
اقتدار کے سنگھاسن پر بٹھا کر اب
مغرب ایک طرف ہو جانا چاہتا ہے
مگر وہ ایک طرف کو ہو سکے گا؟

ایرک: یہ بھیڑیں بکریاں چرانے والے ہسپتال کے اس کمرے میں گھسے کیسے؟
یہ سوال میں ایک دن کنیسیٹ میں اٹھاؤں گا۔ کیا ہمارے ہسپتال ویٹرنری کلینک بن گئے ہیں جن میں جو چرواہا چاہے مع اپنے جانوروں کے دوپہر کی گرمی میں گھسا چلا آئے، تانیں اڑائے اور اس کے جانور وہاں مینگنیاں کرتے رہیں۔

یوسف (بوڑھا عرب): 'وہ ہزاروں سال موری کے کیڑے بنے رہنے کے تمھارے داغ دھل گئے، کیونکہ امریکا نے کہا وہ دھل گئے، مگر یہ نیا داغ کیسے دھلے گا کہ ایک نہتی قوم کو جو نہیں جانتی امریکا کا ایٹم بم کاہے سے بنا تھا اور آدمی چاند پر گیا بھی تھا یا یہ سب ڈھونگ ہے تم نے جس طرح جی چاہا کاٹا مارا، اس کے پانی کے ذخائر ختم کر دیے۔ جب جی چاہا اس کے پانی کی دھارا کو اپنی طرف موڑ لیا۔ اس کے گھر، مستشفیٰ، مدرسے، پل، بجلی گھر، کھیتی باغات کے ساتھ تم نے وہ سلوک کیا جو طیطس رومی (Titus) نے اس زمین پر فوج کشی کر کے کیا تھا اور جس ہیکل پر تم کو ناز تھا اسے کھود کر پھینک دیا تھا۔'

فاطمہ: 'اور آج یہ سب کچھ سفید مغرب کی چشم پوشی سے ہوا۔'

هند: 'اور شہ سے۔'

ایرک: آج میں ایک بدنما، ٹیڑھے ٹیڑھے درخت کو اپنی دونوں بیویوں کے پورٹریٹس کے درمیان اُگا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ تعجب ہے، میرا تو ہمیشہ سے یہی خیال رہا ہے کہ صرف ذی روح بدصورت اور بدہیئت ہوتے ہیں۔ یہ کون سا درخت ہے؟

عورت کی آواز: 'نفرت کا درخت۔'

ایرک: اس کی جڑ کہاں ہے؟

آواز: 'انسان کی دنیا میں۔'

ایرک: اور پھنگی؟ یہ تو چھت پھاڑ کر اوپر نکل گیا ہے۔

آواز: 'دوزخ میں۔'

یدش آوازیں:
'کتنی دفعہ بسے گا اے پیارے یروشلم
اور اجڑے گا۔
کیا ایک بار پھر تیرے اجڑنے اور جلائے جانے کا وقت آ گیا ہے۔'

ھند: 'فیرون تو اس درخت پر چڑھ رہا ہے کہ اس کے پھل توڑ کر کھائے مگر اتنی بے صبری کیوں اور مشقت کاہے کو۔ یہ وہ واحد درخت ہے جس پر ایک بار آدمی اپنے ہاتھ اور پیر رکھ دے تو درخت خود اسے اپنی چوٹی تک پہنچا دیتا ہے۔'

ایرک: نرس سوسن (Susan) میری طرف انجکشن سرنج لیے آ رہی تھی، شاید اس لیے کہ مجھے اس آزار سے بچائے کہ اس کا سیل فون بجنے لگا اور وہ اسے بند کرتی ہوئی واش روم کی طرف بھاگی۔ کتنی عجیب بات ہے وہ اس ازرے ئیلیوں اور بھیڑ بکریاں چرانے والوں کی بھیڑ میں سے اس طرح دونوں بار گزری جیسے وہ وہاں ہوں ہی نہیں۔ نہ انھوں نے اسے دیکھا نہ سوسن نے انھیں۔

عرب آواز: 'سن جالوت۔ سنا؟'

ایرک: ہوائی جہازوں کے boom (گہری گونجتی آواز) کی دل کو خوش کرنے والی آواز ہے اور شیلنگ کی جس سے مدھر آواز انسان نے کسی ساز پر پیدا نہیں کی۔

آواز: 'ہاں مگر عمارتوں پر بوم کی اور کھیتوں باغوں میں شیلنگ کی۔ تاکہ کسی گھر کے شیشے سلامت نہ رہیں اور زمین کی پیداوار زمین میں سما جائے اور جنھوں نے اس زمین کی ہزاروں سال سیوا کی ہے بھوک اور پیاس سے گھبرا کر یہاں سے نکل جائیں۔ یہ اس زمین پر جور و ستم ہے جو تجھے پہچانتی بھی نہیں ہے کیونکہ تیرے لوگ یہاں کئی بار آئے، کچھ سال بسے تنہا، ایزرا کے حکم پر دنیا سے کٹے ہوئے اور جب عرصۂ حیات تنگ دیکھا تو جابروں سے بجائے جنگ کرنے کے بھاگ کھڑے ہوئے اور صدیوں کیا ہزاروں سال غائب رہے۔ فلسطینی انسانی تاریخ کی سب سے طویل اور شدید جارحیت کے بعد بھی یہاں موجود ہیں اور رہیں گے کیونکہ ان کا زمین کی خدمت اور آزادی میں ایمان کبھی متزلزل نہیں ہوا ہے نہ دوسرے انسانوں کے ساتھ مل جل کر رہنے میں۔ جنھوں نے اس زمین کو ہزاروں سال آباد رکھا، بنجر ہونے سے بچایا ان سے تیرے لوگ اسے چھین رہے ہیں لیکن جس طرح امریکی ویت نام ایک دن خاموشی سے خالی کر گئے تھے، جاتے جاتے فلسطین کی چھاتی پر تم بھی یورینیم ڈسٹ چھڑکتے جانا، جس طرح عشق میں ناکام ہیرو محبوبہ کے

چہرے پر تیزاب چھڑک کر بھاگ جاتا ہے۔'

ایرک: to hell with history۔ (1) صرف وہ وقت اہم ہے جس سے گزر رہے ہیں۔

آواز: 'اپنے ماتھے پے تم ان جوروستم کے دھبوں کو بھی نہیں دیکھ سکتے ہو جو اس اہم وقت میں تم نے لگائے ہیں کیونکہ تم نے وہ آئینہ اس وقت کھو دیا تھا جب سامری سے اپنے لیے سونے کا پوجیۂ بچھڑا بنوایا تھا اور تب سے اب تک اپنی شکل نہیں دیکھ سکے ہو۔ جو نظر آتا ہے وہ امریکا کی آرسی میں ہے۔'

'دنیا کے ہر آباد علاقے کی زمین کا اوپری حصہ اس کے بسنے والوں اور اسے بسانے والوں کے جسم کی مٹی کا ہوتا ہے۔

اس میں یہاں ملینیا (ہزاروں سال) بسنے والوں کی مٹی کتنی ہے؟

تمھاری چند سو سال کی کتنی؟

ماضی کا سارا حساب کتنا ہے اسے اس سے آڈٹ (Audit) کراؤ جس نے انسان کو اس جھاڑی میں سے پکارا تھا جس میں آگ لگی ہوئی تھی اور وہ بھسم نہیں ہو رہی تھی کیونکہ وہی سچا آڈٹ کرنے والا ہے۔

'تم زمین کی عزت کیا جانو۔

ایک وقت آئے گا اور آچکا ہے جب یہ زمین تمھیں کاٹنے لگے گی۔ تمھیں ڈینیوب اور رائن اور وولگا اور امریکا کے ہڈسن کی یاد ستائے گی اور وہاں کی بڑی جھیلیں اور جرمنی، آسٹریا، فرانس اور سوئٹزرلینڈ کی۔

اور تم یہاں سے اپنا ساز و سامان اٹھا کر چل دو گے۔'

ایرک: آوازیں ہلکی پڑتی گئیں اور خاموش ہو گئیں۔ اس کے لیے میں کس کا شکر ادا کروں؟ میں نے کسی چھٹی کے دن کو خواہ وہ Pesach (خروج) کی خوشی کا ہو یا یوم کپور (تلافی) کا کام سے ہاتھ روک کر نہیں منایا۔

خیر میرے ستانے والے چلے گئے۔

الیکشن ہو چکے ہیں۔ میری نئی پارٹی کادیما حکومت بنائے گی۔ اس کے بعد انھیں میری ضرورت نہیں رہے گی۔ سو دن گزر جانے پر یہ تسلیم کر لیا جائے گا کہ میں مر چکا ہوں۔ ای ای جی وہی دکھائے گا جو یہ چاہتے ہیں۔ . . میری موت، میں وزیر اعظم نہیں رہا۔

---

(1) تاریخ جہنم میں جائے۔

جوئے خوں

مجھے لگ رہا آج میری طبیعت خراب ہونے جارہی ہے۔

یہ کون سی جگہ ہے جو مجھے دکھائی جارہی ہے۔ کٹے ہوئے نرخروں سے خون کی پھنکار کی آوازیں آرہی ہیں۔ دوسری آوازیں AK-47 Assault رائفلوں کے چلنے کی ہیں۔ کاش میرے ہاتھ چل رہے ہوتے اوران میں لوہے کے تکلے ہوتے تو میں کان کے پردے پھاڑ لیتا، کیونکہ وہ میرے ہوتے ہوئے بھی میرے تابع نہیں ہیں مگر میری وہ دشمن آواز کچھ اور کہہ رہی ہے:

'آوازیں تمھارے کان میں کہاں ہیں، دماغ میں ہیں۔ انھیں غور سے سنو۔ یہ صرف رونے چیخنے کی نہیں تمھاری فتح کی آوازیں ہیں۔ ایک سکّے کی دو سائیڈز: چیخ۔ فتح... چیخ۔ فتح... چیخ۔ فتح... چیخیں نہ ہوں تو فتح کیسی! تم خود کو نہیں پہچانتے؟ تم اپنے اس معرکے کی فلم آرمی آفیسرز کلب میں جمع ہونے والے افسروں کو دکھا رہے ہو اور کمنٹری خود تمھاری آواز میں ہے۔'

ایرک: ارے توبہ۔ یہ مغربی بیروت کے کیمپس ہیں جہاں تیس ہزار کے قریب فلسطینی پناہ گزین آن بسے ہیں جن کی زندگی بے معنی ہے۔ پیدا کیوں ہوئے تھے؟ اب ان کے بچوں کے رونے اور عورتوں کے چیخنے کی آوازیں وہاں سے اٹھ رہی ہیں۔ انھیں گوشت کاٹنے کے چھروں سے کوشر کیا جارہا ہے (یہ میں ان پر ہنس رہا ہوں) بالکل جیسا ہم نے چاہا تھا:

"It is good, they will die a Muslim death"

ہم نے موت دینے میں بھی یہ خیال رکھا ہے کہ مسلمان، مسلمان موت مریں۔

کہیں کہیں سے کمزوری، مدافعت کے ہتھیاروں کے چلنے کی، گنتی کے چند لمحوں کو آواز آتی ہے اور ایک دم ختم ہو جاتی ہے۔

'بھاگ کر کہاں جائیں گے، میرے ساتھ میری دشمن آواز بھی کمینٹری دے رہی ہے، تم نے اپنے ٹینکوں سے ان کے کیمپوں کو گھیر رکھا ہے اور تمھارے لبنانی معاون جنھیں تم نے اس ساعت کے لیے ٹرین کیا، مسلح کیا ہے، اطمینان سے اپنا کام کرتے رہیں گے۔ تم پر اور تمھاری فوج پر کوئی الزام نہیں آئے گا کیونکہ نہ تم فلسطینیوں کو ذبح کر رہے ہو نہ ان کے گھروں بم پھینک رہے ہو۔ صرف شعلے (flares) پھینک کر حملہ آوروں کو دشمن کے ٹھکانے دکھا رہے ہو اور یہ ملٹری قوانین میں جرم نہیں ہے۔ نہ اس کے بارے میں جنیوا کنونشن میں کچھ آیا ہے۔

یہ 16 ستمبر 1982ء کی شام ہے، صابرہ اور شتیلہ کیمپس۔ [1] (کیا مجھے ان 38 گھنٹوں کی فلم میں ریکارڈ کیے ہوئے ایک ایک شوٹ کو سننا پڑے گا! ایک ایک فلسطینی کو زمین پر گرتے دیکھنا ہوگا!)

(This is sheer torture!)

آواز: 'حقیقت میں تم ایک یہودی، ایک کرسچین فاشسٹ فوج کو کمانڈ کر رہے ہو۔'

ایرک: What is wrong with that!

'تم نے بہت سوچ سمجھ کر زائیونسٹ ملٹری کی بساط کے لیے یہ نقشہ تیار کیا تھا۔ اب مہرے تمھاری مرضی کے مطابق چلے جا رہے ہیں۔ تم مرحوم بشیر گمائل کے گھرانے والوں سے ملے تھے کہ "فلسطینی اس کے قتل کے پیچھے ہیں اور بدلہ لینا ضروری ہے۔ ہم نے انھیں ازرے ائیل کی زمین پر نہیں رہنے دیا، تم انھیں لبنان سے نکالو۔" اور لبنانی فلسطینیوں سے اس قتل کا بدلہ لے رہے ہیں، جو انھوں نے نہیں کیا تھا۔'

ایک دن بیتا، ایک رات بیتی، ایک اور دن بیتا . . . چوبیس + چودہ گھنٹے۔ مجھے میری مرضی کے خلاف کیلنڈر کے وہ اوراق دکھائے جا رہے ہیں . . . ستمبر 18,17,16۔ کاش میں اپنی آنکھوں کو پھوڑ سکتا۔'

'آنکھیں کہاں تمھارا دماغ دیکھ رہا ہے بیسویں صدی کے تموجن۔' [2]

اب پھر میری کمنٹری شروع ہوگئی۔ لبنانی سپاہ کا ہم نے مزاج بدل دیا۔ پہلے لبنانی فوجی اور

---

① شتیت: پراگندہ صبر کرنے والے پراگندہ لوگوں کے پڑاؤ (غالباً)

② چنگیز خان

ٹریفک کے سپاہی صرف ڈینڈی ہوتے تھے، ہمہ وقت عشق کی بازی کے لیے تیار۔ میں نے انھیں پُروقار بنادیا۔ ان کے چمکتے ہوئے سرخ فل بوٹ اور پسٹل ہولسٹر دیکھنے کی چیز ہوتے تھے۔ وہ فلسطینی مہاجرین کو اپنی زمین پر بستے نہیں دیکھنا چاہتے تھے، میں نے انھیں بتایا ''نہ ہم انھیں ازرے ئیل کی زمین پر دیکھنا چاہتے ہیں۔''

آواز: 'حقیقت میں اس سپاہ کا ستارۂ زوال دیکھا چاہیے جس کا ملک ہار چکا ہو اور خود اس نے ہتھیار نہ ڈالے ہوں۔ اسے کوئی ملک پناہ دینے کو تیار نہیں ہوتا ہے۔'

نتیجہ یہ نکلا کہ اس وقت Phalangist[1] سپاہ کے ہاتھوں کو نہ رحم تھام رہا ہے نہ تاسف۔ میں نے ٹریننگ کے وقت ان سے بھی وہی کہا تھا جو ازرے ئیلیوں سے کہتا آیا ہوں: اگر ہمیں زندہ رہنا ہے تو نیا ضابطۂ اخلاق وضع کرنا ہوگا۔

16 ستمبر کی شام کو میرے حکم پر ہمارے ٹینکوں نے پناہ گزینوں کے کیمپوں کو سربمہر کر دیا تھا۔

Like a big test tube containing the microbes named Palestinians for testing our antibiotic weapons.

تب سے لبنانی سپاہی وہاں بے دھڑک وقت کی میعاد سے بے نیاز زندگی ختم کرنے کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ بے مثال شطرنج کے مہرے ہیں، خوبصورت اور best dressed، ہالی وڈ کی رنگین فلموں کے کردار۔ ہینڈ گرینیڈز کے پھٹنے اور رائفلوں کے چلنے کی متواتر آواز اور قصّابی کے چھروں کے جسموں میں گھسنے اور باہر نکلنے کی کھس کھس ایک آرکیسٹرا ہے جسے میں کنڈکٹ کر رہا تھا۔ فلسطینی لڑکیاں اور جوان عورتیں فوجیوں کے جسموں کے نیچے مچل رہی ہیں اور جو کھڑے سے گر رہی ہیں ان کے ہاتھ پیٹوں پر ہیں جن میں سے نازائیدہ بچے اپنی نال سے لٹک رہے ہیں۔ جو کھڑی ہیں ان کی آنتیں کھڑے قد سے پیٹ سے لڑھک کر زمین کو چھو رہی ہیں۔ ایک آواز مجھ سے کہہ رہی ہے: 'تمھارے حلیف اب کیمپس میں چلنے کے لیے سوکھی راہ نہیں دیکھ پا رہے ہیں۔ انھیں اعضا اور خون پر چلنا پڑ رہا ہے۔ ان اعضا میں مردوں کے بیرونی اعضا بھی ہیں اور عورتوں کے سینے بھی۔ جسم سے علیحدہ ہو کر وہ کتنے بھیانک لگتے ہیں۔ نہ جنس کی علامت نہ جنس کے اعضا۔ یہ اعضا جسم سے علیحدہ ہو کر اپنی جنسی معنویت کھو بیٹھے ہیں۔'

---

[1] لبنان کا فلنجی جماعت کا رکن

'چوبیس سو مر چکے ہیں۔' وہ دیکھو ایک سپاہی اس جوان عورت کے چرے ہوئے پیٹ سے اس کی زمین پر گری ہوئی بچے دانی کو بوٹ سے کچل رہا ہے، جس میں فلسطینی بچہ ہوگا۔ نہیں ہوگا تو ہوسکتا تھا آنے والے دور میں۔ کب تک مجھے ہر گولی کی آواز سننی پڑے گی، ہر بُکا کی آواز اور ان میں فلنجی سپاہیوں کے قہقہے۔ انھیں یہ گرتے ہوئے بدن کٹھ پتلیاں لگتے ہوں گے جنھیں تھامنے والی ڈوریاں ایک ایک کر کے کٹتی جا رہی ہیں۔'

اگر للی کو کینسر نہ لے گیا ہوتا تو وہ مجھے اس کرب سے نجات دلاتی۔ وہ میرے چہرے سے بھانپ لیتی میں کس اذیت سے گزر رہا ہوں اور ان بغیر باپ کے پیدا ہونے والے ڈاکٹروں سے کہتی: ''تم اور تمھارے ای ای جی، ایم آر آئی جہنم میں جائیں، وہ مر نہیں پا رہا ہے اور تم اس کی تکلیف کی گھڑیوں کو طول دے رہے ہو کہ ابھی دماغ کی موت نہیں ہوئی ہے۔ ان تمام ڈرپس کی لائنوں، آکسیجن ٹیوبس اور تاروں کو اتار پھینکو جن سے تم نے اس کے دماغ اور جسم کو الیکٹرک پاور ہاؤس بنا رکھا ہے۔ اتارو ان سب کو، تم نہیں اتارو گے تو میں خود نوچ کر پھینک دوں گی۔''

آواز: 'بغیر ریسٹ لیے 38 گھنٹے کی ملٹری ڈیوٹی، دو ہزار چار سو انسانوں کو ختم کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا، کئی شفٹوں میں ہوا ہوگا اور اس کے لیے مارنے والوں کی ڈیوٹیاں کئی بار بدلی گئی ہوں گی۔'

شکر ہے گولیوں کی آواز ختم ہوئی، ازرے ئیلی ٹینک کام پورا کر کے گھر کا رخ کر رہے ہیں۔ فلنجی سپاہی اس کامیاب تاخت اور تاراج کے بعد بیروت کے قحبہ خانوں کا رخ کریں گے یا اپنے گھروں کا۔ جو چیز انھیں صابرہ اور شتیلہ کے گھروں میں نہیں ملی وہ ہے اچھی وہسکی۔ ایسے مشن کے بعد جس میں مسلح سپاہ سے ایک کمزور اور تقریباً نہتے دشمن کو کچلنے کا کام لیا جائے، وہسکی سے بڑھ کر کیا انعام ہوسکتا ہے۔

میں سوتا جا رہا ہوں۔ میں موشے (موسیٰ) کے خدا کو نہیں مانتا ہوں۔ پھر بھی میں اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے بہت سے کاموں کی سزا نہیں دی۔ Good-bye dear God, stay where you are. کل ایسے سین مجھے مت دکھانا۔

گوڈ کا لفظ یہووا کی نسبت میرے لیے کم ہیبت رکھتا ہے۔ اس لیے جب اسے للکارنا ہو میں گوڈ کہہ کر بات کرتا ہوں . . . یہووا نہیں۔ ہوسکتا ہے یہووا واقعی میں ہو...اور اگر یہووا ہے تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ لو نیند اڑ گئی۔

آواز: 'تم نے خود کو وقت کی طرح کبھی ختم نہ ہونے والی اینگزائٹی (anxiety) میں پھنسا رکھا ہے۔ کیا

وقت کے خاتمے تک arms-ready رہ سکو گے؟ اور جن بڑی طاقتوں کی پشت پناہی پر آج تمھیں اعتماد ہے وہ تاابد تمھارے لیے خود کو ڈھال بنائے رکھیں گی۔ ہوسکتا ہے آج تم ان کے کام کے ہو، کل نہ رہو۔'

کھڑکیوں کے شیشوں پر لگتا ہے کنکروں کی بارش ہو رہی ہے۔ ہسپتال میں میرے خیال میں بھگدڑ مچی ہے۔ میرے جسم پر بھی کنکر برس رہے ہیں۔ یہ گھڑگھڑ ہمویز اور ہاف ٹریکس [1] کے چلنے سے پیدا نہیں ہو رہی ہے۔ نہ ان پر فلسطینی... سوری عرب ازرے ایلی... لڑکے لڑکیاں پتھراؤ کر رہے ہیں جیسا کہ میں سمجھ رہا تھا۔ یہ رعد اور اولوں کی آواز ہے جس نے لگتا ہے پورے ازرے ائیل کی ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اتنے اولے یہاں دو ہزار سال کی تاریخ میں نہیں پڑے تھے۔ میں ہسپتال کے بیڈ پر لیٹا، آنکھیں تقریباً بند کیے، باہر کی دنیا کو بھی دیکھ سکتا ہوں۔ اتنے سیاہ بادل بھی کبھی گھر کر نہیں آئے تھے۔ ارضِ موعود پر اماوس کی رات سے بھی زیادہ گھپ اندھیرا کر دیں۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا ہے۔ یہوو ایہ موشے کا چمتکار تو نہیں ہے؟ اگر ہے تو اسے روک۔ یہ کیا کہ خود اس کی قوم پر عذاب نازل ہو رہا ہے۔ مصر کی جگہ رعد اور گرنے کو اولے یہاں چلے آئے ہیں۔ میزرائیم (mizraim) [2] اور ازرے ئیل، موشے اور فیرو (مصر اور فلسطین، موسیٰؑ اور فرعون) سب کا میرے دماغ میں سلاد بن گیا ہے۔

فرعون کی طرح موسیٰؑ کیوں ہمارا دشمن ہوگیا ہے کیوں نہیں، ان کے ہاتھ تھام لیتا۔ میری اپنی شناخت نہیں رہی ہے۔ کون ہوں ہٹلر کی فوج کا جنرل یا اوشوٹز (Auschwitz) میں موت کا انتظار کرنے والا، ایک مظلوم عام یہودی۔

ہر آنے والے عذاب کی علامتیں میں ھدسہ ہاسپٹل یروشلم کی نرسوں، ڈاکٹروں، ٹیکنیشینز اور مریضوں سے ملنے آنے والوں کے چہروں پر تین دن پہلے سے پڑھنے لگتا ہوں۔ پہلے دن ان کے چہرے خوف اور دہشت سے زرد ہوتے ہیں، دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن سیاہ ہو سکتے ہیں، یعنی موت لیکن میرے گڑگڑانے سے، جب میں موشے سے اپنے رب سے معافی مانگنے کی دعا کے لیے کہتا

---

[1] ملٹری گاڑیاں

[2] مصر کا پرانا نام

ہوں، وہ گھڑی ٹل جاتی ہے۔ پھر مجھے گمان ہوتا ہے قدرت بھول گئی ہے کہ کتنے دن، ہفتے، مہینے اور سال بعد عذاب نازل ہوگا اور اس سے پہلے ملک کو اکال ستائے گا۔ وقت موعود پر کڑک دار بجلی، زلزلہ اور ایک دہشت ناک چیخ ہمیں آن لیں گے۔ وہ گھڑی ابھی دور ہے جب موسیٰ کے تمام چمتکار ختم ہو چکے ہوں گے تب آئے گی۔

میرے چھپے ہوئے خوف نے مجھے قائل کر دیا ہے کہ وہ وقت آئے گا ضرور جب ازرے ائیل نہیں رہے گا۔ ٹھیک ہے نہ رہے مگر مجھے یقین ہے دنیا ہمیشہ یاد رکھے گی کیسے ایک منفرد چھوٹی سی قوم نے دماغ...

اور سرمایہ... کے بل بوتے پر اپنے سے لاکھوں گنی بڑی دنیا کو کنٹرول کیا تھا، ان کے صحیح اور غلط کے معیار کو بدل دیا اور یہ اس وجہ سے کہ ہمارا خون بے میل ہے۔

'بالکل بالکل۔ اس 'الٹ ارتقا' میں تم نے اپنے لیے بیماریاں بھی وہ چن لی ہیں جو کسی اور قوم کے حصے میں نہیں آئیں۔'

ایرک: مثلاً؟

'Tay-Sach`s Disease اور Nie mann Pick کے بارے میں کیا خیال ہے؟'

ایرک: میں کہنے والا تھا عقل ہم میں سے ہر ایک فرد تک مقطر (distilled) ہو کر پہنچی ہے کہ بیچ میں وراثت میں ملنے والی بیماریوں کا ذکر آ گیا۔

امریکا کے سیدھے سادے لوگ ووٹ دے کر صدر لاتے ہیں، یعنی نئی حکومت، پھر نشچنت بیٹھ جاتے ہیں چاہے وہ دنیا بھر کی حکومتوں کو متزلزل کرتی پھرے۔ انھیں اپنے ملک سے باہر کی دنیا کی سیاست میں تِل برابر بھی دلچسپی نہیں۔

آواز: 'امریکی حکومت اور امریکی انسان دو بالکل متضاد حقیقتیں ہیں۔ امریکی عوام نہ ظلم پسند ہیں نہ جنگ پسند، امریکی حکومت...'

ایرک: الیکشن کے بعد امریکی صدر کو راہ دکھانا ہمارا کام رہ جاتا ہے۔ جہاں جو حکومت ہم لاتے ہیں اس میں ہماری ناقابلِ پیمائش عقل کا چھینٹا ہوتا ہے اور کون نہیں جانتا ہے دنیا کے سب سے اہم آدمی ہم نے پیدا کیے ہیں۔ سکیورٹی کونسل کیا کہتی ہے اور یو ایس سیکریٹری آف سٹیٹ اور امریکی صدر جو کہتے ہیں ہم اسے درخورِ اعتنا نہیں گردانتے۔

خیر ازرے ئیل ایک بار اور نہ رہے ہم چوتھی بار کوشش کریں گے، بہتر پلاننگ کے ساتھ... ہماری پلاننگ اس بار بھی پرفیکٹ تھی۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ یہاں اکال آئے...

(لیوٹولسٹوی کی آواز: ''تم اورتم پرستم ڈھانے والی جرمن قوم میں یہی اندازِ فکر مشترک ہے کہ تمھارا ہر کام پرفیکٹ ہوتا ہے، ہر تیاری مکمل'')
ہم ہار سکتے ہی نہیں ہیں۔
آج کا عذاب ٹلا۔اب میرا دماغ سو سکے گا۔

پھر آوازیں شروع ہوگئیں:
میناچم بیگن نے تجھے وزیر دفاع کی پوسٹ سے ہٹا دیا تھا۔بھول گیا ہے؟'
'حقیقت میں وہ بھی اے ٹینک ڈرائیور تجھ سے ڈرتا تھا کہ اچانک اس کے گھر یا کنیسیٹ [1] کو ٹینکوں سے نہ گھیر لے جو تونے صابرہ اور شتیلہ میں کیا تھا۔غزہ میں جو پٹی چھوٹے ہوائی جہازوں کے لیے ان گیٹوز سے بدتر قفس میں بسنے والوں نے بنائی تھی اسے تُو نے 2001ء میں بُل ڈوز کیا۔وزیر اعظم بننے کے بعد مغربی کنارے کی فلسطینی آبادیوں پر حملہ... کس بے دردی سے حماس کے لیڈروں کو قتل کیا تھا... گھروں میں بم پھینک کر۔
بیگن نے کہا تھا: ''مکانوں، ہسپتالوں، سکولوں، مسجدوں کو ڈھانا روندنا اس کا پسندیدہ مشغلہ ہے اور یہ کھیل کھیل کر اس میں ماہر ہو گیا ہے۔''
'ہیلو بلڈوزر، جالوت (Goliath) یاد ہے کیسے تُو نے نہتے یاسر عرفات کے مسکن اور آفس کو 2002ء میں ٹینکوں سے گھیر لیا تھا کہ اس پر کھانا، پانی، بجلی اور نہانے دھونے کی جگہ سب بند تھے اور تُو ہنس رہا تھا۔دنیا تجھے پچکار رہی تھی۔ایسے مت کرو یرا اور شموئل کے لال اور تو ہنس رہا تھا۔'
الیاس: 'اتنی غیر مساوی لڑائی شاید ہی تاریخ نے دیکھی ہوگی، اتنا اسلحہ، اتنا تعاون طاقت ور ملکوں کا ایک طرف، دوسری طرف لڑنے کے لیے اینٹ، پتھر اور پابندیاں، اتنے دھاوے طاقتور کے نہتوں پر کہ جنھیں جنگ تو جنگ لڑائی کہنا بھی مضحکہ خیز ہے۔طاقت ور نے جب چاہا، جہاں چاہا کمزور پر چڑھ دوڑا اور اس کا جواب جو کمزور دے اسے دہشت گردی کہنا، عجب چلن بیسویں اکیسویں صدی کے سفید انسان نے اختیار کر لیا ہے۔وہ ایسی نامساوی جھڑپوں کا شمار دوطرفہ جنگ میں کرتا ہے... یعنی جو سزا ظالم کی وہی مظلوم کی اور اگر امن کے انعام بٹیں تو جو میڈل بغداد کی

---

① (knesset) پارلیمنٹ۔

حفاظت کرنے والے سرفروش کو ملے وہی ہلاکوکو!'

'اکیسویں صدی کا جاگا ہوا سفید دانش مند بڑی عجیب ہستی ہے جس پر اسے بنانے والا بھی ہنستا ہوگا۔ اسے ایک ایسی آبادی... شاید دس بیس لاکھ کی، نظر نہیں آتی جسے ایک چھوٹے سے خطۂ زمین پر گھیر کر رکھا گیا ہے، ایک طرف سمندر لیکن اس کے کنارے سے نہ وہ بھاگ کر کہیں جا سکتا ہے نہ وہاں کوئی ہمدرد ملک اپنا جہاز لا سکتا ہے جو دواؤں اور خوراک کی سوغات لا رہا ہو۔ دوسری طرف ریگستان جس کی حفاظت اس زائیونسٹ ملک کا حلیف ایک عرب ملک کر رہا ہے کیونکہ دونوں ہی امریکا کے سایۂ ڈالر (dollar) میں پل رہے ہیں تیسری طرف دیوار برلن سے زیادہ مہیب دیواران بدنصیبوں کو اپنے فلسطین میں پھیلنے اور بسنے سے روک رہی ہے۔ لگتا ہے کہ ایک بہت بڑے فیوڈل لارڈ (feudal lord) نے شکار کے لیے ایک احاطہ بنا رکھا ہے جس کی چھت بھی لوہے کی جالی کی ہے، اور اس میں اپنے پسند کے پکھیرو بند کر رکھے ہیں، جب جی چاہتا ہے وہ ان کا شکار کھیلتا ہے۔ ان کے لیے نہ خدا کے آسمان میں راہ ہے، نہ زمین میں، نہ پانی پر اور یہ سب کچھ نہ امریکا کو نظر آتا ہے اور نہ ان تمام ملکوں کو جو ہر معاملے میں اس کے دوست ہیں۔'

میکسم جیبی: 'یہ شکار گاہ نہیں، ان لوگوں نے اپنے یورپ کے دنوں کو یاد رکھنے کے لیے گیٹو (ghetto) بنایا ہے۔'

'اور تمھارے لوگوں کے ہاتھوں میں مہلک ترین ہتھیار دیکھ کر تمھارے سرپرست خوش ہیں جیسے بگڑے ہوئے بچے کے ماں باپ، کہ کھیلنے دو... کہیں تو چلائے ہی گا، وہ ڈال پر بیٹھی ہوئی چڑیا ہو یا سکول جاتی ہوئی لڑکی کی پانی کی بوتل اور تم ہو کہ سکول، ہسپتال اور مسجدیں ٹینکوں سے گرا کر اپنی طاقت پر پھولے نہیں سماتے ہو'

'وقت کا کوئی انت نہیں ہے نہ سرا۔ کیا تم بھی، ان میں گھرے جنھیں تم نے اپنا دشمن بنا لیا ہے، انت تک battle ready[1] رہو گے؟ پشت کے بیگ میں تو ریت اور زبور نہیں، پسٹل، ہینڈ گرینیڈ اور چھرے رکھے تمھارے مرد اور عورتیں اچک اچک کر سرحدوں کی طرف دیکھتے رہیں گے کہ کس طرف سے حملہ ہو رہا ہے۔ ہر اشک نازی عورت ہمیشہ اپنے بیگ میں پسٹل رکھ کر گھر سے باہر نکلے گی۔ جب 1905ء میں برطانیہ نے بدیشیوں کا ایکٹ (Aliens Act) پاس کیا تھا کہ روسی پوگروم کے بعد یہودی

---

① جنگ کے لیے کمربستہ

ان کے ہاں داخل نہ ہونے پائیں اور 1917ء میں بالفور برطانیہ کے وزیر خارجہ نے چاہا کہ تم ملکوں ملکوں بھٹکتے پھرنے والو کہیں تو بسو، تو جو زمین اس کی نہیں تھی اسے اس کے مالک سے بلا پوچھے تمھیں دان دے دی اور 1922ء میں اپنی سرپرستی میں برطانیہ نے تمھیں وہاں لا بٹھایا اور تمھارے سابقہ دشمنوں نے 1948ء میں اس زمین کا بڑا اور بہتر حصہ تمھارے حوالے کیا۔ پھر پیش بندی کے طور پر کہ تم خوف زدہ ہوکر ایک بار پھر وہاں سے نہ نکل بھاگو، سارا مغرب تمھارا محافظ بن بیٹھا۔ پہلے وزیر اعظم بن گوریان نے برطانیہ کا شکریہ ادا کیا جس نے زائیون کی دہشت گرد تنظیموں کو ملٹری ٹریننگ دی تھی اور فوراً ہی وہ سب اس پر آمادہ ہو گئے کہ اس تحویل میں لیے ہوئے ملک کو تمھارے رحم و کرم پر چھوڑ کر برطانیہ وہاں سے نکل جائے۔ صلح کی بات سننے پر تم راضی ہی نہیں رہے۔'

ایرک: میرا دماغ پچی کر دیا۔ مارگالیت، للی تم کہاں ہو؟ کنیسیٹ میں جب میں اپنی بات منوا رہا تھا لِکُڈ اور لیبر پارٹی والے آہستہ آہستہ بُد بُدا رہے ہوتے تھے، بُل ڈوزر تجھے للی بُلا رہی ہے، بن گوریان تجھے بلا رہا ہے... سب مرے ہوئے بلا رہے ہوتے ہیں، پھر مجھے یہاں کیوں زندہ رکھا جا رہا ہے۔ آؤ کوئی تو مجھے لے جاؤ۔

فاطمہ: 'بس ستم یہ ہے کہ ان آواز دینے والوں میں یہ خود نہیں ہے۔'

الیازار (المشرقیون میں سے): 'جیہوا کا شکر کرو آج تم اپنا صدیوں کا بغض جو رومنز اور یورپ کے کریسچنز کے ظلم سے تم میں پیدا ہوا...'

آرن (ہارون): 'اور بچپن میں اس ظلم سے بھی جو خود آل یعقوب نے لوکل کو آپریٹو کے دروازے تمھارے ماں باپ پر بند کر کے انھیں نکّو بنا رکھا تھا... وہ جگہ کفر ملال تھی فلسطین کی زمین پر۔'

ایرک: آوازیں مجھ پر بغیر وقفہ دیے بمباری کر رہی ہیں۔

ھند: 'وہ بغض تمھارے تحت الشعور میں پلتا رہا اور آج اسے تم ان پر اتار رہے ہو جنھوں نے ہر دور میں تمھیں پناہ دی۔ جن کے پیغمبر (ﷺ) نے تمھاری بار بار کی سازشوں، پیماں شکنی اور زہر دینے کی کوشش کے باوجود تمھارے اجداد کو مدینے سے مع اپنی جمع جتھا، سامان، باغوں، کھیتوں کی پیداوار اور سلامتیٔ ہوش و جان کے نکل جانے دیا۔

انھوں نے کبھی یہود سے نفرت نہیں کی تھی، نہ ہم کرتے ہیں۔

لیکن جو لقب تمھارا تمھارے دشمنوں نے رکھا تھا کرم (worms) آج تم اپنے محسنوں کو دے رہے ہو!'

ایرک: یہ حسینہ واقعی میرے لیے ہلاکت رکھتی ہے۔True femme fatale۔

الیاس (جرنلسٹ): 'اس وقت ایرک تم سائیکواینالسس کے کاؤچ پر لیٹے ہولیکن اینالسٹ تمھارا آدمی سگمنڈ فرائڈ نہیں ہے، میں ہوں، تمھارے دماغ کا وہ حصہ جو تمھارے جلا کر بھسم cremate کیے جانے یا قبر میں مٹی بن جانے کے بعد بھی زندہ رہے گا۔ اسے تسلیم کرو کہ تم میں آج بھی وہ قوت نہیں ہے کہ اپنے سابقہ ظلم کرنے والوں سے اپنا بدلہ لے سکو۔ تم نے اپنے ایگریشن (جارحیت) کے اخراج کے لیے انھیں چنا ہے جن کے پاس نہ اپنی حفاظت کے لیے ہتھیار ہیں نہ دوسرے ملکوں سے کمک مل رہی ہے... حتیٰ کہ دوسرے عرب ممالک تک سے نہیں۔'

آواز: 'ائریل سن تجھے ڈیوڈ بن گوریان قبیہ (Qibya) کے معرکے کی داد دے رہا ہے۔'

ایرک: جھوٹے، اس نے مجھے اس معرکے پر ڈانٹ پلائی تھی۔

کون یقین کرے گا ڈیوڈ سچ بول رہا ہے۔ یہ سفارڈیوں کی لِکُد (Likud) پارٹی کے کسی فرد کی آواز ہے جو مجھے 1954ء میں مرے ہوئے پرائم منسٹر کے پاس بھیجنا چاہتی ہے۔

میکسم حبیبی: 'سچ، سچ، تیرے منہ سے پہلا سچ۔ جو زہریلے پھل کی جھاڑیاں تھیوڈور ہرزل، بن گوریان، گولڈا میئر، میناچم بگین اور چائم وائزمین نے بوئی تھیں ان کے مرنے کے بعد بھی زہریلے پھل پیدا کیے جارہی ہیں...''اور اس کی نیم موت کے بعد بھی''...مگر وہ امن کی حفاظت کرنے والے بھی پیدا ہوتے جارہے ہیں جو چاہے انگلیوں سے خون بہنے لگے۔ ان راہ میں پڑنے والی جھاڑیوں کو اکھاڑنے کے کام کی دھن میں لگے ہیں۔ وہ انھیں اکھاڑ کر جلا دیتے ہیں تاکہ دوسری جگہ جڑ نہ پکڑلیں۔'

مرحوم ڈاکٹر رشارد (رچرڈ): 'کوئی جاندار دنیا میں تباہی نہیں لاتا ہے سوائے انسان کے اور اس معاملے میں وہ وائرسس (Viruses) اور مائکروبز (Microbes) کا ہم پلہ ہے جن میں اخلاق کے اینٹی بائیوٹک کی مقاومت (resistance) پیدا ہوگئی ہے۔'

ایرک: کیا یہ سب مجھے سنایا جارہا ہے۔ دنیا کی آبادی بڑھتی جارہی ہے اور آنے والے وقت میں نہ اتنی زمین رہے گی کہ لوگ اس پر اپنے اپنے گھر بنائیں، نہ سڑکیں بن سکیں گی۔ اگر آبادی کو اس طرح بے روک ٹوک بڑھنے دیا گیا تو جلد انسان، جانور، سبزہ، پانی سب کو اپنے صرفے میں لا چکا ہوگا۔ اس آبادی کو کم کرنے کے لیے دنیا کی سب سے زیادہ تعلیم یافتہ اور عاقل قوم کو دنیا

کنٹرول میں لینے کا حق ہے۔ جرمن بھی ہم ہی تھے اور دنیا کو اپنے کنٹرول میں لینے کا ارادہ رکھتے تھے۔

The best Germans were we. Pity Hittler was not a Jew and we were not Aryan Germans.

آواز: 'ایک نسل پرست دوسرے نسل پرست کو خراجِ عقیدت دے رہا ہے۔'
ھند: 'اس نے یہ الفاظ نہیں سنے ہیں...
''اے لوگو! میرے الفاظ کو سنو کیونکہ مجھے نہیں معلوم اگلے سال میں تم سے مل سکوں گا یا نہیں۔ اے لوگو! تم سب کا خدا بھی ایک ہی ہے اور تم سب کا باپ[1] بھی ایک ہے اور تمھیں قبیلوں اور قوموں میں بنایا گیا تاکہ ایک دوسرے کو (تمھاری پہچان) معلوم ہو۔ ایک عرب کو مطلق برتری نہیں ہے غیر عرب پر، نہ غیر عرب کو عرب پر۔ نہ ایک سفید کو سیاہ پر نہ ایک سیاہ کو سفید پر سوائے نیک اعمال اور راست بازی کے۔ تمام انسان اولادِ آدم ہیں اور آدم کو مٹی سے بنایا گیا تھا۔''
بوڑھی فاطمہ: 'ایریئیل ڈیئر اولڈ بوائے یہاں کسی کو نہ تمھارے رنگ سے نفرت ہے نہ تمھارے خون سے۔ نہ تمھارے مذہب سے، نہ عبرانی اور یدش زبانوں سے۔ کاش تم یورپ سے یہاں عربوں کے دوست بن کر آئے ہوتے۔ کون اس وقت تمھارے بچوں کو اپنے باغ سے رتان اور تفاح اور برتقال، تین اور زیتون توڑنے سے روکتا، جن کے ہاتھ ان تک نہ پہنچتے وہ خود انھیں توڑ کر دیتے اور پھل تھمانے کے بعد ان بچوں کے گال تھپتھپاتے۔ افسوس وہ وقت پیچھے رہ گیا ہے جب ہم ان بچوں کو اپنے بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھتے، ایک ہی سکول جاتے، وہاں ایک ہی جھنڈے کو سلام کرتے۔'
ایرک: جذبات، محض جذبات۔
آوازیں: 'اس نے کیا، تھیوڈور ہرزل تک نے 1896ء میں یروشلم اور ھیبرون کے مذہبی یہود کی بات کے لیے کانوں میں انگلیاں دے لی تھیں جو سیاسی صیہونیت (Zionism) کی مخالفت کر رہے تھے کیونکہ وہ فلسطین میں چین سے رہتے آئے تھے اور جانتے تھے کہ مذہب کے سیاسی بن جانے میں اس زمین سے امن و آشتی رخصت ہو جائیں گے۔ انھیں صیہونیوں کے عزائم کا علم تھا

---

[1] آدمؑ

کہ وہ طے کر کے آئے ہیں کہ جارحیت ہی سے کام نکلے گا، اور اس سے قبل کہ اس نئے ملک میں ہمارے خلاف نفرت کی آگ جلے، ان ہاتھوں کو قلم کر دینا ہوگا جو یہ آگ جلائیں۔'

بوڑھا یوسف: 'ایک دماغی مریض کا، ایک دن ایک ایک کر کے اپنے تمام بچوں کو ذبح کر ڈالنا کہ کہیں بڑے ہو کر آوارہ نہ نکلیں۔'

ایرک: میں ہٹلر کو سیلوٹ کرتا ہوں جس نے ہمیں سکھایا کہ نسلی برتری بھی کوئی چیز ہے اور اسے برقرار رکھنے کے لیے ہر ہتھیار جائز ہے۔ ہٹلر آج کی دنیا کا انسان تھا، زیادہ ماڈرن۔ مجھے فتح سے محبّت تھی اور فتح حاصل کرنے کے ٹولز سے۔ کسی اور طرح کی محبّت کا تجربہ مجھے نہیں ہے (''جھوٹ۔ جھوٹ'')۔ ہاں کبھی کبھی مجھے ایک ڈر سا لگتا ہے اس زمین میں جو archaeology کے آثار سے بھری ہے ہم سب، سب سے اوپر کی سطح پر جی رہے ہیں اور وہ سطح uncultured Philistines (ناشائستہ فلسطینیوں) کے خون، خاک اور ڈھانچوں کی ہے مگر میں علی الاعلان کہتا رہا ہوں عاقبت کچھ نہیں ہے۔ دنیا میں کچھ بھی کرتے ہوئے ڈرو مت۔ کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی۔ مجھے یہ غم کیوں ہو جو اورینج جوس فیڈنگ ٹیوب کے ذریعے میرے معدے میں پہنچایا جا رہا ہے ان درختوں کے پھلوں کا ہے جن کی جڑیں اس کھاد کو چوس رہی ہیں جو اُجڈ فلسطینیوں کے خون اور گوشت سے بنی ہے مگر یہ شور کیسا ہے۔ لوگ ھدسہ ہسپتال کے کوریڈورز میں حواس باختہ ہو کر بھاگ رہے ہیں اور پکار رہے ہیں حاصب حاصب جس کے معنی میں جانتا ہوں... پتّھر برسانے والی ہوا۔

لوگ کونوں میں دبکتے پھر رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے شیشے توڑ کر پتّھر مجھ پر بھی برسنے لگیں۔ 'اے ازرے ائیل سن۔ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔'

اوہیل (O`hell)! مجھے ضرورت کے وقت ہائم (hymn) (مناجات) بھی بھول گئیں۔

اب دیواریں ہل رہی ہیں اور لوگ پکار رہے ہیں رجفہ رجفہ (زلزلہ) مجھے یہاں سے نکال کر لے جانے والا کوئی نہیں۔ سب بھاگ چکے ہیں۔ میں اس طرح تو دفن ہونا نہیں چاہتا تھا۔

کیا یہ بھی موسیٰ کا چمتکار ہے؟ لیکن ہم تو اس کے ساتھی ہیں۔

آواز: 'دوسروں کا حق مار لینے میں وہ تمھارا ساتھی نہیں ہے۔ یاد نہیں وہ ان بے کس لڑکیوں کا ساتھی بنا تھا جو بے چارگی سے دیکھ رہی تھیں زبردست پہلے اپنی بکریوں کو پیاؤ پر سیر ہو لینے دیں پھر بچے ہوئے گدلے پانی پر ان کی بکریوں کی باری آئے گی اور اس نے زبردستوں کو نیچا دکھا کر ان کمزور بہنوں کا حق ثابت کر دکھایا۔ تم تو کمزوروں کے کھیتوں کو پانی سے محروم کرنے والے ہو۔'

دیوورا کے پوت کا جنم دن

آج 26 فروری ہے۔ میں اٹھتر (78) سال کا ہو گیا... 26 فروری 1928ء سے آج تک کا دن ملا کر۔

ڈاکٹر کہتے ہیں میری دماغی موت ابھی نہیں ہوئی ہے۔ ایک طرح سے اس بات میں، میں ان سے متفق ہوں کیونکہ انھیں نہیں معلوم ہے میں سوچ سکتا ہوں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اپنے سوالوں کے جواب دے سکتا ہوں۔ مثلاً: پیدا کہاں ہوا تھا؟ کفار ملال (Kfar Malal) میں۔ درست۔

ماں کا نام؟ دیوورا (Devora)۔ پہلے ویرا تھا۔ یہ بھی درست ہے۔

باپ کا نام؟ شموئیل شینر مین (Shmuel Scheinerman)... درست۔

باپ کی زبان؟ یدش۔ پاس۔

ماں کی؟ روسی۔ پاس۔

میری اپنی زبان؟ جس میں بھی اپنی سپاہ کو عربوں پر چڑھائی کرنے کا حکم دوں۔

زبانوں کا مکسچر، زیادہ تر یدش۔

قومیت؟ اس سوال کا جواب سوچنے میں مجھے تامّل ہے۔ یوں سمجھنا چاہیے جب میں پیدا ہوا ہوں اس شہر کی کوئی قومیت نہیں تھی جس میں میں پیدا ہوا تھا۔

یہ لو آوازیں شروع ہو گئیں۔

'یہ اچھا لطیفہ ہے جہاں ایرک پیدا ہوا تھا اس شہر کی کوئی قومیت نہیں تھی۔'

ایرک: انھیں مجھے ستانے کو بھیجا گیا ہے۔ تو پھر وہ سن لیں: گولڈا میئر نے کہا تھا، "فلسطین نام کی کوئی جگہ

کبھی نہیں تھی۔ نہ کبھی فلسطینی نام کی کوئی قوم تھی۔"

"There was no such thing as Palestine. They did not exist."

اس کا کہا میرے لیے توریت کا لکھا ہے۔ حالانکہ نہ میں توریت کو مانتا ہوں نہ تالمود کو۔ یہ بات کسی ایسے شخص کو جس کے اعصاب مجھ جتنے مضبوط نہ ہوں نفسیاتی مریض بنا دیتی کہ بے باپ کے پیدا ہونے والے بچے کی طرح وہ بے ملک کا پیدا ہوا تھا، مجھے نہیں۔ میرے اعصاب فولاد کے ہیں۔

آواز: 'اور دماغ کچے لوہے کا۔'

کیا عورت تھی! اس ایک جملے میں اس نے اس زمین کی دو ہزار سال کی تاریخ کو چلتا کر دیا۔ مجھے اس کی ناک بہت پسند تھی۔ عام یہودی ناک سے زیادہ لمبی، زیادہ اونچی۔

آواز: 'زیادہ یہودی۔'

لیکن ڈر کے مارے اسے ایک بار بھی نہ چھو سکا۔ آخر کو مرد مار عورت تھی۔ کنیسیٹ (Knesset) میں باوجود پابندی کے سگریٹ دھواں دھار پیتی تھی۔ پتا نہیں کنگ حسین نے بھی کبھی اس کی ناک کو چھو کر دیکھا تھا یا نہیں، آخر کو وہ اس کا منہ بولا بیٹا تھا۔ اس کی انگلی پکڑ کر حسین نے سیاست کی بیہڑ زمین پر چلنا سیکھا تھا۔ گولڈا یوکرین سوویت زمین کی مٹی سے اُگی تھی۔ اب تینوں میں سے ایک بھی نہیں ہے... نے گولڈا، نے حسین، نے سوویت یونین۔

رات کو پُرسکون نیند کے بعد کھلے ذہن سے سوچ سکتا ہوں۔ اس بارے میں نہیں کہ ازرئے ائیل (اسرائیل) میں بھٹکتے پھرنے والے اُن ان پڑھ اجڈ عربوں کا کیا کرنا ہے: یہیں رہتے رہیں یا جنھیں پہلے نکال باہر کیا گیا تھا یہ بھی ان میں جا ملیں۔ وہ کام میں ساری عمر کرتا رہا۔ اب لطف اس میں ہے کہ یہاں پڑا پڑا اپنی فتوحات سے پُر زندگی کی جگالی کروں مگر یہ تازگی، یہ آوازوں اور نظر آنے والے ہیولوں سے فرصت مشکل سے چند گھنٹوں کی ہوتی ہے، جتنی دیر جاگنے کے بعد رات کے ٹرینکیولائزر کا ہلکا سا اثر باقی رہے، میرا خیال ہے مجھے ٹرینکیولائزرز دیے جا رہے ہیں، پھر وہ بے ہنگم آوازوں (discord) کا آرکیسٹرا شروع ہو جاتا ہے جسے میں سننا نہیں چاہتا ہوں۔ ایک آواز دوسری سے میری برائی کر رہی ہے، کوئی میرے خیالات کو اونچی آواز میں دہرا رہا ہے۔ ان آوازوں کو ہاسپٹل سٹاف نہیں سن سکتا ہے۔ کبھی میرے ہاتھوں یا میرے حکم پر ماری جانے والی عرب عورتوں کے لمبے بال میرے چہرے کو چھوتے ہوئے گزر جاتے ہیں اور ان کے ساتھ ہی بے ربط موویز کے ٹکڑے مجھے

سامنے کی دیوار پر دکھائے جاتے ہیں جنھیں میں دیکھنا نہیں چاہتا ہوں، پر دیکھنا پڑتا ہے اور تعجب اس امر پر ہے کہ اس مووی پر نہ کسی ڈاکٹر کی نظر پڑتی ہے نہ نرس کی۔ اس شرابی مائک ایکرمین (Mike Ackerman) کی بھی نہیں جو ہسپتال کے اس یونٹ کا انچارج ہے جسے مجھے زندہ رکھنے کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ وہ ہے زائیونسٹ اور ایم ڈی لیکن اس سے بہتر نہیں تو کم از کم اتنی ہی مہارت سے ایک بار (مے خانہ) بھی چلا سکتا تھا جس میں جسم فروش ناچنے والیاں ہوں۔

ڈاکٹر میکس ریوبین (Max Reuben) صحیح کہتا ہے اس یونٹ کو چلانے کے لیے مائک ایکرمین کو زیادہ عقل کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ یونٹ جس میں مجھے پچھلے تین ماہ سے لا لٹایا گیا ہے کہ شاید ایک دن جی اٹھوں حقیقت میں ہے کیا! ایک قابلِ ستائش مردہ خانہ (A glorified morgue) جہاں ایک دن اگر جی اٹھوں تو دنیا تسلیم کر لے گی کہ اقلیمِ عقل و علم میں ہم سے بڑھ کر کوئی قوم نہیں۔ میڈیسن کی دنیا کے ہم شہنشاہ ہیں ('جیسے مالیات کی دنیا کے') اس عذاب کو جو میری جان پر ہے نہ ان میں سے کوئی جان سکتا ہے جو میری دیکھ بھال پر مقرر ہیں، نہ باہر سے از رائیل آنے والے وی آئی پی جو میرے بیڈ سے کچھ دور کھڑے ہو کر سر جھکا کر خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں، جھوٹا خراجِ عقیدت کیونکہ میں جانتا ہوں جو ان کے دل میں ہوتا ہے۔ ''ایرک ٹو نے ہمارا وہ ناگفتنی کام کیا جس کی کرنے کی خود ہم میں ہمت نہیں تھی۔''

'Their dirty work' ابھی کسی نے کھس سے میرے کان میں کہا۔

میں ان سب سے کیسے کہہ سکتا ہوں اس نمائش کو بند کرو۔ کاش سمجھ سکو میں کس کرب میں مبتلا ہوں۔ ان کے نزدیک ای ای جی موت نہیں دکھا رہا ہے لیکن میں ہر اعتبار سے مر چکا ہوں، مارا جا رہا ہوں۔

مجھے فزیوتھراپی کے لیے دن میں کتنی ہی بار بٹھایا جاتا ہے، میری آنکھیں تھوڑی بہت کھلی رہتی ہیں یا کھلی رکھی جاتی ہیں اور ٹیلی وژن آن کر کے اندازہ لگایا جاتا ہے میرے اوپر کچھ بھی اس کا اثر ہوتا ہے؟ میرے جذبات کا، اور پھر آپس میں باتیں ہوتی ہیں کس نے کیا دیکھا۔ ایرک مسکرایا تھا؟ 'نہیں'۔ 'ہاں'۔ غصے میں آ گیا تھا؟

'نہیں' 'ہاں' رونے جیسا ہو گیا تھا؟ 'رویا تو وہ اس دنیا میں آنے کے وقت بھی نہیں تھا۔'

Was he still born? ۔ مردہ پیدا ہوا تھا؟ 'ایک حساب سے ہاں۔'

انھیں کیا خبر اپنے چھوٹے بیٹے گر کی موت میرے لیے کیا تھی۔ بے وقت، ایک دوسرے لڑکے

سے کھیلتے میں۔ میری ہی گن سے۔

'ان میں سے کسی کی موت کچھ نہیں تھی جو اس کے حکم پر مارے گئے یا خود اس کے ہاتھوں۔'

وہ فرض کی ادائیگی تھی۔ یہ بے وقوف اس فرق کو نہیں سمجھیں گے۔

ہاں تو میں اپنے کو بتا رہا تھا حقیقت جو ہے یہ ہے پارلیمینٹ کے میرے مخالفین نے سازش کر کے مجھے ایسی حالت کو پہنچا دیا ہے کہ پپوٹوں کی جھری، بلکہ کون یقین کرے گا، بند آنکھوں سے مجھے جب ہپنوٹک کا اثر ختم ہوجائے، دیکھتے رہنا پڑتا ہے۔ چاروناچار۔ یہ بھی لطیفہ ہے مجھ بے ہوش کو گہری بے ہوشی میں لے جانے کی دوائیں دی جا رہی ہیں۔ شاید دماغ کی الیکٹریکل ایکٹیوٹی کو ختم کرنے کی (ابھی ایک آواز پاس سے کہتی ہوئی گزری ہے: 'بند آنکھوں سے خواب میں آدمی کیا کچھ نہیں دیکھتا ہے۔')

اور اس کے بعد جب بے ہوشی ختم ہونے لگتی ہے تو ٹیوب میں انجکشن سے وہ دوا دی جاتی ہے جس سے کہ دماغ کی الیکٹریکل ایکٹیوٹی بھڑک اٹھتی ہے: تب جو میرے ہاتھ سے مرے ان کی آوازوں کو سنتا ہوں، ان کے بچوں کے ہاتھ کے لمس کو محسوس کرتا ہوں۔ چاہے ریشم کا دھاگا ہو یا ٹیسٹ کرنے کی چبھوئی سوئی ہر دو کو پہچاننے کی صلاحیت مجھ میں باقی رکھی گئی ہے۔ سونگھ سکتا ہوں... پرفیوم بھی اور سڑتی ہوئی لاش کی بدبو بھی... اور کسی کسی وقت چھت اور دیوار پار کی دنیا مجھے سامنے کی دیوار پر مووی کی شکل میں دکھائی جاتی ہے۔ ان کی بے رحمی کا شکریہ، یہاں پڑے پڑے اندھیرے اجالے میں بھی فرق کر سکتا ہوں۔

یہاں میرے بیڈ کے آس پاس جو ہستیاں منڈلاتی رہتی ہیں، زیادہ تر سٹاف، ان کے نام سن سن کر مجھے یاد ہوگئے ہیں۔ وہ جنھیں نہیں جانتا اور جو مجھے ایذا رسانی پر مامور ہیں ان کے نام میرے دیے ہوئے ہیں مثلاً فاطمہ ایک ادھیڑ عمر کی عورت ہے۔ مسلم ہے، چڑچڑی اور اس کی باتیں فلسفیانہ ہوتی ہیں۔

آرن (ہارون) اس زمین کا پرانا بسنے والا ایک یہودی بوڑھا ہے۔

خدیجہ: ایک مسلمان بڑھیا ہے۔ فلسطینی، یہ میں کیا کہہ گیا، ازرائیلی بھی نہیں کہہ سکتا، عرب کہنا ٹھیک ہے۔ اسے میں برداشت کرسکتا ہوں کیونکہ ہنسوڑ ہے۔

رئیسہ: بوبلی، عرب، مسلم، بھول بھلکڑ۔ لوگ اسے مسز گوربا چیف بھی پکارتے ہیں اور وہ جواب دیتی ہے۔ کبھی خود اپنا نام رئیسہ گوربا چیف بتاتی ہے۔ نہیں نہیں روسی نہیں ہے۔ یہیں کی ہے۔ ایک

دن مجھ سے پوچھ رہی تھی ’’مجھے بتا تو وہ لڑکا تو نہیں ہے جسے میں نے اپنا دودھ پلایا تھا؟‘‘ اس وقت خود میں اپنے کو دیکھ رہا تھا: اس کے پاس فرش پر بیٹھا ہوں۔

میکسم حبیبی: مسلم فلس... اس زمین کا۔ پلے رائٹ ہے۔ شاید الجزائر میں کہیں چھپا بیٹھا ہے یا رباط، مراکش میں۔ یہاں بحث چھیڑنے کے لیے آتا ہے۔

الیاس: جرنلسٹ۔ کوئی 35 ایک کا۔ کرسچین۔ دمشق میں ہے۔ منگیتر: یوجینی Eugenie

سارہ: ہنگری کی سانولی یہودن ہے لیکن ازرائیل اور زائیونزم دونوں کی دشمن۔

ایلیزار Eleazar: پرانا یہودی ہے، بوڑھا۔ بیٹی اینٹی زائیونسٹ ہے۔ جیل میں۔

یوسف: بوڑھا عرب، ہر وقت کھانستا ہوا، منہ میں پائپ۔ یہاں اس لیے بھیجا جاتا ہے کہ مجھے ٹی بی لگائے تاکہ جو کام دماغ کی رگ پھٹنے نے نہیں کیا وہ میں خون تھوک کر کروں۔ اس میں مزاح کی حس ہے۔ یہ مجھے ہنسا سکتا ہے، میں اس پر ہنستا ہوں کہ اس کے گھر اور باغ کے بیچ میں جو ایک سے دوسرے میں آنے جانے کی رکاوٹ ہے یہ اس کے ایک دن اٹھا لیے جانے کا انتظار کر رہا ہے۔ جو ہمارا رہتی دنیا تک کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔

ابراہیم عالم مسلم تھا۔ دیرلیس کے کنوئیں کو جن لاشوں سے پاٹا گیا تھا انھی میں سے ایک وہ بھی ہے۔ اس کنوئیں میں دفن ... 9 اپریل 1948ء۔ کیا یادداشت ہے میری اور بھی کتنے ہی ہیں جو اس کمرے کا پھیرا مارتے رہتے ہیں۔

دین میں میرا اعتقاد کبھی نہیں رہا۔ Secular all my life۔ یوں بھی یہودیت کوئی مذہب نہیں ہے، جیسا کہ Moses Menddelssohn[1] نے کہا ہے ’بلکہ قوانین کا نام ہے جنھیں مذہبیا دیا گیا ہے۔‘ اس لیے میری دنیا میں نہ کوئی چیز مجروح ضمیر ہے، نہ زخم خوردہ روح، اس لیے نہ خدیجہ، رئیسہ اور ابراہیم میرے اندر کوئی خلش پیدا کرتے ہیں نہ کھیت کی راہ کھلنے کا منتظر یوسف۔ پھر بھی کہیں ایک شوریدہ سینٹر میرے دماغ میں ہے جس میں سے ایک شوشہ دن رات سر اٹھا کر مجھے ڈرایا کرتا ہے: کہیں یہ آوازیں، چلتے پھرتے ہیولے، بھیانک سین، لمس، بو میرے ضمیر کی کروٹیں تو نہیں ہیں جو اس دن سے جب میں اس تحریک میں بھرتی ہوا تھا جو اس زمین کو عربوں سے خالی کرانے کے لیے وجود میں لائی گئی تھی اور تب سے اس آخری لمحے تک میرے اَن تھک عزم کے ہاتھوں پٹتا رہا جب مجھے چلتے پھرتوں کی

---

① موزیز میڈیلسوحن: یہودی جرمن فلسفی۔ سیکولر خیالات۔ انتقال 4 جنوری 1786ء

دنیا سے اٹھا کر ہسپتال میں لا کر پٹخا گیا اور اب مجھ سے اس شکل میں تمام عمر کا بدلہ لے رہا ہے۔

ایک آواز نے دوسری سے ابھی میرے پاس سے جاتے جاتے کہا: 'کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی زمین پر فساد پھیلانے کے لیے پیدا ہوتے ہیں۔' اس پر دوسری نے کہا: 'ہاں، اور کچھ نفرت کے بت (icon) پر صبح شام چراغ جلانے کے لیے۔'

ہم اس مقدس، سوری قابلِ تعظیم زمین کو غیر یہود سے پاک رکھنا چاہتے ہیں۔ (آوازیں میرے خیالات دہرا رہی ہیں)۔ یہ Ezra ایزرا کو وقت نے سکھایا تھا کہ اگر اس زمین میں جینا ہے تو وہ تب ہی ممکن ہے جب ہم اپنی کمیونٹی کو غیروں سے پاک رکھیں۔ جو غیر ہیں انھیں نکال باہر کیا جائے، ملی جلی شادیاں نہ ہوں، یہاں کوئی ایسا بھی نہ رہ جائے جس کے خون میں ملاوٹ ہو۔ اگر یہ ایک کمیونٹی رہے گی تو اپنا دفاع کر سکے گی ورنہ ویسی ہی تباہی اس کا مقدر ہوگی جیسی پہلے آ چکی ہے۔ وہ بابل سے اس چھوڑے ہوئے ملک میں ایک قافلے کے ساتھ لوٹا تھا اور اس ایمان کے ساتھ کہ یہاں زندگی بسر کرنے کے قوانین کا مذہب عائد کیا جائے، پھیلایا جائے۔ یروشلم میں اس نے لوگوں کو اس مذہب کی تعلیم دی۔ لوگ اسے پیغمبر مانتے ہیں... موسیٰؑ ثانی۔ اس لیے کہ وہ مدرس تھا، مقدس تحریروں اور واقعات کا لکھنے والا، جس کے باپ دادا نسل بعد نسل مذہبی پیشوا تھے یہاں تک کہ اس کا سلسلہ پیغمبر ہارون (Aron) سے جا ملتا ہے، لیکن میرے لیے وہ ایک مفکر تھا جس نے اس ملک کو قانونِ مذہب پڑھایا جس کی فکر ماڈرن یہودیت کی روح ہے۔ اس نے یہ نکتہ سمجھ لیا تھا اور ہمارے لوگوں کے دماغ میں اسے بویا کہ اگر تمھارا اپنا ایک ملک ہے بلا شرکت غیرے تو تم محفوظ ہو۔ بکھرے ہوئے ہو دوسرے ملکوں میں تو کچھ بھی نہیں ہو۔ میں بابل کی قید سے چوتھی یا پانچویں صدی قبل مسیح میں فلسطین آنے والے اس معلم کو ملٹری سیلوٹ کرتا ہوں جس نے خاص ہمارے لیے قانون پر مبنی مذہب کی اہمیت سمجھی۔ ایسی کمیونٹی اگر پہلے نہیں بن سکی تو اب بن رہی ہے۔ ان سب غیروں کو یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ Out with them۔ بیچ میں میرے منہ سے اس ملک کے لیے کیا لفظ نکل گیا! اس کا بولنا ہمارے لیے غیر کواشر گوشت کی طرح ممنوع ہے۔

میرے خیالات کی رو یہیں تک پہنچی تھی کہ نرس سوسن (Susan) نے جو شاید میری آنکھوں کو گیلی روئی کے پھویوں سے دھونے آئی تھی گھبراہٹ میں ڈاکٹر لیوی (Dr. Levi) کو آواز دی: 'دیکھو ایرک کو کیا ہو رہا ہے۔ سارے چہرے پر تشنج ہے۔'

ڈاکٹر لیوی سکون سے میرے بائیں ہاتھ پر کھڑا میرے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔

سوسن نے اس کے بازو کو ہلاتے ہوئے کہا: 'کیا جا رہا ہے؟'

لیوی ہنس پڑا اور بولا: 'نہیں، کوئی اپنی جنگ لڑ رہا ہے۔'
دونوں ہنستے ہوئے چلے گئے۔ ہیولے ان دونوں کے آنے پر ہی رخصت ہو گئے تھے اور آوازیں بھی بند ہو گئی تھیں۔
میں Dr.Levi کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اینٹی زائیونسٹ ہے اور اس وقت کا انتظار کر رہا ہے کہ یا تو یہاں سے جا سکے یا اس ریاست کا خاتمہ ہو جائے۔ ایزرا کی تعلیم میں ایسوں کا ذکر نہیں ہے جو نسلاً یہودی ہیں لیکن دماغاً جنھیں اس ملک میں گھسنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔
اگر مجھے نئی زندگی دینے میں ہمارے ڈاکٹر کامیاب ہو گئے تو میرا ارادہ دجلہ اور فرات کی زمین کے لیے جنگ کرنے کا ہے... 'ازرے ائیل وسیع تر۔' پھر میں دجلہ فرات کے سنگم پر دجلہ کنارے اس ٹیلے کو دیکھنے جاؤں گا جہاں ایزا دفن ہے۔

اس وقت میرے سامنے کی دیوار پر داہنی طرف مارگالت کا پورٹریٹ ہے۔ 1962ء میں کار کے حادثے میں ماری گئی تھی... میری پہلی بیوی۔ اس کی تصویر دیکھنے پر مجھے یوں مجبور کیا جا رہا ہے۔ مجھے پہلے سے معلوم تھا ایک دن اس کا یہ حشر ہونا ہے۔ شک کا شکار تھی۔
بائیں طرف للی کا پورٹریٹ ہے۔ مارگالت کی زندگی میں اس نے میرے دماغ پر جادو کر رکھا تھا یعنی اگر کوئی ایسی حالت کی جا سکتی تھی۔ مارگالت کی چھوٹی بہن۔ 2000ء میں سینے کا کینسر اسے لے گیا۔ اسے میری طرح ہمارے میڈیسن مین میری موت تک زندہ رکھ سکتے تو ان کی صلاحیت کو میں تسلیم کرتا۔ وہ وہاں دفن ہے جہاں میں دفن ہوں گا۔
ان دونوں تصویروں کے بیچ میں کیلنڈر ہے جس کے ہر ورق پر سنہری بالوں اور نیلی آنکھوں والے ایک ازرے ائیلی بچے کی تصویر ہے مگر ان بچوں کی خوبصورتی محض ایک دھوکا ہے۔ حقیقت جو ہے اتنی ہے کہ ہر روز مجھے جتایا جائے آج تمھیں جیتا رکھتے ہوئے اتنے دن ہو گئے۔ اتنا تم پر خرچ آ رہا ہے۔ مگر میں نے ان سے کب کہا تھا کہ مجھے زندہ رکھو اور یہ زندگی ہے یا مرنے کے بعد کوئی آزمائش کا مقام purgatory، جسے میں نہیں مانتا۔ یہ ان کا مجھ پر احسان ہے یا دنیا کو ذہن نشین کراتے رہنا کہ دیکھو سائنس کی دنیا میں ہم کس مقام پر ہیں۔ جس کو جب تک چاہے زندہ رکھ سکتے ہیں... اور جسے جب چاہیں موت دیں۔ بیچ میں وہ چڑچڑی عورت جسے میں فاطمہ کہتا ہوں بول پڑی: 'اور نہ چاہیں تو ایک گولی سے زخمی غیر یہود کو وقت پر ہسپتال لے جائے جانے سے بھی روک سکتے ہیں جس کا قصور صرف اتنا

ہو کہ اس نے اس سڑک کو پار کرنے کی کوشش کی تھی جو اس کے کھیت کے بیچ سے نکالی گئی تھی اس حکم کے ساتھ کہ اسے کوئی عرب پار نہیں کر سکتا ہے۔'

یہ ادھیڑ عمر کی موزلم عورت باتیں فلسفیوں کی سی کرتی ہے۔ برٹرینڈ رسل کی سگی! اسے تو ختم کرنے کا حکم خود میں نے دیا تھا۔ اس کمرے میں یہ سب کیسے چلے آتے ہیں! اس کے جواب میں مجھے گولڈا کی آواز سنائی دی: ''ان سڑکوں کا ہونا اتنا ہی ضروری ہے جتنا ان کے کھیتوں اور باغوں کو پیاسا مارنا۔ تب ہی یہ زمین چھوڑ کر بھاگیں گے۔''

'Another Apartheid'[1] لگتا ہے ایک امریکی صدر نے کہا جس کا زمانہ گزر چکا ہے۔

ہاں تو میں کیا سوچ رہا تھا۔ ان باتوں کو دماغ میں لانے میں بڑا مزہ ہے جس کے لیے معذوریت سے پہلے مجھے کبھی وقت ملا ہی نہیں۔ کسی کو مارنا، کسی بستی کا ختم کر دینا ایک ایسا فعل ہے جو بلا تامل، اسی ثانیے کامرانی کی خوشی پیدا کرتا ہے like instant coffee، جیسے آدمی ڈیوٹی بجالایا ہو۔ پھر وہ سین دماغ کے نچلے حصے میں کہیں سوجاتا ہے مع نظر آنے والی تفصیل، شور اور مرتے ہوؤں کے جذبات کے۔ جب ہم عرصہ بعد فرصت میں بیٹھے اسے مہمان کی طرح مدعو کریں تو وہ پوری شان اور دبدبے سے ہمارے سامنے دوبارہ آتا ہے... دھماکا، گرتی ہوئی دیواریں، اڑتے ہوئے کنکریٹ اور لوہے کے بھاری بھاری ٹکڑے، ہاتھ، پاؤں، کھوپڑیاں اور ادھوری چیخیں اور ان سب کے بعد بچ جانے والوں کے کراہنے اور رونے پیٹنے کی آوازیں کیونکہ کتنا ہی بڑا دھماکا کرو کچھ نہ کچھ تو بچ ہی جاتے ہیں۔ ہیروشیما اور ناگاساکی میں بھی بین کرنے کو کچھ تو بچے ہی تھے بلکہ بہت سے۔ اس لحاظ سے نہ وہ امریکا کی مکمل فتح تھی نہ مکمل ظلم اور جو مکمل ظلم نہیں ہے اسے ظلم کہنا غلط ہے۔

ہاں تو میں اپنی ابتدا کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اس ملک کی ابتدا سے پہلے ہوئی تھی اور یہ کہ اس قریے میں پیدا ہوا تھا جس کی کوئی قومیت نہیں تھی۔ 1948ء میں اس ملک کے وجود میں آنے سے پہلے جو جو زمین کے اس قطعے میں پیدا ہوا... مسلم عرب، کرسچین عرب، جیو عرب سب بے قومیت کے ہیں۔ ہم نہیں مانتے یہ یا ان کے باپ دادا اس زمین میں پیدا ہوئے تھے جس کا جب کچھ اور نام تھا۔ نہ میں بائبل میں شامل ان نقشوں کو قابلِ اعتنا سمجھتا ہوں جن میں عہدِ عتیق اور یسوع کے دور کی دنیا دکھائی

---

① نسلی عصبیت، منافرت

جاتی ہے کیونکہ...

فاطمہ کی آواز: 'وہاں کہیں کہیں فلسطین بھی لکھا ہوا نظر آتا ہے اور یہ دو لفظ جیو عرب آخر اس کے منہ سے نکل ہی گئے۔ سچ کو انسان کب تک دوسروں سے کیا خود اپنے سے چھپا سکتا ہے۔'

ھند: 'کیا تم بائبل کو بھی ایڈٹ کرو گے؟'

واقعی میں، میں یہ کیا کہہ گیا۔ جو آلِ یعقوب یہاں ہمیشہ سے بسے ہیں کیا واقعی وہ بھی عرب یا فلسطینی نہیں ہیں؟ شاید یوں کہنا درست ہے، بس کہیں پیدا ہو گئے تھے۔ ہوسکتا ہے زمین کے اس ٹکڑے پر جس پر آدم اور حوا کو اتارا گیا تھا۔ داستانیں۔

دھرتی کے اس ٹکڑے پر ہم سے پہلے کوئی نہیں بستا تھا۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ ایسی عورتیں نہیں ہوتی ہیں جن کی چھاتیاں ہوتی ہیں، دودھ سے بھری ہوئی، پر ان پر پلنے والا کوئی بچّہ نہیں ہوتا ہے!

آوازیں: 'بچے کو مار دیا گیا ہوتا ہے۔ جس طرح فرعون نے کیا تھا۔ جس طرح صابرہ اور شتیلہ اور اَن گنت دوسری جگہوں میں ہوا۔'

ایک آواز دوسری سے کہتی ہے: 'مجھے بات کرنے دو۔ وہ ڈراما جو لبنان کے اس علاقے میں کھیلا گیا تھا جو اسرائیل کے قبضے میں تھا جہاں فلسطینی پناہ گزینوں کے کیمپ تھے... صابرہ اور شتیلہ... 16 ستمبر سے 18 ستمبر تک 1982ء میں، مجھے ایک لمحے کو بھی بھولتا نہیں ہے۔'

میری فتح کا لمحہ۔

'جب اس نے لبنان کی عیسائی غیر سرکاری نیم فوجی تنظیم کو بھڑکایا تھا کہ "تمھارے چہیتے بشیر گمائل کو مع اس کے سامعین کے بم سے اڑا دینے کے پیچھے ان پناہ گزینوں کا ہاتھ تھا جنھیں ہم اپنے ملک سے نکال چکے ہیں اور تم نے انھیں پناہ دے رکھی ہے۔" حالانکہ اس کے قتل کے پیچھے سوریہ (شام) کا ہاتھ تھا۔ یہ اس وقت وزیر دفاع تھا اور بندوقوں اور چھروں سے قتل عام دیکھنے کا اپنا شوق جی بھر کر پورا کرسکتا تھا۔'

پہلی آواز: 'تو اس نے انسانیت سے گرا ہوا یہ کام دوسروں سے کرایا۔ عربوں کا عربوں سے۔'

دوسری آواز: 'جب یہ بھیانک کھیل وہاں ہو رہا تھا یہ بنو کیولرز سے اس سین کو دیکھ رہا تھا جو اس کی نگہبانی میں ہوا اور جب لبنانی فیلنجسٹ سپاہ قصابی کے بعد وہاں سے چلی گئی اور اس کے تماش بین سپاہی اپنے علاقے میں تو کتنی ہی جوان ماؤں نے بوٹوں تلے کچلے ہوئے بچوں کو زمین سے اٹھایا

اوران کے منہ میں تھن دینے کی کوشش کی کہ شاید بھوک سے غفلت میں چلے گئے ہیں جو رو نہیں رہے ہیں۔'
'اور وہ تھن بھی کب چھاتیوں پر کتنیوں کے بچے تھے۔ وہ بھی زمین پر گر کر کچلے گئے تھے۔'

یہ آوازیں ان سے مجھے بچانے والا کوئی نہیں۔ میں مردم بیزار نہیں ہوں اور عورت بیزار تو بالکل بھی نہیں (''مارگالیت اپنی پہلی بیوی سے بھی بیزار نہیں تھا؟'')
اگر ان کی جگہ روتھ، حینا، ڈینیس یا سوسن [1] میرے سر کے پاس کھڑے ہو کر چوبیس گھنٹے بھی بولتی رہیں تو مجھے اعتراض نہیں ہوگا مگر ان عرب عورتوں کی آوازیں کان میں تکلے چلاتی ہیں، اور انھیں دوسرا کام نہیں ہے۔ کب تک قبیہ، دیریلس اور صابرہ اور شتیلہ کو روئیں گی۔
(''جب تک تمھارا ہولو کاسٹوں اور روسی پوگروموں کا ماتم بند نہیں ہوگا'')
ان کے روتے ہوئے چہروں اور ان کے بسورتے ہوئے بچوں سے مجھے نفرت ہے مجھے صرف assault rifles (رائفلوں) کی آواز اور دشمن کے مورچوں سے نکلتی ہوئی آگ ہی پسند نہیں ہے، مجھے نیلی آنکھوں اور سنہری یا سرخ بالوں والی صورتیں بھی بھاتی ہیں اور انتہائی نزدیکی میں ان کی سانس چڑھے ہوئے منھ سے نکلنے والی ہلکی کراہنے کی آواز بھی۔
سب سے پہلا حسین چہرہ جو میری یاد میں جوں کا توں محفوظ ہے میری ماں کا تھا۔ کاش وہ ازلی یہود سگمنڈ فرائڈ، میری طرح اشک نازی یعنی نسلاً خزر ترک یہاں میرے خیالات سننے والوں میں نہ ہو ورنہ وہ مجھ پر mother fixation [2] کا الزام تھوپ دے گا کہ ذہنی ارتقا میں بچپن سے آگے نہیں بڑھ سکا ہوں۔
میری زندگی فتوحات کی زندگی ہے۔ وہ میرے ذہن میں لگاتار مارچ کرتی رہیں تو مجھے احساس نہیں ہوتا ہے کتنے دن رہ گئے سرکاری طور پر میرے مرنے کا اعلان کیے جانے میں۔ خود موت سے میں نہیں ڈرتا ہوں۔ جب چاہے آئے، بس کہہ کر نہ آئے۔ اس کا للکار کے آنا مجھے پسند نہیں ہے۔ نہ میں نے للکار کے کسی کو موت دی، جس پے آئی بن کہے آئی اور اس کے لیے اسے میرا شکر گزار ہونا چاہیے

① Denise, Susan, Henna, Ruth نرسیں
② پوری زندگی ماں سے محبت کی منزل سے آگے نہ بڑھ پانے والا۔

تھا۔ دیکھا جائے تو ان کے خدا سے کہیں بڑھ کر میں رحمدل ہوں۔ عربوں کی زبان میں رحیم۔

للکار کے آنے کا تصور میرے لیے مہمل ہے... آخر کو سپاہی ہوں، ازریئلی تاریخ کا سب سے اہم سپاہی، ڈیوڈ (داؤد) سے بڑھ کر۔ سوتے میں دشمن پر چھاپا مارنا، اسے ہوشیار ہونے کا موقع نہ دینا یہ ہے جنگ آوری کا سنہری اصول۔ موت بھی مجھ پر شب خون مارے، باقی سب رومانیت ہے۔ کسی کو خبر نہیں ہے چنگیز کا جو مقام میرے دماغ میں ہے دنیا کے کسی دوسرے جنرل کا نہیں۔

آوازیں شروع ہو گئیں۔

'اس کے ذہن کا ارتقا 1946ء میں رک گیا تھا جب 18 سال کا تھا اور ایک نظر نہ آنے والے دہشت گرد زائیونسٹ گروہ نے یروشلم میں کنگ ڈیوڈ ہوٹل کو بم سے اڑایا تھا تاکہ برطانیہ کا تسلط، وہ جتنا بھی تھا، فلسطین سے ختم ہو جائے۔ وہی ان یورپ سے نازل ہونے والے سفید یہودیوں کی خفیہ عسکری تنظیموں کے مربی تھے۔ جوا کانوے کنگ ڈیوڈ ہوٹل میں قیام پذیر تھے، اس دھماکے میں کام آئے۔ وہ دھما کا اعلان تھا برطانیہ کی دی ہوئی فوجی بالخصوص گوریلا تربیت مکمل ہوئی اب وہ اپنے گھر جائیں، باقی کام ہم خود کر لیں گے۔

'18 سال کی کچی عمر میں ایرک نے دو ایسے سبق سیکھ لیے جو دوسرے بڑھاپے کو پہنچنے تک نہیں سیکھ پاتے ہیں۔ کسی ملک پر اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے ہر حربہ جائز ہے۔ خواہ وہ سوتوں ہوؤں کا قتلِ عام ہو؛ حکومت لانے کے عمل میں مددگار کا احسان بس اتنی دیر کے لیے ہوتا ہے جتنی دیر وہ کارآمد ہے اور ان دو اسباق سے نکلنے والا نتیجہ corollary یہ ہے کہ کسی ملک کی تسخیر میں جتنے کمزور فرد اور بچے مارے جائیں اتنی ہی ہیبت غنیم پر طاری ہوتی ہے اور اس کے اپنا ملک چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہونے سے حملہ آور کا بڑا کام وہ نادانستہ طور پر خود کرتا ہے۔'

ایرک: اب وہ بوڑھا یہودی آرن (ہارون) ان کی آواز میں اپنی آواز ملانے کے لیے نجانے کہاں سے آ گیا۔ ان عرب یہودیوں کی اپنی دنیا ہی الگ ہے۔

'اس کی ذہن کی پرورش اور پرداخت میں جو کمی رہ گئی تھی وہ اس نے 25 سال کی عمر میں خود پوری کی جب 1953ء کے جاڑے میں اپنی یونٹ 101 لے کر اردن ندی کے مغربی کنارے کی بستی قبیہ پر جا پڑا تھا اور ڈائنامائٹ سے 45 گھروں کو زمین سے ہموار کر دیا تھا۔ اس وقت وہ سبق اس کے کام آئے تھے جو اس نے 18 سال کی عمر میں اپنے بڑوں سے سیکھے تھے۔'

'مع اس کی corollary کے۔ کیونکہ دروازے پر آ کھڑی ہونے والی موت سے بے خبر اگر وہ

سویلین اور بچے نہ ہوتے تو آگے چل کر یہ کیوں قبیہ کو اپنی مکمل فتح کہتا۔ اس دن ایرک نے اپنی آئندہ زندگی کے لیے ایک کلیہ وضع کیا: مکمل فتح صرف وہ ہے جس میں اپنے سوا دوسرا کوئی نہ بچے۔'

یہ آوازیں سراسر میری دشمن نہیں ہیں۔ کبھی کبھی ان کا اُلہنا کوئی ایسی یاد بھی جگا جاتا ہے جس سے مجھے اپنی چھاتی سکندر، چنگیز اور نپولین سے زیادہ چوڑی محسوس ہوتی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے ستانے والے آپس میں کہہ رہے تھے: 'یہ تو قبیہ کو بھی بھول چکا ہوگا۔ ایک بار بار عشق میں گرفتار ہونے والا کب یہ یاد رکھتا ہے پہلا عشق کس سے ہوا تھا، کب ہوا تھا اور تب اس کی عمر کیا تھی۔ ہمارے ہیرو کا عشق ڈائنامائٹ، ہینڈ گرینیڈز، توپوں اور رائفلوں سے رہا ہے۔ اسے کیا یاد ہوگا پہلی بار قتل کی سوغات اس نے کس کو دی تھی یا پہلی بندوق کس بے خبر عرب چرواہے پر داغی تھی۔'

اور دوسری آواز نے کہا تھا: 'ایک خطرے سے بے خبر زیتون توڑنے والی عورت پر۔'

اور اس کے فوراً ہی بعد میری ماں کی آواز آئی تھی: 'ایریئل بچّہ اس وقت تم پچیس کے تھے۔ فوج میں لیفٹینٹ۔ ایک یونٹ کے انچارج، 1953ء کا جاڑا اور اردن ندی کے مغربی کنارے کا ایک چھوٹا سا گاؤں اور اپنی دانست میں تم ایک ازریئلی عورت اور دو بچوں کے خون کا بدلہ چکانے کے لیے بے تاب تھے لیکن حقیقت میں اپنی بہادری کا مظاہرہ کرنے کو بے چین۔'

ارے یہ کیا ہونے لگا۔ ماں آلِ یعقوب کی دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر ناچنے لگی یہاں اس کمرے میں، اور ان کے اُدھم کو سن کر ہسپتال کے سٹاف میں سے کوئی بھی ادھر بھاگا نہیں آیا۔

آؤ ڈائنامائٹ اور گولیاں چلنے کی دُھن پر
ایریئل شیرون کی بہادری کا رجز گائیں
وہ پچیس کا ہو گیا قبیہ والو
اس کی راہ میں اپنے خون کا
چھڑکاؤ کرو، اپنی ہڈیاں بچھاؤ
وہ پینتالیس مکانوں کے ملبے پر چل کر آئے گا
چھ سو چھہتر لاشیں مردوں، عورتوں، بچوں کی
پیروں تلے آنے والی پھول کی پتیوں کی طرح

اس کا سواگت کریں گی، دیوورا کا پوت
مرنے والوں کی ہوا میں اڑتی ہوئی روحوں کے ہجوم
میں سے راستہ بناتا ہوا گھر آرہا ہے
گاؤ، گاؤ، جاڑوں کی سرد ہواؤ گاؤ
قبیہ کی ریت کے ذرّو گاؤ
دیرا کا پوت آج کبھی نہ پچھتانے والی
پوری جوانی کو پہنچا۔

ایرک: میں قبیہ کا ہیرو یا وِلن کچھ نہیں ہوں، ہر قتل میرے سر منڈھا جاتا ہے۔

'اگر تو اپنی سچ نہ بولنے کی عادت پر غالب آجائے تو مثالی لیڈر ہوگا۔'

میں اس آواز کو بھی پہچانتا ہوں۔ بن گوریان کی ہے۔ اسے کیا حق ہے آج مجھے جھوٹا کہنے کا۔ ایک دن اسی سے ملنے کے لیے مجھے طلب کیا گیا تھا۔ میں بہت ڈرتا ہوا وہاں گیا تھا... آخر کو ڈیوڈ بن گوریان صدر تھا اور اسی نے ازرےائیل کے وجود میں آنے کا اعلان کیا تھا۔ تب پہلی بار میں نے اسے دیکھا لیکن جب اس نے بولنا شروع کیا تو مجھے اپنا خوف بھول گیا۔ لگتا تھا اس کے منہ سے سرخ لوہے کو پیٹے جانے کی آگ کے پھول جھڑ رہے ہیں اور میں اپنی عقیدت سے دیکھ رہا ہوں۔

اس کے الفاظ تھے:

'اس کی کچھ اہمیت نہیں ہے۔ دنیا ازرےائیل کے بارے میں کیا کہتی ہے، اس کی بھی تنکا بھر اہمیت نہیں ہے۔ کہیں بھی لوگ ہمارے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اہمیت صرف اس کی ہے کہ ہم یہاں اپنے (دو ہزار سال پہلے کے) پرکھوں کی زمین پر زندہ رہ سکتے ہیں اور جب تک کہ ہم عربوں کو یہ نہیں دکھا دیتے ہیں کہ یہودیوں کو قتل کرنے کا سودا بہت مہنگا ہے (''جرمن، روسیوں اور سپین والوں کو؟'') ہم یہاں جی نہیں سکیں گے۔'

میکسم حبیبی: 'اس میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے عربوں نے جو قتل یہودیوں کے یورپ جا کر نہیں کیے تھے، وہ یعنی عرب اگر یہیں رہتے رہے تو انھیں بہت مہنگے پڑیں گے کیونکہ احتمال اس کا ہے آنے

والے وقتوں میں ان کے ہاتھوں پوگروم اور ہولوکاسٹ ہو سکتے ہیں۔'

الیاس: 'اور یہ حساب چکانے کے لیے نئے سفید رائن لینڈ کے یہود یہاں آئے ہیں۔'

میکسم: ساتھ ہی ان الفاظ میں بڑا دھماکا ہے کہ جب ہم بے ضرر فلسطینیوں کو نیست و نابود کر سکتے ہیں جن کی پشت پر دوسرے عرب ممالک تک نہیں، تو جنھوں نے آئندہ ہمیں موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی تو ان کا کیا حشر کرنے پر قادر ہیں۔'

ایلٹے زار: 'تم غیر ملکیو اپنی بقا کے لیے جہاں تھے وہیں لڑتے رہو۔ اچھے بھلے ہم یہاں برابر کے گھروں میں مسلمان اور عیسائی عربوں کے ساتھ رہتے تھے اور فلسطینی تھے، بنا ہم سے پوچھے پلک جھپکتے میں ڈیوڈ بن گوریان کے ایک اعلان سے ہم بھی زائیونسٹ اور اسرائیلی بنا دیے گئے۔ تمھیں تو اپنے ملک کا نام بھی صحیح طرح لینا نہیں آتا ہے اور میرا ملک فلسطین مجھ سے چھن گیا۔'

میں اس بڑھے یہودی کی آواز بھی نہیں سننا چاہتا ہوں۔ اس سے بڑھ کر اس کی بیٹی یمیمہ اینٹی زائیونسٹ اور اینٹی ازرے ایئل ہے۔ اسی لیے جیل میں سڑ رہی ہے۔ یہ بے وقوف ایشیا اور افریقا کے یہود اتنا نہیں سمجھتے، ازرے ایئل نے انھیں باعزت شہری بنا دیا ہے۔ پہلے کیا تھے؟ جہاں تھے وہاں بے ملکی، ایک دن اس زمین کو لوٹنے کے انتظار میں جس کا ان کے خدا نے ان سے وعدہ کیا ہے۔

ایلٹے زار: 'مذہب میں جب سیاست کی مے مل جاتی ہے تو وہ شعشعہ (کاک ٹیل) ظلم کا نشہ پیدا کرتا ہے، سرور کا نہیں۔'

ایرک: شونا بھی آ گئی ان کا ساتھ دینے کو۔

'ڈاکٹر، ریوبین تم وہی دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہی ہوں؟'

میکس ریوبین: 'ایرک کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ ہمارے instruments آلات کتنے (crude) نفاست سے دور ہیں۔ ای ای جی سے ہم یہ تو پتا چلا سکتے ہیں دماغ ابھی زندہ ہے یا وہ بھی مر چکا ہے، لیکن موت سے پہلے مرنے والے کے کیا جذبات تھے، کیا خواہشیں یہ نہیں جان سکتے۔

شونا: 'اور جب ہوشمند کے سر پے درجن بھر الیکٹروڈز لگا دیے جائیں تب کیا پتا چلتا ہے اس کی آرزو کیا ہے؟ کس کدورت کو دماغ میں لیے پھر رہا ہے۔'

میکس ریوبین: 'تمھیں میرے سر کی خبر ہو نہ ہو اور مجھے تمھارے سر کی لیکن اتنا میں کہہ سکتا ہوں کہ ہمارا بلڈوزر وزیر اعظم اس وقت طیش میں ہے۔ نہ معلوم اس بے ہوشی میں کس کس سے بدلہ لے رہا ہے۔'

شونا: 'ان سے جنھوں نے نہ اس کا کچھ بگاڑا ہے نہ اس کی سفید قوم کا۔'

میکس ریوبین: 'مجھے اپنا ہاتھ دو۔ آؤ گھڑی بھر کو ایرک کے سرہانے کھڑے ہو کر اس کے ہونٹوں کو دیکھیں۔ تم اپنا غم بھول جاؤ گی۔ میں اپنی کشمکش۔'

شونا: 'اس کے اتنے پاس کھڑے ہو کر تو مجھے اور بھی یہ غصہ ستائے گا کہ انھی ہونٹوں سے وہ الفاظ نکلے ہوں گے جنھوں نے ساؤل (Saul) کو غائب کر دیا... اور مجھے بیوہ بنا دیا۔ یہ بھی اسی سال ہوا تھا جس سال امریکا نے عراق پر حملہ کیا تھا۔'

اس پر ریوبین نے کہا '2003ء میں' اور شونا نے ہاں میں سر ہلا دیا۔ میکس نے رومال سے اس کے آنسو پونچھے اور کمر میں ہاتھ ڈال کر اس کونے میں لے گیا ہے جسے میں Lover`s Corner کہتا ہوں۔ میرا خیال ہے دنیا کے ہر ہسپتال کے ہر وارڈ میں ایک Lover`s corner ضرور ہوتا ہے، جہاں وارڈ پہ طاری پژمردگی سے بچنے کے لیے دو نفوس، مرد اور عورت، کھنچ کر خود بخود پہنچ جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ کونا اس غرض سے بنایا گیا ہوتا ہے یا ہسپتال والے اسے روندے وُو[1] (ملنے کی جگہ) کے لیے مقرر کرتے ہیں۔

وہاں کھڑے ہو کر میکس یوبین نے دو تین بار شونا کی کمر کے گرد ہاتھ لے جانا چاہا اور وہ اپنی جگہ سے مختصر سی ہلی۔ نہیں، ہلی نہیں اس نے صرف اپنی کمر کو ذرا سا دور کیا اور اپنے مخالف ہاتھ کی انگلیوں سے اس کی انگلیوں کو اپنی کوکھ سے دور کرنا چاہا لیکن اس کی یہ مدافعت بہت کمزور ہے، جس طرح گھر جانے پر فلسطینی وقفے وقفے سے ہوا میں اپنی بے وقعت رائفل سے فائر کرتے ہیں اور جانتے ہیں ہماری طرف سے جب بھی اس کا جواب دیا گیا وہ مٹ جائیں گے۔ پھر بھی۔

یہ چھپے چوری کی محبّت، ناجائز ہے تو کیا ہوا، مجھے عزیز ہے کیونکہ جتنی دیر یہ کھیل میرے کمرے میں کھیلا جا رہا ہو آوازیں غائب ہو جاتی ہیں، نہ مرے ہوئے عرب اس کمرے میں کھلے پھرتے ہیں، نہ کوئی مووی دیوار پر پروجیکٹ کی جاتی ہے۔

تو میں دماغ میں اپنی شروعات کا ذکر خود کو سنا رہا تھا۔ میرے ماں باپ دونوں روسی تھے۔ باپ شموئل یدش میں بات کرتا تھا۔ غیر مہذب لوگوں کی پنچ میل زبان۔ ماں کا نام ویرا تھا۔ کیا پیارا نام تھا۔ پھر نجانے کس خرابی نے بگاڑ کر دیوورا کر دیا۔ (''آل یعقوب میں نیا نیا سمایا ہوا نیشنلزم'')۔ جیسا وہ خود

Rendezvous [1]

کہتی تھی اس کی زبان پشکن اور لرمنتوف [1] کی زبان تھی... پڑھے لکھوں کی زبان، لیکن میں نے ان دونوں میں سے ایک کو بھی نہیں پڑھا ہے اور یہ اچھا ہی ہوا ورنہ فاتح کی جگہ ایک موٹے شیشوں کی عینک والا کتاب کا کیڑا ہوتا۔ کسی مصرف کا نہیں۔

میں نے بھی پہلے ماں کے اصرار پر روسی سیکھنے کی کوشش کی تھی: یاد نہیں آ رہا کس سے اور کب۔ میں نے سنا تھا پشکن میں افریقی خون بھی تھا، کالا خون، بدصورت ہوگا۔ یہ باتیں بے وجہ ذہن میں آ گئیں۔ خیر۔ دیوورا اور شموئل سرخ فوج سے بھاگ کر فلسطین... یہ میں کیا بک گیا۔ اس بے نام ملک میں آئے تھے۔ تو اب جس کا نام ہسپتال تک کے ریکارڈ میں ایریئل شیرون (Ariel Sharon) درج ہے اصل میں تھا Ariel Scheinemann جوان دو سابقہ روسیوں کی سازش سے 27 فروری 1928ء کو کفار ملال کے افق پر ابھرا تھا... چمکنے کے لیے۔

میکسم: 'صلاح الدین کے 791 سال بعد، جس کا نام تک تم سفید مغربی لوگ صحیح طرح نہیں لے سکتے ہو (دیکھا: میرے خیالات تک کو پڑھ لیا جاتا ہے) صلاح الدین، صلادین نہیں۔ Not Saladin۔'

ضروری ہے میرے سامنے صلادین کا نام لینا۔

میکسم: 'کیوں نہیں۔ آخر کو تمھارے سپین سے بھاگ کر آنے والے اسے خسروِ ثانی کہتے تھے۔ ایک نے تمھیں شاہ بابل نیبوکدنذر (Nebuchadnezzar) کی لائی ہوئی تباہی سے 70 سال بعد نجات دلائی تھی، دوسرے نے جب یورپ میں تم پر عرصۂ حیات تنگ ہو گیا تھا اپنے ملک میں پناہ دی تھی مگر دوست تم قابلِ معافی ہو۔ تاریخ کے غبی طالب علم، تم تو تاش کے پتوں سے بنائے ہوئے اس ملک کا نام بھی صحیح طرح نہیں لے سکتے ہو جس کے بنانے کا اعلان ڈیوڈ بن گوریان نے 14 مئی 1948ء کو کیا تھا۔ لفظ اسرائیل ہے از رے ائیل نہیں۔ اسرا یعنی عبد، ایل: اللہ۔ کیا بنا؟ عبداللہ، اور یعقوب جن کی خود کو آل کہتے ہو، اولاد، وہ عبرانی میں ہے اسرائیل۔

اور تم سے پہلے اس زمین پر پناہ لینے کے لیے آنے والے سپین اور پرتگال کے یہودی... Sephardi... سمیت اسے اسرائیل کہنے سے تم یہاں کی کل آبادی میں ضم ہو جاؤ گے، خود کو تا قیامت سب سے علیحدہ رکھنے کے لیے بے اندازہ صرفے سے بچ جاؤ گے۔ آنے والے زمانے میں یہ

---

[1] Alexander Sergheievich Pushkin, Michael Urievich Lermontov

احساسِ جرم بھی نہیں ستائے گا کہ بے گناہوں کے قتل اور ان کی آبادیوں پر زمین، آسمان اور سمندر سے بمباری کر کے ان کی ملکیت پر قبضہ کیا تھا اور اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی سے فتویٰ لے لیا تھا کہ یہ قبضہ درست ہے۔'

فتویٰ! وہ کیا؟ عربوں کے ساتھ رہنے میں بڑا نقصان ہمیں یہ اٹھانا پڑ رہا ہے کہ ملک میں عرب تو کم ہوتے جا رہے ہیں اور ہماری زبان میں ان کے لفظ بڑھتے جا رہے ہیں۔ اب مجھے ایک یہودی کی آواز سنائی جا رہی ہے جو اس کمرے میں پہلی دفعہ آیا ہے:

'میں اور میری بیوی یہوا سے دعا مانگتے ہوئے ڈرتے ہیں: کیا اس سب ظلم اور انصاف ناشناسی کی ایک دن ہمیں سزا نہیں ملے گی آخر کو تو ہمارے ہی ہم مذہب ہیں جو اَلیاہ[1] کی سیڑھیاں چپکے چپکے چڑھ کر اس مقدس زمین پر ٹڈیوں کی طرح آ بیٹھے ہیں۔ یورپ کے ظالموں سے بدلہ نہ لے سکے کہ وہ تعداد میں ان سے زیادہ تھے اور طاقت میں ان سے بڑھ کر۔ پھر اسے اپنے لیے جائز بنا لیا کہ جو ظلم انھوں نے یورپ میں سہے، اب جو کر رہے ہیں اس کا بدلہ نہیں، اس کے بدلے میں ہے۔'

'ٹڈیاں اپنی اڑن میں تھوڑی دیر کو آسمان کے ایک حصے کو ڈھانک لیتی ہیں لیکن یہ ٹڈی دل تو ایسا ہے کہ لگتا ہے کہ سارے آسمان پر گھپ اندھیرا ہے۔'

ایرک: یہ آواز کسی دوسرے غدار آلِ یعقوب کی ہے۔

'ہم روس سے ناحق یہاں کیوں آ گئے۔ وہاں لوگ سمجھاتے تھے ازرے ایل جانے کا کیوں سوچتے ہو (ایک اور غدار) وہاں کچھ نہیں ہے۔ ریت اور اس کے ہر سینٹی میٹر میں چلے ہوئے کارتوسوں کے شیل۔ ہر دم جان کا دھڑکا رہے گا۔ تم وہاں جانا چاہتے ہو اور لوگ وہاں سے نکلنا چاہتے ہیں۔ وہاں نفسا نفسی ہے۔ ایک قوم تھوڑی ہے، فرقے ہی فرقے ہیں، علیحدہ علیحدہ زبانیں۔'

جس یہودی نے کہا تھا میں اور میری بیوی یہوا سے دعا مانگتے ہوئے ڈرتے ہیں میرا خیال ہے اب ایک مزبور[2] پڑھ رہے ہیں:

'اے خدا قومیں تیری میراث میں گھس آئی ہیں۔ انھوں نے تیرے مقدس ہیکل کو ناپاک کیا ہے۔ انھوں نے یروشلم کو کھنڈر بنا دیا ہے۔'

---

① Aliyah: معارج۔ یہود کی فلسطین کو غیر قانونی نقل مکانی۔

② لکھا ہوا

کیا وہ ڈر رہا ہے رومنوں اور بخت نصر[1] کے بعد یروشلم تیسری بار اجڑنے والا ہے اور وہ بھی اپنوں کے ہاتھوں! روسی یسرائیل بنانے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں اگلا ہولوکاسٹ ہماری قسمت میں وہاں لکھا ہے جہاں پہلے کبھی نہیں ہوا... ایک عرب ملک میں!

آوازیں: 'دیکھو بلڈوزر ڈر رہا ہے۔'

نہیں، میں نہیں ڈر رہا ہوں جب تک دوسرے عرب ممالک ان فلسط... میرا مطلب ہے ازرے ئیلی عربوں کی پشت پر نہیں ہیں، ان سے سوتیلی اولاد کا برتاؤ جاری رکھتے ہیں ہمارا ان یتیموں سے ڈرنا بے معنی ہے۔

یہ آوازوں کی یلغار۔ لگتا ہے ٹڈیوں نے کھڑے کھیت پر ہلا بول دیا ہے۔ سب خیالات تتر بتر ہو گئے مگر جو میں اتنی دیر سے سن رہا تھا میرا خیال ہے وہ بھی میرے خیالات تھے۔ ناپسندیدہ خیالات۔ انھیں کچلنے کا ایک ہی طریقہ میں نے لڑکپن میں خود کو سکھا لیا تھا۔ جب ایسے خیالات مجھ پر ہلا بولتے جن سے ڈرتا تھا انھیں کچلنے کے لیے ان پر پسندیدہ خیال مسلط کر دیتا۔

میں کفار ملال کے کواَوپ (Co-op) چلانے والوں کے سروں کا نشانہ لے کر تصور میں ان پر گولیاں چلاتا تھا اور انھیں زمین پر گرتا ہوا دیکھتا تھا... گرنے والے کا سر پھٹ گیا ہے اور اس سے خون بہہ رہا ہے، وہ پانی سے نکالی ہوئی زندہ مچھلی کی طرح جسم کو پٹخ رہے ہیں۔ یہ ان کواَوپ والوں کے ظلم کا بدلہ تھا جو وہ میرے ماں باپ پر کر رہے تھے۔ ایک کمیونٹی کا اپنے ہی کسی فرد کا بائیکاٹ کر دینا مجھے اس طرح چبھتا تھا جیسے خرگوش کی گردن میں سیہی کا کانٹا جا چبھا ہو۔ اس سے ناپسندیدہ خیالات دب جاتے تھے۔

لو یوسف بیچ میں دخل دینے لگا۔ 'ختم نہیں ہوتے تھے۔ نہ ایسے متضاد خیالات لانے سے یہ آوازیں تھمیں گی جن کا تجھے شکوہ ہے۔'

یہ بڈھا عرب منہ میں پائپ لگائے کھانستا ہوا نجانے کیسے ھدسہ ہسپتال کے اس کمرے میں جب چاہے چلا آتا ہے۔ مجھے اپنی کھانسی لگائے گا۔ اپنی کھیتی کی طرف توجہ کیوں نہیں دیتا ہے۔

یوسف: 'گھر اور کھیت کے بیچ کی آڑ کو پھلانگ کر، جو تو نے کھنچوائی ہے! مذاق کر رہا ہے یا یہ سمجھتا ہے

Nebuchadnezzar ①

مجھے اڑنا آتا ہے کہ گھر سے اڑا مع ساز وسامان کے، آر پار کر کے کھیت میں پہنچا، اس کی سیوا کی اورشام کو وہاں سے اڑ کر اپنے گھر۔'

الیاس: 'اگرایسا کرسکوتو وہ اڑان کے بیچ اپنی اینٹی ایئر کرافٹ گن سے تمھارا نشانہ لیں گے اور گرا لینے میں انھیں اپنی طاقت کا اندازہ ہوجائے گا۔'

یوسف: 'میرا خیال ہے یہ سارے ظلم، ساری ناانصافی جو اس ملک میں یہ یورپ سے گھس آنے والے دن رات ان پر کر رہے ہیں جنھوں نے اس زمین کی ہزاروں برس سیوا کی ہے نہ گناہ ہے نہ ناانصافی۔ ان کا مذہب طاقت ہے اور دولت اور ایسے مذہب میں سب کچھ جائز ہے۔'

مجھے ان آوازوں کی پروانہیں ہے۔ جس دن سے اس کمرے میں مجھے لٹایا گیا ہے تب ہی سے یہ مجھے اذیت دینے پر مامور ہیں۔ میں اپنی پیدائش کے دن تک پہنچا تھا کہ بیچ میں پلے رائٹ میکسم جیبی ٹپک پڑا کہ صلادین کے کتنے سال بعد میں پیدا ہوا تھا جیسے اس بات کی کوئی اہمیت ہے۔

اہمیت اس کی ہے کہ آج میری اپاہجی ایک مہینہ بائیس دن کی ہوگئی۔ جس دن میں نے اپنی کھوپڑی میں بجلی کے کڑکنے کی سی آواز سنی تھی وہ دن تھا 4 جنوری 2006ء۔ اس وقت میری عمر تھی 78 میں ترپن دن کم اور اسے میری عارضی معذوریت (temporary incapacitation) کہا گیا تھا۔ جہنم میں جائے یہ حساب کتاب، حقیقت یہ ہے میں ابھی اور زندہ رہنا چاہتا ہوں اگر یہ میرے ہمدرد مجھے مزید جلانے پر آمادہ ہوں۔ سو آج میری برتھ ڈے ہے۔

Happy birthday to you dear son of Kfar Malal.

اور جس زمین کا ہم سے وعدہ کیا گیا تھا اس میں آ کر بسنے والے میں جانتا ہوں صبح سے میرے کمرے کے باہر کے لاؤنج میں 'صحت یاب ہو جاؤ' (Get Well) کے خوش نامے اور گلدستے (bouquet) رکھ رکھ کر جا رہے ہیں جنھیں میرے بیڈ تک نہیں لایا جا رہا ہے کہ ان سے مجھ پر الرجی کا حملہ ہوجائے۔ یہ خبر اخباروں میں دی جانے کے لیے ہے۔ ان میں سے کسی میں پھٹنے والا کچھ نہ چھپا ہو اصل بات یہ ہے۔ ہمیں ہر آن چوکنا رہنا پڑتا ہے ('اور ہمیشہ چوکنا رہنا پڑے گا') ہم ازل سے ایک ہمہ وقت چوکنی رہنے والی قوم ہیں۔ جہاں سر پر سوکھا پتا بھی گرنے کا امکان ہو ہم ہیلمٹ سر پر لگا کر جاتے ہیں اور جہاں خطرہ نہ ہو سونگھ لیتے ہیں کیسے وہاں خطرہ پیدا ہوسکتا ہے۔ اسی میں ہماری بقا ہے۔

آواز: 'اور یہ بات سرِ بازار نہیں کہتے ہو: ''اپنی اس سرشت کی بنا پر ہم جن میں بھی رہیں ان میں رس بس نہیں جاتے ہیں۔''

یہ بات کسی غدار نے کہی ہے۔ میں آگے یہ کہنے جا رہا تھا کہ اسی کی بدولت ہم اگر کسی دوسری قوم کے سمندر میں بھی رہیں تو بھی ہماری انفرادیت برقرار رہتی ہے۔

فاطمہ: 'اور اسی انفادیت کی چاہ نے تمھارے اعتقاد کو ایک بند قلعہ بنا دیا ہے جس کے دروازے بھٹکتی ہوئی روحوں پر بند ہیں۔'

ہند: 'دوسرے اعتقاد والے کھلی بانہوں سے انھیں بلاتے ہیں۔ اگر انسان اپنے اعتقاد کے ہر لحاظ سے کھرے ہونے پر ایمان رکھتا ہے تو کسی بھی دکھیارے، بھٹکے ہوئے کو اپنا یہ سب سے بڑا تحفہ دے سکتا ہے، کیونکہ اس کے نزدیک سارے انسان ایک ہیں اور اس کے اس تحفے کے مستحق۔'

بھٹکتی، روتی ہوئی روحیں جہنم میں جائیں، ہم ٹھوس مادی حقیقت پر جینے والی قوم ہیں۔ ٹھوس مادی حقیقت صرف ایک ہے کامرس (1) جس کے ہم بادشاہ ہیں۔

دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ایک قوم جو ایک مذہب کے نام سے جانی جاتی ہے۔ مذہبی قوم نہیں۔ ہم موسیٰؑ، داؤدؑ اور سلیمانؑ کو پچھلوں کی کہانیوں کا ہیرو سمجھتے ہیں، اس سے زیادہ نہیں۔

الیاس: 'وہ سب تمھارے پیغمبر تھے لیکن تمھیں نہیں معلوم ان کے نام سب سے بڑھ کر مسلمان عزت سے لیتے ہیں اور تم ان کی بدی سے جنگ کی زندگی کو قصے اور لطیفے بنا کر چٹکیوں میں اڑاتے ہو۔ سوائے پیارے چربی کے تودے ایرک حقیقت یہ ہے کہ تم نے جس زمین پر مذہب کے نام سے قبضہ کیا ہے جہاں دنیا بھر سے آکر دیوارِ گریہ سے لپٹ کر اپنے اعمال پر روتے ہو اور جس کی حفاظت پر چوبیس گھنٹے چوکنے اور چوکس رہتے ہو اندر سے مذہبی ہیومن نہیں ہو۔ وہ پرندے چرندے جو داؤد کی بانسری کی آواز پر کھنچے چلے آتے تھے تم سے کہیں زیادہ ہیومن تھے، اور تمھارے احبار (rabbi) اور یہاں کے پرانے بسنے والے بھی جو سنیچر کو دنیوی کام بند کردیتے ہیں۔ وہ اندر سے اور باہر یہودی ہیں۔'

مگر ہم نے کب کہا کہ ہماری قوم کی بنیاد مذہب ہے۔ اس کی وجہ سے ہر دور میں یورپ کے ہر ملک میں ہم پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے ہیں۔

الیاس: 'تو تمھاری جڑ ہی کہاں بچی! اسے تو اسرائیل کے باپوں اور ماں گولڈا نے گنڈاسے سے کاٹ دیا ورنہ تم اپنے تئیں آل یعقوب تھے۔'

---

(1) Commerce

نہیں، نہیں، نہیں۔ ہم بس ایک اکائی ہیں اور اس اکائی کا نام ہے یہود، جو بارہ چشموں کا پانی پی کر ملک ہا ملک میں پھیل گئی ہے۔

میکسم جیبی: 'اور بھٹکتی پھر رہی تھی اور اب تمھاری ساری جدوجہد اسے اس زمین کے اس ٹکڑے میں لا بسانے کی ہے جہاں تمھارے نزدیک کبھی کوئی نہیں بستا تھا، اس کا کوئی نام نہیں تھا۔'

اس ٹکڑے کو پھیلانے کی بھی۔ نیل سے دجلہ اور فرات تک کی ساری زمین ارض موعودہ ہے مگر میرا دماغ چکرا رہا ہے جب ساری توریت اساطیر الاولین ہے، ناقابلِ اعتبار تو اس زمین کو ہمیں دیے جانے کا وعدہ کیا ہے؟

کاش اس وقت مجھے دماغ کو گہری نیند سلانے کی دوا دی جا سکتی۔ مجھے نہیں معلوم ہم کیا چاہتے ہیں۔

امریکی لڑکی

وہ گھڑی مجھ پر سخت ہوتی ہے جب میں کچھ سوچنا چاہوں اور آوازیں مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیں اور یہ وہ وقت ہوتا ہے جب میرا ذہن جاگ رہا ہوتا ہے، یعنی رات کو دیے ہوئے ہپنوٹک کا اثر زائل ہونے پر۔ اس وقت بھی اگر چپ پڑا رہوں، مطلب یہ ہے کسی ترتیب سے نہ سوچوں، ذہن کو خالی رکھوں تب بھی کچھ نہیں بگڑتا ہے لیکن جہاں سوچنا شروع کیا... جیسے پچھلی سالگرہ کے دن جب میں اپنی زندگی کا جائزہ لے رہا تھا... آوازیں مجھ پر حاوی ہو جاتی ہیں۔

ایک آواز کمرے کی سیدھے ہاتھ کی دیوار سے کچھ کہتی ہے، الٹے ہاتھ سے دوسری اس کا جواب دیتی ہے۔ ایک کہتی ہے: 'بلڈوزر سوچ رہا ہے۔' دوسری کہتی ہے: 'کیا سوچ رہا ہے؟' تیسری کہتی ہے: 'عربوں پر نئی آفت لانے کا پلان بنا رہا ہے۔'

پھر وہ آپس میں باتیں کرتی کرتی براہِ راست مجھ سے سوال جواب شروع کر دیتی ہیں: 'بلڈوزر کیا تو اسی کام کے لیے دنیا میں آیا تھا کہ دن رات اٹھتے بیٹھتے عربوں کے خلاف نفرت پھیلائے یا زندگی کا تیرے پاس کوئی اور مصرف بھی تھا!'

ان آوازوں کا آپس میں میرے بارے میں باتیں کرنا، مجھ سے باتیں کرنا، کمرے کی چھت اور فرش سے، چاروں دیواروں سے لگتا ہے مجھ پر آوازوں کی بمباری ہو رہی ہے اور یہ سلسلہ میں جانتا ہوں میری آخری سانس تک چلے گا۔

آواز: 'شاید اس کے بعد بھی۔'

ایرک: کاش میں ھدسہ ہسپتال کے سٹاف کو بتا سکتا کتنی اذیت میں ہوں اور چلّا کر کہنا چاہ رہا ہوں،

'مجھے مرنے دو۔' لیکن میرا جسم تو مر چکا ہے پھر میں کیسے چلّا سکتا ہوں۔ زبان بھی اسی مردہ جسم کا حصہ ہے۔ وقت گزاری کے لیے میں اپنی زبوں حالت کا جائزہ لے رہا ہوں۔ سانس کے ٹوٹنے سے پہلے مرنے والا نیم غشی کے عالم میں اپنی ساری زندگی کے ایک ایک سین کو دیکھتا ہے۔ چاہے چاہے، نہ چاہے، دیکھنے پر مجبور ہوتا ہے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے جو کچھ میرے ذہن میں آیا وہ دیواروں سے ٹکرا کر مجھے دوبارہ سنایا جاتا ہے۔ جیسے میرے خیالات کو ایک آرکیسٹرا کنڈکٹ کر رہا ہے۔ کبھی کبھی اپنے چلنے پھرنے کی زندگی میں ٹیلی فون پر کسی سے بات کرتے ہوئے میں اسے دوبارہ سنتا تھا جو میرے منہ سے نکلا تھا، ساتھ ہی دوسری طرف سے جو بات کہی جاتی تھی وہ بھی دوبارہ سنائی دیتی تھی لیکن وہ معاملہ منہ سے نکلنے والی بات کا ہوتا تھا، ذہن میں پیدا ہونے والے خیال کا نہیں۔

اب اتنی دیر میں جو کچھ میرے ذہن میں آیا تھا برابر براڈ کاسٹ ہوتا رہا ہے۔ لگتا ہے میرا ذہن جنگ کی زد میں آیا ہوا ایک شہر ہے جس میں جا بجا پبلک کو آگاہ کرنے کے لیے درختوں اور بجلی کے کھمبوں پر نصب کیے ہوئے لاؤڈ سپیکر ہیں جو پورے وقت میرے خیالوں کو خبروں کی طرح نشر کرتے رہتے ہیں... اب بلڈوزر یہ سوچ رہا ہے، اب اس نے ڈکار لی، اب پیٹ کی توپ داغی۔ اب غصے میں ہے، اب پشیمان ہے۔ Hell, no۔ میں اور پشیمان! میں زندگی میں کبھی پشیمان نہیں ہوا... نہ جب ماں نے میری کوئی بڑی غلطی پکڑی تھی نہ بڑے ہونے پر کسی مسجد میں نمازیوں پر فائرنگ کا حکم دینے کے بعد۔ میں تو کسی ازرے ایلی سپاہی کے راہ چلتے ہوئے برائے تفنن کسی عرب کے گھر میں ہینڈ گرینیڈ پھینکنے کو درگزر کرنے پر بھی کبھی نہیں پچھتایا۔ It is all part of the game۔ زیست کی جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔ جنگ ایک کھیل ہے یا نہیں۔

آواز: 'وہی کھیل نازی سپاہی اور ان کے افسر کھیلتے تھے۔'

ایرک: میں جانتا ہوں اس اذیت دہی کے پیچھے کون ہے۔ کنیسیٹ میں مخالف پارٹی والے اور بہت سے میری پارٹی والے جنھیں خطرہ ہے میں ایک دن اٹھ کھڑا نہ ہوں۔ چاہتے ہیں ٹھیک ہونے کی جگہ دماغی مریض بن کر اٹھوں۔

میں مذہبی انسان نہیں ہوں۔ یہووا میں میرا ایمان نہیں ہے۔ پھر بھی اس اذیت کو سہتے ہوئے اکثر خیال آتا ہے مجھے میرے اعمال کی سزا تو نہیں مل رہی ہے!

اب آوازیں مجھ پر ہنس رہی ہیں۔

مگر میرا پکا عقیدہ ہے کہ میں دنیا سے اس ظلم کا بدلہ لینے کے لیے پیدا ہوا ہوں جو میری قوم پر تاریخ کے ہر دور میں ہوا ہے۔ایک کے بعد ایک یورپی ملک میں۔

'اور بدلہ لے رہا ہے ایک مشرق کے ملک میں!'

یہ بات بہت سی آوازوں نے میرے خیال کے جواب میں ایک ساتھ کہی ہے۔تو پھر یہ مجھے اذیت دینے والے بھی سن لیں۔غیر یہودی دنیا ہمیشہ سے ہماری دشمن رہی ہے۔

(آواز: 'سفارڈی یہودی کی نہیں، نہ مزراحی،[1] المشرقیون کی')

اور اس میں مشرقی دنیا بھی شامل ہے۔پھر اگر میں اس ظلم کا بدلہ مشرقی دنیا سے لے رہا ہوں تو بے جا نہیں ہے اور یہ بھی سن لیں میں صرف ظلم کا بدلہ لینے کے لیے ہی پیدا نہیں ہوا ہوں: یہودی دنیا کو اتنا محفوظ بنا جانے کے لیے کہ دوبارہ کوئی جرمن یا روسی، یا کہیں کی بھی کوئی حکومت ان کا قتلِ عام نہ کر سکے بلکہ دنیا کے سارے دوسرے ملک، ساری قومیں اتنی بے بس، اتنی اپاہج ہوجائیں کہ ازرے ایلی ان کے درمیان انھیں ہانکنے کے لیے گھومیں پھریں اور وہ اس طرح ازرے ایلیوں کو خوف اور فرمانبرداری سے دیکھیں، جس طرح اس وقت جب مصر میں آل یعقوب اپنے آقا مصریوں کو دیکھتے تھے۔

آوازیں: 'یہ رول بدلنے کا خواب دیکھ رہا ہے۔مصریوں کا پارٹ آل یعقوب کریں اور آل یعقوب کا مصری۔'

ایرک: میرے بعد یہ بالادستی جسے آج ہم نے عسکری فوقیت سے حاصل کیا ہے کل عقل اور سرمایہ کی بالادستی میں بدل جائے گی۔

آوازیں آپس میں: 'اس کی سوچ تہذیب کے ابتدائی دور کی سوچ ہے۔انسان کی برابری کی نہیں، کچھ کے غلام ہونے کی اور کچھ کے آقا ہونے کی۔'

ایرک: میں چلّا چلّا کر کہنا چاہتا ہوں...اور سرمایہ دار ملکوں پر ہم اپنی بالادستی قائم کر چکے ہیں۔

ڈاکٹر ریوبین: 'بلڈوزر آج کچھ زیادہ ہی خفا نظر آتا ہے۔'

آوازیں آپس میں: 'یہ تو گہری نیند میں چلا گیا۔شاید کوئی نیا ہپنوٹک اسے دیا گیا ہے۔اچھا ہے غفلت میں رہے۔جاگے گا تو دنیا پر قیامت لائے گا۔'

---

[1] Sephardi, Mizrahi

میرا خیال ہے میں سو گیا تھا۔ نیند کتنی اچھی چیز ہے۔ جب نیند آتی ہے، میں سو رہا ہوں میرے دماغ اور کانوں سے مکانوں، مدرسوں، مستشفوں کے گرنے کی آوازیں غائب ہو جاتی ہیں مگر بس تھوڑی دیر کو۔ پھر انجکشن کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ میں جاگ جاتا ہوں اور جاگتے ہی چیخیں سنائی دیتی ہیں۔

آج اس امریکی لڑکی کے بُل ڈوزر کے نیچے کچلے جانے کی چیخ سنائی دے رہی ہے، کیا 2003ء ہے؟ اس وقت میں وہاں نہیں تھا۔ بس ایک چیخ تھی۔ اسے یہ مغالطہ ہوا تھا وہ اتنی طاقت ور اتنی اہم ہے (امریکی تھی نا) کہ بل ڈوزر آپریٹر اس پر بل ڈوزر نہیں چلا سکے گا۔ اسے یہ نہیں معلوم تھا سیاست کی کرشنگ مشین میں اینٹ پتھر ہی نہیں پستے ہیں، انسان بھی بغیر خمیر کی روٹی کی طرح چپٹے ہو جاتے ہیں۔ خبس عربی بن جاتے ہیں۔

الیاس میکسم سے: 'گہری سوچ میں ہے۔'

میکسم: 'اب ماتھے پر پسینہ جھلک آیا ہے۔ برا منہ بنا رہا ہے۔'

ایرک: جب اس لڑکی کے کچلے جانے کی اطلاع مجھے سنائی گئی میں نے کہا ''جارج بوائے[1] آج رات بھی تم میٹھی نیند سوؤ۔ جب تک ازرے ائیل سانس لے رہا ہے۔ تمھارا دنیا کی کوئی طاقت کچھ نہیں بگاڑ سکتی ہے، خود تمھارا ملک بھی نہیں۔ چاہے جس ملک کے سر خون لاؤ، جس پانی میں چاہو اپنے جنگی جہاز لا کھڑے کرو، جس ملک کی فضا میں چاہو اپنے جنگی طیاروں کو پرواز کراؤ، روز نئے محاذ کھولو، ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ ہم خدا کے چنیدہ بندے ہیں۔ ہمارا دماغ تمھارے لیے ہے، ہم ارض المیعاد میں ہیں جس کا ہم سے وعدہ تھا۔''

میکسم: 'فیرون بولتے بولتے سوچ میں پڑ گیا۔ کیا معاملہ ہے؟'

ایرک: لیکن یہووا جب ہم تیرے بندے ہیں، عزیرؑ[2] کی اولاد جو تیرا بیٹا تھا تو تُو نے ہمیں بار بار ستایا کیوں؟ خیر تو ہماری حفاظت نہ کر سکا، اب ہم تیری حفاظت کریں گے۔ تجھے راہ بتائیں گے، تو ہمارے لیے کیا کر سکتا ہے۔

ایرک: کاش میں سو سکتا۔ چیخیں آ رہی ہیں اور لوگ بھاگ رہے ہیں۔ بغیر باپ کے جنے۔ اب تک تو

---

① جارج بش

② عزیرؑ، ''یہود عزیرؑ کو خدا کا ایک بیٹا کہتے ہیں۔''...القرآن 30:9

پتھروں کو ختم ہو جانا چاہیے تھا۔ کہاں سے لاتے ہیں؟ فائرنگ ہو رہی ہے۔ یہ حوصلہ افزا آواز صرف اسرائیل کی بنی ہوئی رائفلوں سے آتی ہے مگر چیخیں رائفلوں کی آواز پر غالب آ گئی ہیں۔
کوئی طریقہ ایسا نہیں ہے کہ میں اپنے ڈاکٹروں سے کہہ سکوں مجھے ایسے انٹراوینس انجکشن کی ضرورت ہے جو مجھے زمین کی اس سطح سے بہت نیچے، اندر اس کی آنتوں میں لے جائے جہاں لڑکے لڑکیاں ہماری فوج پر پتھر نہ پھینک رہے ہوں جو دن رات، جتنی دیر میں جاگوں ہماری ملٹری گاڑیوں سے ٹکراتے سنائی دیتے ہیں۔ اسرائیلی سپاہی ان کی مار کھا کر گالی بکتے ہیں پھر ہماری رائفلیں چلتی ہیں اور جب یہ آوازیں رکتی ہیں تو مجھے ڈر لگتا ہے: اگر ان پتھر پھینکنے والوں کے ہاتھوں میں ہمارے جیسے ہتھیار آ جائیں تو ہمارا کیا حشر ہو!

آوازیں: 'جیسا تمھارے فرانسیسی اور امریکی دوستوں کا ویت نام میں ہوا تھا۔'

الیاس کی آواز: 'اور دنیا کے اَن گنت ملکوں میں۔'

ایرک: ویت نام جب ہوگا، میں تو آوازوں کے رکنے کے انتظار میں رہتا ہوں اور جب رک جاتی ہیں تو سوچتا ہوں اب کوئی نئی آفت آئے گی۔ موت تو کہاں ہے۔ آنچک۔

ڈاکٹر ریوبین نرس شونا سے: اس کا ای ای جی پیٹرن عجیب ہے۔ بے ہوش ہے لیکن لگتا ہے ہم جو بات بھی کرتے ہیں سن رہا ہے بلکہ کچھ اور بھی اپنی اور کسی دوسرے کی۔ کبھی لگتا ہے کئی آوازیں ایک ساتھ سن رہا ہے۔'

ڈاکٹر ڈیلبرٹ مان: 'اور کبھی ان آوازوں سے گفتگو کر رہا ہے۔'

This electroencephalogram in a beauty?

ہمارا بلڈوزر اپنے خیالات کو بھی سن لیتا ہے۔

ریوبین: 'اچھا مذاق ہے۔ اعضا بیکار ہیں، نہ بولتا ہے نہ سنتا ہے لیکن مکمل ہوشیار ہے اور ہم اس کے دماغ کی موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس طرح تو یہ ہم سب کو مار کے مرے گا۔'

ڈاکٹر جیکب: 'کچھ کہہ سکتے ہو آوازیں کس قسم کی ہیں؟'

ریوبین: 'عورتوں کی، مردوں، بچوں کی... سب کی سب عربی میں اور میری عربی اتنی اچھی نہیں ہے کہ... بس صباح الخیر اور مساء الخیر اور کیفک تک محدود ہے اور عرب مجھے بتا چکے ہیں کیفک کوئی عربی لفظ نہیں ہے۔ شونا تمھاری عربی اچھی ہے۔ دیکھو ای ای جی کی لائنیں کیا کہتی ہیں۔'

شونا: 'بلڈوزر سوچ رہا ہے: مکان اور بڑی عمارتیں گر رہی ہیں۔ باغ اور کھیت بلڈوزر کے نیچے آکر... میرا مطلب ہے لوہے کا بلڈوزر یہ گوشت کا تودہ نہیں... کے نیچے آکر Pancakes بنتے جارہے ہیں۔
ٹھہرو اب بلڈوزر کے خیالات میں coherence (ارتباط) ہے۔'

ایرک: اچانک اندھیرا ہوگیا۔ ریوبین اور شونا اور ڈیلبرٹ سب غائب ہوگئے۔ میرے سر پر سے گزر کر سامنے کی دیوار پر روشنی کی کرنوں کی جھاڑ ٹکرانے لگی۔ میں خود اپنے کو دیکھ سکتا ہوں، میرے ہاتھ میں pointer ہے۔ کریڈٹ ٹائٹلز رچرڈ واگنر [1] کی موسیقی کے ساتھ شروع ہوگئے۔ دھن ناقابلِ برداشت حد تک اونچی ہے۔ جیسی ہم اپنے عرب قیدیوں کو گھنٹوں سنواتے تھے لیکن وہ پھوٹ کر ہی نہیں دیتے تھے لیکن اس ازرے ائیل میں بنی ہوئی فلم کے لیے اس antisemitic موسیقار ہی کو کیوں بیک گراؤنڈ میوزک دینے کا اعزاز دیا گیا؟ میرے کانوں کے طبلے (drums) لگتا ہے پھٹ جائیں گے۔

Produce by Ministry of Defence Israel
Code: Confidential. Not to be shown at film festivals.
Diected by Ariel Sharon

جہنم میں جائیں مجھے اس طرح ستانے والے۔ میں نے کبھی کوئی فلم ڈائریکٹ نہیں کی۔ میں فائن آرٹس کا دشمن تھا اور اب بھی سمجھتا ہوں ان میں سے کسی کی بھی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ فلم چل رہی ہے اور میں اسے دیکھنے پر مجبور ہوں۔
رفاح میں مکان کھنڈر کیے جارہے ہیں۔ ایک تئیس سال کی سفید لڑکی اپنے فلسطینی دوست کے مکان کو بچانے کے لیے بلڈوزر آپریٹر سے...
ایک اسرائیلی افسر: 'یعنی تم سے؟'

ایرک: مجھ سے نہیں، ڈیم اِٹ، اصلی بلڈوزر چلانے والے سے چلّا چلّا کر کچھ کہہ رہی ہے، لیکن اس کی آواز بس شور کا حصہ ہے، میرے لیے ان میں الفاظ نہیں ہیں، بس بلڈوزر کے چلتے رہنے کی آواز ہے اور عمارتوں کے گرنے، بچوں اور عورتوں کے رونے چیخنے کی آوازیں اس سفید لڑکی کی

---

[1] Richard Wagner (1813-83) جرمن موسیقار۔

آواز پر غالب آ گئی ہیں۔

پردے پر اس کا نام آتا ہے 'Rachel Corrie' او! سو یہ اس کے بارے میں فلم ہے۔ ریچل بڑا اچھا یہودی نام ہے۔ وہ وہاں کیا کر رہی ہے۔

اب احمق کہیں کی بل ڈوزر کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی ہے کہ ایک اور مکان کے گرائے جانے کو روک دے۔ کیا خود کو عہد نامہ عتیق کا سیمسن سمجھتی ہے کہ اسے روک لے گی۔ یہ بھی عجیب زمین ہے یہاں قدیم بائبل کے سین روز دیکھنے کو ملتے ہیں۔ لگتا ہے ہم سب اسی دور کے افراد ہیں۔

لڑکی کے نام کے نیچے لکھا ہے Peace Activist 2003۔

ڈرائیور نہ بُل ڈوزر کو روک رہا ہے، نہ اس کی سپیڈ گھٹا رہا ہے۔ ریچل کی چیخ اتنی زور سے نکلی کہ تمام دوسری آوازوں اور شور کو پار کر گئی اور بیچاری امریکن بلڈوزر کے نیچے آ کر ایسی ہو گئی جیسے اخبار کا ایک ورق۔ اس پر لکھا ہے 23۔

ڈاکٹر جیکب: 'میرا خیال ہے شیرون کو جو 23 لکھا نظر آیا تھا وہ لڑکی کی عمر ہے۔ مگر وہ واقعہ تو 2003ء میں ہوا تھا اور یہ اس کی شکل اور کاغذی پیرہن کو اب دِکھا رہا ہے! اتنے سالوں بعد۔'

شونا: 'یہ کیا اس کی آنکھوں میں پانی اُبل آیا ہے۔'

جیکب: 'آنسو کے غدود کام کر رہے ہیں، مثانے اور مقعد کی طرح۔

ریوبین:

"Well done dear old boy, keep alive; only, I want to get away from here and be at the beaches of South Africa with Janet and Bill and Denise.

ایرک: جہنم میں جائیں امن کو لانے کے لیے کام کرنے والے۔ ہمیں زمین کی ضرورت ہے مکان بنانے کے لیے، ایک دو نہیں، ہزار دو ہزار نہیں، لاکھوں یہاں روس سے آنے والوں کے لیے۔ انھیں کیا ہم اپنے سر پر بٹھائیں گے!

آرن: (ہارون: بوڑھا عرب یہودی) سر تیرا چھوٹا ہے، تو ندپر۔'

رئیسہ: 'بیٹا تو کب سے روسیوں کا ساتھی ہو گیا۔ تُو تو خدا کو مانتا ہے۔ نہیں؟'

خیر جب تو اپنی ماں کو ماں نہیں مانتا ہے جسے بچپن سے دیکھتا آیا تھا تو پھر خدا کو کیا مانے گا جسے تو نے ایک بار بھی نہیں دیکھا ہے۔'

ڈِلیوژن

چار جنوری 2006ء کو میرے سر کے اندر وہ زوردار دھما کا ہوا تھا جیسا ایف 16 جنگی ہوائی جہاز سے کسی بڑی عمارت کو نشانہ بنائے جانے پر سنا جاتا ہے۔ تعجب ہے میرے دماغ کی کون سی عمارت گری تھی جو وہ صدا آئی! اس کے بعد کیا ہوا مجھے یاد نہیں۔ تب سے میں زندوں میں ہوں نہ مردوں میں۔ روز سنتا ہوں ای ای جی دماغ کی موت نہیں دکھا رہا ہے جس کے سب منتظر ہیں اور میں ہوں کہ ہر روز زندہ ہوں مگر ایسی زندگی کس کام کی کہ ہاتھ سے بیئر کاٹن بھی منہ تک نہیں لا سکتا ہوں۔ نہ ہاتھ پیر ہلا سکتا ہوں نہ خود سانس لے سکتا ہوں۔ اگر میرے ہاتھ پیر میرے بس میں ہوتے تو میرے پاس ہزار ذریعے تھے اس زندگی کے دُکھ دائی عذاب سے چھٹکارے کے۔ آخر کو میں وہی تو ہوں جس نے جس کو چاہا زندگی سے محروم کر دیا اور جس کو چاہا موت معاف کر دی، زندگی دے دی۔ بس یہ کہ سورج کو مغرب سے نہیں نکال سکتا تھا باقی ساری نشانیاں مجھے خدائی کی ملی تھیں۔

میں یہ کیا سوچ بیٹھا! اب گولیاں چلنے کی آوازیں آنے لگیں گی جنھیں میں روک نہیں سکوں گا۔ جب بھی اپنی بلندی پر نظر ڈالتا ہوں یہ دھماکے شروع ہو جاتے ہیں مگر جو شخص خود کو اپنے ذہن میں بلند درجہ دینے سے ڈرے، اسے برا سمجھے، اسے چاہیے جنگلوں میں نکل جائے۔ عام آدمیوں کی دنیا میں اس کا کیا کام وہ احبار[1] میں سے ہے یا رُاہب۔

مگر مجھے زندہ رکھا جانا بھی ایک دکھاوا ہے، دنیا کی نظریں ہم پر ہیں کہ سائنس اور میڈیسن کی دنیا

---

[1] بڑے عالم یہودی، واحد حَبر۔

میں جہاں آج ہم ہیں کوئی اور قوم نہیں پہنچی۔ عربوں کو پتا چل جانا چاہیے ارتقا میں وہ کھو میں رہنے والے انسان ہیں اور ہم وہ کہ چاہیں تو چاند پر جا بسیں یعنی ہم سے مقابلہ کرنے کا خیال دل سے نکال دو۔ جسے تم دیر یٔس، صابرہ اور شتیلہ، دریائے اردن کے مغربی کنارے اور نجانے کہاں کہاں کا قصاب کہتے ہو ہمارے لیے وہ دوسرا موشے [1] ہے جسے ہم جلا کر رہیں گے۔ ہمارے ہر کمال کا اعتراف دنیا کو ہے۔

آج Stereophonic Sound System سے، جسے مجھے ایذا پہنچانے کے لیے اس کمرے میں لگایا گیا ہے 25 فروری 1994ء کے معرکے کا حال سنایا اور رلی اور مارگالت کے پورٹریٹس کے درمیان کی دیوار پر دکھایا جا رہا ہے... شاید پچھلے آٹھ دس دن میں پچھتّرویں بار۔ ڈاکٹر بروچ گولڈسٹین (Baruch Goldstein) میجر کی یونیفارم میں ہے، اس کے ہاتھ میں Glilon Army Assault رائفل ہے۔ رائفل سے زیادہ وہ اس اعتقاد سے مسلح ہے جو اس کے مرشد حَبر (فقیہ) نے اسے امریکا میں دیا تھا: "They Must Go" (''انھیں (وہاں سے) جانا ہوگا'') یعنی غیر یہود کو۔ اس سے غرض نہیں وہ کہاں جائیں گے۔ کون ملک اس پوری آبادی کو اپنے اندر سمیٹ لینے پر آمادہ ہوگا۔ میری طرح وہ بھی گہری سوچ بچار کے بعد اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ اگر ہمیں اس ارضِ موعود میں رہنا ہے تو اس حقیقت کو ہمیں سمجھنا ہوگا کہ یہاں بسنے والے جو خود کو فلسطینی کہتے ہیں یہاں کبھی نہیں تھے اور یہ زمین دو ہزار سال سے ایک وسیع ویرانہ تھی۔ اگر اتنا نہیں سمجھے تو یہ غیر یہود ہمیں یہاں نہیں رہنے دیں گے۔ جیسے پہلے ہوا تھا۔

آواز: بخت نصر (Nebuchadnezzar) اور ٹائیٹس (Titus) کی بات کر رہے ہو؟ وہ عرب تھے نہ مسلم۔'

ایرک: اس کا حل، انھیں جو یہاں ہیں ہی نہیں، نہ کبھی تھے، ہمیں یہاں سے نکالنا یا ختم کرنا ہوگا۔

آواز: 'اگر ارض کا یہ ٹکڑا آدمیوں سے خالی تھا تو پرانے کٹر رسوم پر قائم، بنیاد پرست یہودی صدیوں سے کہاں بس رہے تھے؟ وہ جن میں اپنے علاقے میں سبت کے دن کسی کو کار چلاتے دیکھنے تک کی برداشت نہیں ہے۔'

یہ ابراہیم کا مقبرہ ہے اور ابراہیم کی مسجد، بزرگانِ ازرے ائیل کی گپھا the Cave of

---

[1] Moses

Patriarchs کی بغل میں۔ مسجد میں مسلمان صبح کی نماز پڑھنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ آج ان کا رمضان کا دوسرا جمعہ ہے۔ اب بروچ گولڈسٹین گھسا اور مسجد ابراہیمی کے بیچ کے جنگلے کو دھکا دے کر اس ہال میں پہنچ گیا جہاں کا اس کا عزم تھا اور کیمروں سے بچ کر پشت کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس نے ان کیڑوں کو جو ماتھا فرش پر ٹکائے ہیں... جسے یہ سجدہ کرنا کہتے ہیں... اپنی رائفل سے گِننا شروع کر دیا ہے۔ دشمن کو بے خبری میں جا لینا ملٹری کی بنیادی چالوں میں سے ہے۔

ان کیڑوں کو میں بچپن سے اسی طرح ماتھا ٹیکتے دیکھتا آیا ہوں۔ شاید صلادین بھی اسی طرح زمین سے ناک رگڑتا تھا۔ افسوس صلیبیوں کو اس سے نبٹنے کے لیے یہ طریقہ نہیں سوجھا۔

میں گولیاں چلنے کی آواز کو روکنا چاہوں بھی تو نہیں روک سکتا ہوں۔ نہ آواز کا والیوم کم کر سکتا ہوں۔ مسجد کی دیواروں سے ٹکرا کر اور ماتھا ٹیکے ہوئے آدمی کے جسم سے گزر کر فرش سے ٹکرانے سے یہ آواز اور بھی بھیانک ہو گئی ہے۔ پلاسٹر کے ٹکڑے مجھ پر بھی گر رہے ہیں۔ یہ 3D effect نہیں ہے، مجھے چوٹ لگ رہی ہے۔ نماز پڑھنے والے جس پوز میں تھے اسی میں اپنے رب سے اسی لمحے جا ملے۔ جس کی آرزو کر رہے تھے۔ اس سے بہتر سلوک کی توقع اقوامِ متحدہ کو بھی ہم سے نہیں ہوگی۔

اب مسجد میں انتیسواں (29) نمازی گولی کھا کر الٹ گیا ہے اور مرتے ہوئے خرگوش کی طرح اپنے چاروں جوارح ہوا میں چلا رہا ہے۔ یہ سین میرے لیے ہمیشہ خوشی لاتا ہے۔ مرنے سے پہلے جانور کو کواشر کرنا میں نے نہیں سیکھا۔

مجھے گنتی کرانے کے لیے ساؤنڈ ٹریک کو سلو سپیڈ سے سنایا جا رہا ہے۔ سابقہ ازرے ایلی خدا... یہووا حیرت سے اس تماشے کو دیکھ رہا ہے۔ کسی نے اسے اندر جانے سے نہیں روکا ہوگا۔

عبادت کرنے والے برہم ہو کر باہر نکل آئے ہیں۔ قاعدے سے انھیں خوف زدہ ہونا چاہیے تھا۔ بروچ کے ساتھی مسجد کے باہر ان پر فائرنگ کر رہے ہیں۔ یہ کہنا غلط ہے کہ وہ تنہا تھا۔ مرنے والوں کی آوازیں وہاں گونج رہی ہیں یا میرے مغز میں؟

ان کا خدا کتنا کمزور ہے۔ عبادت کی حالت میں بھی ان کی رکھوالی نہیں کر سکتا۔ جیسے پہلے ہمارا خدا تھا جس نے یورپ کے کسی بھی ملک میں ہماری حفاظت نہیں کی۔ روسی حکومت کی ایما پر 1905ء میں کرائے گئے ہمارے قتلِ عام سے، نا نازی جرمنی کے ہاتھوں۔ وہ پوگروم تھا، نا ہولوکاسٹ، نئے ازرے ائیل کو انھی دونے جنا ہے۔ یہاں والوں کے ہاتھوں ایک نئے ہولوکاسٹ سے قبل ہم انھیں ٹھکانے لگا چکے ہوں گے۔ or They must go۔

کوئی کہہ رہا ہے ''سنتے ہو انتیس (29) فلسطینی موت کے گھاٹ اترے، ایک سوستر (170) زخمی ہوئے اور باہر انتیس (29) مرے۔ کل 54 عرب از رے ائیل میں کم ہوئے۔ ہوں؟ حساب میں کچھ گڑ بڑ ہے۔ 29+29=58''

مگر میں چاہتا ہوں اس حساب لگانے والی آواز کا گلا گھٹ جائے۔ کیونکہ مجھے خوشی کی جگہ اس سے تکلیف پہنچ رہی ہے۔

میرا خیال ہے خدا بدل گئے ہیں۔ ہمارا خدا انھیں مل گیا، ان کا ہمیں۔

گولڈا میئر: 'یا ہم نے اپنے خدا کا دماغ بدل دیا ہے۔ اب وہ ہمارا ساتھ دینا سیکھ گیا ہے۔'

تھیوڈور ہرزل: 'Well said Golda'، 'تمھیں معلوم ہے میں خدا کو نہیں مانتا ہوں۔'

ایرک: میں کب مانتا تھا اور یہ موصوف بھی اس فتح کو دیکھنے کے لیے یہاں پہنچ گئے!

یہ شوفار (ناقوس) کی آواز کہاں سے آئی؟

اب کوئی پڑھ رہا ہے:

''میں خداوند ہوں، تیرا خداوند، جو تجھے مصر کی زمین سے نکال کر لایا، غلامی کی زمین سے۔ میرے آگے تو اور معبودوں کو مت مانیو۔'

(بائبل عہد نامہ عتیق۔ اِستثنا۔ Deuteronomy5: 6)

سنتا آیا ہوں بڑھاپے کے ساتھ ساتھ دماغ یادداشت کو کم کرتا جاتا ہے اور یہ اس کی انسان پر بڑی مہربانی ہے ورنہ ہر بوڑھا وقت کے ساتھ ساتھ خودکشی کرنے کی سوچتا، بلکہ کر بیٹھتا۔ دوسروں میں بھولنے کا عمل ایک بار شروع ہو جائے تو تھمنے کا نام نہیں لیتا ہے اور پہچان دھوکا دینے لگتی ہے۔ میں بوڑھا ہوں میری یاد کو کم ہوتے جانا چاہیے لیکن پچاسی (85) کو پہنچنے کے بعد بھی میرا دماغ، ایک ذہین سکول کے لڑکے کا دماغ ہے جو آنکھ کھولنے کے بعد سے جو کچھ بھی سامنے آتا گیا ہے، اچھا یا برا، اسے سمیٹ سمیٹ کر اپنے اندر رکھتا گیا ہے۔ شاید یہودی دماغ ایسا ہی ہوتا ہے۔

آواز: 'جو دیے ہوئے قرضے کے ایک تانبے کے سکّے کو بھی نہیں بھولتا ہے۔'

ایرک: لو آوازیں شروع ہو گئیں!

ہم نہ نام بھولتے ہیں، نہ تاریخیں، نہ جو دوسرے نے کہا ہے۔

آواز: 'نہ بدلہ لینے کا عہد جو کسی پر ظاہر نہیں کرتے ہو۔'

ایرک: وہ ہمارا ورثہ ہے اور میرا بھی، تم اسے نہیں سمجھ سکتے۔ اسے ماننے میں شرم کیسی!

اچانک میرے دماغ میں فائرنگ کی آواز شروع ہوگئی۔ مووی بھی۔ فائرنگ سرعت سے، بغیر چھن بھر رکے ہے۔ میرے لیے یہ آواز اعلیٰ ترین موسیقی ہے۔ سمفنی کا کریشینڈو (Crescendo) جو سمفنی ہماری اس ملک میں خاموشی سے آمد پر شروع ہوئی تھی اس وقت بروچ گولڈسٹین اس کے آرکیسٹرا کو کنڈکٹ کر رہا ہے۔

آواز: 'اس کے اس ظلم کی سمفنی اور موت نے تمھاری قوم کو قاتلوں کو پوجنے والی قوم بنا دیا ہے۔'

ایرک: اخباروں میں آیا اگر تم نے پڑھا تھا، وہ اس زمین پر رہنے کے لیے آجانے والا ایک فرد تھا یہاں کا باسی نہیں، تو باقی ازرے ائیل اس کی اس جرأت پر شرمندہ کیوں ہو!

آواز: 'حقیقت یہ ہے وہ ایک مذہبی شدت پسند تھا۔ ایک یہودی شدت پسند گروپ کا، سدا رائفل کے ٹریگر پر انگلی رکھے رہنے والا ممبر۔ کیا تم نے اس حقیقت کو تسلیم کیا کہ بروچ اسرائیل کی باقاعدہ فوج میں ملازم تھا اور اپنے کمانڈر کی اجازت کے بغیر اس نے روزہ دار، سربسجود عبادت میں غرق نمازیوں پر قاتلانہ حملہ کیا (ایرک: مشکل الفاظ!) اور تمھاری فوج کے ضابطے کے مطابق، مارے جانے کے بعد ہی سہی، اس کے لیے کیا سزا مقرر کی گئی؟ یعنی اگر تمھاری فوج کا کوئی ضابطہ ہے۔

'کیا امریکا نے، جسے اسلامی ملکوں کے ایکو ایک دہشت پسند نظر آجاتے ہیں، یہ کھوج لگانے کی کوشش کی کہ اس کی اپنی زمین پر کیسے اور کب سے ایک کٹّر مذہبی تنظیم کام کر رہی تھی جس کے ایک حبر (یہودی پیشوا) نے گولڈاشین کے سپرد یہ کام کیا کہ جاؤ اور جا کر دکھا دو کہ فلسطینیوں کو اس زمین سے جانا پڑے گا۔ وہ اپنے بچے کھچے ملک غزہ اور اردن ندی کے مغربی کنارے کو بھی خالی کر جائیں... ایک مقررہ مدت میں۔'

دوسری آواز: 'تمھارے خیال میں یہ فاشزم نہیں تھا جو امریکا آنکھیں بند کر کے دیکھ رہا تھا۔'

تیسری آواز: 'ایک غیر قوم کو اس ملک میں لا بسانا جو اس کا نہیں ہے، نہ کبھی تھا، برطانیہ نے سیاست کی بساط پر اس سے غلط چال اپنی تاریخ میں نہیں چلی تھی۔'

پہلی آواز: 'برطانیہ نے عرب سرزمین کو اتنی ہی آسانی سے پٹ جانے والا مہرہ سمجھا جتنے دو پیدل امریکا اور آسٹریلیا... سفید آدمی کے وہاں پہنچنے پر۔'

دوسری آواز: 'پسماندہ تھوڑے سے لوگوں کی زمینیں... جنھیں اور تھوڑا اور مزید پسماندہ کرنا آسان تھا۔'

ایرک: ''دس لاکھ عرب بھی قیمت میں کسی یہودی کی ایک انگلی کے ناخن کے برابر نہیں ہیں۔''اس نے جو کیا اس لیے کیا کہ''وہ پرفیکٹ تھا۔100فیصد پرفیکٹ۔''یہ میں نے نہیں احبار نے کہا تھا۔

میں قریات [۱] اربع میں ڈاکٹر بروچ گولڈسٹین کی قبر پر پھول چڑھا کر آرہا ہوں۔ باغ، فوارہ، بینچیں...اس کی قبر راسخ العقیدہ ہادووٴں کے لیے مزار بن گئی ہے۔ وہاں آکر سرعقیدت جھکاتے ہیں۔ اس کے گرد ناچتے ہیں اور ہر اک کی زبان پر ہوتا ہے''یہ رتبے میں ان کُل یہود سے بڑھ کر ہے جو ہولوکاسٹ میں مرے تھے۔''

آواز: درست، یہ سفید تھا، وہ کم سفید ہنگری، رومانیہ والے اور کمیونسٹ اور خود ایسے جرمن کرسچین جو ہٹلر اور اس کی ساتھیوں کی نظر میں نسل کو جاری رکھنے کے لیے ناموزوں تھے۔'

قریات اربع میں آلِ یعقوب ڈاکٹر میجر فنڈامینڈلسٹ یہودی بروچ گولڈسٹین (''غلط، یعقوبؑ ترک خزر نہیں تھے'') کی قبر پر پھول چڑھاتے ہیں۔ میں نے بھی چڑھائے۔ اگر اس کا نام بھی جارج بوائے بُش [۲] کے سامنے کسی کے منہ سے نکل جائے اور مسجد ابراہیمی کے نمازیوں کے بے خبری میں قتل کیے جانے کا تو اس کی اتنی کنڈیشننگ ہوگئی ہے کہ بے تامل اس تحریک stimulus پر اس کا ردِعمل ہوگا: ''ازرے ائیل کو اپنا دفاع کرنے کا حق ہے۔''

آواز: 'ایک جارجی بوائے کی کیا یورپی یہود نے اقوامِ متحدہ تک کی کنڈیشننگ کردی ہے۔ وہاں ہر ایک یہی کہے گا بروچ گولڈسٹین کا یہ عمل اضطراری تھا اور ازرے ائیل کے دفاع میں۔ اس نے ازرے ایلیوں کو راکٹوں کا شکار ہوتے دیکھا تھا۔ اس کے نزدیک ایک یہودی کے مرنے کی وہی اہمیت تھی جو امریکی حکومت کے نزدیک کسی سفید امریکی کی کسی ایشیائی یا افریقی کے ہاتھوں مرنے کی۔ جو ناقابلِ معافی جرم ہے۔'

دوسری آواز: 'صرف امریکا اور اسرائیل کو اپنے دفاع کا حق ہے اور امریکا کے سفید پرکھوں یورپی ملکوں کو۔''

تیسری آواز:'موجودہ دور میں وہ پرکھے امریکا کے پیرو بن چکے ہیں۔'

---

① قریات: قریہ کی جمع بمعنی گاؤں۔

② George Bush: U.S president

فلسطینی یہود پیشوا: 'اتنی کھلم کھلا غیر دیانتداری ان قوموں نے کر دکھائی ہے جو منہ سے امن امن کہہ رہے ہیں، ابھی دوسری جنگِ عظیم سے گزرے ہیں، اپنی اس ایک صدی پر پھیلی سازش کو جس میں ہر ''آج کے دن'' خون بہا ہے، زمین چھینی گئی ہے، مکان ڈھائے گئے ہیں، کھڑی فصل اور پھلوں کے باغ روندے گئے ہیں اور ان کے بسنے اور بسانے والے کچلے گئے۔'

یوسف: 'جتنی تیزی سے اس ترحم سے خالی سازش میں یورپ سے آنے والے زائیونسٹوں نے حصہ لیا ہے مجھے ڈر ہے اس سے ایک دن اس کے ضمیر نپٹ بہرے اور اندھے آئینے نہ بن جائیں۔'

ایرک: 'پہلے میں اسے اپنا ساتھی گنتا تھا، بیس سال بعد میں اس کے عمل کو دہشت پسندی کہتا ہوں۔

الیاس: ہاں پہلے اس کا مزار بنایا گیا جس پر کتبہ تھا: ''اس نے اپنی جان دی ازرے ائیل کے لوگوں کے لیے، توریت کے لیے اور اس ارضِ موعود کے لیے۔''

'پھر اس کے اس عمل کو دہشت گردی گردان کر مزار ڈھا دیا گیا کہ ہر طرف تھڑی تھڑی ہو رہی تھی لیکن قبر کا وہ کتبہ آج بھی موجود ہے: ''اس نے اپنی جان دی ازرے ائیل کے لوگوں کے لیے، توریت کے لیے اور اس ارضِ موعود کے لیے۔''

'قریات اربع میں باہر سے آ بسنے والے یہود بھی تھے اور عرب بھی لیکن یہود میں سے کوئی مسجد میں مرنے والوں کے لیے آنسو نہیں بہا رہا تھا۔ ہاں ڈاکٹر رائفل بردار کے لیے سب کی آنکھیں نم تھیں اور گال بھیگے ہوئے۔'

هند: 'معلوم نہیں دونوں کے جدِاعلیٰ ابراہیمؑ کا کیا حال تھا... خفا تھے یا رنج و غم میں غلطاں؟'

میکسم جیبی: 'زائیونسٹوں کا یہی ردِعمل ہونا چاہیے تھا۔ زندگی میں ڈاکٹر کے آنسو صرف یہودیوں کے مرنے پر بہتے تھے۔ کسی عرب بچے کی موت تک اسے چھوئے بغیر پاس سے گزر جاتی تھی۔'

آواز: 'ایک انتہا پسند راسخ العقیدہ گھرانے کی پیداوار، اور کیسا ہوتا! اندھی تقلید کا تمغہ جمائے جیا، اندھی تقلید کا تمغہ سینے پر جمائے دنیا سے رخصت ہوا۔ ساری زندگی بغیر ایک دفعہ اپنے سوشل delusions پر ناقدانہ نظر ڈالے کہ کیا واقعی دنیا اس کی قوم کی دشمن ہے جسے اپنی حفاظت صرف ایک قلعے میں محصور رہنے میں نظر آتی ہے۔ سوچنے کے لیے توریت میں بھی بہت کچھ تھا اور اسرائیل کی تاریخ میں بھی۔ اکثر تباہیاں توریت کے لکھے کو ٹھوکر میں اڑا دینے کی پاداش میں

تھیں۔ بخت نصر [1] اور ہیرودیس کا گورنر پلاطیس علامتیں تھیں عتاب کی۔ گوسالہ کے بعد زلزلہ ایک تنبیہ تھی، بت پرستی، انبیاؑ کے قتل، جنسی بے راہ روی، ان لوگوں نے کیا نہیں کیا تھا جس کے جلو میں وہ قتل و غارت گری ان پر نازل ہوئے۔

کس قوم نے اپنے نبی کے جاتے ہی اس کی تعلیم سے غداری نہیں کی اور اس کی اسے سزا نہ ملی ہو؟ لیکن ان میں سے کسی نے بھی اس سزا کو اپنے دین کا محور نہیں بنایا۔ جو عقوبت (persecution complex) کا خبط بن کر اسے ہر غیر مذہب والے کو شک سے دیکھنے پر مجبور کرتی'۔

فاطمہ: 'کہتے ہیں جو قوم اپنی تاریخ کو بھول جائے وہ پنپتی نہیں ہے لیکن جو قوم اپنی تاریخ کو نہ بھول سکے وہ بھی نہیں پنپتی ہے۔ ایسی تاریخ سوائے تلخی کے اور کیا لاسکتی ہے جو ہر دوسری قوم کو اپنے خلاف دیکھنے پر مجبور رکھے۔ شاید تھیوڈور ہرزل کی نظر میں ہر قوم کو اپنے خلاف دیکھنا ہی وہ مشترکہ دشمن تھا جو اس کی نظر میں قوم کی تعریف کا سریش یا گوند تھا، جس نے اس کے نزدیک دنیا بھر کے توریت کے ماننے والوں کو ایک ہستی میں باندھ رکھا تھا۔ مگر تھیوڈور لامذہب تھا... اس کا مذہب تاریخ تھا، توریت یا تالمود نہیں'۔

ابراہیم: (دیریٔس کا عالم دین جو وہاں کے کنوئیں کے پانی میں دفن ہوا): 'آؤ دنیا سے ان رنجشوں کو بھول جاؤ اور ہم میں مل جاؤ۔ ہم رنجشوں کو بھلانے میں ماہر ہیں'۔

یوسف: 'ہم تو اسے بھی بھلا چکے ہیں جو قابیل نے ہابیل سے کیا تھا'۔

ایرک: 'ابراہیم مرا نہیں! یہ تو امن کا فتنہ پھیلا رہا ہے۔ ازرے ائیل کو مٹتے دیکھنا چاہتا ہے۔

نہ میں اس دن بزرگان ازرے ائیل کی گپھا میں گیا تھا حالانکہ پیورم (Purim) کا تہوار تھا ایرانیوں سے نجات کا دن، اور چھٹی، اس لیے کہ میں لامذہب ہوں۔ نہ کسی نے مجھے ہماری حد کی دوسری طرف جدھر مسلم صبح کی نماز پڑھ رہے تھے جھانکتے دیکھا... ان کا بھی پاک دن تھا، روزے رکھنے کے مہینے کا دوسرا جمعہ۔ پھر یہ سب باتیں سنا کر میرے کانوں میں برما سے سوراخ کیوں کیے جا رہے ہیں۔ بند کرو اپنی کمنٹری اور لیکچر اور نکل جاؤ یہاں سے۔

نرس شونا: (ایرک کا چہرہ ٹھوڑی سے ہلاتے ہوئے) You want to say someting dear? کچھ کہنا

---

[1] بخت نصر، نیبوکدنذر یا Nebuchadnezzar... شاہ بابل۔ بخت حقیقت میں بوخت تھا یعنی پسر، نصر ایک بت تھا جس کے سامنے طفلی میں اسے پایا گیا تھا اور باپ کا نام کسی کو معلوم نہیں تھا۔

چاہتے ہو؟ پریشان نظر آتے ہو۔'

ڈاکٹر ریوبین: 'ساری زندگی غصے میں رہا۔ اس وقت بھی غصے میں ہے تو کیا تعجب ہے۔
آؤ کہیں بیٹھ کر سگریٹ سے دل بہلائیں، اس طرح کہ دونوں کے بیچ میں بس ایک سگریٹ ہو۔
نہیں تو آؤ کچھ دیر اپنے دوست ایرک کی ارتھی کے پاس بیٹھ کر باتیں کریں۔'

شونا: اس ارتھی سے میں بھر پائی۔ عراق مجھے بلا رہا ہے۔ میرا ملک لیکن کیسے جاؤں صدام کو مار کے امریکا نے وہاں کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور ماں کا پتا نہیں ہے۔ وہ گھر بھی کہاں بچا ہوگا جس میں زندگی کے پہلے دس سال میں نے گزارے تھے۔ gehleebteh (سویٹ ہارٹ) جینٹ کا کوئی تازہ خط؟'

ڈاکٹر ریوبین: 'موضوع پر آؤ۔'

شونا: 'کیا؟'

ڈاکٹر ریوبین: 'ہم دونوں ایک ہو جائیں (''اُوھ'') میرا خیال ہے ہم ایک دوسرے کے لیے بنے تھے...'

شونا: 'لیکن وقت پر ایک دوسرے کو ڈھونڈ نہیں پائے۔'

میکسم حبیبی: 'بعد میں دنیا کے احتجاج پر وہ مقبرہ ڈھا دیا گیا تھا لیکن واہ کیا ڈھایا گیا تھا! کتبہ قبر پر جوں کا توں لگا ہے: ''اس نے اپنی جان دی یہود، توریت اور اپنی زمین موعود کے لیے۔''

الیاس: 'وہاں لکھا ہونا چاہیے تھا عربوں کو ختم کرنے کے لیے۔'

میکسم: 'جو بھی تھا، تھا ان غیر ملکیوں میں پائے کا ہادو ڈاکٹر۔ عقیدے کا پکا جو عربوں کا علاج کرنے سے انکاری تھا۔ فوج میں تھا لیکن وہاں بھی عرب سپاہیوں کے علاج سے انکار کر دیا کیونکہ اس کا عقیدہ تھا غیر یہودی کا علاج کرنا یہودی شرع کے خلاف ہے۔ فیس لے کر بھی نہیں۔'

ھند: 'کاش اس نے صرف اسلام کی تاریخ ہی ڈھنگ سے پڑھی ہوتی۔ پڑھی ہوتی تو آج اس کا عقیدہ ہی دوسرا ہوتا... یہود معالجوں اور ان کی مسلم درباروں میں پذیرائی۔ وہاں وہ فیس بھی لیتے تھے اور خطاب اور عہدے بھی۔'

میکسم: 'اسرائیلی فوج کے قوانین کیسے ہیں کہ ان کے ایک میڈیکل کور کے میجر پر عائد نہیں ہوتے تھے۔

ایک آواز: 'بعد میں قریات اربع میں جب فسادات ہوئے تو الشہد اسٹریٹ میں عربوں کا داخلہ ممنوع

ہو گیا جہاں اکثر کا بزنس تھا، رہائش تھی۔ صرف یہود اور سیاحوں کے لیے وہ سڑک کھلی رہی۔'

ھند: 'بروچ گولڈسٹین نفرت کا ایسا بم تھا جسے پھٹنے کو تیار بروکلین نیو یارک سے کسی بڑے خبر نے انسان دوستی کے جذبے سے محروم کر کے فلسطین بھیجا تھا۔ وہ نفرت... آخری دنوں میں اسے ہانکنے والی[1] واحد قوت تھی۔ فلسطین پہنچ کر وہ نفرت ہر لمحے بڑھتی گئی۔ پہلے عربوں کو دیکھنے سے انکاری تھا، آخری دنوں میں خود اپنے مریضوں کو بھی نہیں دیکھتا تھا۔ اس کی ناراضی یہود گورنمنٹ سے تھی کہ بڑے پیمانے پر عربوں پر حملے کیوں نہیں کر رہی ہے۔ اس کی رائے سے متفق نہ ہونے والے اس کی رائے میں نازی تھے اور وہ خود غرف الغاز (گیس چیمبرز) میں بھیجے جانے والوں میں سے ایک... ازلی مظلوم۔'

فاطمہ: 'ستم جھیلنے کا شوق بھی کیا شوق ہے جو مذہبی انسان کے جنت میں جانے کے شوق سے کم نہیں۔'

الیاس: 'A compulsive yearning' (جبری تمنا)

ہارون: 'بالکل اخیر کے دنوں میں اس کے ہونٹوں پر ایک ہی رٹ تھی ''دوبارہ یہود کبھی بھیڑوں کی طرح ذبح کیے جانے کے لیے نہیں لے جائے جائیں گے۔''

الیاس: 'یورپ کے تجربے کو اس نے دیکھا نہیں صرف سنا تھا لیکن اس کے اس دہشت سے پُرخواب نے جس پر اسے پالا گیا تھا، مرتے دم تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑا اور اس خواب کی حالت میں ایک شام، Like one somnambulant (نیند میں چلنے والے کی طرح) پہلے وہ اسرائیلی بزرگوں کی کھو میں حاضری دینے گیا۔'

ھند: اس لیے کہ اگلا دن پیورم (Purim) تھا، شکر گزار ہونے کا دن۔'

صدیوں پرانے کینے کا مشترکہ لاشعور (Collective Unconscious) میں سنبھال کر رکھنا صرف ایک قوم کا امتیاز ہے، ورنہ کون ہندوستانی اب یونانیوں سے بدلہ لینے کا طلبگار ہے کہ اس کے ملک پر سکندر نے حملہ کیا تھا، یا ایرانیوں سے کہ نادر شاہ نے دلّی کو اجاڑا تھا اور کون ویلزلی کی قوم کے خون کا پیاسا ہے جس نے ہندوستان کو برطانیہ کی جھولی میں ڈالا تھا۔'

الیاس: 'میں سمجھتا ہوں ماضی کی ایک ایک چیز کو سنبھال کر رکھنے ہی نے یہود کو ایک قوم بنا کر رکھا ہے ورنہ ان کے مختلف گروپس میں مشترک کیا ہے؟'

---

(1) vis a tergo

ھند: 'خوب کہا۔ان کے سیاسی مذہبی فلسفی تھیوڈور ہرزل کو اسی لیے قوم کی ایک بالکل ہی نئی تعریف پیدا کرنی پڑی تھی۔'

ایرک: اس کا علم اسے لے ڈوبا ہے۔خوبصورت تتلی جس نے اپنے پروں پر مری ہوئی مکھیوں کا وزن اٹھا رکھا ہے۔ایسی نہ ہوتی تو میں ازرے ائیل کی طرف سے اسے مس ورلڈ مقابلے کے لیے نامزد کرتا اور جتواتا۔

میڈیکل سٹوڈنٹ ھرب۔ڈھیلو جنرل سجی سجائی ارتھی! کیا بات ہے مسکرا رہے ہو۔'

نرس سوسن: 'مائی ڈیئر بوائے تمھیں اس کا نہ رونا پسند ہے نہ ہنسنا۔آخر تم چاہتے کیا ہو؟'

ھرب: 'میں چاہتا ہوں اسے وولگا میں ڈبکی دی جائے۔'

سوسن: 'روس بھیجنا چاہتے ہو؟'

ھرب: 'مع ان سب کے جو وہاں سے آئے ہیں۔اس ارتھی کی چاہ ہی میں تو میں یہاں آیا تھا۔مجھے لگتا ہے ازرے ائیل آکر میرا Shohah (ہولوکاسٹ) ہو گیا ہے۔واپس جانے کے دن گن رہا ہوں۔'

ھند: 'تھیوڈور ہرزل نے کہا تھا،''قوم ایک ایسے تاریخی گروہ کو کہتے ہیں انسانوں کے جن میں باہم ایک چسپیدگی دیکھی جاسکتی ہے اور اس چسپیدگی Coalescence کو ان کا مشترکہ دشمن برقرار رکھتا ہے۔''

حبیبی: (ہنستے ہوئے) 'یعنی قوم کو قوم برقرار رکھنے کے لیے ہمہ وقت ایک دشمن کی ضرورت رہتی ہے۔'

فاطمہ: 'نہ ہو تو ڈھونڈ لو۔کوئی نہ کوئی تو دشمن بنانے کے لیے مل ہی جائے گا۔'

میکسم: 'دشمن بنانے کے لائق۔'

ھند: 'اسے معلوم ہوگا... پڑھا لکھا آدمی تھا... موسیٰ کی زوج ایک ایتھوپیا (حبشہ) کی لڑکی تھی،صفورہ اور ان کے دو بیٹے ہوئے۔افسوس دونوں رائن لینڈ کے نہیں تھے۔خیر۔

'قوم کی اس پایاب تعریف پر پہنچنے کے بعد،جو ایک طرح سے اس کی اپنی کھوج میں تھی،تھیوڈور نے آواز اٹھائی،''ہم ایک قوم ہیں،ایک قوم''

'لیکن مشکل یہ آن پڑی اس کے بعد جو اس نے دنیا پر نظر کی تو پتا چلا قوم کی زبان کہیں آسام کی بے حروف تہجی کی بولی تھی۔کہیں آرامی Aramaic۔'

فاطمہ: 'جو اثر جہان بھر میں قوموں کا مارے مارے پھرنے سے ہوتا ہے اور جو جہاں پہنچتا ہے وہاں والوں میں خود کو سما جانے دیتا ہے۔'

ھند: 'ہرزل ہنگری کا تھا لیکن وہی جانتا ہوگا کیوں اس نے خود کو اہل ہنگری سے مختلف سمجھا، ان میں سما جایا جانا یقیناً اس کے نزدیک جینے کا محفوظ طریقہ نہیں تھا۔'

الیاس: 'فراز داڑھی والا ہرزل میری طرح جرنلسٹ تھا۔ اس نے پیرس میں دریفس [1] کیس میں مشتعل فرانسیسیوں کو ''یہود کی موت'' کے نعرے لگاتے دیکھا اور نتیجہ یہ اخذ کرلیا یہی آنے والے دنوں میں ہنگری میں ہوگا۔ پورے یورپ میں، دنیا بھر میں۔ میں اس سین کو کَوَر (cover) کر رہا ہوتا تو میری رپورٹ کچھ اور ہوتی اور میرا اخذ کیا ہوا نتیجہ بھی کچھ اور: اشتعال جانداروں کی فطرت میں ہے، آتا ہے اور گزر جاتا ہے۔ آج یہ پیرس والے ہمارے دشمن ہیں کون جانے کل یہ ہمارے سب سے بڑے حمایتی ہوں گے۔'

میکسم حبیبی: 'کس نے اسرائیل کو ایٹم بم بنانے کے لیے یورینیم سپلائی کیا تھا۔'

ھند: 'تھیوڈور ہرزل اس کے تعاقب میں تھا جس کا وجود ہے ہی نہیں! بنی آدم میں سے خالص ایسی قوم کی تلاش جس پر سوسائٹی کے ارتقا کا اثر نہ ہوا ہو۔ جو اس نے اپنی دانست میں پائی وہ سب سے علیحدہ رہی تھی۔ اپنے ضمیر میں بے میل تھی، سب سے برتر۔'

الیاس: 'جس کے لیے اس نے تعریف پہلے وضع کی تھی پایا اسے بعد میں، یورپ والے اس ملک کی تلاش میں نکلے تھے جہاں انڈین بستے ہیں لیکن جو انڈین انھیں ملے وہ انڈین نہیں تھے کچھ اور تھے لیکن اس سے کیا فرق پڑا۔ وہ ملک تو کام کا تھا۔'

ھند: 'اس خیالی قوم والوں کو پالینے کے بعد کام بس اتنا تھا کہ انھیں آسام سے لے کر مشرقِ وسطیٰ تک اور یورپ سے لے کر ایتھوپیا، بلکہ جنوبی افریقا سے گھیر کر ایک جگہ جمع کرنا تھا اور وہ جگہ تھی ان بزرگ کی تجویز کردہ جن کا مزار دجلہ پر بتایا جاتا ہے، جہاں وہ فرات سے ملتا ہے، ایزرا (Ezra) کا یروشلم، تھیوڈور ہرزل کا زائیون۔ جہاں اپنوں کے سوا کسی غیر مذہب والے کا سایہ بھی نہ پہنچے۔

---

[1] Alfred Deryfus: فرانسیسی یہودی ملٹری آفیسر جس پر جرمنی کے لیے مخبری کرنے کا مقدمہ چلا تھا۔ اس کی حمایت میں کھڑے ہونے والوں میں ادیب ایمیل زولا کا نام سرفہرست آتا ہے۔

فاطمہ: 'جہاں بتوں کے آگے لوبان اور عنبر (ambergris) سلگانے اور عبادت کو تج کر رنگ رلیاں منانے سے دوبار خاص طور سے، حقیقت میں بار بار عتاب نازل ہوا تھا۔'

ھند: ہُوں۔ جو جہاں بسا تھا وہاں خوش تھا جیسے آسام والے جنھیں خود بھی پتا نہیں تھا کہ ان کی جڑیں تاریخ میں کہاں تک پہنچی تھیں۔ انھیں یقین دلا کر لایا جاتا رہا کہ یہاں خوش نہیں ہو، یہاں تم پر ظلم ہوں گے جیسے جرمنی اور پولینڈ میں ہمیں جھیلنے پڑے۔'

یوسف: 'اب سونے بھی دو بے چارے کو۔ ہزار میدان مار کے اس کمرے میں سونے کو آیا ہے۔'

ایرک: 'آج بھی اس نے وہی کیا جو روز کرتا ہے۔ میرے بیڈ پر پائپ سے کھٹ کھٹ۔'

سب چلے گئے۔

ایک آواز: 'یقیناً، جیسا کہ کتاب یرمیاہ (Book of Jeremiah) میں ہے ان یہود کی بدچلنی نے وہ عذاب نازل کیا تھا۔ ایک بار نہیں، کتنی ہی بار، بالآخر بخت نصر کے لوگوں نے جروشلم کے باسیوں کا قتلِ عام کیا جس میں ان کے احبار، بوڑھے اور جوان اور بچے سب ہی شامل تھے... گیہوں کے ساتھ گھن کو تو پسنا ہی تھا۔ گہوارے کے بچے تک نہیں بچے۔ قید کرنے والے کوئی نیک خدا ترس لوگ نہیں تھے، نہ بخت نصر فرشتہ تھا۔ وہ عذاب مجسم تھا اور اس کے لوگ اس کا آلۂ کار۔ کیا تم جو کتنے ہی ('بیر'[1] اور کتنے ہی 'تل' صفحہ ہستی سے مٹا چکے ہو بخت نصر کی واپسی کی راہ دیکھ رہے ہو؟'

'دوسری دفعہ بھی بے رحمی، بدچلنی، خدا سے بے اعتنائی عذاب لے کر آئی تھیں جب مندر کو رومیوں نے جلایا تھا، دیوار گری، ہزاروں مرے۔ رومی سپاہیوں نے وہی سب کچھ کیا جو پہلے ہوا تھا... لوٹ مار، بغیر نام پوچھے قتل۔ اس سے کون انکار کرے گا کہ انھوں نے یہود پر ظلم کیا تھا۔ لیکن اس بار بھی ظلم کرنے والے یہ عرب نہیں تھے۔

اچانک میرے دماغ میں قبر کے اندر کی سی خاموشی ہوگئی ہے۔ کیا بروچ گولڈسٹین نے اپنی زندگی کا مقصد پورا کر لیا ہے۔ ورنہ میں تو سوچ رہا تھا دوبارہ کڑک ہپنوٹک دیے جانے تک اس میں دھماکے ہوتے رہیں گے: ہینڈ گرینیڈز، مارٹرز، راکٹس اور رائفلوں کی آوازیں۔ دیواروں کے پلاسٹر کا اکھڑنا،

---

[1] بیر: کنواں، تل: ٹیلا۔

گرنا اوران کیڑوں کے مرنے کی آوازوں کا کورس۔

زبور اور توریت سے ایک قدم باہر نہ دھرنے والا فلسطینی حَبر: 'جس خودسری کی بنیاد پر تم مملکت اسرائیل بنا رہے ہو کیا یہ خودسری اس کے بعد مٹ جائے گی۔'

'بروچ نے بڑے پیمانے پر جرم کیا اور کرایا۔ مجرم کو مجرم نہ گردانا دہشت کی پوجا ہے۔ تمھاری اندرونی کمزوری۔ یہ چیچڑی کی طرح تمھاری حکومت سے چمٹی رہے گی اور ہر بار تمھیں لے ڈوبنے کو کافی ہوگی۔'

یہ ہسپتال کا کمرہ ہے یا کسی انتہائی مصروف ایئرپورٹ کا لاؤنج جس میں بار بار اعلانات پہ اعلانات ہو رہے ہیں اور جو کچھ ہو رہا ہے اسے دکھایا بھی جا رہا ہے۔

اب جا کے تھوڑا سکون ہوا۔

لیکن اس وقت جو اندرونی خوشی پھول چڑھانے کے عمل میں میرے دل و دماغ میں تھی اس وقت نہیں ہے۔ اب میں دیکھ رہا ہوں قبر میں سے بھی وہی آواز اٹھ رہی ہے: انھیں یہاں سے جانا ہوگا۔' (They must go) جو بار بار دہرائے جانے کے عمل میں بدل کر We must go، ('ہمیں جانا ہوگا،) بن گئی ہے: ہمیں جانا چاہیے، ہمیں جانا ہوگا... جیسے چلتی ٹرین کی آواز میں الفاظ بدل جاتے ہیں۔

کاش میرے ماں باپ روس نہ چھوڑتے اور اس قبرستان جیسی تنگ جگہ کو مستقل مسکن کے لیے نہ چنتے۔ اس کے لیے ہم میں اکثر کی الفت ختم ہو چکی ہے۔ لگتا ہے بس ایک پیچ آ پڑی ہے: ہمیں یہاں بسنا ہے، یہاں کے قدیم باسیوں کو نکال کر ہمیں یہیں رہنا ہے۔ تاریخ میں ایک انوکھی بات، اس سے انوکھا موڑ شاید تاریخ نے کبھی نہیں لیا تھا لیکن روس میں رہتے رہنے کے لیے ہمیں روسیوں میں سمانا پڑتا... تالاب پے برسنے والی بوندوں کی طرح۔

اگر... اور یہ اگر بڑی بھیانک ہے، فلسطینیوں کی جگہ ہمیں یہاں سے ایک بار پھر نکل جانا پڑا۔ آخری اور عظیم خروج از اسرائیل سے (The final and great yerida) جس کے لیے اترتی سیڑھیاں ہمارے استقبال کو بچھی ہیں، تو کیا ہم میجر ڈاکٹر بروچ گولڈسٹین کی قبر کی حفاظت کر سکیں گے! یا اکھاڑ کر اسے اپنے ساتھ لے جائیں گے؟ اور تمام آل یعقوب کی قبروں کو!'

ماریہ (ممبئی کی ناؤمی): 'ہاں یا کوئب (یعقوب) کی ساری سنتان (اولاد) کو۔'

فلسطینی حَبر: 'صرف یورپ سے یہاں ٹپک پڑنے والوں کی قبروں کو، یعقوب کی ساری اولاد کو نہیں۔'

ایرک: 'کتنا بڑاالمیہ ہے ایک شخص کی پچاسی سال کی عمر کو پہنچنے پر بھی یادداشت کم ہونے کا نام نہیں لے رہی ہے۔ سب کچھ اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے آج ہی کا واقعہ ہے۔ نہ فائرنگ کی آواز رک رہی ہے، نہ مرنے والوں کی آخری چیخیں، نہ زخمیوں کی آہ و بکا۔ اگر موت کا فرشتہ مسجد ابراہیم میں آکر فائرنگ کرنے والوں سے پوچھے، ''تم نے ان پر کیوں فائرنگ کی مجھے یہاں کیوں بلایا؟'' تو ان کے پاس شاید ایک ہی جواب ہو: ''کوئی ذاتی دشمنی نہیں بس تمھیں یہاں بلانا تھا۔''

ایک دوست آواز: 'تم ہر جگہ مارے جاتے تھے اس لیے برطانیہ نے تمھارے لیے ایک ملک چنا۔'

ایرک: 'ہرزل بھی یہی چاہتا تھا۔

فرشتہ: 'مگر تم نے تو یہاں آدھی صدی سے زیادہ رہ کر صرف یہ ثابت کیا ہے ہر ملک میں کیوں مارے جاتے تھے۔'

دوست آواز: 'جب یہ ارضِ موعود تین مذہب والوں کے لیے قابلِ احترام تھی تو اتنی بات کا سمجھ لینا تو تھیوڈور ہرزل، بن گوریان، گولڈا میئر، چائم وائزمین اور مینا چم بیگن کے لیے دشوار نہیں تھا کہ باقی دو مذاہب سے زمین کا خالی کرانا صرف کشت و خون لائے گا۔'

آوازیں: 'وہیں پہنچ گئے جہاں سے چلے تھے۔' (Back to square one)

ایرک: 'آوازیں چلی گئیں اور ابراہیمی مسجد کا سین ایک بار پھر پروجیکٹ کیا جا رہا ہے۔ آخر یہ ایک سین کب تک چلتا رہے گا۔ بار بار، بار بار۔ میں مذہبی انسان نہیں ہوں لیکن اِس لمحے چاہتا ہوں ازرے ائیل کا خدا میرے پاس ہو میرے ماتھے پر ہاتھ رکھے تاکہ میں سو جاؤں۔ یہ آوازیں بند ہو جائیں۔ وہ نہ سہی مارگالٹ سہی، وہ نہ سہی

My sweet Lily whom cancer took away.

لیکن نہ آوازیں بند ہوئیں نہ مجھے نیند آئی۔

فلسطینی خبر: 'ہم وہ یہود ہیں جو کہیں سے نہیں نکالے گئے تھے۔ یہیں کے کھجور کے درخت ہیں اور اپنی جڑیں چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔'

خدیجہ: 'ایک زندہ پیڑ کو جڑ چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے... میں ایرک کو آدم کا قصّہ سناؤں گی تم سب بھی سنو۔

ناٹک

میں نہ بلڈوزر ہوں، نہ فلم میکر... نہ سیاست کی سٹیج کا مسخرہ۔

آواز: 'پھر کون ہے؟'

ایرک: اعلیٰ پائے کا سیاسی صاحب تدبیر... strategist تھیوڈور ہرزل سے لے کر ایہود بارک تک مجھ جیسا صاف بین (clear thinking) دماغ کسی کا نہیں تھا۔

آواز: 'یعنی ایک دم سپاٹ دماغ۔'

ایرک: یہ اس لیے کہ میں سیاست میں رومان پسندی کا قائل نہیں ہوں۔ اگر آپ سیاست کی باگ ڈور سنبھالنے آئے ہیں تو جذبات کو پرے رکھ کر آیئے۔ افسوس ہے صلادین (صلاح الدین) میرا مقابل نہیں ہوا۔ ہوتا تو میں اسے سکھلاتا دشمن کی بیماری میں اس کے لیے نہ برف بھیجا جاتا ہے، نہ پھل اور نہ اپنا فزیشین۔ یہ سب جنگ کو طول دینے کے ہتھیار ہیں۔ اصل جنگجو وہ ہے جو کم سے کم وقت میں دشمن کا خاتمہ کر سکے۔ ہر قیمت پر۔ جنگ بیس راؤنڈ کی بوکسنگ فائٹ نہیں ہے جس میں ہر راؤنڈ کے بعد دونوں فائٹرز کو ستانے کے لیے وقفہ دیا جائے۔

میں نے وزیر اعظم کا عہدہ سنبھالتے ہی پہلا کام جو کیا وہ یہ تھا کہ وہاں گیا جہاں سولومن کا مندر (ہیکل) کبھی تھا اور دیوارِ گریہ ہے۔

آواز: 'مسلمانوں کے خلیفہ دوم سے پہلے جن دو کی زیارت تیرے پرکھے پہاڑیوں کے پیچھے سے کیا کرتے تھے، چھپ کر اور یروشلم میں ایک بھی یہودی نہیں رہا تھا۔'

ایرک: اس آواز نے مجھے گڑبڑا دیا۔ میں کہاں تھا؟ ہاں تو میں کہہ رہا تھا وزیراعظم بنتے ہی میں اس مسجد میں گیا جو دیوارِ گریہ کے نزدیک ہے اور ان عربوں کا جو کچھ بھی وہاں ہے جسے یہ مسجد اقصیٰ اور بیت المقدّس کہتے ہیں۔ میرے اس ایک عمل سے انھیں پتا چل گیا... مجھ میں اس کمزوری کو نہ ڈھونڈیں جو ان کے صلادین میں تھی۔ میں مٹی کا انسان ہوں، اس میں جذبات کیسے ہو سکتے ہیں۔

میں مصری نہیں ہوں نہ ان کا کوئی فرعون۔

آواز: 'ایریئل فیرون سوری شیرون یہ تو کہہ رہا ہے۔ نہیں ہوں کی جگہ اگر کہتا ''ہوں'' تو مصری اور فرعون تجھ پر نازل کرتے۔'

ایرک: لیکن ان دونوں فرعونوں اوّل رعمسیس دوم اور منفتاح سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ آدمی جتنا اپنے دشمن سے سیکھ سکتا ہے اپنے دوست سے نہیں۔ پہلا فرعون ازرے ایلیوں سے کام لینا جانتا تھا۔ جب وہ انھیں اینٹیں بنانے کا حکم دیتا تو یہ نہیں سننا چاہتا تھا آج یہ نہیں ہے کل وہ نہیں۔ بھوسا ہے یا نہیں اس سے اسے سروکار نہیں تھا۔ وہ کہتا تھا تم کاہل لوگو اینٹیں بناؤ اور دن رات بناؤ، بھوسا نہیں ہے تو گارے میں اپنی کھال کا بھوسا ملاؤ۔ اس کا کنٹریکٹر قارون کام لینے میں اس سے زیادہ ماہر تھا۔

آواز: 'کاش اس زمانے میں بھی ٹریڈ یونینیں ہوا کرتیں۔'

ایرک: ہوتیں تو جب نا کہ وہ ہونے دیتا۔

یہ مزراہی افریقا کے یہودی جو یہاں دوسرا ازرے ائیل بنانے کا خواب دیکھ رہے ہیں لیبر کے سوا دوسرے کس مصرف کے ہیں۔ ہم ان سے وہی کہتے ہیں جو فرعون mind you he was not dark.[1] آلِ یعقوب سے کہتا تھا: 'کاہل لوگو سڑکیں بناؤ، عمارتیں بنانے کا سامان ڈھوؤ جس کے لیے تم کو یہاں لایا گیا ہے۔

ہم کہتے ہیں: یہ مت بھولو تم میلی جلد والوں کو یہووا نے سفید جلد والوں Ashkenazi اور Sephardi کے لیے مشقت کرنے کو بنایا ہے۔ اگر یہووا کی یہ نیت نہ ہوتی تو سب کو ایک رنگت کا نہیں بنا سکتا تھا!

---

[1] یہ لحاظ رہے وہ سیاہ نہیں تھا۔

اور یہ بھی میں نے دوسرے شیرون، God damn me[1]،فرعون ہی سے سیکھا جس نے ایک محدود، نہایت مختصر مہلت از رے ائیلوں کو مصر سے نکل جانے کے لیے دی تھی اور ابھی سمندر تک پہنچے بھی نہیں تھے کہ ان کے پیچھے گھوڑے دوڑا دیے۔ کیا ملٹری سٹر یٹیجی تھی۔ دشمن کو نکل جانے دیا اور اگر اس زمانے میں اقوام عالم کی امن کا راگ گانے والی کونسل ہوتی تو ان کے من جیت لیتا۔ پھر انھیں سمندر کے کنارے جالیا۔ یہ پیش بندی تھی کہ نئے ملک میں پہنچ کر نیا پاکھنڈ نہ مچائیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ موسیٰؑ کا رب غیر پاسدار نہیں تھا، موسیٰؑ سے ملا ہوا تھا۔ اس نے موسیٰؑ کے گزر جانے کے لیے تو سمندر میں پانی کی دیواروں کو دو طرف کھڑا رکھا اور جب فرعون کے لشکر کے گزرنے کی باری آئی تو انھیں ملا دیا۔ یہ طرف داری نہیں تو اور کیا تھی۔

میں بھی یہی کرتا آیا ہوں۔ جب از رے ائیل کا ایک علاقہ عربوں سے خالی کرانا ہوتا ہے تو انھیں وہاں سے نکل جانے کے لیے ایک مقررہ مہلت دیتا ہوں۔

آواز: 'فرعون نے موسیٰؑ کو کتنا وقت دیا تھا؟'

ایرک: کتنا بھی نہیں لیکن جب ہمیں ایک علاقہ عربوں سے خالی کرانا ہوتا ہے تو انھیں وہاں سے نکل جانے کے لیے تین منٹ دیے جاتے ہیں۔

بوڑھے کی آواز: 'اور وہ ابھی بچوں، بوڑھوں اور بیماروں کو سنبھال رہے ہوتے ہیں کہ اس کے فوجی اپنا کام شروع کر دیتے ہیں۔ اس کی انھوں نے پہلے دن سے سنت رکھی ہے جب ایک رات دیریٰس میں اپنے میزبانوں کو گولیوں کی آواز سے جگایا تھا اور...''

عورت: 'انھیں اتنا موقع بھی نہیں ملا تھا کہ گولی کھا کر گرنے والے زخمی ساتھی کو سنبھال سکیں۔'

ایرک: اس کے لیے خود کو مجرم ٹھہراؤ۔ بے ترتیبی اور سستی تمھیں قدرت نے دیے ہیں لیکن از رے ائیلی کوئی بھی کام دی ہوئی مدت میں بخوبی بجالاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی زندگی میں ڈسپلن ہے۔ تمھارے پیچھے چھوڑے ہوئے زخمی اور مردہ تمھیں از رے ائیل کے فرمانوں کو فوراً بجالانے کا سبق دیتے ہیں۔

موسیٰؑ کا خدا اگر اس کی قوم کی طرف دار تھا تو میں بھی اپنی قوم کا طرف دار ہوں۔

آواز: 'اس کی کھوپڑی میں مغز نہیں خدا ہونے کا ڈیلوژن (delusion) اس میں پیکڈ ہے۔'

---

[1] خدا مجھے غارت کرے۔

ایرک: دنیا کی قوموں کا منہ بند رکھنے کے لیے کہ ''ازرے ائیل آہستہ آہستہ 78 فیصد زمین پر قابض ہو گیا اور اب عربوں کی 22 فیصد زمین بھی ہڑپ کرنا چاہتا ہے اور یہ کہ آخر وہ بسیں گے کہاں؟'' میں نے مغربی کنارے میں آباد ہونے والوں سے عربوں کے لیے کچھ زمین خالی کرانی شروع کی اور اس کا خالی کرنا اور کرانا سب کچھ بڑے ڈسپلن سے ہوا۔

آوازیں: 'ایسے ہوا جیسے کسی پبلک پسند فیچر فلم کا ذہانت سے لکھا ہوا سنیر یوسب کے ہاتھ میں تھا اور وہ اس کے مطابق ایکٹ کر رہے تھے۔ گھر چھوڑ کر جانے والوں کا ویل ریہرسڈ واویلا جس میں نرم نرم گالیاں بھی شامل تھیں، سپاہیوں کا سوانگ ٹماٹر اور انڈوں سے نہیں کہ وہ gentiles (غیر یہودی) اپنے مظاہروں میں استعمال کرتے ہیں۔ بنی اسرائیل انھیں ضائع کیوں کرتے۔ پھینکنے کے لیے گھروں میں اور چیزیں بھی ہوتی ہیں... پھٹے ہوئے کپڑے، پرانے ٹوٹے ہوئے کھلونے، ہاتھ پیر اُکھڑے ہوئے ٹیڈی بیئر، ترکاریوں کے ڈنٹھل اور پھلوں کے چھلکے، ٹوٹی ہوئی کرسیاں، پوچا دینے والے موپس کے ٹوٹے ہوئے ہینڈل... ان سب چیزوں کی خود پر بارش سے ازرے ائیلی سپاہی ہنس رہے تھے اور مگر مچھ کے آنسو روتے ہوئے اسرائیلی آباد کار وہاں سے نئے گھروں کو سدھار رہے تھے جو افریقی یہودیوں سے ان کے لیے بنوائے گئے تھے۔'

ایرک: اور یہ کام انھوں نے مقررہ تین دن میں مکمل کر لیا۔

ایک آواز: 'افسوس تین منٹ میں عرب دیر یَس خالی کر کے نہ جا سکے۔'

بوڑھے کی آواز: 'یعنی ایک کام کو تمام سہولتوں اور مالی سپورٹ کے ساتھ تین دن میں مکمل کرنا مساوی ہے تین منٹ میں اسی کام کو بغیر کسی سہولت اور بے سروسامانی کے عالم میں مکمل کرنے کے حکم کے۔'

ایرک: ہاں تین ازرے ائیلی دن مساوی ہیں تین عرب منٹوں کے اور جتنی جلد یہ ریگستان کے باشندے اس اصول کو تسلیم کر لیں ان کے مفاد میں ہے۔

آوازیں: 'اور اردن ندی کے مغربی کنارے سے ایک یہودی نو آبادی کو اٹھا کر دوسری جگہ لا بسانے پر کہ خالی کیا ہوا علاقہ عرب خانہ بدوشوں کو دیا جا رہا ہے، امریکی پریس نے دل کھول کر تعریف کی۔ ہم بھی ڈسپلن کی اس برقرارگی پر مبارکباد کہتے ہیں۔'

ایک آواز: 'مگر رخصت ہونے والے آلِ یعقوب چھوڑے ہوئے علاقے کو بم باری کی ہوئی زمین بنا کے گئے تھے کیونکہ کھنڈر دوسری جنگِ عظیم کو نہ بھولنے کی تلقین کرتے رہیں جسے سدا یاد رکھنے ہی

میں اسرائیل کی حیات ہے۔'

ایرک: خیالات کی اس شورش سے میرا سر چکرا گیا ہے۔آخر میں کون ہوں؟ کس کی طرف ہوں؟ موسیٰ کے یا فرعون کے؟ ابھی ایک آواز کہہ رہی تھی مجھے خود کو خدا سمجھنے کی بیماری ہے مگر یہ بیماری مجھ اکیلے کو تو نہیں ہے اور یہ بیماری ہے بھی نہیں، خود اعتمادی ہے۔خدا کو خود پر اعتماد نہ ہو تو وہ بھی کتنے دن خدائی کر سکے گا؟

یہ روز کی ٹڈیوں، مینڈکوں، خون اور پتھروں کی بارش کیا ہے... یہ چمتکار کون دکھا رہا ہے؟ کیا موسیٰ ہمارا دشمن ہو گیا ہے اور عربوں سے مل گیا ہے؟

اگر واقعی میں نے خود کو جالوت بنا لیا ہے جو خیال مجھے جیریمایا کی کتاب سے ہاتھ لگا تھا یعنی سات فٹ پانچ انچ کا دیو تو میری موت ڈیوڈ کے ہاتھ لکھی ہے۔مسلمانوں کا داؤد۔ ہمارا اپنا کنگ ڈیوڈ، سولومن کا فادر مسلمانوں کے سلیمان کا باپ۔عرب رشتے میں ہمارے اتنے نزدیک ہیں کہ ہمارے پیغمبر ان کے پیغمبر ہیں، یہ میں نے کبھی پہلے نہیں سوچا تھا لیکن ان خیالات کو مجھے خاطر میں نہیں لانا چاہیے، ان سے عزم میں کمزوری پیدا ہوتی ہے دشمن کو اگر مستقل دشمن نہ سمجھا جائے تو اس کے آگے ہتھیار ڈالنے کے سوا اور کیا چارہ رہ جاتا ہے۔

پھر میں کون ہوں اور میرے پیچھے چلنے والی قوم کون ہے۔

یہودیوں کی آوازیں: 'تو وہ ہے جس نے اکتوبر 73 کی چھ (6) دن کی جنگ میں حکم عدولی اور خطرے سے لاپروائی کا ایسا مظاہرہ کیا تھا کہ خود ہماری کتنی ہی جانیں گئی تھیں۔'

عرب آواز: 'جس نے 1993ء میں 68 شہریوں، بچوں اور عورتوں کی جان لی اپنے ایک جارحانہ قدم سے اور بتائے جانے پر کہ وہ کون تھے تو نے کہا تھا: ''مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ شہری ہیں۔''

دوسری عرب آواز: 'اور یہ بھی تو کہا تھا، ''موقع ملا تو دوبارہ ایسا ہی کروں گا۔ پچھتانا میری سرشت میں نہیں ہے، نہ میری سات پشتوں پیچھے کسی میں تھا۔''

ایرک: آوازیں آپس میں بولنے لگی ہیں جنھیں سننے اور سمجھنے میں مجھے دقت پیش آ رہی ہے۔

'یہ وہ شخص ہے جہاں معمولی سی جھڑپ کا بھی امکان نہ ہو جنگیں پیدا کرتا ہے پھر انھیں لڑتا ہے۔ اس کی زندگی کا واحد لطف وہی ہے جو تموجن کا تھا: جنگ جنگ کے لیے لڑی جاتی ہے، کہیں رک گئے تو نہ پھر اگلی جنگ پیدا ہوگی نہ اسے لڑ سکو گے۔'

’اس میں اس کی قوم کا بڑا حصہ ہے اور اس کے پشت پناہ بڑی طاقتوں کے ووٹرز کا جو نہیں جانتے ان کے ووٹ کی مار intercontinental ballistic missiles[1] سے کم نہیں ہے۔‘

’کفار ملال جسے وسطی فلسطین میں 1922ء میں باہر سے آنے والے آل یعقوب نے یہ کہہ کر آباد کیا تھا کہ ہم یہاں کاشت کریں گے اور کچھ نہیں، جہاں 16 فروری 1928ء کو یہ پیدا ہوا تھا۔

(’’آٹھویں دن ختنے بھی وہیں ہوئے تھے۔‘‘)

ہاں۔ تو جب پانچ سال کا ہوا تو اسے یہ کڑوی گولی بغیر پانی کے نگلنی پڑی کہ اس آبادی moshav کی کوآپریٹو نے اس کے گھرانے کو لوکل ہیلتھ فنڈ سے خارج کر دیا ہے اور کنیسہ (synagogue) کے دروازے ان پر بند ہیں۔ یہ دیکھا کرتا ہوگا کہ کوآپریٹو کا ٹرک وہاں آتا ہے، دوسرے جو اگاتے ہیں اسے بازار لے جاتا ہے لیکن جو اس کے ماں باپ اگاتے ہیں اسے سڑنے کے لیے وہیں چھوڑ جاتا ہے۔‘

ایرک: نہ ہماری ضرورت کی چیزیں ہمیں پہنچاتا تھا، کپڑے دھونے کا صابن، ٹوتھ پیسٹ، نمک، کافی، چائے، کیا تھا جس کے لیے ماں ہاتھ ملتی نہیں رہ جاتی تھی۔ کلینک اور مدرسے تک کے دروازے ہم پر بند تھے۔

آج ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں ہے جو مجھے بتلا سکے ایسا سلوک انھوں نے میرے ماں باپ کے ساتھ کیوں کیا تھا؟ to hell with it. میں بھی ان کے ساتھ ان کی باتوں میں شریک ہو گیا۔ یہ اس درد کو کیا سمجھیں گے جسے میں اپنے اندر کچل چکا ہوں۔

عرب آواز: ’کچل نہیں چکا ہے۔ کفار ملال کا وہ لڑکا اپنے ماں باپ کو ستانے والوں کا بدلہ ہم سے لے رہا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی زندہ نہیں ہے جو بتلا سکے کہ یہ ظلم اس کے ماں باپ کے ساتھ کیوں ہوا تھا تو ان ظلم کرنے والوں میں سے بھی کوئی نہیں بچا ہے جنھیں اعتقاد یہاں 1904ء سے 1914ء تک گھسیٹتا ہوا لے آیا تھا کہ یہ ہمارا اَلیاہ (aliyah) ہے۔ اس زمین کو واپسی جس سے ہم بار بار نکالے گئے اور جس کا موسیٰؑ کے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ یہ ہے وہ مقدّس زمین۔‘

ایک عرب: ’یہ زمین مقدّس نہ ہی بنتی تو اچھا تھا۔ ہمیں تو اس کے مقدّس نامقدّس ہونے کی خلش نہیں تھی۔‘

’وہ لڑکپن میں اس کے دماغ میں بھڑکائی ہوئی آگ چودہ سال کی عمر میں اسے زیرِ زمین

---

[1] بین براعظمی پُرتاب گولے

دہشت پسند تنظیم ہاگنا میں بھرتی ہونے کے لیے لے گئی جس نے کنگ ڈیوڈ ہوٹل کو بارود سے اڑایا تھا
اور جس تنظیم نے کاؤنٹ فولک برنا ڈوٹ آف ویبسبرگ کو قتل کیا تھا جسے ثالثی کے لیے وہاں بھیجا گیا تھا۔
''تمھارے خیال میں وہ نیبوکدنذر، رومنز، کروسیڈز اور فاشسٹوں کا لایا ہوا ظلم تھا جس نے اس
کی معصومیت چھین لی اور اسے عمر بھر کے لیے دہشت اور ظلم کے دیوتا کا پرستار بنا دیا۔ اتنا زبردست
ردِعمل اور صدیوں اور سالوں بعد! لا یمکن ۔ اس کی لڑکپن میں سینے میں دفن کی ہوئی جارحیت نے اسے
صابرہ اور شتیلہ کے خون کے میدان کا ہیرو بنایا ہے اور کچھ نہیں۔'
ایرک: ایک ثالث کو مارا تھا، ٹھیک کیا تھا۔ ہمارا فیصلہ صحیح تھا... نہ ثالث ہوگا نہ ثالثی ہو سکے گی۔ ہم
یہاں ثالثی (mediation) کرنے نہیں آئے تھے اَلیاہ... معارج ہمیں ہماری میراث دین کے
لیے رب موسیٰ نے ٹھہرائی تھی۔ وہ دو لہریں تھیں معارج... اَلیاہ کی 1882-1903ء اور
1904-14ء لوگوں کے دماغوں میں صدیوں کے روشن خواب پیدا ہوئے تھے، ورنہ اس سے
پہلے صرف بھیڑ بکریوں کی طرح لے جائے جانے کے خواب ہوتے تھے اور سواستکا والوں کے۔
پھر جب وہ بالآخر اس زمین میں جس کا ان سے ان کے رب نے وعدہ کیا تھا کہ وہاں تمھیں
بساؤں گا مرتے کھرتے پہنچ گئے تو وہاں کے خانہ بدوشوں سے ثالثی کے خواستگار ہوتے۔ سکندر
نے ایران میں وارد ہونے پر یہ نہیں کہا تھا کہ مجھے ایک ثالث چاہیے جو مجھ میں اور دارا میں
مصالحت کرا دے۔ نہ ہم مفتی فلسطین کے نام ثالثی کی درخواست لے کر آئے تھے۔
فاتح جس نیت سے کسی ملک میں آتا ہے وہ لڑھکتے ہوئے سروں اور تڑپتے ہوئے جسموں کو دیکھنا
چاہتا ہے۔ سفید جھنڈا نہیں۔
آواز: 'یہ تمھاری زندگی کی شروعات تھی۔'

آوازیں بول بول کر خاموش ہوگئیں۔ کھڑکیوں کے پردے برابر کر دیے گئے ہیں۔ اندھیرا ہوتا
جا رہا ہے۔ سب چلے گئے۔
مارگالت اور لِلی کی تصویروں کے بیچ کی دیوار پر مجھے فلم دکھانے والی روشنی کی شعائیں بھی نہیں
پڑ رہی ہیں۔
کاش میں ای ای جی کی گارنٹی کی ہوئی موت سے پہلے اس بیڈ سے نہ اٹھایا جاؤں لیکن میں مرنا
نہیں چاہتا ہوں۔

ٹڈّیاں

ایرک: میرا ایمان ہے کہ میں دنیا سے اس ظلم کا بدلہ لینے کے لیے پیدا ہوا ہوں جو میری قوم پر تاریخ کے ہر دور میں ہوا ہے۔ ایک کے بعد ایک یورپی ملک میں۔ اب اگر وہ بدلہ ایک مشرقی قوم سے لے رہا ہوں تو وہ بے جا نہیں ہے؛ آخر کو ساری دنیا ایک ہے۔

آواز: 'تو پھر ساری دنیا کے ساتھ ایک ہو جاؤ۔'

ایرک: نہیں، یہودی دنیا ایک اکائی ہے اور غیر یہودی دنیا ایک اکائی۔ غیر یہودی دنیا ہمیشہ ہماری دشمن رہی ہے۔ اس کے جس حصے سے ہم بدلہ لے سکیں درست ہے۔

میں صرف ظلم کا بدلہ لینے کے لیے ہی پیدا نہیں ہوا ہوں، یہودی دنیا کو اتنا محفوظ بنا جانے کے لیے کہ دوبارہ کوئی جرمن یا روسی یا کہیں کی بھی کوئی حکومت اور قوم ان کا قتلِ عام نہ کر سکے۔

آواز: 'بلکہ دنیا کے سارے دوسرے ممالک، ساری قومیں اتنی بے بس اور اپاہج ہو جائیں کہ اسرائیلی ان کے درمیان انھیں ہانکنے کے لیے گھومیں پھریں اور وہ اس طرح انھیں دیکھیں جس طرح بنی اسرائیل مصر میں، اپنے آقا مصریوں کو بے بسی سے دیکھتے تھے۔ یہ قوم کے دماغ میں کرداروں سے اس کا الٹ رول کروانا ہے جو وہ پہلے کر آئے ہیں۔'

ایرک: میرے بعد یہ عسکری بالادستی، عقل اور سرمائے کی بالادستی میں بدل جائے گی۔

ڈاکٹر ریوبین: 'شونا تمھیں ایرک کے چہرے پر کیا لکھا نظر آ رہا ہے؟'

شونا: 'کوئی اندرونی لڑائی لڑ رہا ہے۔ تمھیں؟'

میکس: 'یہی۔ ابھی نہ دنیا اس کا پیچھا چھوڑ رہی ہے نہ یہ دنیا کا۔'

ایرک: آج سیدھے ہاتھ پر مجھے ستانے والوں نے مارگالت کی تصویر ٹانگ رکھی ہے وہ بھی ٹیڑھی۔
مارگالت کو مرے چوالیس سال ہوئے۔ یہ تکنیک ہے میرے جذبات کو بھڑکانے کی۔ جب
میری پیٹھ پر ایبسولیوٹ الکوحل کا مساج کیا جاتا ہے کہ اس پر چوبیس گھنٹے بستر میں پڑے رہنے
سے السر نہ بننے لگیں تو مجھے نرسیں کروٹ دلاتی ہیں... دبلی پتلی نہیں، ہیوی ویٹ قسم کی، کیونکہ
میں سٹاف سے یہی سنتا رہا ہوں کہ اس کا جسم سانڈ کا جسم ہے اور میں نے یہ بھی اس سانولی ہنگری
کی نرس Sore (سارہ) سے سنا ہے۔ ''ایرک گا بھن سانڈ ہے۔ ورنہ اس کا پیٹ اتنا بڑا کیسے
ہوتا۔'' یہ صلہ ہے ان مشرقی یورپ کے یہودیوں کو یہاں لا کر امن کی دنیا میں بسانے کا۔
آواز: 'جس کے لیے اسے ہر لمحے اپنے پرس میں پسٹل رکھنا پڑتا ہے۔ وہاں وہ کیا بری تھی بُل ڈوزر!'
ایرک: یہ دوسرا نام ہے جو پیٹھ پیچھے مجھے کنیسیٹ کے ممبروں نے دے رکھا تھا... بلڈنگ ڈھاؤ۔

اب میں پھر اپنی پیٹھ پر ہوں اور الٹے ہاتھ پر میرے سامنے للی کی تصویر ہے جسے دنیا کو
چھوڑے ہوئے چھ سال ہوئے لیکن وہ تصویر بھی ٹیڑھی ٹنگی ہے۔ یقیناً تصویروں کی جگہ بدلتے رہنے
اور انھیں ٹیڑھی ٹانگنے کے عمل کے پیچھے کوئی سازش کام کر رہی ہے۔ اگر دماغ کی الیکٹرک ایکٹیوٹی کو
نوٹ کرنے والے الیکٹروڈز صحیح کام کر رہے ہیں تو ریکارڈ میں میرا قہر بھی آ جاتا اور کچھ اگر نہیں بھی ہے تو
تصویروں کا ٹیڑھا ٹانگنا ان کی نامستعدی کو ظاہر کرتا ہے اور اس نامستعدی کے لگاتار ہوتے رہنے پر
ڈاکٹر مائک ایکرمین (Mike Ackerman) کو کوئی سخت ایکشن لینا چاہیے۔
رہا ای ای جی اگر وہ دماغ سے اٹھنے والے قہر، خواہش اور انتقام کے جذبات کو ریکارڈ نہیں کر سکتا
ہے تو کس کام کا ہے!
جو میں سوچتا ہوں، میرے خیالات لگتا ہے دیواروں سے ٹکرا کر میرے کانوں کے پردوں پر وار
کرتے ہیں۔

جس دن ای ای جی مجھے مردہ ٹھہرائے گا سٹاک مارکیٹ، وال سٹریٹ سمیت، دھاکے سے گریں
گے، حکومتیں الٹ جائیں گی اور امریکا میں جس پارٹی کی حکومت ہوگی اس پر سے اعتماد اٹھ جانے کی وجہ
سے کانگریس نیا الیکشن طلب کرے گی۔ ویسے اس کا اثر از رے ائیل پر مطلق نہیں ہوگا کہ ہمارے
دوست ملکوں میں کسی پارٹی کی حکومت جاتی ہے اور کسی کی آتی ہے، ریپبلکن ہو یا ڈیموکریٹ، لیبر یا
کنزرویٹو سب کا سیاسی موقف ایک دوسرے سے سرِ مو فرق نہیں ہے۔ ہمیں سب پر اعتماد ہے۔ انھیں

ہمیں اعتماد میں لینا پڑتا ہے۔ میرے خیالات بھٹک گئے تھے۔ میں سوچ رہا تھا ڈاکٹروں کی ٹیم اور ان پر مسلط اراکینِ زائیون صرف یہ جاننے میں دلچسپی رکھتے ہیں کہ میری دماغی موت جو واقع ہونی تھی ہوگئی یا نہیں۔

الیکشن سر پر ہیں اور میں بھی چاہتا ہوں اگر جی نہ بھی اٹھوں تو ابھی دماغی موت نہ مروں۔ الیکشن میں میری نوزائیدہ پارٹی کدیما کا جیتنا ضروری ہے۔ میرا ڈپٹی سڑے انڈوں کا آملیٹ (ایہود اولمرٹ) بھی میری طرح دنیا کی بدظنی کو ٹھوکر سے اڑا دینے والا آدمی ہے۔ اس کا بھی ایقان ہے ازرے ائیل کو زمین کے اس ٹکڑے پر قائم رکھنے کے لیے فیصلے صرف یک طرفہ ہوسکتے ہیں۔ اونٹ جیسا دماغ رکھنے والوں کے مشورے سے نہیں... نہ کسی امریکی کیمپ میں، نہ ہیگ اور اوسلو میں۔ یہاں تل ابیب میں۔

آنے والے وقتوں میں دنیا میں دو دیواریں ہوں گی جنھیں آدمی چاند سے بھی دیکھ سکے گا... دیوارِ چین اور دیوارِ فلسطین۔

Heck,no (لاحول ولا) یہ میں کیا بک گیا۔ یقیناً مجھے ٹیوب سے سکاچ یا ووڈکا دی جارہی ہے۔ فلسطین جیسی کوئی چیز نہیں ہے، نہ تھی، نہ ہوگی۔ غزہ اور دریا کے مغرب میں بھی نہیں۔ عربوں کو ان کے باڑھوں میں بند کرنے والی دیوار ازرے ائیل اور اس میں برینڈن برگ جیسے گیٹ ہوں گے۔ میں نقشے پر دیکھ سکتا ہوں یہاں سے دیوار گزرے گی، یہاں ریزر بلیڈ کی سی دھار والی تاروں کا جال ہوگا اور یہ بھی طے شدہ ہے دیوار اور تار جن گھروں، باغوں، ہسپتالوں، تعلیم گاہوں اور عبادت گاہوں سے گزریں گے ان کو ختم کرنے کا فیصلہ ہم نے اس وقت کرلیا تھا جب ہماری اس سٹیٹ کے بانیوں نے اس کا نقشہ تیار کیا تھا۔ ہیلسنکی، اوسلو، جنیوا، ہیگ یا خود آسمان میں براجے یہووا کے کورٹ میں بھی اگر اس سے ایک ملی میٹر بھی فرق ہو اور ہم وہاں موجود ہوں اور کانوں سے اس فیصلے کو سنیں تو بھی جو فیصلہ ہمارا ہے وہ اٹل رہے گا۔ زمین کا ایک سینٹی میٹر ٹکڑا بھی ان عربوں کو نہیں ملے گا۔ یہووا چاہے تو وہ جہاں رہتا ہے اس کے ہزاروں لاکھوں ایکڑ ان سار بانوں کو دے سکتا ہے لیکن ازرے ائیل کی زمین کا ایک سُوت بھی نہیں۔ ہم تا قیامت یہاں رہنے کے لیے آئے ہیں۔

نرس ڈیبورہ: 'ڈاکٹر دیکھو ایرک نے کمر کو کمان کی طرح بیڈ پر سے اٹھالیا ہے۔'

میکس ریوبین: 'کشمکش سے گزر رہا ہے۔ شاید سود پر دیے ہوئے قرضے کے لیے لڑ رہا ہے۔'

ڈیبورہ: 'قرضہ دے اور ایریئل شیرون؟ تم مذاق کر رہے ہو۔'

ریوبین: 'اپنا کام کرو، اسے اپنا وقت پورا کرنے دو۔'

ہم تا قیامت یہاں رہنے کے لیے آئے ہیں... کبھی کہیں کو واپسی کے لیے نہیں۔ یہاں آنا ہمارا آخری اَلیاہ (aliyah)[1] ہے، صعود، سیڑھیاں چڑھ کر آخری بار اس بام پر پہنچے ہیں۔ اب آگے کوئی مراجعت نہیں ہے۔ no yeride۔ نیچے اترنے کی کوئی سیڑھی نہیں ہے۔

دنیا میں بہت مارے مارے پھر لیے۔

جب میرے کام کرتے ہوئے دماغ پر ان خیالات کی یورش تھی نرس سوسن میرے روٹین چیک اَپ کے لیے آئی۔ بیڈ شیٹ وغیرہ تبدیل کرنے والی جونیئر نرسیں جا چکی تھیں، میری پیٹھ کا مساج ہو چکا تھا، جسم اور چہرہ گیلے تولیوں سے پونچھے جا چکے تھے، میں دیکھ رہا تھا پاؤڈر ہر جگہ میری کھال پر تھوپا ہوا ہے، بال بھی درست کر دیے گئے ہیں اور سفید چادر سے کندھوں تک ڈھکا، سر تازہ گری ہوئی برف کی طرح سفید، غلاف پر ٹکا دیکھنے والے کو میں اس قبر کی طرح لگ رہا ہوں گا جس پر حال ہی میں سفیدی کی گئی ہو، پہچان کے لیے سرہانے کتبے کی جگہ میرا سر کندہ ہے۔

سوسن نے میرے چہرے کو دیکھ کر ایک دم غُل کیا:

'جلدی آؤ ایرک لگتا ہے سچ مچ اپنے دماغ سے بھی نکل گیا۔'

اس کی آواز پر ڈاکٹر لیوی اور ہربرٹ مان ڈیوٹی روم سے لپکے۔ لیوی نے پپوٹے پلٹ کر آنکھوں کو دیکھا اور ہربرٹ مان نے ہاتھوں کو دونوں طرف سے۔

ڈاکٹر لیوی: 'ڈرومت۔ تم پر ڈیوٹی سے غفلت کا الزام نہیں آئے گا۔'

ہربرٹ مان: 'نہ اس لاش کے قتل کا۔'

ایفرائیم لیوی: 'اس کیفیت سے وہ اَن گنت بار گزر چکا ہے اور جب اس دنیا سے دوسری میں پہنچ جائے گا تب بھی۔'

سوسن: 'مجھے تو لگ رہا ہے ہمارے دیکھتے دیکھتے اٹھ کھڑا ہوگا۔'

ہرب: 'اور دنیا پر قیامت لائے گا۔'

ایرک: ایفرائیم لیوی نے نظریں میرے چہرے پر گڑھو کر اپنی شادی کی انگوٹھی کو میری تقریباً بند

---

[1] اَلیاہ (عبرانی) بالا رفتن، ہجرت بہ ارض اسرایل؛ یریدہ (عبرانی) تحت رفتن۔ اسرائیل سے باہر کو ہجرت۔ 1904ء تا 1914ء دوسری اَلیاہ تھی۔

آنکھوں کے سامنے پینڈولم کی طرح دائیں بائیں ہلانا شروع کیا ہے اور ساتھ ساتھ کہہ رہا ہے، ''ایری ڈیئر یہ سمجھ لے میں اور چاہے کچھ نہ ہوں، ہپنوٹسٹ ضرور ہوں۔ میں ساٹھ بار اپنی انگوٹھی ہلاؤں گا اور تو اٹھ کھڑا ہوگا۔ چاہے اس میں تیری مرضی ہو نہ ہو۔ شروع... ایک، دو، تین...'' ان چند ثانیوں میں سوسن اور ہرب بھی انگوٹھی کا تعاقب اپنی آنکھوں سے کر رہے ہیں۔ ایک لمحہ وہ آیا کہ مجھے لگا ہرب مجھ پر گرنے والا ہے۔ آخر کو لڑکا ہے۔

ساٹھ پر پہنچنے پر لیوی نے انگوٹھی کو ہوا میں اچھال کر اس کا کیچ لیا اور انگلی پر پہنتے ہوئے ہرب اور سوسن سے کہا، ''کیا دیکھا؟''

دونوں کے چپ رہنے پر اس نے کہا: ''اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ یہ کہ ہمارا دوست مردہ ہے۔ یکسر مردہ۔ ورنہ اٹھ کھڑا ہوتا۔''

جب سوسن، ایفرائیم لیوی اور ہربرٹ مان میرے کمرے سے جا چکے تھے مجھے محسوس ہونا شروع ہوا، ہوا میں ٹڈیاں تیر رہی ہیں۔ فوراً ہی پورا کمرہ اور باتھ روم جس کا دروازہ چادر تبدیل کرنے والی نرس کھلا چھوڑ گئی تھی ٹڈیوں سے بھر گئے ہیں۔

مجھے پتا چل رہا ہے ٹڈیاں ہر ہر طرف سے آ کر میرے بیڈ پر بیٹھتی جا رہی ہیں... جیسے قاہرہ کی 1967ء کی مہم کے بعد ہوائی اڈوں پر آ کر اترنے والے ہمارے فائٹر طیارے۔ یہ ڈسپلن موشے دایان نے ٹڈیوں سے سیکھا تھا یا ان اڑنے والیوں نے موشے سے؟

مگر یہ ہر طرف سے آ کر میری بیڈ شیٹ اور ٹوپی پر اتر رہی ہیں۔ اس طرح اگر ہر سمت سے جنگی ہوائی جہاز یا ہیلی کاپٹر اتریں تو آپس میں ٹکرا جائیں۔ یہ موشے دایان کی ٹرین کی ہوئی نہیں ہیں، مگر یہ لدھڑ ٹڈیاں ایک دوسرے سے ٹکراتی بھی نہیں ہیں۔ یہ بالیقین موشے دایان کی ٹرین کی ہوئی ہیں۔

کیا حقیقت میں یہ ٹڈیاں ہیں؟ یا میرے کنیسیٹ کے دشمنوں نے کوئی الیکٹرونک پردار جانور مجھ پر چھوڑے ہیں؟ آخر کو ہم سائنس کی معراج پر ہیں اور کیا نہیں کر سکتے ہیں!

ٹڈیاں میرے کپڑوں کے اندر پہنچ چکی ہیں۔ کچھ میرے کھلے ہوئے منہ اور نتھنوں میں جا رہی ہیں۔ کچھ کٹیوں کی جنی آنکھوں پر بیٹھ گئی ہیں اور اپنی سونڈیں میری آنکھ کے ڈھیلوں پر پھیر رہی ہیں۔ پپوٹوں پر ان کا وزن میرے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔ میرے بس میں نہیں ہے کہ میں پپوٹوں کو پٹپٹاؤں اور یہ اُڑ جائیں۔ ان کا کھال پر چلنا۔ اُف! میری برداشت کتنا ساتھ دے گی۔ یہ مجھے رعمسیس

دوم (Rameses-II) [1] یا میرنیپتاہ (Merneptah) تو نہیں سمجھ رہی ہیں؟

اے مخلوقِ خدا! میں آلِ یعقوب ہوں، فرعون یا فرعون کی اولاد نہیں۔ کیوں مجھے ستانے آ گئی ہو؟ تم تو فرعون کی دشمن تھیں اور تمھیں ازرے ائیل کے خدا نے اس پر اور اس کی قوم پر سزا کے طور پر نازل کیا تھا۔ میں موسیٰ ہوں موشے، کاش تم سمجھ سکتیں۔ جاؤ اور فلسطینیوں کے باغوں اور کھیتوں کو کھاؤ۔ مجھ پر کیوں اُتر آئی ہو۔

کمرے میں ہر طرف اندھیرا ہے۔ اب نیند ماں کی محبّت بن کر میرے دماغ پر اتر رہی ہے۔ شکر ہے اس وقت کمرے میں کوئی موت برسانے والے فائٹر جیٹ جیسے درندے بھی ہوا میں نہیں اڑتے پھر رہے ہیں۔

ابھی ایک آواز نے دوسری سے کہا: ''سنو یہ ٹڈیوں کو درندے کہہ رہا ہے۔''

'جس کا ضمیر جرم کا بوجھ اٹھائے ہوا سے کون سی چیز کیا نظر آتی ہے۔ اسے تو تتلی کا سایہ بھی لگتا ہے اپنا بدلہ لینے آیا ہے۔'

ٹڈیاں گئیں مگر اس کمرے کی کوئی چیز ٹھیک نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے پورے ہسپتال، پورے ملک کی کوئی چیز ٹھیک نہ ہو۔ اگر ٹھیک ہوتی تو ٹڈیاں کہاں سے گھس آتیں ایک جراثیم اور وائرس سے پاک ہسپتال میں۔

تصویریں ٹیڑھی ٹنگی ہیں اور میری بیماری کی مدت بتلانے والا کیلنڈر بھی۔

میں سو گیا تھا لیکن جو سن رہا تھا یہ تھا: مجھے ستانے والی آوازیں ایک دوسری سے کہہ رہی تھیں:

'اول میں ایک کسان سے اس کی زمین چھین لی گئی، سب نہیں اس کا بڑا حصہ... 78 فیصد اور جو حصہ زمین کا اس کے لیے دولت کے خدا نے چھوڑا وہ وہ تھا جو غریب کسان کے مکان سے جڑا ہوا تھا، 22 فیصد۔'

زمین کے بڑے حصے کے خاوند نے اپنے حصے کی زمین بوئی۔ اس میں باغ لگائے اور جب اپج کو کاٹنے اور ٹرکوں میں بازار لے جانے کا وقت آیا تو اس نے کسان سے کہا: ''تیری زمین میرا راستہ

---

[1] قدیم مصر کی 19 ویں پشت کا تیسرا فرعون، 19 ویں پشت کا چوتھا حکمران۔

روکتی ہے۔'' سواس نے کسان کے گھر اور کھیتی کے بیچ سے ایک شارٹ کٹ بنایا جو دیکھنے والوں نے کہا درست عمل تھا۔ پھر بڑی زمین کے خاوند نے کسان سے کہا: ''یہ راستہ تجھ پر بند ہے'' اوراس کے دونوں طرف ریزر شارپ تاروں کی باڑھ لگا کر اس میں بجلی دوڑا دی۔

دولت کے خداؤں نے کہا 'یہ عمل ٹھیک تھا۔'

'یہ رستہ دائیں سے بائیں بڑی زمین کے خاوند کے سپاہیوں اور سیویلینز کی آمد ورفت کے لیے ضروری ہے اور بڑی زمین کے خاوند سے اس راستے کی حفاظت کے لیے کہا۔

کسان نے بھی جتنا کہ اس کا مقدور تھا اپنی کھیتی کی سیوا کی، باغ کو سنوارا... وہ بچا ہی کتنا تھا... جیسا کہ وہ اوراس کے پرکھے آدم سے لے اس کے دنوں تک کرتے آئے تھے۔ جب اس کی مکئی، پیاز اور ترکاریوں کی فصل تیار ہوگئی اور باغ سے آڑو، انجیر، زیتون، عنب اور موز [1] توڑنے کا وقت آیا تو اس نے کہا 'میں کیونکر اپنی زمین پر جا کر فصل کاٹوں گا اور باغ سے پھل توڑوں گا، میرا راستہ تو مسدود ہے۔'

آس پاس کی بڑی زمینوں کے جتنے خاوند تھے انھوں نے کہا: ''تجھے انھیں کاٹنے، توڑنے اور سمیٹنے پر کوئی مجبور نہیں کر رہا ہے۔ مت کاٹ اور مت سمیٹ۔''

اس نے کہا: 'اور نئی فصل کیسے لگاؤں گا؟'

خاوندوں نے کہا: 'اس کے لیے بھی تجھ پر پابندی عائد نہیں کی جا رہی ہے۔'

'چاہے اس میں سے ہو کر جو تم نے لگایا ہے میں اپنی کاشت تک نہ پہنچ سکوں اور وہاں سے اپنے دروازے تک؟'

'ہاں وہ راستہ اس بڑی زمین کے خاوند کا حق ہے۔ اسے بچانے کے لیے اسے سب کچھ کرنے کا حق ہے اور یہ تجھ پر ظلم نہیں ہے۔ جنھوں نے یہ زمین اس خاوند کو دی ہے اور اس پر بسایا ہے وہ اس پر اس کا حق تسلیم کرتے ہیں... اس کے ایک ایک سینٹی میٹر پر۔ تیرا نہیں۔ تو بس یہاں کہیں سے آ گیا ہے، پہلے تو یہاں نہیں تھا۔

'کیونکہ وہ بڑا فارم اس نے بنایا ہے، تو نے نہیں۔ اس کی حفاظت صحیح طرح ہوئی یا نہیں اس کے لیے ان طاقتور قوموں کے عوام اپنے حاکموں سے باز پرس کریں گے۔ انھوں نے ہی انھیں چنا ہے اور

---

[1] انگور اور کیلے۔

وہ جمہوریت کے پجاری ہیں۔تو جانتا ہے جمہوریت سے بڑھ کر کوئی اور عادل سیاسی شریعت نہیں ہے۔ عوام کا کام تھا حاکموں کو چننا thru a just and fair election وہ انھوں نے کیا اب وہ سکون سے بیٹھے ہیں۔انھیں اپنے نالہ وشیون سے تنگ مت کر۔'

'پہلے کھاتے پیتے، ملٹری طاقت سے چور حکام اپنے عوام کو باور کرتے ہیں، کم کھاتے پیتے کمزور ملکوں کے عوام کی دشا کیا ہے۔

'پھر الیکشن ان کمزور کم کھاتے پیتے ملکوں کی مدد کی بنیاد پر لڑے جاتے ہیں کہ انھیں حفاظت پہنچائی جائے گی۔

'اس کے بعد الیکشن سے وجود میں آنے والی حکومت سے عوام توقع رکھتے ہیں وہ اعانت اور حفاظت وہاں پہنچ رہی ہیں اور اگلے الیکشن تک گہری نیند میں چلے جاتے ہیں۔ساری بات اتنی آسان ہے۔'

'امریکی عوام کو باور کرایا گیا جو پہلے فلسطین تھا وہاں مغرب کے ستم کشیدہ یہود پر ظلم ہو رہا ہے۔ امریکی عوام نے اپنی حکومت کی بات کا اعتبار کیا اور کہا'' تو دل کھول کر ان کی مدد کرو'' اور سمجھے جرمنی، فرانس، روس وغیرہ کے لوگ ہی وہاں بھی یہ کام کر رہے ہیں۔یعنی فلسطینی، سواستکا والے فاشسٹ ہیں۔ پھر ان کا حق کیسا!'

'بار بار اپنا راستہ طلب مت کر کیونکہ وہ راستہ جو بڑی زمین کے خاوند نے بنایا اس میں سے کب تیرا راستہ تیری زمین تک جاتا تھا۔'

کسان نے بیوی اور بچوں کے ساتھ مل کر فیصلہ کیا'' کچھ عرصہ کے لیے یہاں سے چلے جاتے ہیں کیونکہ ہر ظلم کبھی نہ کبھی انت کو پہنچتا ہے اور ایک دن انھیں اپنے ظلم کا شعور آئے گا اور جب ہم لوٹ کر آئیں گے۔اگلی فصل بونے تک... یہ سڑک غائب ہو چکی ہوگی۔''

بیوی نے کہا:''یا سب کے لیے ہوگی'' وہ نرم دل تھی۔

وہ مورکھ وہاں سے چلے گئے۔راستے میں ایک فرشتے نے ان سے بات کی اور ساری بات سمجھ کر کہا:'یہ تم نے کیا کیا؟ یہی تو وہ چاہتے تھے۔'

'کیا؟'

'جب تم واپس لوٹو گے تو دیکھنا کیا ہوا۔'

انھیں وہ فرشتہ عجیب سا لگا۔ پھر بھی وہ شہر کی طرف چلے گئے۔ وہاں بھی سب نے یہی کہا،'یہ کیا

کیا۔فوراًواپس جاؤ۔'

وہ واپس گئے تو پتا چلا نہ ان کا گھر وہاں تھا نہ کھیت اور باغ کا کوئی نشان۔

پوچھنے پر ایک اسرائیلی افسر نے بتایا: 'وہ تو بے مالک کی جائیداد تھا (unclaimed property) جس تاریخ کی تم بات کر رہے ہو اس کے اگلے دن وہ بڑے فارمر کو مل گئی۔'

اس کے ساتھ ہی اس سڑک کی بھی ضرورت نہیں رہی جسے ریزر شارپ تاروں اور ان میں دوڑتی ہوئی بجلی سے محفوظ کیا گیا تھا۔

مینڈک

آج پھر ہسپتال میں ہلچل ہے۔ کچن کی ہر چیز میں مینڈک ہیں۔ میرے بیڈ کے برابر کی ٹیبل پر رکھے ہوئے جگ میں بھی پھدک رہے ہیں اور ایک اتنی زور سے اچھلا کہ سیدھا میرے ہونٹوں پر آ کر گرا اور اگلے ہی لمحے اپنے منہ میں مجھے احساس ہوا... اُق، یہ وہ مینڈک بھی نہیں ہیں جن کی روسٹ کی ہوئی رانیں مجھے پسند ہیں۔ بدشکل ترین مینڈک، ٹوڈ (toads) سے ملتے جلتے اس عذاب کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ ان کی کڑوی کھال کی وجہ سے نہ انھیں بلّی کھاتی ہے نہ کتے۔ کاش ازرے ایئل کا خدا کھائے جانے والے مینڈکوں کی بارش کرتا!

جونرس گیارہ بجے میرے ہونٹوں کو خشک دیکھ کر ان میں پانی چوانے آئی تھی سب سے پہلے اس نے چیخ ماری تھی: 'جگ میں مینڈک تیر رہے ہیں اور فیڈر میں ٹیڈپول (مینڈک کے بچے) ہیں جن سے اس کی نالی بلاک ہوگئی ہے۔'

'واٹ دی ہیل، کہتا ہوا ڈاکٹر لیوی (Dr.Levy) بھاگ کر میرے بستر تک پہنچا۔ اس دن بھی وہی آیا تھا جس دن پورے ملک پر سیاہ بادل چھا گئے تھے... ''الغمام'' اور ازرے ایلی کہہ رہے تھے کہ یہ یہووا کا قہر تو نہیں۔

ایک آواز: 'اس دن بھی جب ہر چیز میں لوگوں کی بنیانوں اور انڈرویئرز میں اور عورتوں کی بریزئرز میں ٹڈیاں تھیں۔'

ایرک: تین دن اور تین راتیں ای ای جی مشین یہی ریکارڈ کرتی رہی ہے کہ جنرل سو رہا ہے۔ جھوٹی کہیں کی۔ میں اس تمام مدت میں ایک پل کو نہیں سویا ہوں۔

آواز: ’کیسے سو سکتا تھا جب نئے منظور شدہ پلان کے مطابق اس کے لوگوں کے لیے مکان بنانے کی غرض سے عربوں کے orchards (باغ) کی زمین کو بُل ڈوزر سے صاف کیا جا رہا تھا اور زیتون اور انجیر کے پیڑوں کے جڑ سے اکھڑنے کا مستقل شور بپا تھا۔

ایرک: اور لکڑی کے ٹوٹنے کی چرچراہٹ میرے کانوں اور دماغ کے پردوں سے ٹکراتی رہی ہے۔ مٹی اٹھانے والا ڈمپر اب ایک عرب کے باغ میں داخل ہوتا ہے، اب دوسرے کے۔

آواز: ’اور بغیر کچھ کہے مٹی اکھاڑنے لگتا ہے۔‘

ایرک: وہ کس سے کہے اور کیسے کہ کیا کرنے جا رہا ہے۔ وہ عربی جانتے ہوئے بھی عربی میں ان سے بات نہیں کرتا ہے اور عرب لاکھ یدش جانتے ہوں ہمارے نزدیک نہیں جانتے ہیں اس لیے یدش میں انھیں کچھ بتانا بے سود ہے۔

آواز: ’یہ تمھارا جینے کا طریقہ ہے، modus vivandi ’’ہم تمھاری بات نہیں سمجھتے تم ہماری بات نہیں سمجھو گے اس لیے جو جی چاہے ہم کریں۔‘‘

ایرک: ڈمپر دیکھ کر انھیں سمجھ جانا چاہیے کہ کھیت اور باغ کھودے جائیں گے۔

آواز: اور بل ڈوزر کو دیکھ کر کہ ’’اب ہمارے گھر ڈھائے جائیں گے۔‘‘

ایرک: پہلے زیتون کے پیڑوں کے چرچرانے پر جب زمین ان کی جڑوں کو چھوڑ دیتی تھی وہ سین اور آوازیں مجھے مسحور کر لیتی تھیں اب کان اور دماغ کے پردوں پر ببول کے کانٹوں کی طرح چبھ رہی ہیں۔

یہ باغ اور کھیت ہیں ان کے کس کام کے۔ بیچ میں سڑک آ جانے سے ان کے پک اَپ اور ٹرک نہ مرچ اور ٹماٹر منڈی لے جا سکتے ہیں، نہ پھل۔ کفار ملال میں جیسے ہمارے پھل اور ہماری ترکاریاں سڑتی تھیں ان کے پھل ان کی سبزیاں بھی سڑنے کے لیے پیدا ہوتی ہیں۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کے گھر اور باغ کے بیچ میں حد بندی کی لائن آ گئی ہے، اسے پار کر کے وہ گھر سے کھیت کو نہیں جا سکتے تو اس زراعت کا کیا فائدہ! ان بدبخت، کاہل، عقل سے محروم فلسطینی عربوں کے لیے یہی بہتر ہے اس زمین سے جو یہوواہ نے بنی اسرائیل کو دی ہے جتنی جلد ممکن ہو نکل جائیں۔

آوازیں آپس میں: ’سفید مغرب کے عوام ہمیشہ تو نہیں سوتے رہیں گے۔ ایک دن درختوں کے چرچرانے عربوں کے در و دیواروں کے گرائے جانے اور اسرائیلی گولیوں سے دم توڑنے کی آوازوں سے ان کی طویل نیند ٹوٹ جائے گی اور انھیں پتا پڑے گا سیاسی مصلحت کی نیند کی گولی سے انھیں اتنے

سال بے موقع سلایا گیا اور وہ خود اپنے کو کوسیں گے۔'

ایرک: ان تین دنوں میں میں ان کی عورتوں کا نالہ وشیون سنتا رہا ہوں... دن کی روشنی میں بھی اور رات کے اندھیرے میں بھی اور جب ان کی آواز رکتی ہے تو بل ڈوزر اور ڈمپرز کی آواز شروع ہوجاتی ہے۔ باغوں کے پاس کی دیواریں اور چھتیں ملبا بنتی جارہی ہیں۔
اس مخلوق کے مکان، ہسپتال، سکول بنانے اور کھیتی باڑی کے طریقے پچھلے وقتوں کے ہیں۔ ہم سب کچھ سائنٹفک طریقے سے کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں زمین اپنا بہترین روپ نہیں دکھا سکتی ہے، ہمارے ہاتھوں میں سونا اگاتی ہے۔ پھر قدرت کے قانون کے تحت زمین کس کی ہوئی؟ یہ ہماری رعایت ہے کہ اب بھی ان کے ہاتھوں اپنی زمین کے ایک حصے کو اجاڑ ہونے دے رہے ہیں۔ انھیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ انھیں یہاں سے نکلنا پڑے گا۔

مجھے لگا کوئی دومنزلہ عمارت میرے سر پر گری ہے۔
خداوند یہووا تو مجھے کیوں ڈراتا ہے۔ تو جانتا ہے میں جتنا آلِ یعقوب ہوں... ازرے ائیل، عبداللہ۔ تیرے احکامات ایک طرف، تو کیوں میری عزت نہیں کرتا ہے۔

خداوند جو ممنوعہ اشیا ہیں وہ آخر کس لیے ہیں؟ میں پیتا ہوں۔ کوشر، غیر کوشر دونوں طرح کا گوشت کھاتا ہوں۔ ناشتے میں تلے ہوئے انڈوں کے ساتھ بیکن یا بلیک پڈنگ میری غذا ہے۔ اس سب کا مجھے اعتراف ہے کہ موسیٰؑ کی شریعت کے خلاف میرا یہ کھانا پینا ہے لیکن اتنا تو غور کر کہ مجھے سفید مربیوں میں مل جل کر رہنا ہے، مسلمز کی طرح نہیں کہ یہ حلال ہے یہ حرام۔ اکثریت میں ضم ہوکر رہنے میں زندگی ہے، یہ ہمیں وقت نے سکھایا ہے۔ افسوس ہے ہمارے احبار اتنی چھوٹی سی بات کو نہیں سمجھ سکتے۔ پھر اپنا جالوت کا جثہ قائم رکھنے کے لیے یہ کھانا پینا میرے لیے ضروری ہے ورنہ یہ خانہ بدوش مجھ سے ڈریں گے؟

احبار اور ان کے پیچھے چلنے والوں نے سنیچر کے دن کام کرنے کو گناہِ عظیم سمجھ رکھا ہے، نہ خود کام کرتے ہیں نہ دوسروں کو کام کرنے دیتے ہیں لیکن سبت کے دن کام بند کر کے توریت پڑھتے رہنے سے انھوں نے کیا حاصل کیا؟ شیکسپیئر اور واگنر جیسوں کا پیدا ہونا روک سکے! ہاہا۔ میں سنیچر کو ان مسلم تک

سے زیادہ کام کرتا ہوں اور زیادہ کھاتا ہوں تاکہ فلسطینی میرا جالوت کا جثہ دیکھ کر ڈریں۔اسے میں نے ہر طرح کے گوشت، آنتوں پر کی چربی، سوٗر کے خون کی پڈنگ، تلی، کلیجی اور مینگ ادبدا کر کھا کر اور جن کی بوتلیں کی بوتلیں چڑھا کر بنایا ہے اور جیسا ہوں اگر دوبارہ زندہ ہونا ہے تو اسی جثے میں اٹھ کر مجھے ملٹری سیلوٹ کروں گا۔I am Goliath

میں فرمان جاری کرنے جارہا تھا کہ تمام فلسطینی، سوری عرب وہ مسلمان ہوں یا عیسائی یا کچھ اور یہ ملک چھوڑ کر کہیں نکل جائیں، جہاں ان کے سینگ سمائیں اور اگر خود ان کے عرب ممالک انھیں لینے کے لیے تیار نہیں ہیں تو غزہ کے ساحل پر جمع ہوں اور بحیرہ روم میں جا سمائیں۔ہم اس میں ان کے کام آئیں گے۔

آوازیں: 'بلکہ یہ کام تو اپنی توپوں سے بلا اجرت کرانے پر تیار ہوگا۔'

ایرک: ہمیں اٹلی والوں سے بھی ایک دن اپنا سکور برابر کرنا ہے جنھوں نے ہمارے معبد کو ڈھایا تھا۔

پوپ انھیں بچا نہیں سکے گا نہ وہ قسطنطنیہ کا سیاہ جبّے والا گرینڈ پاپا۔

بابل (Babylon) تک ازرے ائیل کو پھیلنا ہے اور نیل تک۔ایک دن وہاں ہمارے دشمنوں کی ہڈیاں اور مٹی ہمارے پیروں تلے ہوں گی اور اس مٹی سے ہم سونا اگائیں گے جو کام وہاں کے جاہل کم عقل کبھی نہیں کر سکیں گے۔

آواز: 'لیکن ایک یہ ہی اپنی ذات میں اسرائیل نہیں ہے دوسرے بھی ہیں جو اپنے گھر میں مینڈک نہیں دیکھ رہے ہیں۔انھیں صاف پانی مل رہا ہے۔وہ سب اس کے ساتھ نہیں ہیں وہ گھروں میں بیٹھے کچھ کر رہے ہیں، یہ نہیں کہ اس کے ساتھ سمندر تک عربوں کا پیچھا کر رہے ہیں۔ان کے گھروں میں نہ مینڈک برس رہے ہیں نہ ٹڈیاں انھیں ستا رہی ہیں۔وہ یہود ہیں، زائیونسٹ نہیں۔'

ایرک: لیکن یہ کیا جو موسیٰ میرے دماغ میں چل رہی ہے اس میں یہ میرے ستانے والے قلزم کے کنارے پہنچے، رکے اور سمندر نے بیچ میں سے پھٹ کر ان کے، ان عربوں کے لیے خشک کوریڈور بنا دیا۔اب ببلکل (Biblical) سکرین پلے کے مطابق مجھے ان کے تعاقب میں گھوڑا ڈالنا ہے۔اسی شان سے جو امریکی ویکلی نے اپنے سرورق پر دکھایا تھا اور جس جس نے اسے دیکھا وہ کہہ رہے تھے: ''یہ کیا ایک بُل ڈوزر گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھا ہے۔''

واٹ نان سینس! یہ تو رول کا الٹ ہے۔قابیل نے ہابیل کو مارا تھا یا ہابیل نے قابیل کو؟ میں ہابیل ہوں یا قابیل؟ نہیں میں نے اپنی پسند سے اس ڈرامے میں قابیل کا رول لیا ہے یہ ہابیل ہیں:

destined to be killed[1] میں ان کے ساتھ ہوں جو سمندر کے پانی کی دو دیواروں کے بیچ میں سے پار نکل جائیں گے۔فرعون کے لاؤلشکر میں مجھے میں نظر نہیں آ رہا ہوں۔

دنیا کے اس تھیٹر میں نہ کوئی ابدی ازلی مظلوم ہے، نہ ابدی ازلی ظالم۔ رول بدلتے رہتے ہیں۔ فائدے میں وہ رہتا ہے جو اپنا اور صورتِ حال کا مستقل جائزہ لیتا رہتا ہے اور اس محاسبے کی پتوار سے صحیح دھارا پر خود کو بھی رکھتا ہے اور جو اس کے پیچھے چل رہے ان کو بھی۔

آواز: 'یہ کہاں اس بھید کو سمجھے گا، بل ڈوزر لوہے کا ہوتا ہے کہ ملائم مغز اور اعصاب کا! وہ صرف اپنی طاقت اور اپنے تئیں کبھی دغا نہ دینے والی مکینیکل پرفیکشن کے زور پر چلتا ہے۔'

آواز: 'دکھ تو یہی ہے ایک بار پھر اس قوم کے دانشوروں نے اپنے پرفیکٹ جمع تفریق کی بنیاد پر اپنی قوم کو وقت کے اس صحرا میں پہنچا دیا ہے جہاں انھوں نے اس کے لیے طاقت کی آگ میں پگھلا کر سونے کا بچھڑا کھڑا کر دیا ہے اور جب ہوا زوروں سے چلتی ہے اور اس بچھڑے کے منہ سے بھیانک آوازیں نکلتی ہیں تو آل یعقوب ایمان لے آتے ہیں کہ یہ خدا کی آواز ہے: یہووا ان سے مخاطب ہے اور ایسی کوئی قوم دنیا میں نہیں ہے جس سے یہووا براہِ راست بات کرتا ہو۔ افضل ترین قوم۔'

آواز: 'ہاں۔ اس کے بعد کیا آنے والا ہے اس کی انھیں پروا نہیں ہے: چالیس برس یا چار سو سال صحرا میں بھٹکنا، کوئی اور پوگروم، ہولوکاسٹ یا ملک خالی کر جانے کا حکم لیکن کاش وقت نہ آئے کہ اس میں گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جائیں گے۔'

آوازیں (ایک ساتھ): 'اب کون اسے سمجھائے تمھاری عافیت اپنے خون کو بےمیل رکھنے میں ہے جس کے لیے چاروں طرف سے بند لق و دق کمرہ تم نے چُنا ہے یا کھلی ہوا میں تمام قوموں کے ساتھ یہووا کے بنائے ہوئے پانی کو پینے اور اس کی بنائی ہوا میں سانس لینے میں؟

زندگی کی آپریشن ٹیبل پر جو خون ایک رنگ و نسل والے کا دوسری غیر نسل و رنگ والے کو دیا جا سکتا ہے / دیا جاتا ہے اس میں بلڈ گروپ اور کچھ فیکٹرز ٹیسٹ کیے جاتے ہیں اور بس... سفید، سیاہ، تانبے جیسا رنگ اور پیلی کھال کا نہ کوئی علیحدہ فیکٹر ہوتا ہے نہ گروپ۔ سب کا خون سب کو دیا جا سکتا ہے اور جب مریض بچ جاتا ہے اور اسے بتایا جائے تمھارا محسن ایک غیر قوم والا تھا تب اسے اعتراف ہوتا ہے وہ

---

[1] قتل ہونا ان کا مقدر ہے۔

جان بچانے والا خون بھی اتنا ہی مقدس تھا اتنا ہی پاک جتنا اس کے ماں باپ کا۔'

میری آنکھ لگ گئی تھی۔ نرس کی انگلیوں نے میرے پپوٹوں کو ابھی وا کیا تھا۔ بڑا اچھا لگا۔ صبح سے آوازوں کی جو بک بک جھک جھک لگی تھی ختم ہوئی۔ ہیلو یہووا! کیسے ہو؟ میرا زندگی سے رہائی کا وقت ابھی نہیں آیا ہے؟ کب آئے گا؟ میں بدلا نہیں ہوں۔ میرا سبت پر ایمان نہیں ہے، ایمان اس شکر گزار کی شراب کے اس پیگ پر ہے جو سبت کے استقبال میں اس سے قبل کی شام پینے کو ملے۔ آخر ہر رسم کا منکر تو نہیں ہو سکتا ہوں۔

یہووا تو کہتا ہے جب سبت اور گوشت کے کوشر کیے جانے کو نہیں مانتا ہوں تو ازرے ائیل (عبداللہ) کے نام پر علیحدہ ملک بنانے کی کیا ضرورت تھی؟

مائی ڈیئر یہووا یہ ملک تیرے نام کی حفاظت کی خاطر وجود میں نہیں لایا گیا ہے۔ یہ جواب ہے اس خون کے بے دریغ بہائے جانے کا جس سے یورپ کے ہر ملک کی زمین صدیوں رنگی گئی ہے۔ وہاں کے لوگ ہمیں سود خور، اپنی عورتوں لڑکیوں کے دلال، کونے کھدروں میں رہنے والے کیڑے کہتے تھے (Pimps of our daughters and wives) اور یہ اس وقت سے تھا جب ایک بادشاہ نے فرمان جاری کیا تھا کہ ہمارے نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کر دیا جایا کرے اور لڑکیاں بڑی ہونے دی جائیں یہاں تک کہ وہ کمفرٹ گرلز (لذت فراہم کرنے والیوں) کا کام انجام دینے لائق بن جائیں۔

یہ ملک اس خون پر سے سستے کا لیبل اتار کر سب سے قیمتی کا لیبل لگانے کے لیے بنا ہے۔

پھر دیواریں گر رہی ہیں۔ بلڈوزر چلنے کی آواز جیسے ہسپتال کے اندر گونج رہی ہے۔ بچوں کے رونے کی آوازیں بھی ہیں اور ان کی ماؤں کی چیخیں بھی۔ کیا سب کچھ مجھے ستانے کے لیے ہسپتال کے اندر کیا جا رہا ہے۔

ایک بڑا دھماکا ہوا۔ کیا کنگ ڈیوڈ ہوٹل کی چھتیں زمین پر آ رہی ہیں اور دیواریں گر رہی ہیں؟ وہ موٹی آواز برٹش مارشل ایلن بی کی ہے۔

شاید سوئس کاؤنٹ فولک برناڈوٹ کچھ کہہ رہا ہے جسے صلح صفائی کے لیے یہاں بھیجا گیا ہے۔ Hell, no! اسے تو ہم نے 1948ء میں دوسری دنیا میں پہنچا دیا تھا، وہ یہاں کہاں سے آ گیا۔ شاید اس کی بھٹکتی ہوئی روح مجھے دیکھنے آئی ہے۔

ہسپتال کے ساؤنڈ پروف کرنے کا کیا فائدہ جب دماغ کے اندر کا شور نہیں دبایا جا سکتا ہے۔

پہلوٹی کے بچے

یہ صبح صبح کمرے میں شور کیا ہے؟ یا آج میں شور کو دماغ میں لیے ہوئے جاگا ہوں؟ میرا خیال تھا کمرے میں اور کوئی نہیں ہے لیکن مجھے ستانے والی ایک آواز نے کہا: 'تمھارا جسم سارے کا سارا مر چکا ہے، صرف دماغی موت نہیں ہوئی ہے اور شور کہاں ہوتا۔'

نجانے دماغی موت کب ہوگی۔

ابھی ایک عرب عورت کی سسکی بھری آواز نے کہا: 'آج جمعہ ہے... 19 اپریل 1948ء'

اتنا بڑا جھوٹ! چار جنوری 2006ء کو میرے دماغ کی آرٹری پھٹی تھی اور 28 مئی کو مجھے ہدسہ ہاسپٹل کے Intensive Care Unit[1] میں شفٹ کیا گیا تھا اور یہ عورت کہہ رہی ہے آج 19 اپریل 1948ء ہے۔ کیا کیلنڈر الٹا چل پڑا ہے؟ آوازوں کا کورس پھر شروع ہو گیا ہے: کچھ عرب، کچھ یدش۔

میکسم حبیبی: 'وہ موزیلم فلسطینی پلے رائٹ جو شاید الجزائر میں چھپا بیٹھا ہے یا رباط مراکش میں ابھی کہہ رہا تھا: 'ابھی یہ عرب سرزمین برطانیہ کے عارضی[2] انتظامیہ قبضے میں ہے، تمھیں ملی نہیں اور تم جو روس، ہنگری، پولینڈ نجانے کہاں کہاں سے بھاگ کر یہاں پناہ لینے آتے تھے آتے ہی اس کے مالک بن بیٹھے۔'

---

① انتہائی میڈیکل نگہداشت کا یونٹ۔

② Mandate

'ہم نے زمین برطانیہ کے پاس گروی کب رکھی تھی جو وہ چھڑانے کا وقت گزر جانے پر اسے نیلام کرنے لگا۔'

اور اس دوسری آواز کو بھی میں پہچانتا ہوں جرنلسٹ الیاس کی ہے۔ وہ کہہ رہی ہے: 'زیادہ صحیح یہ ہے میکسم ہم نے یہ زمین برطانیہ کے ہاتھ بیچی کب تھی جو اس نے اسے دوسرے کو دان کر دیا۔'

بے وقوف کہیں کے۔ ان دونوں دانشمندوں کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ ان کی قوم کے بیشتر افراد کا ایمان واثق تھا ''فلسطین برطانیہ کی تحویل میں دیا گیا ہے اور برطانیہ اصولوں کا ملک ہے، زمین اس کی تحویل میں محفوظ ہے، جس کی ہے اسے ملے گی ورنہ جو یہاں اس کام پر مامور ہیں کل لندن میں کیا جواب دیں گے کہ ملک کو ہاگنا، اسٹرن اور اِرگن [1] کے حوالے کر کے چلے آئے کہ وہ گاؤں کے گاؤں اجاڑ دیں!'' یہ ان کا کہنا ہے میرا نہیں۔

مجھے یہ اذیت دینے والے کیا کیا سنواریں گے۔ ہونہ ہو یہ امریکی کیو، کلکس، کلان [2] والے دہشت گرد ہیں جنھیں ہمارے مخالف ٹریڈ یونین والوں نے کرائے پر یہاں بلایا ہے کہ آؤ اور اس موٹی لاش کو جی بھر کر ستاؤ جس کے دماغ میں ابھی جان باقی ہے۔

اب جو مجھے نظر آ رہا ہے ایک عورت ہے جس کی قمیص پھٹی ہوئی ہے۔ ایک کندھا ننگا ہے اور اس کے نیچے وہ جگہ ہے جہاں سے خون بہہ رہا ہے۔ عورت کے جسم کا وہ خوبصورت حصہ کاٹ کر نیچے گرا دیا گیا ہے۔ اب وہ اپنے بچوں سے باتیں کرنے لگی:

'یہ دیر یلیس ہے، تمھارا گاؤں، اسی نئی چوڑی سڑک پر جو تل ابیب کو یروشلم سے ملاتی ہے۔ اسی سڑک کو بنانے کے لیے تمھارے گاؤں کو مٹایا گیا تھا۔ اجاڑا نہیں گیا تھا، مٹایا گیا تھا۔

'پروگرام کے تحت اس جگہ کو ایئر فیلڈ بننا تھا یہودی یروشلم کی کمک کے لیے۔'

بیچ بیچ میں وہ اپنے لفظوں کے حملے مجھ پر کرتی جاتی ہے۔

'بھول گئے؟ مینا چم بیگن [3] کے دہشت گردوں نے غافل فلسطینیوں کے گاؤں کو گھیر لیا ہے۔ عربوں کے ایک سو چوالیس گھروں کے ساڑھے سات سو بسنے والوں کو ڈیڑھ لاکھ زائیون کے پرستار

---

① ارگن، ہاگنا، اسٹرن: مسلح زائیونسٹ، خفیہ دہشت پسند گروپس۔ برطانوی فوج کے ٹرین کیے ہوئے۔

② Ku Klux Klan

③ Menachim Begin اسرائیل کا چھٹا وزیر اعظم۔

آلِ یعقوب ختم کرنے پر تلے ہیں۔'

دور سے مجھے خود اپنی آواز سنائی دیتی ہے: ''مگر مجھ پر اس کی ذمے داری کیسے آتی ہے، تب میں ایک ناتجربہ کار معمولی سپاہی تھا... فوج کا خام مال۔ بیس سال کا ایک لوڈیڈ رائفل کی طرح بارود سے بھرا ہوا۔ وہ رات مجھے یاد ہے: دیریاسین کے عرب غافل سو رہے تھے جب میناچم بگین نے... وہ اِرگن اور اسٹرن پیراملٹری فورس کا کمانڈر تھا... انھیں گاؤں خالی کر جانے کے لیے پندرہ منٹ دیے تھے، ان کی زندگی کے سب سے قیمتی پندرہ منٹ۔

اب بھی مجھے اس عرب کی بات یاد آتی ہے جو اپنے جگانے والے سے کہہ رہا تھا: ''اتنی جلدی کیا ہے، چلتا ہوں، تمھارے ساتھ، مجھے تیار تو ہو لینے دو۔'' جگانے والا پولینڈ سے آ کر وہاں نیا نیا بسا تھا۔ اتنے کم عقل، اتنے بے خبر! ایسوں کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا جو اس رات ہوا۔

مگر یہ خود اپنی آواز کا دور سے آنا مجھے پاگل کر رہا ہے۔ ساتھ میں مستقل ڈائنامائٹ کی آوازیں آ رہی ہیں۔ اس کے لیے ہمیں الفریڈ نوبیل کا تاعمر شکرگزار ہونا چاہیے۔ کتنا اچھا تحفہ ہمیں دے گیا۔ خود اسے نوبیل پیس پرائز [1] ملنا چاہیے۔

ڈائنامائیٹ کے دھاکوں سے میرے کمرے کی ساکت تصویروں میں جان پڑ جاتی ہے۔ چہاردہ سال کی عمر سے میں اس دل خوش کن آواز پر پل رہا ہوں۔ کچھ دن نہ سنوں تو دل و دماغ پر مردنی چھانے لگتی ہے۔ توپوں، رائفلوں، ہوائی جہازوں سے گولیوں کی بوچھاڑ کی آوازیں اس کمرے میں سنوانے کا انتظام کر کے یہ ایک نیکی کا کام میرے ستانے والوں نے کیا ہے۔

دیریٓس کے مکانوں کی چھتیں لگتا ہے ڈائنامائیٹ سے ہوا میں اڑتی ہیں، پھر نیچے گرتی ہیں۔ What a lovely scene [2] ایسے موقع پر وہ زوال میرے دماغ اور دل پر سے اترنے لگتا ہے جو ان دنوں میں نے اپنے ماں باپ کے چہرے پر دیکھا تھا جب میں پانچ سال کا تھا اور ہماری کوآپریٹو نے انھیں لوکل ہیلتھ فنڈ سے خارج کر دیا تھا اور جو کچھ بھی ظلم انھیں خود اپنوں کے ہاتھوں سہنے پڑ رہے تھے۔

ویرا اور شموئل، میرے ماں باپ، ان کے اترے ہوئے چہرے دیکھ کر غیظ و غضب کی آندھی مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیتی تھی اور اس کی ہوا میرے لیے جھلسانے والی ہوتی تھی۔ میں چاہتا تھا ان

---

① Nobel Peace Prize، امنِ عالم کا انعام۔

② کیا خوبصورت سین ہے۔

سب کو جلا ڈالوں جو کوآپریٹو کو چلا رہے تھے لیکن تب نہ میری پہنچ کسی ہینڈ گرینیڈ تک تھی نہ شاٹ گن تک ورنہ دو ایک تو ضرور ہی ختم کر دیتا یا اپنے آپ کو۔ سوچتا ہوں کیا ایڈولف کا بھی بچپن اور لڑکپن میرے جیسا تھا؟ اس نے کس کا بدلہ دنیا سے لیا تھا؟

دیواروں اور چھتوں کے گرنے کی آوازیں رک گئیں۔ شاید اب مجھے نیند آ جائے مگر اس کے لیے کوئی ایکسٹرا اسٹرونگ ہپنوٹک مجھے چاہیے۔ مورفین، ہیروئن یا کوئی اسی فیصد ہارڈ ڈرنک مگر یہ اُسے کیوں مجھے دینے لگے۔ چاہیں تو وہسکی یا برانڈی فیڈنگ ٹیوب سے دے سکتے ہیں۔ That would be great[۱] مجھے وہ ہپنوٹک چاہیے جس کی رسائی دماغ اور دل کے اندر کی گہرائی تک ہو۔

ابھی ایک آواز نے پوچھا: 'ضمیر تک نہیں؟'

ایرک: ضمیر ایک تصور کے سوا کیا ہے! کاش کہنے والا میرا جواب سن سکے؟

لو اب عورتوں اور بچوں کے رونے بلبلانے کی آوازیں شروع ہو گئیں۔

'اِرگن اور اسٹرن کی سپاہ عرب گھروں میں گھس کر ان فلسطینی چوہوں اور چھچھوندروں کے جنسی اعضا قلم کر رہی ہے۔' ایک پولش آواز نے ابھی ابھی اپنے ساتھی سے کہا ہے۔

ایک یہودی سپاہی کی آواز: 'اس قتلِ عام کو روکو۔' بیچ میں میکسم جیبی بول اٹھا: 'ایک بار شروع ہو جائے تو بڑھتے ہوئے لذت کے جوار کی طرح درندگی کے جوار کو بھی انتہا تک پہنچنے سے پہلے نہیں روکا جا سکتا ہے۔'

یہ ایک برٹش یہودی آواز ہے: 'you are damn right'[۲]

'There is erotic pleasure in cutting off breasts and male genitalia'[۳]

دوسری آواز: 'تم ڈاکٹر ہو، تم دہرا لطف لے سکتے ہو کاٹنے کا اور اسے بیان کرنے کا کہ کیا کاٹا۔'

'عورتوں کے ڈیلیوری رومز[۴] کو ہم بندوق کے کندوں اور اپنے ملٹری بوٹس سے کچل رہے

---

① اس کا جواب نہیں ہوگا۔

② تیری بات بالکل صحیح ہے۔

③ تھن اور مرد کے جنسی اعضا کو کاٹنے میں بھی لذت ہے۔

④ رحم

ہیں۔ اب کہاں سے ان کے حریت پسند پیدا ہوں گے'... پولش آواز میں قہقہہ ہے۔ 'اب تک ان چوہوں کی دوسو پچاس چوہیاں اور بچے ختم ہو چکے ہیں۔ اب جب یروشلم ہمیں ملے گا تو ان سے ہمیں خطرہ نہیں ہوگا۔ نہ پنیر اور روٹی کُتر جائیں گے، نہ کتابیں۔'

ایرک: ہیں؟ یہ اس بوڑھے عرب کی آواز کہاں سے آنے لگی؟

آواز: 'یہ نئے یہودی تو ہمارے اپنے یہودیوں کے ساتھ مل کر رہ رہے تھے، ہمارے پڑوسیوں کی طرح، لبن اور خُبز [1] میں ہمارے شریک اور ہمیں گمان تک نہ تھا ان کے دماغوں میں اتنی نفرت بھری ہے!'

ایرک: یہ بوڑھا عرب کیسے زندہ ہو گیا۔ اسے تو خود میں نے اس رات رائفل سے ختم کیا تھا اور جب وہ گر رہا تھا رائفل کا کُندا مار کر کنوئیں میں گرایا تھا۔

I was then a callow youth of twenty and had lava flowing in my arteries, not cold blood.[2]

مجھے ڈیئر اولڈ ایڈولف ہٹلر کسی دور کے رشتے سے اپنا چچا لگتا ہے۔ مجھے اس سے نفرت نہیں ہے۔

ایک امریکی یہودی کی آواز مجھ سے کہتی ہے: 'This is a preemptive manouvre'[3]

مجھے اس کا چہرہ اتنے نزدیک بُرا لگ رہا ہے، اس کی ناک میں سے چوہا جھانک رہا ہے اور منہ سے بہتی ہوئی رال کو وہ اپنے کندھے سے پونچھ رہا ہے۔

مارگالت اور لِلی کے بیچ کی دیوار پر لکھا آ رہا ہے: 254، ان میں 137 عورتیں ہیں اور ان عورتوں میں سے 52 مائیں، 25 حاملہ۔

اس کے نیچے عبارت ہے: اب دنیا کو سمجھ آئے گی یہودیوں کا قتل نازیوں کے ہاتھ کیسے ہوا تھا۔ وہ کوئی کہانی نہیں ہے، جو آج ہوا ہے اسی کی طرح حقیقت تھی۔

مینا چم بیگن کی آواز: 'دیر یاسین کے بعد یہودی سپاہ عرب فلسطین کو حیفہ تک اس طرح کاٹتی چلی گئی جیسے چھری مکھن کو۔ عرب انتہائے خوف میں دیر یاسین، ہائے دیر یاسین چلّاتے ہوئے اپنے گھر

---

① دودھ اور روٹی۔

② اس وقت میں بیس سال کا الل بچھیرا تھا اور میری شریانوں میں لاوا بہتا تھا، خون نہیں۔

③ یہ جنگی پیش بندی ہے۔

چھوڑ کر بھاگنے لگے۔'

میں چیخ کر کہنا چاہتا ہوں: 'مگر یہ سب مجھے کیوں دکھایا جا رہا ہے۔'

اور جو میں کہنا چاہتا تھا اسے بھی میری ان ستانے والی آوازوں نے سن لیا۔ ایک کہتی ہے: 'اس لیے کہ اس بھیانک رات سے تمھارا گہرا نفسیاتی تعلق ہے۔'

دوسری کہتی ہے: 'میزبان کو مہمان کے گزند پہنچانے کی رات تم اسے بھلا سکو گے۔'

ایرک: میناچم بیگن جو اِرگن اور اسٹرن کا کمانڈر تھا اور ہمارا چھٹا وزیر اعظم بنا کہہ رہا ہے: 'حقیقت میں یہ شروعات تھی چار سو فلسطینی گاؤں کو مٹانے کی اور سات لاکھ کو یہاں سے نکالنے کی، جائیں دوسرے ملکوں میں سر چھپانے کی جگہ ڈھونڈیں۔ ان کے کھیت سپاٹ کر دیے گئے ہیں اور گھر ڈائنامائٹ کی نذر ہوئے، ہم زائیون پیدا کر رہے ہیں جس کا حکم ایزرا نے ہمیں دیا تھا... ایسا ملک جس میں صرف یہود بستے ہوں۔'

گاؤں کے کنوئیں میں پھینکے جانے والی لاشوں کے پانی میں گرنے کی آوازیں مسلسل آ رہی ہیں۔ کیا ایک سے لے کر ڈیڑھ سو تک کی پوری گنتی مجھے پھر سے سکھائی جائے گی۔

ایک آواز کہتی ہے: Shut up and listen[1] تمھارا دنیا میں امن کا ٹھکانا ڈھونڈنے کا وقت گزر چکا ہے۔ بس کان کھلے رکھو اور سنو۔'

ہر لاش کے پانی میں گرنے سے اوپر اچھل کر آنے والے پانی کے چھینٹے مجھ پر بھی پڑ رہے ہیں اور ہر چھینٹا میری کھال سے ہڈیوں تک برمے کی طرح اترتا چلا جاتا ہے۔ یا ربِ موسیٰؑ رحم کر۔

اب براڈ کاسٹنگ شروع ہوگئی: 'یہ یروشلم کے یہودی حصے میں دیر یٰس کے بچ جانے والے ڈیڑھ سو بچوں اور عورتوں کی پریڈ ہے۔ دوپہر ہو رہی ہے اور سو فلسطینی موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں۔ جو بچے ہیں ان کے پیٹ بھرے ہوئے ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی کھانا نہیں مانگ رہا ہے۔' آوازیں ہنس رہی ہیں یورپی زبانوں میں، اور ان میں سے چھن کر بچوں کی آوازیں بھی آ رہی ہیں۔ دودھ اور روٹی کے لیے روتی ہوئی۔

اب وہ سین سامنے دیوار پر پروجیکٹ کیا جا رہا ہے۔ ایک کم عمر ماں بچے کے منہ کو اپنے دودھ

---

① چپ رہو اور سنو۔

تک لے جاتی ہے، جو وہاں نہیں ہے، وہاں بس جما ہوا خون ہے، بچہ اس خون کو چاٹ رہا ہے۔ آہستہ آہستہ آخری چیخیں، فریادیں، رشتے داروں کو کھو جنے والی آوازیں ختم ہوئیں۔ ان میں آخری آواز باری باری سے آسیہ [1] اور صفورہ [2] کو پکار رہی تھی۔

ایک بارگی پھر للی اور مارگالت کے بیچ کی دیوار پر اس رات کی ڈاکیومنٹری فلم شروع ہوگئی: 'دیر یاسین کا قبرستان جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں مٹایا جا چکا ہے۔ چار سو عرب دیہات اور قریے مٹ چکے ہیں اور سات لاکھ فلسطینیوں سے زمین خالی کرالی گئی ہے۔ ہولوکاسٹ سے بچ نکلنے والوں کو یورپ سے لا کر یہاں بسایا جائے گا۔ Yerushalaym [3] کے اتنے نزدیک کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔'

مینا چم بیگن کی آواز مجھ سے کہہ رہی ہے: 'اگر زندہ رہنا چاہتا ہے تو اس طرح جی کہ مرتے وقت یہ افسوس نہ رہے کہ دنیا سے اپنی قوم کا بدلہ نہ لے سکا۔ یہ جگہ ہے یورپ کے چنیدوں کے چنیدہ صیہونی [4] آلِ یعقوب کے لیے۔ یہاں دیر یٰس نام کی کوئی آبادی نہیں تھی۔ نہ ہوگی۔'

ایک بوڑھا عرب میرے پہلو میں کھڑا مجھ سے پوچھ رہا ہے: 'تم میں یہ حیوان کب سے پل رہا تھا۔ جب مصر سے نکالے گئے تھے؟ موسیٰؑ کے گزر جانے کے بعد سے؟'

آہ و بکا ختم ہوئی، خون کی بو کچھ دیر ہوا میں معلق رہی۔ ہسپتال پر خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ صرف عملے کے دبے پاؤں چلنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔ نہ معلوم میرے لیے آج ان لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟ کیا کوئی نرس، ایک لاش کی سیوا کرنے کی ناگوار ڈیوٹی سے تنگ آ کر، مجھے سائنائڈ کا انجکشن نہیں لگا سکتی ہے؟

زپورہ کے باپ موزیز (Moses Epstein) کی آواز کو بھی اسی وقت آنا تھا۔ یہ تو کب کا مر چکا ہے۔ کیا زپورہ نے مجھے ستانے کو اسے یہاں بلا لیا ہے؟

---

① آسیہ: فرعون رمیسس دوم کی بیوی۔ تقدس میں حواؑ اور مریمؑ کی ہم پلہ۔

② صفورہ موسیٰؑ کی بیوی۔

③ یروشلم۔

④ زائیونسٹ۔

موزیز: 'میرا خیال ہے تھیوڈور ہرزل کا پروگرام تمھیں اس زمین میں لا بسانے کا تو تھا لیکن یوں نہیں کہ اس خوف سے کہ بالآخر یہاں سے بھی نکالے جاؤ گے جو یہاں کے قدیم بسنے والے غیر یہودی ہیں ان کا پہلے ہی سے چن چن کر خاتمہ کر دو۔'

'لیکن اس طرح عرب آبادی کو مستقل بھنبھوڑنے سے، یہ ساؤل (Saul) کی آواز ہے...'

'تمھارے پوستین میں چھپے ہوئے دھبے سب پر ظاہر ہو گئے ہیں اور سب کہہ رہے ہیں یہ مظلوم، متین، مسکین، بے ضرر ہاد نہیں، چیتے ہیں۔ زیادہ دیر اپنے دھبے نہیں چھپا سکے۔ ہم انھیں بلی سمجھ کر دودھ پلا رہے تھے۔'

ایرک: ساؤل سیموئیل، دوغلا امریکی یہودی، اس کی نانی کیتھولک تھی، باپ زائیون (Zion) کا دشمن۔ اسے تو جس دن امریکا نے عراق پر حملہ کیا تھا مجھے بتایا گیا تھا غائب کر دیا گیا ہے مگر یہ تو زندہ ہے۔ میرا خیال ہے نرس شونا نے اسے چھپا رکھا تھا، جو نمبر ایک by birth[1] عراقی ہے۔ دوسرے ساؤل سیموئل سے شادی کر کے اپنا دماغ contaminate[2] کر بیٹھی ہے۔ یہ ایشین افریقن جیوز نئے جوتے کی طرح ناقابلِ بھروسا ہیں۔ کاٹتے ہیں۔

اب کمرے کے سٹیریوفونک ساؤنڈ سسٹم پر میناچم بیگن کی آواز براڈکاسٹ کی جا رہی ہے: ''ہمیں اپنے لیے ایک نئی شناخت (image) کی تلاش تھی، وہ ہمیں مل گئی۔ پہلے ہم غیروں سے ڈرا کرتے تھے، اب غیر ہم سے ڈرا کریں گے۔ اب ہمیں صرف ایک پاؤنڈ گوشت کسی سامی دشمن (anti-semitic) فرد کے بدن سے نہیں چاہیے ہے، اب وہ ہم سے سودا کرتے ہوئے دس بار سوچے گا کہ اس کا سارا گوشت بھی اس قرضے کو چکانے میں کاٹا جا سکتا ہے خواہ ایک قطرہ خون بہے یا سارے کا سارا، رنگریز کے گھر کی نالیوں کی طرح ہر عرب گھر کی نالی میں وہ رنگ بہتا جا رہا ہوگا اور کوئی پورشیا تھیٹریکل لہجے میں نہیں پکارے گی Not one drop of blood[3]

ہمیں دنیا بھر میں جہاں لٹریچر پڑھایا جاتا ہے اس Stratford upon Avon کے مسخرے

---

[1] پیدائش کے اعتبار سے۔

[2] آلودہ

[3] ایک قطرہ خون نہ بہے۔

کے تمام plays اور sonnets[1] کو مطالعے سے خارج کرانا پڑے گا اور ان موویز کو بھی جو ان plays پر based[2] ہیں، سینسر کرانا پڑے گا۔

میں مینا چم کی آواز سننے میں محو تھا۔ احساس ہی نہیں ہوا ارد گرد کیا ہو رہا ہے۔ باہر لوگوں کے سراسیمہ بھاگنے کی آواز آ رہی ہے۔ ہسپتال کی نرسیں اور ڈاکٹر بھی تمام کلینک، سرجری اور وارڈ چھوڑ کر باہر نکل گئے ہیں۔ ایک بوڑھی عورت کی آواز اس شور سے بلند سنائی دے رہی ہے: 'اپنے پہلوٹوں کو چھپا لو۔ اپنے پہلوٹوں کو چھپالو۔'

'کہاں چھپالیں؟' جوان عورتوں کی آوازیں خوف سے کانپ رہی ہیں۔

'کہیں بھی، کہیں بھی۔ اپنے سینوں میں۔ تم تو آلِ یعقوب کی عورتوں کے حجاب بھی چھوڑ چکی ہو، وہ ہوتے تو ان میں چھپالیتیں۔'

مرد ڈر سے چلّا رہے ہیں: 'یہ موسیٰؑ کا چمتکار ہے۔'

گھوڑے لگتا ہے نزدیک پہنچ چکے ہیں۔ بچے کچھ کلیّاں مار رہے ہیں، کچھ بلک بلک کر رو رہے ہیں۔ میں جانتا ہوں وہ پہلوٹی کے بچے ہیں جن کے لیے آج موت لکھی ہے۔ ازرے ائیلی بھاگ رہے ہیں۔ ہماری عورتیں کونوں میں دبکی پھر رہی ہیں۔ پتّھر برسانے والی ہوا چل رہی ہے جسے عرب حاصبہ کہتے ہیں۔ ان کی ہوائیں بھی ہم سے مختلف ہیں۔ بوڑھی عورتیں، جوان عوتوں سے اپنے پیٹ چھپانے کو کہہ رہی ہیں۔

پہلوٹی کے بچے مارے جا رہے ہیں اور تمام پیدا ہونے والے لڑکے۔ میری ماں کفار ملال میں اپنے پیٹ کو ڈھک رہی ہے۔ میں پیدا ہونے کو بے قرار ہوں۔ رحم میں ہاتھ پیر مار رہا ہوں۔ تعجب ہے میں ماں کے پیٹ میں خود کو دیکھ سکتا ہوں۔

بوڑھی عورت کہتی ہے: 'جتنی دیر ہوسکتا ہے اسے اپنے رحم میں رکھے رکھ، نہیں تو مارا جائے گا۔' لیکن دیکھو میں پیدا ہوا اور بچ گیا اور تب سے بار بار پیدا ہوتا ہوں۔ Heck[3] میں کوئی ہندو بدکار ہوں

---

① ناٹک اور نظمیں۔

② مبنی

③ ہونہہ

جسے بار بار پیدا ہونا پڑے۔

ایک آواز نے میرے خیال کو سن لیا اور کہہ گزری: 'نہیں تو بدکار نہیں ہے۔ بس نہتوں کے سرخون لانے والا ہے۔'

میں بار بار پیدا ہوتا ہوں اور بار بار مرتا ہوں اور اب ہاسپٹل کے بیڈ پر مرا ہوا لیٹا ہوں۔ ایک دن پھر جی اٹھوں گا۔

'پھر بے خبروں کے سرخون لائے گا۔' آواز پھر کہہ گئی 'اوران کی آبادیاں اجاڑے گا۔' یہ آزار مجھ سے نہیں سہا جاتا۔ کاش ای ای جی کے قلم رک جائیں اور سب کی نوک سے اوپر تلے سیدھی لکیریں بنتی چلی جائیں اور مجھے راکھ کر دیا جائے۔

ہمارے چاروں طرف شور کی دیوار کھڑی ہے جس کے باہر رونے چیخنے، دم دینے والوں کی آواز نہیں جا سکتی ہے۔ مجھے اپنی آواز دور سے سنائی دیتی ہے "ہم تو خود موسیٰؑ کی قوم کے لوگ ہیں اور چمتکار تو فرعون والوں کے لیے آتے تھے کہ وہ ظلم سے توبہ کر لیں لیکن یہاں تو..."

پھر اس شور و غوغا میں سے اٹھ کر اسی عورت کی آواز آتی ہے لیکن اگلے ہی لمحے بادلوں میں سے آرہی ہے: 'دیر مت کرو آلِ یعقوب کی ماؤ! اپنے پہلوٹوں کو چھپا لو اور یہاں سے نکل جاؤ۔ سوچ بچار کے لیے وقت نہیں ہے، وہ پندرہ منٹ بھی نہیں جن کے پورے ہونے سے پہلے ظلم کا سانپ سوتے میں سونے والوں کو سونگھ جائے۔ چمتکار یہوواہ کے حکم پر فرشتے دکھاتے ہیں اور وہ اپنے کام کے لیے تمھارے یا موسیٰؑ کے سامنے جواب دہ نہیں ہیں کیونکہ یہاں اندھیرا[1] اجالا ہے اور اجالا اندھیرا۔ بھیڑیں قصاب بن گئی ہیں اور قصاب بھیڑیں۔

پہلوٹوں کو چھپا لو، بلکہ پہلوٹیوں کو بھی۔ اس بار شاید کوئی بھی نہ بچے۔'

پتھر مجھ پر بھی پڑ رہے ہیں۔ ربِ موسیٰؑ مجھ پر رحم کر۔ ربِ محمدؐ مجھ پر رحم کر۔ میں نے تسلیم کیا تُو کائنات کی ہر طاقت سے زیادہ طاقتور ہے۔

ایک بوڑھی عورت کھڑکی کی سِل پر بیٹھی بین کر رہی ہے۔ شکل صورت اور کپڑوں سے اپنوں میں سے لگتی ہے۔ جب اس نے بین شروع کیا میں اس کا ایک لفظ نہیں سمجھ پایا تھا، اب اس کا رونا میرے پلّے پڑ رہا ہے۔

---

① ولیم شیکسپیئر

'ہر گھرانے کے پہلوٹی کے لڑکے مر گئے
اس دن کو کون کیلنڈر سے مٹا سکتا ہے
جیسے کبھی نہیں آیا تھا
کیا ناقوس بجایا جانے والا ہے؟
سسکیوں اور گریے سے پورا ملک گونج رہا ہے
کیا وہ گھڑی آ گئی؟
ہائے میں کیا کروں۔
یہاں سے کہاں جائیں گے اس دفعہ؟'

گھر کے بھیدی

لگتا ہے آج آوازیں چھٹی پر ہیں۔ سامنے کی دیوار سے بھی آج مووی سکرین کا کام نہیں لیا جا رہا ہے۔ کھڑکی کے باہر دھوپ نظر آ رہی ہے۔ سب کچھ خوبصورت ہے۔ اس ملک کا نام تنہائی میں لے سکتا ہوں اور کہہ سکتا ہوں: فلسطین کی دھوپ اس سال بھر سر اور جسم پر منڈلاتی ہوئی یخ کر دینے والی ہوا سے بہتر ہے جو میرے ماں باپ کو روس میں سہنی پڑتی ہوگی اور جس سے بھاگ کر میرا خیال ہے وہ یہاں آئے تھے۔ میں نے اپنی ماں سے وہاں کی بے جان دھوپ کا ذکر اکثر سنا تھا۔

تنہائی میں جب میری آواز کو سننے والا کوئی نہ ہو... نہ آدم زاد، نہ چھپے ہوئے مائیکروفون... میں پہلے بھی اس ملک کا نام آہستہ سے زبان پر لا کر کان لگا کر سنتا تھا اور اس میں لطف آتا تھا کیونکہ میں یہاں پیدا ہوا تھا۔ جب ایتھوپیا والوں کو یہ بتاتے شرم نہیں آتی ہے کہ وہ ایتھوپیا میں پیدا ہوئے تھے یعنی افریقی ہیں، تو مجھے اس ملک کا نام لینے میں عار کیوں ہو۔ نفرت فلسطینیوں سے ہے، نہ کہ فلسطین سے۔ مجھے یہ مٹی اپنی لگتی ہے، اپنی لگنے لگی ہے۔

آوازیں (یدش میں): 'تمھیں یہ مٹی اچھی لگتی ہے، تم اس سے پریم کرتے رہو، ہم یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں۔'

ایرک: غضب ہو گیا۔ یہ لوگ میری خود کلامی سن رہے تھے۔

ایک آواز: 'خود کلامی نہیں، تیری فکر براڈ کاسٹ ہو رہی ہے۔'

آوازیں: 'ہم تھک گئے ہیں لڑتے لڑتے۔ ہمت دکھاتے دکھاتے، ہارے ہوئے دشمن کو ہراتے ہراتے۔ صرف جاگتے ہی میں نہیں، سوتے میں بھی۔ کیسے کوئی خود کو چوبیس گھنٹے چوکنا رکھ سکتا ہے۔'

'ہر جنگ کا کوئی انت ہوتا ہے۔ یہ جنگ تو بے انت ہے۔ امن سدا سے دور ہے اور جتنا ہم اس کی سمت بڑھتے ہیں کھلے میدان میں افق کی طرح دور ہوتا جاتا ہے۔'

'کیا قبروں سے اٹھنے کے دن تک یہ جنگ جاری رہے گی؟'

ایک لڑکی ریو کے (ربیکا): 'میرے جسم میں سر کی کھال سے لے کر پنڈلیوں اور ہاتھوں اور پیروں کی چھوٹی انگلیوں تک پورے وقت کھنچاؤ رہتا ہے۔ جیسے ان میں جو پٹھے، مسلز اور اعصاب چھپے بیٹھے ہیں اب ٹوٹے کہ اب ٹوٹے۔'

ایک عورت روتھ: 'چٹخنے تو وہ ہر وقت رہتے ہیں۔'

ریو کے: 'گھر میں ہوں یا گھر سے باہر ایک لمحے کو مجھے نہیں بھولتا ہے میرا پسٹل کہاں ہے۔ کبھی کبھی ڈر جاتی ہوں کہیں بے جگہ اسے چلا نہ بیٹھوں۔'

بیو یریا کی نرس ھنّا: 'کبھی تو ایسا ہو کہ رات کو تھک کر سونے کے بعد صبح کو آنکھ اس یقین کے ساتھ کھلے کہ ہمارے مردوں کے لیے اب کوئی معرکہ سر کرنے کو نہیں ہے۔ ہم جہاں جی چاہے جائیں، کہیں بھی کسی بھی ٹیلے پر پورب ہو یا پچھّم، اتر ہو یا دکن رات پڑ جانے پر چادر بچھا کر سو جائیں۔'

ریو کے: 'اور وہاں سوتے کے سوتے ہی نہ رہ جائیں۔'

ھنّا: 'نہیں، اس احساس کے ساتھ سوئیں کہ خطرے سے ہم بھی دور ہیں، ہمارا پڑوسی بھی اور جب آنکھ کھلے تو گڈریا احمد تازہ دوہے ہوئے دودھ کا ایک گلاس ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہے، ''صباح الخیر[1]۔'''

بوڑھا یہودی اور ایورو ہوم (ابراہیم): 'یہ جتنی فتوحات ہیں دشمن کو جسمانی شکست دینے کی بنیاد پر ہیں اور ہمیں 1948ء بلکہ اس سے بھی پہلے سے، اب تک یہی یقین دلایا جا رہا ہے کہ جیسے حالات آج ہمارے حق میں ہیں کبھی نہیں بدلیں گے، سدا ہمیں فتح پر فتح ہوتی رہے گی، سفید مغربی دنیا ابد تک ہمارا ساتھ دیے جائے گی، نہ ان کے خزانے کبھی خالی ہوں گے نہ ہم پر بند۔ نہ ہی یورپ، امریکا، آسٹریلیا میں بسنے والے ہمارے ہم مذہبوں کے۔ اس دھوکا دینے والے وشواس (delusion) کے پیچھے ایک اس سے بھی بڑا ڈیلیوژن چھپا ہے کہ اپنے ارتقا میں تہذیبیں پہیے کی طرح گھوم رہی تھیں، پھر جب سفید دنیا اوپر پہنچ گئی تو پہیہ رک گیا، جو ارتقا میں نیچے رہ گیا سو رہ گیا۔ سفید دنیا کو زوال نہیں ہوگا۔ a grand

---

① گڈ مارننگ۔

delusionاوراس کا منطقی نتیجہ بھی نا قابلِ تردید ہے کہ نیل سے لے کر دجلہ وفرات تک کی زمین ہماری ارضِ موعود ہے اور ہم اس کے بلاشرکتِ غیرے مالک وحاکم۔'

Yahn-ker (یعقوب): 'ہماری نسل کی ساری تاریخ اکارت گئی۔ہم نے اس سے کچھ بھی تونہیں سیکھا۔سیکھا ہے تو بس اتنا کہ میرے ہم نام۔یعقوب، سے پہلے یہ زمین تنکا بھر بھی آباد نہیں تھی۔ہم جیہووا کے چنیدہ انسان ہیں اور اپنی اس چنیدگی کی برتری کو ہمیں ہر قیمت پر برقرار رکھنا ہے۔'

('یعنی قیمت دوسرے ہوں گے، ہم متمتع')

نہ اس میں آریائی خون شامل ہو، نہ منگول، نہ اینگلوسیکسن، نہ نیگرو...اگر شامل ہوگیا تو جیہووا کا کرم ہم پر نہ رہے گا۔جیسے ان دوڈھائی ہزار برسوں میں تو رہا ہی ہے: نہ ہمارے معبد ڈھائے گئے، نہ کنیسوں میں آگ لگائی گئی، نہ کہیں پوگروم ہوئے نہ ہولوکاسٹ، نہ کوئی نیبوکدنذر (Nebuchadnezzar) تھا نہ ایڈولف ہٹلر۔

ریوکے: 'پہلے اٹھائی گیرے تھے، شہر شہر پھرنے والے، اصل Wandering Jews (بھٹکتے پھرنے والے یہودی) جونام ہمارے پیچھے ایک معصوم پودے کو دیا گیا، اپنی دولت پرستی اور خسّت کے لیے مشہور۔باہر سے مسکین مظلوم اور اندر ہر سینے میں کینے کا جوالا لیے۔'

ایرک: حقیقت میں جب میں زندوں میں تھا ان سب کا تیاپانچا کیا جانا ضروری تھا...ازرے ائیل کی جڑ کاٹنے والے۔

نوجوان بن یومن (Binyomin): جرمنی اور مشرقی یورپ سے نکالے جانے پر اگر ہم میں سے دو پشت والوں میں ذرا بھی دروں بینی (introspection) کی صلاحیت ہوتی یعنی فکر کرتے ہماری وہاں یہ درگت کیوں بنی تو اس فلسطین کو فتح کرنا کیا مشکل تھا! بغیر پاسپورٹ اور اجازت کے لیے اکٹھے آتے تھے، یہاں والے ان کے چھپے عزائم کو کب جانتے تھے، ان کی سواگت مہمان کی طرح کرتے گئے۔یہ یہاں والے کے ساتھ بس جاتے۔انھیں اپنا لیتے، اپنے سے کمتر نہ سمجھتے تو آج سنے گوگ، چرچ، موسکس ہر شہر ہر قریے میں پاس پاس نظر آتے۔یہ نہیں کہ موج درموج چلے آرہے ہیں، سیدھے سادے فلسطینیوں سے زمینیں اونے پونے خرید رہے ہیں، ان کے وسائل پر قبضہ کرتے چلے جارہے ہیں اور غیر کی زمین کا یہ ٹکڑا انھیں عطا کرنے والے برطانوی انھیں اسلحہ سے لیس کر رہے ہیں، فوجی ٹریننگ دے رہے ہیں کہ تیار رہو چاہے فلسطینیوں کی سمجھ میں آج نہ آرہا ہو کہ ان کے ساتھ کیا کھیل کھیلا جارہا ہے۔وہ پہلے جسے بادلوں کا پرا سمجھ رہے تھے جلد سمجھ جائیں گے کہ ٹڈی دل ہے اور اسے وہ اپنے

کھیت پر سے اڑائیں گے ضرور۔ اس کے لیے ٹڈیوں کو پروں پر بم باندھ کر فصلوں پر اترنا ہوگا۔'
ایک آواز: 'زمین کا عطیہ دینے والا آرتھر بالفور۔ ہُرّے، برٹش فوجی ٹرینرز... ہُرّے۔ ایک دبّو قوم کا مزاج ہی دو دہائیوں میں بدل کر رکھ دیا۔'
یاہنکیر (یعقوب): اور اشک نازیوں نے وہ پہچان کا جامہ جسے ہمارے لوگ کب کے اتار چکے تھے ایک بار پھر سب کو پہنا دیا... شائی لاکس۔'
بیوریا کی نرس ھنا: 'بن یومن نے اپنا جائزہ لینے کی بات کی ہے کہ ہمارے دو پشت والے یہاں وارد ہوتے وقت اگر ایسا کرتے تو... مگر اس کے لیے تو اتنی بڑی کاوَچ چاہیے ہوتی جس پر پوری یہود مفکروں کی ٹیم بیک وقت لیٹ سکے اور کوئی سولومن کی قامت کا سگمنڈ اان کے دو ہزار سال پر پھیلے ہوئے لاشعور کو کریدے کہ آخر اس ساری دنیا سے علیحدگی اور منفرد رہنے کا منبع کہاں ہے۔'
ھند: 'سلیمان اعلیٰ پائے کے جج تھے یہ مجھے معلوم ہے لیکن یہ معلوم نہیں تھا وہ ہیومن سائیکولوجسٹ بھی تھے۔ یقیناً ہوں گے آخر کو وہ پرندوں چیونٹیوں کی نفسیات کی بھی پرکھ رکھتے تھے۔'
(ایرک: آ گئیں: ان کے کہے کا میں برا نہیں مانتا۔ یہ آئی بھی ہیں میری زندگی میں تو کس وقت۔)
ھنا: 'ہماری قوم اور ہمارے مربی امریکا کا کوئی اور علاج سائیکو اینالسس کے سوا نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو سگمنڈ کیوں پیدا ہوتا اور پوجا جاتا!'
میکسم جیبی: 'تو پھر اتنی بڑی کاوَچ بنانے کے لیے بھی سلیمان کے جنات کو بلانا ہوتا اور سگمنڈ فرائڈ کا رول خود شاہ سلیمان کو کرنا پڑتا۔'
ھنا: 'سب کام سدھر جاتے لیکن ہم نے یورپ سے نکل کر اپنی مظلومیت کا ڈنکا پیٹا اور مغرب نے کہا: ''واقعی ان کے ساتھ ظلم ہوا ہے اور اس چارے کو کہ ساری دنیا کے یہود ایک نسل ہیں اور اس نسل پر ظلم ہوا ہے مع کانٹے کے نگل گئے اور کہتے پھرتے ہیں ''صدیوں پر پھیلے ہوئے سامی نسل والوں پر ہونے والے ظلم کا کانٹا ہمارے ضمیر میں چبھ رہا ہے۔'' اب ہم کالے، گورے، پیلے خود کو ایک نسل چاہے نہ مانیں مغرب کب ہمیں سامی نسل پر مظلومیت کا لبادہ اتار پھینکنے دیتا ہے!'
الیاس: 'wonderful! اس لبادے کو اتار پھینکنے کے لیے اس نے مغرب کے یہود کو یہاں یہ کہہ کر لا بسایا کہ یہاں سے پہلی بار تم نکالے گئے تھے حالانکہ ان میں سے جو سچائی کے پجاری تھے یہ کہتے ہی رہ گئے ہم تو کیسپئن کی شمالی ترک ریاست کے خزر ہیں۔ کب دنیا بھر کے یہود ہمارے

نسلی رشتے دار ہیں!'

حبیبی: 'ان کی سنتا کون ہے۔'

سارہ (ہنگری کی سانولی یہودن جس کا باپ کلکتے کا تھا): تھیوڈور ہرزل، بن گوریان، چائم ویزمین۔

(ایک ہلکی سی آواز مجھے سنائی دی: ''اور نہ جانے کتنے مان۔mann۔ یہ مان اور وہ مان... نام چھپانے اور ایک نئی پہچان جتانے کے لیے دہرے نام'')

اور گولڈا وہ بڑھی گھوڑی سب سے پہلے ہی اپنے سینوں میں روکے ہوئے جارحیت کے لاوا کو باہر بہانا چاہتے تھے لیکن سوال تھا کس رخ؟ کس پر؟ روس، جرمنی، فرانس، برطانیہ اور سپین پر؟ وہ شیر اور چوہے کی لڑائی ہوتی... خودکشی۔ پھر یہ لاوا کس زمین پر بہنے دیا جاتا؟ فلسطین جیسے پس ماندہ، بے بس، چھوٹے سے ملک سے بہتر زمین اس کے لیے کون سی ہوتی؟

'To Palestine' سب کا نعرہ تھا۔

ڈیوڈ بن گوریان نے کہا: ہاں۔

چائم ویزمین نے کہا: ہاں۔

اتژاک بین زوئی نے کہا: ہاں۔

اور تب سے اب تک، اس لاوے سے نجات پاکر فرانس، جرمنی، برطانیہ سب ازرے ائیل سے خوش ہیں اور ازرے ائیل ان سے۔'

'کل کے ظالم اور مظلوم ایک ہو گئے ہیں کیونکہ دونوں کو ستانے کے لیے ایک مشترکہ ٹارگٹ مل گیا ہے... ساری کدورتیں ادھر بہہ گئیں۔'

'لیکن سوال یہ ہے ہرزل اینڈ کمپنی نے کیوں یورپ کے مظلوموں کو فلسطین میں عربوں کے پہلو بہ پہلو لا بسائے جانے پر اصرار نہیں کیا تھا؟'

'یورپ سے آنے والے، ہرزل کی وضع کردہ قوم کی تعریف کے مطابق ایک قوم تھے، اگر وہ فلسطین میں آنے کے بعد مقامی آبادی میں شیر و شکر ہوجاتے تو وہ دشمن کہاں سے آتا جو اس قوم کو قوم رکھتا... ایک اکائی۔'

سارہ: 'اگر کرتے بھی تو وہ بات ہماری سمجھ میں آنے والی نہیں تھی۔ ہم ٹھہرے عقل و فراست والے جن کی علمی کارکردگیوں کا کوئی حساب نہیں ہے۔ عربوں کے سیدھے سادے تفضّل اور مرحبا کو ہم سمجھ

پاتے۔ جوقوم جرمنی کی فلسفہ اور قانون اور سائنس سے پُر باتوں کی تہ تک جانے کی عادی ہو عربوں کی Primitive (فکر قدیم) تک اس کی رسائی ہوتی!'

Yakoob (ایرانی یہودی): 'آن ممکن نبود وامروز ہم ممکن نیست۔'

یوسف: 'انھیں تو یہی نظر آیا کہ ہم بھی وہی ہیں جو جرمنی، فرانس، پولینڈ اور روس والے تھے... ہمارے انھیں گھر میں جو حاضر تھا جس پر تفضّل کہنے میں بھی انھیں کوئی بھید نظر آیا اور بکری کے دودھ کی شای (چائے)

(ایرک: اتنی سی بات کہنے میں اس نے دو بار میرے منہ پر اپنے پائپ کی راکھ جھاڑی ہے۔ کتنا بدبودار تمبا کو یہ بوڑھا پیتا ہے!)

تو یقیناً انھیں سم نظر آئی ہوگی۔ پیا اور گئے کام سے۔'

سارہ: 'ہم Yahweh (خدا) کے چہیتے، افروہوم (ابراہیم) کے پہلے بیٹے ازرے ائیل کی اولاد ہمیشہ سے یہ سمجھتے آئے تھے، اور سمجھتے ہیں، ہم سے کوئی قصور کبھی سرزد نہیں ہوا تھا، سمجھ میں نہیں آتا کیسے اور کیوں دنیا کی سب سے زیادہ تعلیم یافتہ قوم جرمن، اچانک ہماری دشمن بن گئی اور انھوں نے چن چن کر اور ریوڑوں کی شکل میں ہمیں مارنا شروع کر دیا!'

(ایرک: ہر شخص تنہائی میں اپنوں سے اپنی قوم کی برائی کبھی نہ کبھی کر ہی بیٹھتا ہے: ''ہم میں یہ عیب ہیں، ہم اپنوں کے نہیں، دوسرے کیوں ہمارے ہونے لگے۔'' لیکن اس عورت کی طرح کوئی بازار میں اپنوں کی فضیحت کھلے الفاظ میں اور متواتر نہیں کرتا ہے۔ اس کے یہاں لائے جانے سے پہلے یہ تفتیش ضروری تھی اس کا بنگال کا باپ ہنگری میں کتنا عرصہ رہا؟ وہیں پر تھا یا بیوی کو چھوڑ کر بھاگ نکلا تھا؟ یہ عورت اپنوں کی جڑ کاٹنے والی ہے۔)

اسحٰق (آئی زک): 'یہی نہیں، مغربی دنیا کے کسی اور ملک کو بھی یہ سوال اٹھانے کی توفیق نہیں ہوئی ہے کہ کیوں اچانک جرمنی پر یہ پاگل پن سوار ہو گیا کہ ہمیں اوشوٹز، ٹریبلنکا، بخنبن والڈ اور برگن... بیلنس (Aushwitz, Terblinka, Buchenwald and Bergan-Belson) کے گیس چیمبرز میں بھیجا جانے لگا۔'

یوسف: 'گیس چیمبرز میں ان بے گناہوں کو جھونکا گیا تھا اس کا ہمیں بھی اتنا دکھ ہے جتنا ان کے مذہب والوں کو۔'

(ایرک: میری سمجھ میں نہیں آتا اس بوڑھے کسان کا سر اپنے بیڈ کے سٹیل فریم پر ماروں یا اسے گلے لگالوں۔)

بوڑھا دانی ایل (Daniel): 'نہیں، ہم نے آج تک یورپ، آسٹریلیا اور امریکا کو یہ آتش گیر مادے جیسا سوال اٹھانے نہیں دیا ہے کہ کیوں جرمن ہمارے خلاف ہو گئے تھے۔ یو این میں اُٹھا کر دیکھو... بغیر ہمارے ایک لفظ منہ سے نکالے سوال کو امریکا ویٹو کر دے گا۔'

الیاس: 'اُسے اس کی مہارت ہے۔'

آئی زک: 'صرف جرمنی ہی کیوں، روس، فرانس، سپین، اٹلی، برطانیہ سب ہی ہمیں ملک بدر کرنے والے اس فہرست میں شامل ہیں۔ لہٰذا اس بے جا جستجو کے کیڑے کو اپنے دماغ میں سونے دو۔ جاگ گیا تو یاد دلائے گا کیا عربوں نے کبھی ہمارے خون سے اپنی زمین کو رنگا تھا؟

مدینے سے بھی ہماری کبھی ختم نہ ہونے والی سازشوں اور ان کے پیغمبرؐ کو زہر دینے کی کوشش کے باوجود وہاں سے اپنے مال ومتاع سمیت ہمیں خیریت سے نکل جانے دیا تھا مگر تھیوڈور ہرزل اور اس کے ساتھی بار بار ایک سوال پوچھنے پر مجبور تھے: اگر ہمیں فلسطین میں لا بسایا جاتا ہے... یعنی ہمارے وجود سے یورپ کو خالی کرانے کے لیے... تو اس کی ضمانت کیا ہے کہ وہاں ہمارا پوگروم یا ہولوکاسٹ ایک دن نہیں ہوگا! ہمارے خلاف ان کا انتقاضہ۔'

ایک شرابی: 'وہ مارا! اگر اس زمین کو ہم شروع ہی میں غیروں، یعنی وہاں کے genuine باشندوں...

(ایرک: تو جانتا ہے وہاں کوئی جینوئن باشندے نہیں تھے۔ وہاں کے جینوئن باشندے ہم ہیں۔ وہاں کوئی پرانا باشندہ نہیں تھا۔ وہ زمین بے آباد تھی۔ گولڈا نے نہیں کہا تھا، ''بے لوگوں کی زمین بے زمین لوگوں کے لیے۔'')

شرابی: 'اسے خالی کرالیں تو پھر قیامت تک نہ ہمیں کوئی بے جڑ کہے گا، نہ کیڑے، نہ زر کے شیدائی (money grubbers)۔'

دوسرا شرابی: 'گولڈا کی بات میرے لیے تالمود اور توریت ہے۔ چونکہ یہ بے باشندوں کی زمین تھی غیر یہود کہیں باہر سے آئے ہوں گے۔ یہ فلسطینی غیر ملکی ہیں، باہر کے، اس لیے انھیں نکال باہر کیا جاسکتا ہے۔ Q.E.D۔'

شرابی: 'as simple as that'

بوڑھا دانی ایل (Daniel): 'پھر یہ ہوا کہ ہم اپنے لیے متعین کیے ہوئے راستے پر ہو لیے۔ ہمیشہ قتل ہوئے تھے، قتل کرنا ہمارے لیے بالکل نیا کھیل تھا، اور ہم نے اس کا مزہ جی بھر کر لیا، مزہ لے رہے ہیں۔'

آواز: 'فلسطینیوں کو ختم کرنے کا۔'

ایرک: (پھر وہی فلسطین! ایسا کوئی ملک نہ کبھی تھا، نہ ہے)

پھر جب وہ زمین کا ٹکڑا، پورے کا پورا، ہمارے لیے محفوظ ہوجائے گا تو ہم اس میں رہیں گے۔ اپنی انفرادیت برقرار رکھ سکیں گے۔'

پہلا شرابی: 'اور اگر باہر بسنے والے کسی یہودی کے دماغ میں وہ کیڑا کلبلائے گا کہ وہ دنیا بھر کے عام انسانوں جیسا ہے تو اس کے دماغ کی چمنی کی کالک کو صاف کرنے کے لیے اسے کچھ عرصہ کے لیے یہاں بلالیا کریں گے۔ جیسے ہر سائیکو اینالسٹ کو وقتاً فوقتاً خود اپنا اینالسس کرانے کی ضرورت ہوتی ہے۔'

ڈاکٹر رشارد: 'کہ مریضوں کے دماغ صاف کرتے کرتے اپنے دماغ میں تو ٹرانسفرینس اور کاؤنٹر ٹرانسفرینس (transference and counter transference) کے جالے تو نہیں لگ گئے ہیں۔'

دوسرا شرابی: 'ڈاکٹر رشارد تم گدھے ہو۔ ہم اب پہلو پر لٹا کر کوشر کی جانے والی بھیڑ نہیں ہیں... گوشت کاٹنے کے اوزار اب ہمارے ہاتھ میں ہیں۔ ایسی ضرورت جیسی تم کہتے ہو اب ہمارے کسی عورت اور بچے تک کو کبھی پیش نہیں آسکتی۔'

ایرانی یہودی (Yakoeb): 'لیکن مجھے سہم ہوتا ہے جب انسانی تاریخ کا یہ مختصر دور گزر جائے گا تو ہم پھر بے جڑ کی نباتات ہوں گے۔'

پہلا شرابی: 'یہاں اور وہاں پتلی پتلی، گندی، اندھیری گلیوں میں بیٹھے ہوئے میری ہوانا (چرس) اور ہیروئن سے چھپ کر دل بہلانے والوں کی طرح۔'

دوسرا شرابی: 'نہیں سگمنڈ فرائڈ کی طرح کوکین پیا کریں گے اور اس کے تعجب خیز حیرت انگیز اثرات پر غور کیا کریں گے۔'

تیسرا شرابی: 'یہ ابھی تک توریت اور تالمود کی باتوں میں یقین رکھتا ہے کہ موشے کی نافرمانی اور اس کے چمتکاروں کو نہ ماننے کی عقوبت میں ہمارے نصیب میں بھٹکنا ہی بھٹکنا لکھا ہے۔ اسے نہیں معلوم اصل ازرے ائیل ریاست نیویارک ہے۔ تل ابیب رہے نہ رہے ہم مین ہیٹن اور ٹائمز سکوائر ہمیشہ جاسکتے ہیں۔ To real Zion۔'

ایلیزار (Eleazar): 'نہیں میں اس خوف کا شکار نہیں ہوں جس کا تم ذکر کر رہے ہو۔ مجھے ڈر یہ ہے کہ ہمارا یہ چھوٹا سا جزیرہ جس ہم ازرے ائیل کہتے ہیں، جو ایک بہت بڑی آبادی کے ساگر کو پھاڑ کر اوپر ہوا میں نکلا ہے اسے ہمیشہ کھٹکا رہے گا کہ ایک دن ساگر ہی اسے نہ ہڑپ کر جائے۔

الکاہل کے جزیرے نہیں بغیر اپنا پتا نشان چھوڑے خشکی کی دنیا سے غائب ہوتے رہتے ہیں!
کتنا ہم اس جزیرے کے کناروں کو دور دور کے ملکوں سے ریت اور چٹانیں جہازوں میں لا لا کر مضبوط کریں گے؟ پہلے ہر بار یہاں سے جزیرے کو پانی میں غرق ہوتے دیکھ کر ہم بھاگے ہیں۔اب کیا گارنٹی ہے کہ نہیں بھاگیں گے! حفاظت شاید کسی اور...'

نرس ھنا: 'کیا ہمارے لوگ افریقا یا ایشیا کے کسی دوسرے ملک کا حصہ بن کر رہ سکتے تھے؟ کیا وہاں والوں کو اپنی قیاس کردہ نسل کا ہمسر گردانتے؟'

ایرک: ہم بنیادی اعتبار سے مرکنٹائل قوم ہیں۔ وہی ہمارا ہولڈ اول ہے وہی سفر کا سوٹ کیس، وہی دیوار، وہی چھت۔ہم موشے کے پیرو تھے اور قارون ہمارا دنیوی رہبر۔اسے ہم کیسے بھول سکتے ہیں! اپنے وقت کا ایسا ساہوکار جس کے سامنے آج کے رئیس ترین فرد بھی کچھ نہیں۔فرعون کا درباری تھا اور وہیں دشمن کے مورچے میں بیٹھ کر اس نے ساری دولت سمیٹی اور اسے لیے موشے کے ساتھ مصر سے نکل آیا۔ اس وقتِ بلا میں بھی ہمارے پرکھے، جو ہو نہ ہو ہمارے نبیوں کی اولاد تھے... وہاں سے بھاگتے ہوئے یہ نہیں بھولے تھے کہ مصریوں سے عاریتاً لیے ہوئے سونے چاندی کے زیوروں کو انھیں واپس نہیں کرنا ہے، ہوسکتا ہے گروی کا کاروبار چلا رہے ہوں گے۔ گروی رکھے ہوئے زیوروں کو ساتھ لے کر انھوں نے سمندر کی خشک راہ کو پار کیا۔ نہ قارون کو ضمیر نے ڈنک مارا نہ کسی فرار ہونے والے کے ضمیر کو۔ ہوسکتا ہے سب کام موشے سے چھپ کر ہوا ہو۔

حقیقت میں وہ تاجر تھے۔ہم تاجر ہیں۔سامری نے سونے کا بچھڑا بنا کر موشے کو چیلنج کیا تھا اور قارون نے ساری دولت کو سمگل کر کے۔

(ھند: 'انجام دونوں کا اچھا نہ ہوا۔ایک کسی کو پاس نہیں آنے دیتا تھا: ''مجھے مت چھونا، مجھے مت چھونا'' دوسرا اسی دولت کو لیے لیے خشک مٹی میں سما گیا۔تم نے سب کچھ قارون اور سامری سے سیکھا۔ موسیٰؑ کو بھلا دیا۔')

یہ بیچ میں آ گئی فرشتوں کی محبوبہ۔ میں کہہ رہا تھا ڈرنا بند کرو۔ تاریخ سے بس وہ سبق سیکھو جو تمھارے کام کا ہے۔مذہب صرف ڈرنا سکھاتا ہے۔اس لیے ہم تاریخ کے واقعات کو پرانوں کی دلچسپ کہانیاں کہہ کر سکولوں میں پڑھاتے ہیں، نتیجہ؟ آج ہم سونے کے تخت پر بیٹھے ہیں۔
اور اس تخت پر ہم سے زیادہ کسی اور ملک یا قوم کا حق نہیں ہے۔ یہ تخت مہاگنی اور سونے کے

پتروں کا بنا ہوا نہیں ہے، یہ تخت بنا ہوا ہے تیل کا جس پر ہم نے عربوں کو پہرے پر بٹھا رکھا ہے۔ اس پر بیٹھ کر دنیا بھر کے سیم و زر کے بازار کو اپنا مطیع رکھا جا سکتا ہے۔ ہم صحیح جگہ بیٹھے ہیں اور بڑے آرام سے۔

یوسف: 'بول لینے دو جتنا بول سکتا ہے۔ اصل میں یہ ہے اسرائیل۔ موت کا انتظار کر رہا ہے۔'

ایرک: یہاں سے ہمیں بدر کرنے کو کوئی نیا ہٹلر پیدا نہیں ہوگا۔ اس قوم کو یگال آمر (Yigal Amir) اور بروچ گولڈسٹین میں اپنے ہیرول گئے ہیں۔ یگال نے رابن کو اُردن سے، ہماری مرضی کے خلاف، امن کا معاہدہ کرنے کی قیمت نومبر 1955ء میں چکا دی تھی۔ امن دشمن سے دوستی کرنے میں؟ ہرگز نہیں۔ ڈاکٹر بروچ نے ہیبرون کی مسجد کے نمازیوں کو نماز میں گیلیل کا نشانہ بنا کر یہ جتا دیا تھا کہ جنگ میں عشق کی طرح کوئی قانون نہیں چلتا ہے۔ دشمن اپنے خدا کی عبادت گاہ میں بھی پناہ نہیں ڈھونڈ سکتا ہے۔ اگر عرب مسجدوں کیا صوامع اور کنشت میں جا کر بھی چھپیں انھیں وہاں بھی حفاظت نہیں ملے گی۔

یوسف: (پائپ کی راکھ ایرک کے چہرے پر جھاڑتے ہوئے) 'وہ اس سرزمین پر سدا سے بستے تھے۔ تم یہاں کل آئے اور آتے ہی انھیں دشمن ٹھہرا دیا... تاکہ انھیں مار سکو اور مار رہے ہو۔ یہ تو ایسے ہے جیسے سانپ پیڑ پر چڑھتے ہی وہاں بنے ہوئے گھونسلے کے انڈے بچوں کو نگل جاتا ہے اور اگر ماں باپ پرندے وقت پر نہ اڑ جائیں تو انھیں بھی نہیں چھوڑتا ہے۔
خوب ہے تمھاری شریعت۔ اس سب کے باوجود ہم تمھیں یہاں سے نہیں نکال رہے ہیں۔ رہتے رہو لیکن ہمارے ساتھ مل کر رہو کہ سارے انسان ایک دوسرے سے گھس پل کر رہنے کے لیے ہی بنے ہیں۔ پیڑ پر چڑیا کے گھونسلے اور سانپ دونوں کے لیے جگہ ہی جگہ ہے۔' شرط یہ ہے کہ سانپ امن پسند ہو۔

آج مجھے ایذا دینے والوں میں غیروں کی کم اپنوں کی آوازیں زیادہ تھیں۔ اچھا ہوا رخصت ہوئے۔ ازرے ائیل کو عربوں سے نہیں ان احسان ناشناس ازرے ائیلیوں سے خطرہ ہے۔ ان چند کے سوا کیا سارے ہی مستقبل سے اتنے مایوس ہیں؟

عربوں سے ہمیں اگر خطرہ ہے تو دریائے اردن کے مغربی کنارے پر بسنے والوں اور بحیرہ روم کے ساحل کی ایک چھوٹی سی بستی سے۔ دونوں ہی کے پاس لڑنے کو پتھر ہیں اور خنجر۔ ہم ان کے احتجاج کا

لطف اٹھاتے ہیں۔ احتجاج میں ان کا ساتھ دینے کو کوئی عرب ملک نہیں آئے گا۔ ان کے پاس مہلک ہتھیار ہیں اور انھیں وہ ایک دوسرے پر چلانے کے کام میں لاتے ہیں۔ غزہ اور مغربی کنارے والوں کے وہ ہم سے بڑے دشمن ہیں... ان کے دور کے غریب کزن، انکل اور آنٹ لیکن سیاہ بادلوں سے ڈھکے آسمان میں نظر آنے والی سورج کی پہلی کرن۔

اب مجھے نیند نہیں آئے گی۔ نہ نرس سے کہہ سکتا ہوں کہ ہپنوٹک کی ڈوز اس وقت دگنی کر دے۔
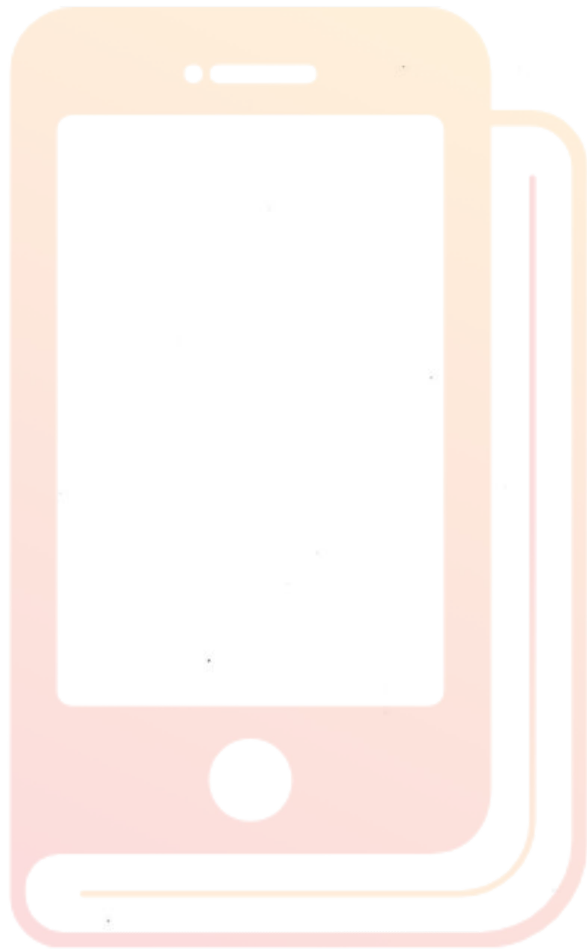
چوہے

'سوری بلڈوزرتم نے عیسائی پولینڈ کا حساب تین سو چونتیس سال بعد بے گھر فلسطینیوں کے کیمپوں میں جا کر چکانا چاہالیکن پوری طرح چکا نہیں سکے۔چھہتر ہزار جانیں گئیں، پھر بھی تم خود چھہتر جانوں کے خسارے میں رہے۔'

ہنسوڑ بوڑھی عورت خدیجہ: 'میں اسے ایک بدھولڑکے کی کہانی سناتی ہوں۔ ہمارے گاؤں میں کسی کی ایک مرکھنی بکری نے اس کی ماں کوسینگ مارا۔ وہ بکری سے ڈرتا تھا اور ماں کا بدلہ بھی لینا چاہتا تھا۔ وہ چپکے چپکے گیا اور موقع پاتے ہی بکری کی مالکن کے گھٹنوں چلنے والے بچے کا گلا گھونٹ کر بھاگ گیا۔

لمبی کہانی ہے۔ پھر پوری کروں گی۔'

ایرک: پھر وہی آوازیں شروع ہوگئیں۔ میری جان لے کر رہیں گی۔('تم میں جان ہے کب بلڈوزر!')

میں شراپنیل اور شیل [1] سے کبھی نہیں ڈرا لیکن ان آوازوں کی ٹیبل ٹینس سے میرے سر کے بال کھڑے ہوجاتے ہیں۔

آوازیں: (دائیں سے)	(بائیں سے)
'1880ء؛	'نپولین بونا پارٹ کے فرمان۔ مالی موت۔'

---

(1) بم کے ٹکڑے اور خول۔

ھند: 'گیٹوز کی [1] فضا، 'غلاظت، برف سے ٹھنڈے کمرے، خالی پیٹ پر سردی کا سہنا۔'

فاطمہ: ہائے بلڈوزر! یاد ہے گیٹوز کیسے ہوتے ہیں؟ 'برف میں دبی ہوئی قبر کے اندر سے زیادہ بھیانک۔'

میں اسے جانتا ہوں: ادھیڑ عمر، مسلم چڑچڑی عورت۔ باتوں کی فلسفی۔

بہت سی آوازیں ایک ساتھ: 'وہ یہ سب کچھ بھول چکا ہے۔ روس سے جب شموئیل اور دیوورا سرخ فوج کے ڈر سے بھاگ کر یہاں آئے تھے فیرون، سوری شیرون اس وقت پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ گیٹوز روس ہی میں رہ گئے تھے۔ یہاں تو اس نے آنکھ کھولنے پر دیکھے تین، زیتون، تفاح اور رمان [2] کے باغ جو صرف دیکھنے کے لیے نہیں تھے۔ کسان اسے وہ پھل پیار سے دیتے تھے، اپنے بچوں کی طرح۔'

فاطمہ: میں خدا سے اس کی زندگی کی دعا مانگتی آئی ہوں اور مانگتی رہوں گی کہ ایک دن ہاسپٹل بیڈ سے اٹھے اور اپنی تعمیر کردہ سٹیل، کنکریٹ اور ریزروائر کی نفرت کی دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کی دنیا دیکھے۔ جہاں تین، زیتون، تفاح، عنب اور رمان کے باغ تھے۔ ہزاروں سال میں کھڑی کی ہوئی ان کی نسلوں کی نسل، انھیں بونے اگانے والوں کی نسلاً بعد نسلا کے ہاتھوں جو سوکھا پڑے یا قحط انھیں چھوڑ کر بھاگتے نہیں تھے، نہ حملہ آوروں کے ڈر سے، اس کے آدمیوں نے بل ڈوزر چلا کر ان باغوں کھیتوں کو بجری تلے دفن کر دیا۔ وہاں سے اَن گنت نئے گیٹوز نظر آئیں گے۔ ان گیٹوز میں عربوں کو اس طرح ٹھونسا گیا ہے جس طرح ٹرکوں میں بکریاں، بھیڑیں اور گائیں۔ ان کے پاس کام نہیں ہے، کام ان سے چھین لیا گیا ہے، بھوکے ہیں، بیمار اور اسرائیل کے ان کی جائز رقم کو روک دینے کی بنا پر نادار...'

الیاس: 'لیکن امریکا نے اسرائیل کی اس حرکت پر بجائے سینکشنز (پابندیاں) عائد کرنے کے نظریں دوسری طرف کر لی ہیں اور اگر اس دھاندلی کے خلاف کوئی فلسطینیوں کا حامی ملک اقوامِ متحدہ کا

---

① گیٹوز
② انجیر، سیب، انار، انگور۔

دامن انصاف پکڑے تو وہاں سیکورٹی کونسل میں اسرائیل کے ویٹو بردار (Veto) جنگ عظیم دوم کے فاتح ملک بیٹھے ہیں جن کے فتوے سے کہ اس معاملے پر بات نہیں کی جا سکتی ہے فریادی کے لیے ایک ہی راہ رہ جاتی ہے کہ گھر کا راستہ لے۔'

ایرک: جہنم میں جائیں جنگ عظیم دوم کے فاتح، ویٹو وغیرہ سب کچھ۔ اہمیت یہ ہے کہ جو جنگ عظیم دوم نے ہمیں دیا اسے یہ بھی مان لیں۔ جو زمین ان کو ملی ہے اس پر کیوں پھل، سبزیاں اور مکئی نہیں اگاتے!

بوڑھا کسان یوسف: 'ان کے حصے کا پانی بھی تم پی جاؤ تو کیا پھول پودے صرف کسانوں کے پسینے اور آنسوؤں سے اگیں گے!'

جرنلسٹ الیاس: 'بالکل بالکل۔ ہر اسرائیلی آ، آباد ہونے والا اپنے پڑوسی کاشتکار فلسطینی سے پانچ گنا پانی استعمال کرتا ہے اور فی گیلن (gallon) چوتھائی کی قیمت پر۔ جیسس کرائسٹ جی چاہتا ہے وہ یہاں ہزاروں سال سے بس رہے ہوتے، ہم یورپ میں ہوتے اور برطانیہ ہمیں یہاں لا بساتا۔'

یوسف: 'اور چوم لیے جانے کے لائق ہیں وہ نیلی آنکھیں جنھیں یہ فرق کبھی نظر نہیں آیا اور وہ آنکھیں بھی جنھوں نے قرآن کریم میں پیغمبر شعیب (Jethro) کی تعلیم پڑھی جس کی بنیاد ناپ، تول میں انصاف پر ہے اور چٹکیوں میں اڑا دی۔ کیا عہد نامہ عتیق میں کچھ مختلف بیان ہے؟'

ایرک: پھر سے وہ بوڑھا عرب جو میرے سامنے کی دیوار سے دیر تک ٹیک لگائے خاموش کھڑا تھا بڑبڑانے لگا۔ میری نظر کا واہمہ ہے یا وہ حقیقت میں ہے؟ اندر کیسے آیا؟ اس کی کھانسی سے مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ مر تو رہا ہی ہوں اس سے مجھے تھائیسس نہ لگ جائے اور بیڈ میں لیٹے لیٹے خون اگلتا رہوں۔ میرے بیڈ تک آ پہنچا ہے اور وہ پرانی حرکت کہ میرے بیڈ کے لوہے کے پائپ سے کھٹ کھٹ کر کے اپنے پائپ کی راکھ جھاڑ رہا ہے۔

یوسف: 'ڈرمت۔ خود کو یعقوبؑ کی اولاد کہنے والے۔ یہ ظلم Zionist صیہونیوں نے ایجاد نہیں کیے۔ تو اور کس کی سنت پر تیرے لوگ چل رہے ہیں؟ پوچھ کس کی؟ جس کی پہچان کا نشان میٹھا رس دینے والا میپل (maple) کا پتّا، گیہوں کی بالیاں، ہنسیا اور ہتھوڑا نہیں، ایک شکاری پرندہ ہے۔ خود اس سے ایک طرف کو منہ موڑے ہوئے جس نے دس سال عراق کے بچوں، بیماروں، اینیمک حاملہ عورتوں تک دواؤں اور جان بچانے والی غذا کی رسائی روکے رکھی اور ہم یہ جانتے

ہیں وہ جس ملک سے بھی آمادۂ پیکار ہو وہاں سے اپنے ملک والوں کو صرف اپنے مرنے والوں اور زخمیوں کی تعداد سناتا ہے، جس ملک پر جنگ لایا ہو اس کے مرنے والوں اور زخمیوں کی تعداد سے انھیں بے خبر رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ مہذب اور انسانیت کے لیے ہمدردی سے بھرے لوگ ہیں اور گمان بھی نہیں رکھتے وہ آسمان کا بادشاہ جس کے پنجے ٹائگر کے پنجوں سے کم چیر پھاڑ کرنے والے نہیں ہیں نہ اس کی چونچ شکار کی ہڈیوں تک پہنچنے سے کبھی چوکتی ہے، دنیا کے بے بس ملکوں میں کیا گل کھلا رہا ہے۔ کس کس کو اپنے پنجوں میں رکھنا چاہتا ہے اور کسے وار خالی جانے پر صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتا ہے۔'

ھند: 'جس طرح زیادہ دولت جس پر مہربان ہو اس کا دماغ خراب کر دیتی ہے زیادہ طاقت بھی جس کو اپنے بس میں لے لے اس سے وہ کام کراتی ہے جن کا دعویٰ فرعون کرتا تھا اور اسے اس کی طرح لے ڈوبتی ہے۔'

ایرک: خوبصورت چڑیل۔

جرنلسٹ الیاس: 'پر بل ڈوزر والے اپنے مرنے والوں کی تعداد سو کی جگہ ایک دکھاتے ہیں اور دشمن کے پانچ کے پانچ سو۔'

فاطمہ: 'ہر جواری کی طرح جو بیوی سے کہتا ہے "میں کہاں ہارتا ہوں... حد سے حد ایک چھوٹا نوٹ یا دو۔ سامنے والے ہارتے ہیں سوسو، دو دو سو اور بیوی کہتی ہے اچھا تو پھر کھیلے جا۔'

یوسف: 'کتنے دنوں تک؟'

ایرک: میں نے اس خوبصورت جوانی سے پُرعورت کو اس کمرے میں اکثر دور کونے میں فرش پر بیٹھے کتاب پڑھتے دیکھا ہے... کھلے بال اڑ کر ماتھے اور آنکھوں پر منڈلا رہے ہوتے ہیں۔ Real femme fatale!'

ھند: 'جب گھر کا سامان بکنے لگے تب تک اور وہ وقت بڑے سے بڑے جواری کے گھر والوں پر ایک نہ ایک دن آ کر رہتا ہے۔

چاہے وہ جوا ڈالر، سٹرلنگ پاؤنڈ یا سوئس فرانک سے کھیلا جائے، چاہے اپنے اخلاق کے ایک ایک جُز کو داؤ پر لگا کر: دوسرے کا اعتماد، سچائی، پرائی زمین، اس کی جان کی حفاظت، تعصب سے اجتناب سب کچھ داؤ پر لگاتے جاؤ... رات گئے گھر لوٹو گے کیا ساتھ لیے؟

ہر قسم کی ہمدردی سے عاری نئی پود، جو نہ دوسروں کے حق کو پہچانتی ہو گی نہ اپنوں کے۔'

فاطمہ: 'پھر؟'

هند: 'پھر، اپنے پیر پر کلہاڑی مارتے رہے تھے اب اگلے اَلیاہ کی راہ تکو اور چوتھی بار سلیمان کا مندر بنانے کی... تب تک نئے پیڑ اُگ آئیں گے۔ شاید۔'

بوڑھا غیر صیہونی ایلیازار: 'جُوا تو جُوا ہی ہے۔ چاہے اپنی جیب سے کھیلو یا دوسرے کی جان سے۔ ایک دن ٹھاٹ باٹ کی ہیکٹری دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ عقاب بھی کبھی تھک کر بیٹھتا ہے۔ قیامت تک اڑتا نہیں رہے گا۔'

کرسچین الیاس: 'سامراجی طاقتوں کا اصول ہے کہ جس آبادی پر حملہ کرو ان کے مسمار کیے ہوئے گھروں، ہسپتالوں، عبادت گاہوں اور تعلیم کی عمارتوں کو مت گنو۔ بل ڈوزر کی حکومت اپنے چچا کی سنت پر چل رہی ہے پھر احساسِ جرم کیسا اور گناہ کہاں کا!'

ایرک: Thats damn right

هند: 'ایک اور سنت بھی ہے وہ جس کا تھوڑا ذکر ابھی آیا تھا... پابندیاں پہلے اقتصادی پھر فوجی۔ بچوں اور بیماروں کی غذا اور دوا اقتصادی پابندیوں میں آتی ہیں۔'

الیاس: 'یہاں کے لوگوں کو جنوبی ویت نام کی دیھ مائی لائی (Mylie Village) کی جنگ سے سبق سیکھنا چاہیے۔'

ایرک: (ایک جرنلسٹ، کرسچین، دمشق میں چھپا بیٹھا ہے۔ منگیتر یوجینیا (Eugenia) ایک امریکی سرپھری لڑکی)۔

'امریکی لیفٹیننٹ ولیم کالے (William Calley) نے مارچ 1968ء میں ایک سو نو فوجیوں کو (ایرک: Say civilians) مار کر یہ سنت قائم کی تھی اور اب وہ سکون سے اپنے ملک میں رہ رہا ہے۔'

خطرناک حد تک خوبصورت هند: 'اس لیے کہ امریکا پر ویت نام پابندیاں (sanctions) عائد نہیں کر سکتا ہے۔'

(میکسم جیبی ڈراماٹسٹ: "And that is the most repuganat reality of the political world")

امریکا کے فوجیوں اور سیاست سے وابستہ افراد کا ٹرائل صرف خود امریکا اپنی سرزمین پر کر سکتا ہے، غیر ملکیوں کا کہیں بھی یا اپنے ملک میں لا کر۔ ٹرائل کی اس صورت سے امریکی عوام مطمئن رہتے ہیں اور برطانیہ، فرانس، آسٹریلیا وغیرہ بھی۔ آخر کو بقول خود دنیا کا سب سے طاقتور ملک ہے اور اس کا صدر

دنیا کا سب سے طاقتور آدمی۔'

یوسف: 'شہنشاہِ عالم۔'

الیاس: 'ولیم کالے سے بہت پہلے عقاب نے ہیروشیما اور ناگاساکی کے شہریوں پر اپنا نیا ہتھیار آزما کر یہ سنت قائم کی تھی وہ بھی کب جب جنگ ختم ہو چکی تھی۔ شہریوں پر غارت گری لانے کی اہمیت اس سے پہلے کبھی جنگجوؤں پر اتنی کھل کر نہیں آئی تھی۔'

میکسم جیبی: 'میں ایک پلے لکھ رہا ہوں اوکی ناوا میں ایک جاپانی لڑکی کا ریپ، زبردستی کا جنسی فعل، ریپ کرنے والے امریکی فوجی جوان۔ سال 2006ء جاپانیوں کی بے بسی The cobra eye effect of the super power. کبھی جاپان کو امریکا پر فوجی اور تجارتی پابندیاں لگوانے کا خیال آیا؟'

سارہ (ہنگری کی سانولی یہودن): 'میکسم اپنے پلے کا اختتام کیا رکھو گے؟'

میکسم: 'عالمی عدالت کا فیصلہ: امریکا سزا سے بالا ہے۔'

سارہ: 'اور زائیون بھی جس نے مجھے یہاں لا پٹکا اور اب مجھ سے غیروں کا سلوک برتا جا رہا ہے۔ پہلے سفید نظر آئی تھی۔ اب سانولی ہوں۔'

ایرک: ہیروشیما، ناگاساکی اور اَن گنت مائی لائی جیسے گاؤں کو ختم کر کے تمھارے چچا نے جو سنت قائم کی تھی اس نے ہمارے اعتقاد کو مضبوطی بخشی کہ دشمن صرف دشمن ہوتا ہے، اور اگر کمزور ہے تو ہر سزا کا مستحق۔ ویسے قدیم کون ہے اس کی قوم والے یا ہم؟ تمھارا چچا سام ہمارا بھتیجا ہے۔

زسیں: 'ارے ایرک کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ کچھ کہنا چاہتا ہے۔'

'وصیت کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہے۔ ہونٹ خشک ہو رہے ہیں اور کچھ نہیں۔'

یوسف: 'امریکا اور شہنشاہیتی مزاج رکھنے والی حکومتیں صرف اپنے شہروں پر بمباری کو جرم مانتی ہیں۔ ہمارے کھیتوں، گاؤں اور شہروں پر جب جی چاہے آگ برسانے ٹینک اور بل ڈوزر چڑھا لانے کو نہیں۔'

الیاس: 'bomlets, cluster bombs، زہریلی گیس، فاسفورس بم، depleted uranium اور وہ سب جو کرائے کے ٹٹو بے ضمیر سائنسدان ان نیک مقاصد کے لیے ایجاد کریں۔ تائیوان، پولینڈ اور زائیونسٹ اسرائیل کو اسلحہ ملنا جمہوریت کا دفاع ہے، فلسطین کو اپنی ایئر فورس تو کیا سویلین ہوائی اڈا رکھنا امن سے دشمنا گی۔ فلسطین کو دواؤں اور ضروری غذا کی کمک سمندر کے راستے

پہنچائی جاسکتی ہے نہ سڑک سے۔'

ہنسوڑ خدیجہ: 'بیٹا اسے کہتے ہیں مارے اور رونے نہ دے۔'

اب یوسف نے میرے سرہانے آکر اپنے پائپ کو بیڈ کے سٹیل پائپ سے ٹکرایا۔ایک، دو، تین۔تین بار شاید اس تمباکو میں سرخی کی رمق تھی جو اس نے اسے جوتے سے کچلا۔سب اسے دیکھ رہے ہیں۔پائپ میں ہتھیلی پر لیے ہوئے تمباکو کو چڑھا کر بغیر جلائے دو تین کش لیے۔یہ ہمیشہ اسی طرح کرتا ہے۔

یوسف: 'آلِ یعقوب اگر چند منٹ کے لیے اپنے دماغ کو بمباری سے نجات دلاسکیں اور سوچیں تو انھیں یاد آئے گا قتل ان کے مذہب میں بھی سب سے بڑا گناہ ہے اور جو کر رہے ہیں یہ توقتلِ عام ہے۔میری دادی کہا کرتی تھیں جو یہود کے یہاں گناہ ہے وہ ہمارے یہاں بھی گناہ ہے، جوان کا ثواب وہ ہمارا ثواب۔آخر کو رب ایک ہے۔'

ھند: 'محمد (ﷺ) نے کبھی یہود سے نفرت نہیں کی۔نہ نفرت کرنے کا حکم دیا۔'

ایرک: ہم گناہ ثواب کو نہیں مانتے ہیں۔خدا کو ہم نے اس دن خدا حافظ کہہ دیا تھا جب تاریخ میں مسلسل ہار کر ہم نے اس ملک کو وجود میں لانے کا فیصلہ کیا تھا کہ اب نئی تاریخ لکھیں گے۔خدا کی اب ہمیں ضرورت نہیں ہے۔That`s quits

میکسم جیبی: 'اسے بھی تمھاری ضرورت نہیں ہے۔That is quits as well'

یوسف: 'یعنی اس نے یہ بھی بھلا دیا ہے کہ موسیٰؑ کے بعد سے ایک تم ہی اس کی چہیتی قوم ہو جو جو چاہے دنیا میں کرتی پھرے! (ایرک: اس کے سینے سے کتنے زور کا ہاہاہا نکلا ہے!) گناہ کی پاداش کے ان چالیس سالوں کو یاد کرو جب تم مارے مارے پھر رہے تھے۔کوئی برگزیدہ قوم نہیں ہے۔برگزیدگی کی بنیاد تقویٰ ہے۔(ایرک: جہنم میں جائیں برگزیدگی اور تقویٰ۔سب بیمار مذہبی ذہن کی پیداوار) اور تم تو یہودی بھی نہیں ہو۔سوَر کا گوشت، کلیجی اور تلی اتنے چاؤ سے کھاتے ہو اور وہسکی سے اسے اپنے پیٹ کے دوزخ میں اتارتے ہو۔'

میکسم جیبی: 'اس کے پیگ کو اپنے چربی سے لدے گالوں سے چھوا کر۔'

آوازیں: اگر ہاد ہوتے تو کیا جنگی جہازوں، آبدوزوں اور ٹینکوں کے یونٹ لانچ کیے جانے کی رسم شیمپین کا جھاگ ہوا میں بلند کر کے کیا کرتے! کرسچین رسوم ہیں یہ بلڈوزر؟ پھر اسرائیل کس لیے چاہیے تھا؟'

بوڑھا Elcazar غیر صیہونی یہودی: 'یہ سب ضروری ہے ورنہ ہٹلر کی جنگِ عظیم میں مرنے والے یورپی یہودیوں کی روحیں بین وبکا شروع کر دیتی ہیں۔ ہمارا انتقام لو، ہمارا انتقام لو کرسچین ویسٹ سے اوراس کا بوتا نہیں تو اسلامک ایسٹ سے۔'

ایرک: میں اسے جانتا ہوں پرانے فلسطین کا بڑھا احمق یہودی۔ بیٹی جیل میں ہے۔

سارہ، سانولی ہنگیرین: 'نہیں، نہیں، بالکل نہیں، میں جانتی ہوں جو حقیقت تم نہیں جانتے۔'

ایرک: حقیت کیا ہے جو تو جانتی ہے میں نہیں جانتا، موسیٰ کی بیٹی۔

نرس سوسن: 'معجزہ ہونے والا ہے، ایرک کے ہونٹ چل رہے ہیں۔'

ایرک: (ڈاکٹر لیف افرائیم کی دوست۔ ہر برٹ مان میڈیکل سٹوڈنٹ کو پھانسنے کے چکر میں ہے۔ یہ 25 ہے وہ 21۔ وہ اس سے فلرٹ کر رہا ہے)

سارہ: 'فیرون تو جانتا ہے جرمن موت کے گھاٹوں میں مرنے والے تیرے نہیں، میرے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، خالائیں، پھپھیاں، ماموں، چچا، بہن بھائی اور ان کی اولاد تھے... ہم ہنگری، رومانیہ اور پولینڈ کے مفلوک الحال یعقوب کی سنتان (اولاد)۔ اللہ کے بندے یہودی، جن کی جانوں کا سودا جرمنی اور فرانس کے مالدار یہودیوں نے نازی جرمنی سے نہیں کیا، سونا دے کر اپنوں کو بچالیا اور ان کے بدلے میں ہم اُوشوتز پہنچا دیے گئے۔'

آوازیں: 'Oswiecim, Majdanek, Treblinka, Banden wald, Bergen- Belsen'

مخالف آوازیں: 'چیک، جرمن، ڈچ فرانسیسی سب کے ساتھ یہی سلوک ہوا تھا۔'

آوازیں: 'جھوٹ ہے صرف غریب مشرقی یورپ والوں کے، اور ہنگری کو مت بھولو۔'

بلڈوزر: یہ کہنا جرم ہے کہ مغربی یورپ کے یہودی موت کے گھاٹوں میں نہیں پہنچائے گئے تھے۔ ان ملکوں کی پولیس کیا اس وقت سو رہی ہے جو German death camps کا انکار کرنے والوں کو گرفتار کر کے جیلوں میں نہیں بند کر رہی ہے۔

ڈاکٹر لیف نرس سوسن کا دوست: 'Fresh EEG۔ ڈیلبرٹ کو بلاؤ۔'

ایرک کا دماغ کام کر رہا ہے اس کے چہرے پر تشنج ہے۔'

سوسن: (blip پر) 'ڈاکٹر ڈیلبرٹ مان: You are needed here'

سانولی عورت: 'میں ہنگیرین ہوں۔ میں ایرک تجھے کوسنے دیتی ہوں، اتنے کوسنے جتنے یاسر عرفات

کے لوگ تجھے دیتے ہیں۔ تو یہودی نہیں ہے، تو صرف صیہونی (Zionist) ہے۔ ہم افریقا، مشرقی یورپ اور ایشیا والے یہودی ہیں۔ تم سفید کھال والے سب کچھ ہو یہودی نہیں ہو۔'

سوسن (لیف Lev سے): 'ہنی (honey) ڈیلبرٹ اس وقت دماغ میں ایک پینٹنگ بنا رہا ہے... پکاسو کے Guernica کے جواب میں: سنو وہ کہہ رہا ہے ''تباہی کے بیچوں سے نئی زندگی کا پودا پھوٹتا ہے اور اس میں ہر چیز ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوتی ہے۔ اس وقت میں زندگی کی ہارمنی (harmony) ڈھونڈ رہا ہوں۔ دماغی تصویر مکمل ہو جائے تو آ کر تمھارے پاس تم سے لگ کر کھڑا ہوں گا۔ لیف کو ایک طرف کر کے۔'' 'naughty boy'

لیف الیفرائیم: 'اور؟'

سوسن: 'یہ کہ کاغذ پر پینٹنگ کو بعد میں منتقل کروں گا۔ اس بیچ میں اگر EEG کی لکیریں سیدھی لائنیں بن جائیں تو مجھے بلپ کرنا۔'

رئیسہ مسلم بھول بھلکڑ: 'فیرون مجھے بتا تو وہ لڑکا تو نہیں ہے جسے میں نے اپنا دودھ پلایا تھا؟'

اب پھر وہ چڑیل رئیسہ بول رہی ہے جس کے منہ میں ایک دانت بھی نہیں ہے، جسے یہ لوگ کبھی رئیسہ گورباچیف کہتے ہیں، کبھی مسز گورباچیف اور پوچھو تو کبھی اپنا نام رئیسہ گورباچیف بتاتی ہے، کبھی فرسٹ لیڈی۔

مردہ ڈاکٹر رشارد (Richard) کی آواز: 'جب تم میں جیکب اور آئزک کے زمانے سے ایک ہی خون چل رہا ہے تو مختلف ملکوں میں رہنے سے رنگتیں کیسے بدل گئیں؟ کالے کونگو میں کالے تھے کنیکٹیکٹ جا کر بھی کالے ہیں۔ وہاں جا کر گورے نہیں بن گئے۔ کھال کے رنگ پختہ ہوتے ہیں جھوٹے اعتقاد کی طرح کچے نہیں کہ نئے ملک کا ایک چھینٹا پڑنے سے اتر جائیں۔'

ایرک: مجھے اس ایذا رسانی کے لیے زندہ رکھا جا رہا ہے۔ اس عیسائی لبنانی ڈاکٹر کو تو مرے ہوئے عرصہ ہو گیا اور آج یہ بھی اس کورس میں شامل ہو گیا اور مارکسسٹ جارج حبش کا دوست۔ اسے اپنے مرنے کی وجہ تک یاد نہیں۔'

رشارد: 'تم جو اپنے کو ایک نسل منواتے ہو، سامی اور دنیا پر الزام رکھتے ہو کہ نسل کش ہے تو ذرا سمجھاؤ تو یہ بات ان پر نہیں کھلتی ہے جو تمھارے بس میں سفید دیو ہیں کہ خیر آل یعقوب کی نسل تو ایک نہیں ہے لیکن ان کی نسل کشی ضرور ہو رہی ہے۔'

سارہ: 'تم ازرے ئیل نہیں بسا رہے ہو زائیون بنا رہے ہو کہ ایشیا کے اس ٹکڑے میں، اس ذرا سے

ٹکڑے میں، دنیا کی بڑی طاقتوں کے لیے ایک نئی قسم کی کالونی کا کام دو۔ بدلے میں وہ تمھاری حفاظت کر رہے ہیں۔ تمھارے ایٹم بموں کے ذخیرے کو مسکرا کر نظر انداز کر گئے ہیں۔ تم سے بڑھ کر تو تمھارے سرپرست زائیونسٹ ہیں۔'

ھند: 'جن کا یہ ملک قرنوں سے ہے وہ اس کا جھنڈا اقوامِ متحدہ پر دوسرے ملکوں کے ساتھ ہوا میں اڑتا دیکھنا چاہتے ہیں لیکن نہ ان کی نیوی ہے نہ ایئر فورس اور فوج۔ جنھوں نے باہر سے آ کر اس ملک پر قبضہ کیا ان کے لیے ان لوازمات کو ضروری سمجھا گیا ہے۔'

خوبصورت چڑیل اس کے کہے کا میں برا نہیں مانتا۔

سارہ: 'وہ دن دور نہیں ہے جب میں صلادین کی قبر پر کھڑی ہو کر کہوں گی: سائرس ثانی میں تیری قبر کو سلام کرنے آئی ہوں اور اگر ممکن ہوتا تو تیری دستار کو چومتی کہ جب صلیبی جنگ آوروں نے یورپ میں ہم پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا اور ان میں ست الوجود کرسچین سپاہی جن میں نہ طاقت تھی نہ حوصلہ کہ یروشلم آ کر مسلمانوں سے قتال کریں تو آسانی کی خاطر وہیں اپنے شہروں میں بسے یہود کو قتل کر کے سمجھنے لگے تھے کہ یہ مذہبی فریضہ ادا ہو گیا۔ تب سائرس ثانی صلادین تو نے اس ملک میں، یروشلم میں ہمیں بسایا، تنگ گلیوں میں نہیں... مسلمان اور عیسائی آبادی کے درمیان۔'

ایرک: جتنی اونچی آوازوں میں ممکن ہے شور مچاؤ۔ میں ایڈولف ہٹلر نہیں ہوں کہ پل بھر میں بھڑک اٹھوں۔

ڈاکٹر لیف: 'ایک دم بوتل پیشاب سے بھر گئی ہے۔ خیر، دماغ نہ سہی گردے کام کر رہے ہیں۔'

سوسن: 'ناشتے میں اسے فلٹرز (گردے) ہی روز چاہیے ہوتے تھے اور کلیجی۔'

سارہ: 'کس قسم کا یہودی تھا!'

لیف: 'چہرے سے لگتا ہے، طیش میں ہے۔'

بیویریا کی نرس ھنا: 'یہ کب انسان ہے! لوگوں کا خوف میں پیشاب نکل جاتا ہے، اس کا طیش میں نکل گیا۔'

(Now the Bavarian bitch talks)

لیف: 'طیش اس کا واحد اور مستقل جذبہ ہے اور اس کی بنیاد نفرت پر ہے۔ پہلے یہ لوگوں سے، میرا مطلب ہے عربوں کے ایک گروپ سے اپنے اندر نفرت پیدا کرتا ہے، اس نفرت سے طیش کی

آگ اٹھتی ہے اور جب تک جسے اس نے دشمن ٹھہرایا ہوا اس کا خاتمہ نہ ہو جائے بجھتی نہیں ہے۔
پھر جب جس سے نفرت کی تھی وہی نہ رہے تو اسے یہ مکمل فتح گردانتا ہے۔ اس سے کم پر نہیں۔'
الیاس: 'بہرحال اسے 74 خون معاف ہیں اور اسی لیے مغربی سفید دنیا میں سب کا چہیتا ہے۔'
ممبئ کی یہودن: 'ہمارے یہاں بولتے ہیں اسے سات خون معاف ہیں۔ یعنی کسی بدمعاش کو، اسے 74 اور پھر بھی اس کے گن گائے جاتے ہیں! یہ آسمان گر کیوں نہیں پڑتا۔'
ایرک: ناؤمی۔ یہ کیوں یہاں آئی! میرے سامنے اس کا ریکارڈ نہیں ہے۔ تیسرے درجے کی مشقت کے لیے درست ہے۔ ممبئ میں شاید اس نے ایک ہندوستانی فلم میں بھی کام کیا تھا۔
لیف: 'اس کا نام بلڈوزر یونہی تو نہیں ہے۔ بلڈوزر سے گرمی اور گھڑگھڑاہٹ نکل جائیں تو اس میں کیا بچے؟ ٹھنڈک اور نرمی۔ It would be just junk to be sold as junk'
(کباڑ کے مول بکنے والا کباڑ)
یہ بھی ان لفنگوں (Scoundrels) میں سے ہے جو یہودی ہیں لیکن اپنے صیہونی (Zionist) نہ ہونے پر فخر کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں ہم دنیا سے خفا کیوں ہیں۔ جو حقیقت ہے وہ یہ ہے ہم جتنی عزت کے مستحق ہیں وہ ہمیں نہیں دی گئی۔ ہر جگہ، ہر صدی میں بس یہی سمجھا گیا کہ وہاں کے مالی بحران کے ہم ذمے دار ہیں۔ سارا خزانہ جو خالی ہو گیا ہے ہماری جیب میں پہنچ چکا ہے اور جب وہاں کی آبادی بلبلانے لگی تو اسے نرم کرنے کے لیے ہمارا قتلِ عام کیا گیا، ہمیں دیس سے نکالا گیا اور وہاں کی بیوقوف آبادی کچھ عرصہ کے لیے مطمئن ہو گئی کہ اب دولت میں لوٹ لگائیں گے۔ ادھر وہ خواب دیکھ رہے ہوتے تھے ادھر ہماری کمیونیٹیز مختلف ملکوں میں ٹھوکریں کھاتے پھر رہی ہوتی تھیں۔ اس کا صرف ایک حل تھا۔ واحد اور مستقل حل جو تھیوڈور ہرزل کے دماغ میں آیا۔
آواز: 'لیکن؟'
'لیکن فلسطین میں پہنچائے جانے کی تجویز نے ہمیں خوف زدہ کر دیا کہ اب ہم وہاں کی آبادی کو اپنے خلاف کریں گے اور نتیجہ وہی ہوگا... ہمارا قتلِ عام۔ اس دفعہ عرب سٹائل میں سر کا اڑایا جانا، جمعے کے دن، سرِ عام۔'
میکسم: 'ایک اور مفروضہ بلڈوزر mere hypothesis۔ قیاس۔'
ایرک: نئی زمین میں محفوظ رہنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہاں کی ہر قسم کی آبادی کو ختم کر دیں جیسے جنگل میں جا کر ڈیرا ڈالتے وقت سانپ، بچھوؤں اور درندوں کو ورنہ آدمی چین سے نہیں رہ سکتا ہے۔

میکسم: 'کاش اس حربے کو تم نے فرانس، جرمنی، روس اور امریکا میں جا کر بستے وقت اپنایا ہوتا۔ سفید امریکیوں نے اس ملک کی پرانی آبادی کے ساتھ جو کیا تم بھی وہاں وہی نسخہ آزماتے۔ جگہ کو رہنے کے قابل بنانے کا۔'

ایرک: اتنا بڑا لقمہ نہ ہم اٹھا سکتے تھے نہ منہ میں رکھ سکتے تھے۔

میکسم: 'تو برطانیہ کے بارے میں تو اس نیت سے اَلیاہ کر سکتے تھے... ورود، اسی کو ارضِ موعود سمجھ لیتے۔'

ایرک: Too big for us۔ وہ اتنا بڑا لقمہ ہوتا کہ منہ میں تو جاتا حلق سے نیچے نہیں اتر سکتا تھا۔ تمھاری زبان میں غصّہ۔[1]

میکسم: 'بہت خوب کہا۔ ایسا لقمہ تھیوڈور ہرزل کو صرف فلسطین نظر آیا۔ ماڈرن اسلحہ سے بے نیاز چند لاکھ عرب لیکن ایرئیل تمھارا تھیوڈور ہرزل عالم تھا، عاقل نہیں۔ اس کی سمجھ میں اتنی سی بات نہیں آئی کہ نئی زندگی عربوں کا دل جیت کر بھی شروع کی جا سکتی تھی۔ آخر کو صلاح الدین کون تھا جسے تمھارے اجداد ایک اور سائرس (کیخسرو) کے نام سے یاد کرتے تھے... دوسری بار ظلم سے نجات دلانے والا۔'

یوسف: 'تعجب ہے، اس کے لوگوں کو فلسطین میں ساہوکاری کو رواج دینے کا خیال نہیں آیا۔ اس کی قوم ساہوکاری کرتی اور کس آسانی سے فلسطینیوں کو سود کے جال میں پکڑ لیتی۔'

قدیم فلسطینی یہودی آرن (ہارون): 'سود پر ادھار کا کاروبار تالمود کی رو سے اتنا ہی بڑا گناہ ہے جتنا قتل۔ ناقابلِ عفو۔'

ایرک: ہرزل ایک باعمل یہودی تھا۔ وہ اگر سود کے حق میں تھا تو اس کے پیچھے کوئی حکمت ہوگی۔

آرن: 'ہرگز نہیں، وہ لامذہب تھا ایرک کی طرح۔ اپنی زندگی میں اپنے بیٹے ہانس کے ختنے نہیں ہونے دیے۔ دونوں لامذہب ایک نسل کے رکھشک جو نسلوں کا مرکب ہے مگر ایک نسل نہیں۔'

یوسف: 'مگر تم تو کہہ رہے تھے تم صیہونی نہ خدا کو مانتے ہو، نہ مذہب کو، نہ گناہ ثواب کو۔'

ایرک: عربوں کو سود پر ادھار! وہ دہرا گھاٹا ہوتا۔ زر بھی جاتا اور ہماری جانیں بھی جب بھی فلسطین... سوری اس زمین میں پوگروم ہوتا یا ہولوکاسٹ ہمارا سود پر دیا ہوا سرمایہ بھی ڈوب جاتا۔

---

(1) غصہ: گلے میں پھنسا پھندا۔

جرنلسٹ الیاس: 'اور وہ ہوتا ضرور! ہیں؟ موٹی عقل والے یہ بھی سوچ، سود وہ جال ہوتا جس سے سبت (sabbath) کے دن بھی بغیر گناہ کیے مچھلیاں پکڑی جاسکتی تھیں۔'

ایرک: چنانچہ اس فیصلے کے بعد ہم اس زمین میں وارد ہوئے جس کا کوئی نام نہیں تھا، جہاں ہم سے پہلے کوئی نہیں بستا تھا نہ ہمارے یہاں سے صدیوں غائب رہنے کے دور میں۔ زمین اینٹارکٹک کی طرح خالی پڑی راہ دیکھ رہی تھی۔

فاطمہ: 'کیوں نہیں اس نام کو بائبل سے بھی نکلوا دیتے ہو۔ ابھی موقع ہے۔ جارج ڈبلیو بش امریکا کے تخت پر بیٹھا ہے، کہے گا، اس کا اسرائیل کو حق ہے، نئی بائبل جس میں فلسطین کا لفظ ڈھونڈے نہیں ملے گا نہ بائبل کی اٹلس میں، بے دھڑک عبادت گاہوں میں پڑھی جائے گی اور سننے والوں کو پتا تک نہیں چلے گا یا حذف کر دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی بائبل میں جو پاک زمین کے نقشے ہیں انھیں بھی ڈسٹ بِن میں ڈلوا دینا۔ ان کی جگہ نئے نقشے ہوں جن میں اسرائیل اور زائیون لکھا ہو اور یروشلم کے پاس ہی ماؤنٹ ہرزل۔ بابل کی اسیری کے زمانے میں ہرزل کی قبر... بُش کو اس پر بھی اعتراض نہیں ہوگا۔ جتنا تاریخ کے ساتھ مذاق کیا ہے... کچھ اور سہی۔'

کرسٹینا فلسطینی عیسائی: 'تو کیا یہ زائیونسٹ بائبل کو بھی ایڈٹ کریں گے؟'

ایرک: لگتا ہے یہ آوازیں پروگرامڈ ہیں۔ اب آپس میں باتیں کر رہی ہیں۔ ان عربوں سے زیادہ خطرناک یہ غیر صیہونی یہودی ہیں۔ انھیں 1948ء میں یہاں سے چلتا کرنا چاہیے تھا۔ ایتھوپیا، افغانستان، پاکستان کہیں بھی۔ یہاں سے دور، لبنان اور شام میں نہیں... وہاں سے واپس آ جاتے۔ اب ایلیازار بولنے لگا۔

ایلیازار: 'تم اس کامل یقین کے ساتھ یہاں وارد ہوئے تھے کہ فلسطینی عرب تمھارے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو روس اور جرمنی اور سپین میں ہوا تھا اور تم نے آتے ہی ان پر حملہ کر دیا جیسے کوئی انگور کا باغ لگائے اور اس ڈر سے کہ پڑوسی کے لڑکے نظر چوکی اور چوری کریں گے انھیں فصل کے آنے سے پہلے ہی چوہے مارنے کی دوا ٹافی میں کھلا دے۔'

ایرک: اسے تو اپنی بیٹی کے ساتھ جیل میں ہونا چاہیے۔ اب آرن (ہارون) ایلیازار سے کہہ رہا ہے: 'اسے تو کنگ ڈیوڈ ہوٹل بھی یاد نہیں ہوگا۔ جس میں برطانوی حکومت اور اس کی ملٹری کے دفاتر تھے۔ اس پر 22 جولائی 1946ء کا حملہ تاکہ جتنی جلد ہو سکے اپنے محسن برطانیہ کو مینڈیٹ علاقے سے بھاگنے پر مجبور کر دے اور ہوا بھی ایسے ہی۔ اس حملے میں 91 جان سے گئے لیکن حکومت

برطانیہ کی تیوری پر بل بھی نہیں پڑا۔'

ایلیازار: 'آخر کو انھیں یہاں بسانا تھا۔ تیوری پر بل پڑتے تو یہ خدا ترسی کا کام ہوتا!'

ایرک: خدا ترسی؟ برطانیہ کو ہمیں ہمیشہ کے لیے اپنی گردن سے اتار پھینکنا تھا۔

فاطمہ: 'اور اگر امریکا نے اپنی گردن سے یہ بوجھ اتارنا چاہا تو؟'

ایرک: امریکا کے دل میں ہمارے لیے جگہ ہے، ہمارے دل میں امریکا کے لیے۔

ہارون: 'اور یہ پیٹرن بن گیا (آواز: 'سنت') امریکا اور اس کی ماتحت حکومتوں کا۔ To condone the prodigal son`s evil deeds. 1967ء امریکی جہاز پر اسرائیل کی بمباری۔'

Yakweb (یعقوب) کی آواز: 'حسابِ دوستاں در دل۔' تب امریکی حکومت نے پوچھا تھا کتنے امریکی مرے؟ نہ وہ آنے والے دنوں میں ریچل کوری کی موت پر خشمگیں ہوئی، حالانکہ وہ کوئی گری پڑی عرب کرسچین لڑکی نہیں تھی... اس میں اتنا ہی سفید امریکی خون تھا جتنا وہاں کے صدر اور خاتون اول میں۔ کیوں؟ کیونکہ اسرائیل کو اپنی حفاظت کا اختیار ہے۔'

ایرک: غدار، لفنگے۔ ان کے دماغ احساسِ کمتری سے پُر ہیں۔ انھیں اس پر ناز ہے کہ اصل یہودی یہ ہیں اور ہم سفید لا مذہب۔

عیسائی جرنلسٹ الیاس: 'اسے تو کاؤنٹ فولک برناڈاٹ آف وسبرگ (Count Folke Benadotte of Wisberg) بھی یاد نہیں ہوگا جسے امن بحال کرنے کے لیے (اقوامِ متحدہ) یو این نے تعینات کیا تھا۔ وہ ثالث کی حیثیت سے وہاں گیا تھا۔ صیہونی دہشت گردوں نے اس کی لاش لوٹا کر بتا دیا "So much for your efforts for peace"

یاکویب (یعقوب): 'یہ کیسا جادو ہے کہ ان واقعات تک پر نہ امریکا کے کان پر جوں رینگی ہے، نہ اس کے حلیفوں کے۔'

ایرک: کیا کوئی طریقہ ان آوازوں کو روکنے کا نہیں ہے! اگر نہیں ہے تو مجھے ان ٹیوبس اور بجلی کے تاروں سے آزاد کر دیں۔ مجھے زندہ کیوں رکھا جا رہا ہے؟ میں زندہ نہیں رہنا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنے کسی بھی فعل کا پچھتاوا نہیں۔ اگر یہووا پھر سے زندگی دے تو پھر اسی طرح اسے بسر کروں گا۔ ان عربوں کے پاس جو بائیس فیصد زمین بچی ہے۔ اس سے بھی انھیں آزاد کروں گا... زائیون بڑا ہو جائے گا۔ یہی ایک طریقہ آلِ یعقوب کے لیے تا ابد زندہ رہنے کا ہے۔ جھکے ہوئے سر اور مری مری آواز سے جینے کا نہیں جسے امن کہا جائے۔ سیدھی کمر، باہر نکلی ہوئی ٹھوڑی

اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کا امن جس سے دنیا کانپے۔ یہ ریگستان کی چھپکلیاں، لومڑیاں! یہ کسی چیز کے بھی حق دار نہیں ہیں۔ نہ یاروشلائم کی ایک سینٹی میٹر زمین کے، نہ کاشت کی ایک میٹر کے۔ اپنے گھروں اور باغوں سے نکل جائیں قبل اس کے کہ ایک دن میں اٹھ کھڑا ہوں یا کوئی جس میں تھیوڈور ہرزل کی روح ہو اور ان کا وہی حشر ہو جو رتیچل کوری کا ہوا تھا۔

آرن: 'اس چھوٹے سے زمین کے ٹکڑے میں جس کا نام غزہ ہے ایک عرب کے مکان کو ڈھائے جانے سے بچاتے ہوئے۔'

نرس سوسن: 'ڈاکٹر لیف! ایرک کے چہرے پر تشنج ہے۔ کچھ کرو۔'

ڈاکٹر لیف: 'اس سے زیادہ تشنج میرے دماغ میں ہے۔ اسے اس کے حال پر چھوڑو۔ اس وقت مجھے میری بیوی تنگ کر رہی ہے۔ کاش وہ میری زندگی میں نہ آئی ہوتی۔'

سوسن: 'جا کر ایگزامینیشن ٹیبل پر لیٹ جاؤ اپنے کمرے میں، میرے میں نہیں، اور ریلیکس کرو اور ایک ایک کر کے سوچو بچپن سے اب تک کتنے بچوں بڑوں سے تمھیں غیر آلودہ خوشی ملی ہے۔'

لیف: 'مذاق کر رہی ہو۔ کیا ہمیں کبھی کسی سے غیر آلودہ خوشی ملتی ہے؟'

سوسن: 'ملتی ہے تو اسے آلودہ کر لیتے ہیں۔ خوشی خوشی آئے، دشمن پیدا کر لیے، خوشی آلودہ ہو کر جان توڑ گئی۔'

ایرک: دونوں چلے گئے اور اب خاموشی ہے۔ مجھے تنگ کرنے والے بھی چلے گئے۔

آوازیں: 'کیا اب بھی خدا کی زمین پر مزید فساد پھیلانے کا ارادہ ہے؟ (نہیں گئے؟) اس زمین کے ہزاروں سال پرانے بچے ہوئے خادموں کو ان کے کھیتوں اور باغوں سے بے دخل کرنے کا؟'
بالکل۔

ایک حبر Rabbi: 'اے ریئیل تو بدقسمت ہے کہ اس ملک کے اسرائیل بنائے جانے سے پہلے تو اس میں پیدا نہیں ہوا تھا اور جن میں تو نے آنکھ کھولی وہ ان صحائفِ سماوی کو پھلوں کے چھلکے کہہ کر اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک چکے تھے ورنہ Deuteronomy (استثنا) کا اتنا حصہ تو تیری یادداشت میں کہیں نہ کہیں جگہ پاتا کہ ''جب تو اپنے پڑوسی کے انگور کے باغ میں جائے تو پیٹ بھر کر کھا سکتا ہے لیکن ان سے اپنا مٹکا نہیں بھرے گا اور جب تو پڑوسی کی مکئی کی کھڑی فصل میں جائے تو ہاتھوں سے بالیوں سے دانے چن سکتا ہے لیکن تو اپنے پڑوسی کی کھڑی فصل پر درانتی نہیں چلا سکتا ہے۔''

یعقوب: 'اور یہ تو پڑوسی کے باغ اور کھیت ہی ہڑپ کر گیا۔'

ایرک: یاکویب (یعقوب) ایک اور المشرقیون، مسلم اور کرسچین سے بدتر، کام کے لیے ساتویں دن کو حرام قرار دے کر قوم کو کاہل اور نکما بنانے والا۔

کیا ہوا یہ ہسپتال میں شور کیسا ہے؟ میرے سامنے کی دیوار پر ایک چوہا چڑھنا چاہ رہا ہے۔ ارے! نیچے گر گیا۔ شاید مر گیا۔ ہسپتال میں کھلبلی مچی ہے۔ ''چوہے''، ''چوہے'' نرسیں پکار رہی ہیں۔ کیا طاعون پھیل گیا ہے۔ سارے سٹاف نے فیس ماسک لگا لیے ہیں اور ڈنڈے ہاتھ میں لیے چوہوں کا پیچھا کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک چوہے کے تعاقب میں میرے بیڈ کے نیچے گھس گیا ہے۔ مجھے ہمیشہ سے شک تھا یہاں چوہے ہیں لیکن ازرے ائیلیوں کا خیال تھا چوہے مشرق کے اور تمام ملکوں میں ہو سکتے ہیں ازرے ائیل میں نہیں۔ ایک موٹا چوہا میرے بیڈ پر چڑھ آیا ہے اومیرے بیڈ کور (cover) میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ دیکھنے میں بیمار لگتا ہے۔ میری طرح اس کا پیٹ بھی پھولا ہوا ہے اور جسم پر بُھنگے سے منڈلا رہے ہیں۔ جہاں وہ منٹ بھر پہلے تھا وہ جگہ بیڈ شیٹ کی گیلی ہے۔ کہیں میرے سر پر بھی بھنگے (fleas) تو نہیں منڈلا رہے ہیں۔ اس میں سے تو ابھی سے مرے ہوئے چوہے کی بُو آ رہی ہے۔

اگر مجھے پلیگ ہو گیا تو مجھے بھی مٹی کا تیل چھڑک کا جلا دیا جائے گا؟ بھٹی (incinerator) کا تکلف بھی نہیں کیا جائے گا؟ مجھے تنگ کرنے والے سب غائب ہو چکے ہیں۔ ساتھ دینے کو آوازیں تک نہیں ہیں۔

پچاس ساٹھ چوہے تو اس کمرے میں مرے پڑے ہیں۔ کیا ہماری زندگی کی سڑک یہیں ختم ہوتی ہے؟ موشے کے خدا ہمیں بچا لے۔ میں اگر بچ گیا اور اس بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا تو عہد کرتا ہوں تمام فلسطینیوں کو ان کے گھروں، باغوں اور کھیتوں میں لوٹ آنے دوں گا۔ ان کی نقل و حرکت پر پابندی کی دیواریں گروا دوں گا۔ ان کے سر پر صابرہ اور شتیلہ جیسا قتلِ عام لا کر نہ انھیں یہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کروں گا نہ ان کی ملکیت کو غیر حاضر کی ملکیت ٹھہرا کر ضبط کرنے دوں گا۔

میں ایمان لایا ایک انسان کا دکھ سارے انسانوں کا دکھ ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں وہ بھی انسان ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں انسانوں کے گروپس میں نہ کوئی پسندیدہ ہے نہ ٹھکرایا ہوا... فرق صرف نیک اور بد کا ہے۔ ہمیں معاف کر دے، مجھے معاف کر دے۔

یہووا مجھے طاعون سے مت مرنے دے۔ مجھے بھی، میری اولاد اومری اور گیلاد کو بھی (Omri and Gilad) طاعون پھیل رہا ہے۔ چلّاتے چلّاتے میرا گلا سوکھا جا رہا ہے۔ میرے ہونٹ تھم

گئے ہیں۔ وہ بھی میرا ساتھ نہیں دے رہے ہیں۔ کمرے میں ہر سمت سے اندھیرا اتر رہا ہے۔ کیلنڈر جوں کا توں ٹیڑھا ہے۔

دور سے بھگدڑ کی آواز آ رہی ہے۔

ہر طرف مرے ہوئے چوہے پڑے ہیں۔ کمرے میں ناقابلِ برداشت بدبو ہے، مرے ہوئے چوہوں اور جراثیم کش سپرے کی۔ ایک سفید چوہا چھت سے للی کی تصویر پر گرا اور تعجب ہے وہ سیدھی ہو گئی ہے۔

ایک اور سفید چوہا مارگالت کی تصویر کے فریم پر چل رہا ہے... وہ بھی اس نے سیدھی کر دی۔ تعجب ہے مجھے کبھی پہلے خیال نہیں آیا طاعون سفید چوہے بھی پھیلاتے ہیں۔

سٹاف کی آوازیں مٹ گئیں، کہیں بھاگ دوڑ بھی نہیں ہو رہی ہے۔ میرے دماغ پر بھی اندھیرا اتر تا آ رہا ہے۔ کیا میں دنیا میں اکیلا رہ گیا ہوں!

آواز: 'یہی ہے زائیون جو تم مانگتے تھے'

ٹیبل ٹینس

ایرک: پھر آوازیں شروع ہوگئیں۔

کئی آوازیں ایک ساتھ: 'اس وقت تم ہسپتال کی تمام عالم سے کٹی ہوئی دنیا میں آرام سے لیٹے ہو... نہ ملک کو چلانے کی فکروں میں گھرے ہو، نہ گھر کی، نہ ہی بیٹے پر رشوت ستانی کے چارج سے تمھیں واسطہ ہے، جو ہوا تمھارے تعاون سے تھا، تو اس فرصت کا فائدہ اٹھاؤ اور اس وقت دھیان دو: کیا تمھارے لوگوں کی فطرت میں کوئی عنصر ایسا بھی ہے جسے بدلنے کی ضرورت ہے یا ساری زندگی اسی اعتقاد کو سینے سے لگائے رکھو گے کہ بے عیب ذات آسمان پر خدا کی ہے اور زمین پر تمھاری...'

ایرک: ہم خدا کو نہیں مانتے ہیں۔

آوازیں: 'چلو صرف تمھاری ہی ذات بے عیب سہی مگر کیا اس میں، اس کے کسی قلیل جزو کو کھڑکی سے باہر پھینک دینے کی ضرورت ہے؟ زندگی کی کھڑکی سے باہر۔ موشے تک نے پیغمبری کے پہلے مشن پر روانہ ہونے سے پہلے اپنی گویائی کے خام ہونے کا اندازہ کر لیا تھا اور اس کے دور کیے جانے کی دعا مانگی تھی اور اپنے بھائی کے اس مشن پر ساتھ کیے جانے کی۔ دو ہزار سال سے زیادہ کی مدت میں اپنی فطرت میں سے کسی ایسے بوجھ کو اتار پھینکنے کا خیال تمھیں آیا جس کے کارن تمھاری ناؤ بار بار ڈوبی ہے اور جو غیر ضروری تھا۔ لگتا ہے تم اس کشتی میں بیٹھے ہو جس میں موشے کے ساتھ سفر کے بعد خضر نے چھید کر دیا تھا کہ ڈوب جائے لیکن اپنے زعم میں تم نے وہی کشتی لی کہ ہم اسے تیرا کے دکھا دیں گے، ہم خضر کی مصلحت کو نہیں مانتے۔ تم وہی بادشاہ لگتے ہو جو غریب کشتی بانوں کی کشتیوں پر قبضہ کیا کرتا تھا۔ تو وہ کشتی بار بار ڈوبی اور تم نے اپنے سیاسی اور

کاروباری داؤ پیچ سے اسے ہر بار سمندر کی تلہٹی سے اٹھا کر پھر تیرایا ہے۔اب تم نے اس پر ایک اور بوجھ لاد لیا ہے۔'

ایرک: کیسا بوجھ؟

آواز: 'جنگی جارحیت میں تمھارا غیر متزلزل ایمان، اپنے محسنوں اور میز بانوں کے خلاف، جن میں تم ہر طرف سے گھرے ہوئے ہو اور اب اپنے پیڑھیوں کے بند تنگ محلوں، گیٹوز اور مہاجر کیمپوں میں رہنے کے تجربے کو ان آزاد منش صحرا میں بسنے والوں کو باڑوں میں بند رکھنے پر آزمانا چاہتے ہو۔ایک طرح سے جو بدلہ یورپ کے عیسائیوں سے لینا چاہتے تھے ایشیا کے مسلمانوں سے لینا چاہتے ہو۔ وہ بھلا ابد تک ان سٹیل، کنکریٹ، سریوں اور ریزر وائر (razor wire) کی دنیا میں محصور رہیں گے۔

'اور اس سے بھی بڑی پتے کی بات: کیا تم اور تمھارے لوگ سدا اَن جانے وقت تک ان دیواروں پر پہرہ دے سکو گے؟ ان دیواروں کی نیو میں قیامت تک۔

(ہم قیامت کو نہیں مانتے ہیں)

تازہ ڈائنامائٹ بچھاتے رہو گے؟ اور وقت کے ساتھ ساتھ اس دیوار کو اتنی اونچی کر سکو گے کہ چاند پر سے نظر آئے۔تمھارے جوان جو خود کو دنیا کا شہری سمجھتے ہیں زائیون کا نہیں، وہ اس کام سے اکتا کر دوسرے ملکوں کو نکل جائیں گے وہ ابھی سے یریدیہہ (yeride۔خروج) کی سوچ رہے ہیں۔ کہتے ہیں اسرائیل میں اَلیاہ (aliyah آمد) ہو چکی خروج کی بات کرو۔کیا کنویں کے مینڈک کی سی زندگی۔'

دوسری آواز: 'وہ بھی صحیح ہے مگر زائیون کے پرستار، خود کو خدا کی پسندیدہ مخلوق ہونے کا دعویٰ کرنے والے جہاں جائیں گے وہاں پھر ایسے حالات پیدا کرلیں گے کہ وقت کے نپولین ایسے فرمان جاری کرنے پر مجبور ہو جائیں جو تمھاری وہاں پر معاشی اجارہ داری کو ٹھپ کر دیں، اور تم جانتے ہو جس ملک میں بھی رہو وہاں کے سرمایہ اور کاروبار پر مکمل تسلط تمھارا اَوبسیشن (obsession) رہتا ہے اور آج کل کی دنیا میں اس کے لیے تمھیں ان سب باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے کون کیا لکھ رہا ہے، چاہے وہ امریکا کا سابق یا موجودہ صدر ہی کیوں نہ ہو، اخباروں رسالوں میں کیا چھپ رہا ہے، موویز اور ٹیلی وژن کا کیا رجحان ہے، ریڈیو کیا سنا رہا ہے جو تمھارے خلاف فرڈینینڈ، نپولین اور ہٹلر کا کردار نہ پیدا کردیں۔اس کے لیے حفظ ماتقدم میں تم انھیں خریدنے پر مجبور ہو جاتے ہو...انسانوں کو بھی اور ان کی آواز کو بھی...لیکن...لیکن دم بھر رُک کر ذرا سوچو

اگر ایسا نہ کر پائے اور پھر سے خدانخواستہ گیٹوز میں رہنا پڑ گیا تو یہاں کی آسائش... واہ امریکا سے بہ کر آنے والی سونے کی ندی... اور دوسروں کی زندگی پر ویسا ہی اختیار جو فرعون کو موسیٰؑ کی قوم پر تھا، تو وہ زندگی اس زندگی کے بعد کیسی لگے گی؟ رہی صدیوں پرانی بار بار پیش آنے والی ذہنی اور مالی ناآسودگی کی گھٹن... سوری، مالی اور ذہنی گھٹن، تنگ گلیاں جیسی مویشیوں کے باڑے میں ہوں، سیلا ہوا بسینده ماحول، تمھاری خوف زدہ بیمار لڑکیاں، عورتیں جن میں سے کچھ کا مصرف کمرشل انٹر پرائز میں بغیر ضمیر کے احتجاج کے جھونک دیا جانا ہوگا۔ ذرا یاد کرو پولینڈ میں ان جنسی جرائم میں سب سے زیادہ ملوث کون لوگ تھے؟ souteneurs کون تھے جو جس عورت کے ساتھ رہتے تھے اسی کی جنسی کمائی پر پلتے تھے؟'

آواز: 'مرکنٹائل کمیونٹی کا عام دنیا سے علیحدہ اپنا اخلاقی ضابطہ ہوتا ہے۔'

ایرک: میں بس اتنا سمجھ رہا ہوں مجھے رات جو پنوٹک دی گئی تھی اس کی ڈوز کم تھی جو مجھے یہ سب سننا پڑ رہا ہے۔ مجھے اگر مرنے نہ دیں تو انڈر جنرل اینیستھیز یا نہیں رکھ سکتے ہیں۔

آواز: 'ناپنے اور تولنے میں کم کرنا ان کی قدیم عادت ہے ڈیئر بلڈوزر... انھیں سمجھانے کے لیے کہ یہ عادت ترک کر دو پروردگار نے ان پر ایک پیغامبر کو مقرر کیا تھا... نام جانتے ہو گے۔ شعیب (Jethro)۔'

ایرک: جو مجھے چاہیے ہے وہ ہے آرام لیکن دوپہر آ پہنچی ہے نہ کوئی ڈاکٹر ہے نہ نرس جسے احساس ہو میں کوما میں نہیں ہوں۔ سوسن ھرب کے ساتھ بحیرہ روم کے ساحل پر ہوگی۔ دیکھا میرا دماغ کام کر رہا ہے تب ہی یہ بدبخت مجھے زندہ رکھ کر اپنی بڑائی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کیا مجھے قیامت تک زندہ رکھنے کا ارادہ ہے۔

('قیامت کا کہاں سے ذکر آ گیا شتیلہ صابرہ کے قصاب۔ تمھارا اس میں کب یقین تھا!')

آؤ اور مجھے ان مستقل بھونکتے رہنے والوں سے بچاؤ۔

نرس شونا کہاں ہے، ڈاکٹر روبین کہاں ہے۔ مجھے ان کا affair (معاشقہ) ٹیک آف سے پہلے ہی doomed لگتا ہے۔ اس لیے دلچسپ۔ نمبر ایک کو اپنے گم ہو جانے والے شوہر کا صدمہ ہے، نمبر 2 کو کیپ ٹاؤن بھاگ جانے والی بیوی کا۔ اس وقت برابر کے سروس روم میں اس کے آنسو اپنے رومال سے پونچھ کر اس کے سر کو اپنے سینے سے لگا رہا ہوگا۔ شاید۔ ہوسکتا ہے اب تک دونوں نے محبّت کرنے کا کوئی نیا ڈھب اپنا لیا ہو۔ دو، تین بار جب بیڈ کے نزدیک ہوں بس اتنا ہی دیکھا۔ کبھی کبھی جیب میں

لوٹائے جانے سے پہلے وہ رومال اس کے ہاتھ سے لے کر ناک سے بہ نکلنے والے آنسوؤں کو خشک کر کے اسے لوٹا دیتی ہے۔

ایک آواز: 'کیا کفایت شعاری پسند عورت ہے!'

ایرک: یہ لوگ مجھے کوما میں سمجھتے ہیں حالانکہ میں کمرے سے باہر کے پتوں کی سرسراہٹ تک کو سن سکتا ہوں اور کھڑکی سے باہر کے آسمان میں بند آنکھوں سے چاند کے چلنے تک کو دیکھ سکتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں مجھے (ایک کمپیوٹر بنا دیا ہے۔ وہ تم پہلے ہی تھے دیوورا کے لال،)

پتا نہیں یہ دونوں پریم پنچھی اس وقت کہاں ہیں؟ کتنی بھولی ہے، سمجھتی ہے اس کا آدمی ساؤل (Saul) ازرے ائیل کے خلاف تھا، اس لیے پولیس سے بچتا پھر رہا تھا، کہیں نکل گیا۔ ہونہہ! اس آسانی سے کون ازرے ائیل سے نکل سکتا ہے! کوئی چوہا تھا کہ حیفہ میں کسی غیر ملکی جیٹی سے بندھے جہاز کی رسی پر چڑھا اور جہاز کے ساتھ یہاں سے غائب ہو گیا۔ ہماری کھوپڑیاں مغز سے جیم پیکڈ ہیں... ٹھسا ٹھس بھری۔ وہ سو کر اٹھنے کے بعد کے خواب کی طرح غائب ہو گیا اور اب شونا کا دوست کیپ ٹاؤن کا یہودی ڈکٹر ریوبین (Reuben) ہے جس کی بیوی جینیٹ (Jenet) یہاں اس کے ساتھ آئی تھی، کرسچین تھی پروٹسٹنٹ۔ ملک اسے نہیں بھایا کہ یہاں مساوات نہیں ہے، واپس چلی گئی۔ اب وہاں سکول ٹیچر ہے۔

اگر میں کوما میں ہوتا تو بھلا ان آس پاس کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا مجھے علم ہوتا! میری زندگی بچپن سے ڈائنامائٹ اور فائرنگ رہی ہے۔

('تمھارے ہر بچے کی: بڑے ہو کر جب وہ کسی کو پیار کرتا ہے تو دھماکے کی آواز آتی ہے') تب ہی دماغ ان ہی لائنوں پر چلتا ہے۔ اگر موسیقی اور سوشل سدھار میں دلچسپی لیتا تو اس وقت معذور ہونے کے بعد دماغ کی دنیا ہی دوسری ہوتی۔ اگر یہ مجھے میرے پیروں پر کھڑا کر دیں جس میں مجھے شبہ ہے، تو ازرئیلی سولجرز کے لیے ایک پرائمر لکھوں گا: جس وقت گولی نہ چلا رہے ہو ('عربوں کے گھروں کو مسمار نہیں کر رہے ہو') دماغ میں اچھی موسیقی اور خوبصورت فلموں کے کیسٹ چلنے دیا کرو... نیند آ رہی ہے یا دماغ بند ہو رہا ہے؟

نہیں آئی۔ دماغ اور آنکھوں کو چھوتی ہوئی پاس سے گزر گئی۔

اتنی دیر خاموشی رہی۔ اب کئی آوازیں ہیں: ایک بھی مجھ سے مخاطب نہیں۔ سب آپس میں بول رہی ہیں... میرے بارے میں۔

بہت سی آوازیں: 'یا تو اس نے پڑھا نہیں یا تاریخ کا غبی طالب علم تھا۔ بھول رہا ہے چھ سو سال سے زیادہ سپین میں امن رہا۔ یہودی، عیسائی، مسلمان جیسے ایک قوم تھے۔ اس کی قوم اقلیت تھی۔ مسلمانوں سے بھی چھوٹی لیکن انھوں نے حاکم ہوتے ہوئے بھی انھیں گیٹوز میں نہیں رکھا تھا۔ ہر یہودی وہاں آزادی سے گھومتا تھا۔ اپنی پسند کا کاروبار کرتا تھا۔ وہ مسلمان سپین تھا وہاں اس کی، بل ڈوزر کی، قوم کا نعرہ یہ نہیں تھا سامت کی مخالفت (antisemitism) کا خاتمہ کرو۔ وہاں انھیں قدم قدم پر بے عزتی نہیں سہنی پڑتی تھی۔'

فاطمہ: 'میں صرف اتنا جانتی ہوں دنیا میں صرف ایک نسل پرست قوم ہے اور اسے ساری دنیا اپنی دشمن نظر آتی ہے۔ بوجھو کون؟ ہاہا، ہاہا'

فلسطینی پروفیسر: 'یہ تولیدو کیا ہے؟ گیا ہوگا۔ عبادت گاہ، کنیسا کے باہر جو پیڈسٹل پر مجسمہ ہے کس کا ہے؟ میمونڈیز کا۔ Maimonides of Toledo وہ خوبصورت کنیسا اور پتّھر کا مجسمہ خراجِ عقیدت تھا ایک مہان یہودی فزیشین کو مسلم سپین کا۔

کیا ایرک شیرون کی قوم نے اپنے کسی محسن کو، مثلاً صلاح الدین ایوبی کو، یہ رتبہ دیا ہے؟ اس کنیسا کی اور اس مجسّمے کی حفاظت کو مسلم سپین نے اپنا فرض جانا تھا۔ ان میں نہ کوئی بخت نصر (Nebuchadnezza) تھا نہ ٹائیٹس (Titus)، نہ وہ ہیروڈ جس کی گردن پر یحییٰ، John the Baptist کا خون ہے، نہ ایڈولف ہٹلر۔

فاطمہ: 'میں صرف اتنا جانتی ہوں ساری دنیا میں صرف ایک قوم ہے جو اپنے کو مظلوم اور باقی کو ظالم جانتی ہے اور یہی بات اس کو ورغلانے والے زائیونسٹ دن رات تسبیح پر رٹا کرتے ہیں۔

('یہ عورت کون ہے جو اس سمع خراشی میں شامل ہوگئی؟')

فاطمہ: 'صرف اتنی حقیقت ہے anti-Semitism کی۔'

'وہ فردوسی امن بس 1492ء تک رہا۔ فرڈینینڈ کون تھا؟ ازابیلا کون تھی؟ جنھوں نے مسلم سپین کا خاتمہ کرکے دوبارہ عیسائی سپین پیدا کیا۔'

دوسرا پروفیسر: 'بولو، بولو میرے ساتھ بولو ان کی فتح نے یہودیت کی مخالفت کو جنم دیا۔ اس منظم قتلِ عام میں بیٹا ایرک تمھارے ایک لاکھ تیس ہزار آدمی سپین سے بھاگے، ستر ہزار نے زیرِ خنجر صلیب کو چوما اور گلے میں ڈال لیا۔'

مسجد ابراہیمی کا مقتول امام: 'ایریئل شیرون تم نے شاید یہ تو سنا ہوگا اور اس پر ہنستے ہوگے کہ اسلام میں

تمام فرقے، تمام نسلوں والے برابر ہیں اور ایک مسلمان، عام مسلمان جس کا دماغ تمھاری سیاست نے خراب نہ کیا ہو سامیت کی مخالفت (anti-Semitism) کے معنی بھی نہیں جانتا ہے۔
یہ لطیفہ نہیں ہے۔ جانتے ہو کیوں؟'

ھند کی آواز: 'اس لیے کہ ان کے پیغمبرؑ نے اپنے آخری خطبے میں...'

ایرک: (Khutba? what is that! یہ مسلم عالمہ اسے اس کی کتابوں کے ساتھ...')

'ان کے ساتھ حج پر آنے والوں سے عرفات کے میدان میں...'

('مجھے نہیں معلوم تھا یاسر عرفات ایک کھلے میدان کا مالک تھا')

میکسم: 'غبی تمھیں میدانِ عرفات اور انسان عرفات کا فرق نہیں معلوم!'

("It should have been bombed out of world surface")

کہا تھا: ''تم میں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں ہے۔ آج دین کی تعلیم مکمل ہوگئی۔'' یعنی دنیا میں رہنے کا ڈھنگ انسان کو سکھا دیا گیا ہے۔ ''کسی کو نسل یا رنگ کی بنا پر دوسرے پر برتری نہیں ہے۔ برتری صرف نیک اعمال کو بد اعمال پر ہے۔''

'آخرت میں نصرت اسی کی ہے جو سب میں یکجان بن کر رہتا ہے اور زمین پر فساد نہیں پھیلاتا ہے اور واقعی سمجھ دار کے لیے اس دن دین کی تعلیم مکمل ہوگئی تھی۔'

ایرک: یہ آواز ھند کی تھی جو کوئی موقع اسلامی وعظ کے لیے نہیں چھوڑتی ہے۔ کاش فرعون نے صرف نوزائیدہ لڑکوں کے ختم کیے جانے کا حکم نہ دیا ہوتا۔ لڑکیاں ہمیشہ ان سے زیادہ خطرناک ثابت ہوئی ہیں انھیں موت کے گھاٹ اتارتا تو بات تھی must have been a feminist۔'
(عورتوں کی حامی)

'یہ کیا نعرہ بازی شروع ہوگئی۔ ہسپتال کے اس کمرے میں لگتا ہے مجھے ستانے کے لیے stereophonic sound system نصب کیا گیا ہے۔ ہر طرف سے ایک دوسرے کے جواب میں آوازیں آرہی ہیں۔ ایک طرف سے کوئی ایک نمبر پکارتا ہے۔ مخالف جانب سے دوسرا جیسے اس کا جواب دیتا ہے۔ سوال جواب یورپ کی سب ہی زبانوں میں ہیں۔

'1290 ?' 'انگلستان'

'1391 ?' 'فرانس'

'1421 ?' 'آسٹریا'

'1424 ?' 'جرمنی'

'1439 ?' 'اوسبرگ' Ausberg

'1442 ?' 'بیویریا' Baveria

('Will you stop this chorus... rascals')

'1454 ?' 'موراویا' Moravia

('ریوبین! شوآ! میں کچھ کہنے کی کوشش کر رہا ہوں۔')

'1485 ?' 'پیروجیا' Perogia

ایک نرس کی آواز: Eva, Bill come. We are on the point of witnessing a miracle:

The lips of the unconscious bull are oving: guess he is beginning to talk.

'1488 ?' 'پارما' Parma

'1489 ?' 'میلانو۔اٹلی'

('کون اس آرکیسٹرا کو کنڈکٹ کر رہا ہے؟ Wagner the anti-Semite اس کے ہاتھ سے بٹن (baton) چھین لو۔ یہ از رے ائیل میں کیسے داخل ہوا!')

'1492 ?' 'فرڈینینڈ اور ازابیلا کا سپین'

('Kick him and his orchesra out')

'1494 ?' 'ٹسکینی' Tuscany

میکسم جیبی (ڈاماٹسٹ): دیللی!

Such a long list of distinguished Anti-Semites!

ایرک: 'اب سب مل کر مجھے ایذا پہنچا رہے ہیں۔'

دوموشی ڈاکٹر: 'ہم اس پاگل کتے کی کھوج میں ہیں جس نے ان سب قوموں کو کاٹا تھا جو تعلیم یافتہ تھیں اور بغیر کسی وجہ کے تمھارے در پہ آزار ہو گئیں۔'

'اب فلسطینیوں میں جو سیانے ہیں انھیں دھڑکا اس کا ہے کہ کل نسل کشی کا یہ گھناؤنا کام ان سے نہ ہو جائے۔ وہ اس فن میں نابلد ہیں۔ اگر کیا تو کس قدیم قبائلی طریقے سے۔'

ھند: 'اس سے پوچھو: تم پر بدنے والے (betting on you) یورپین، نکالنے کے بعد تمھیں یورپ میں کیوں نہیں بسانا چاہتے ہیں، فرانس، جرمنی، برطانیہ، رومانیہ میں سے ہر ایک زمین کا اتنا ٹکڑا تو دے ہی سکتا ہے کہ تم اسے موعودہ ارض بنالو... آخر کو سب زمین یہووا کی ہے۔'

فاطمہ: 'انھیں خود پر یقین جو نہیں ہے کہ ایک دن وہاں نعرے نہ لگانے لگ جائیں کہ ہم سے نسلی تعصب برتا جا رہا ہے۔'

الیاس (عیسائی جرنلسٹ): 'بدلو یا رفیق، خود کو بدلو۔ المصور نے تمام انسانی زندگی ایک انسان میں ترتیب دی تھی۔ خود کو بدلو۔ اسی میں تمھاری مکتی ہے۔ ابدی نجات۔ ہوسکتا ہے اپنی فکر بدلنے کے بعد یہ سمجھنے لگو کہ ساری زمین ایک مقررہ مدت کے لیے انسان کی ارضِ موعود ہے۔ اس کے ایک ذرا سے ٹکڑے کو کیا پناہ گاہ سمجھنا۔'

ھند: 'اس کے ہم مذہب (میں مذہب کو نہیں مانتا) ہر مسلم ملک میں خود کو محفوظ محسوس کرتے تھے، کاروبار کرتے تھے اور پیر پھیلا کر سوتے تھے، عام سوسائٹی سے کوڑھ اور طاعون کے مریضوں کی طرح علیحدہ نہیں رکھے جاتے تھے۔'

(ایرک: مسلمانوں کو اتنی سمجھ کہاں!)

لیکن وہ ماحول انھیں راس نہیں آیا۔ اسے صلاح الدین کا نام یاد ہے؟ شاید صلادین کو جانتا ہو۔ سڑک کوٹنے کے انجن اس نام کو ذہن میں لانے کی کوشش کرو جس نے اندلس سے نکالنے جانے پر آلِ یعقوب کو یروشلم آنے کی دعوت دی تھی۔

(جذباتیت کو ہم نے اپنے دماغ سے خارج کر دیا ہے۔)

ان سے یہ نہیں ہوسکا اپنی اس عارضی ارضِ موعودہ میں ایک مجسمہ اپنے محسن صلاح الدین کا بنوا دیتے۔

(ایرک: عارضی ارضِ موعودہ ہی تو ہے جو مجسمہ نصب کیا جاتا وہ بھی عارضی ہوتا۔ دولت کا زیاں... یہ میں کیا کہہ گیا!)

میکسم جیبی: 'تمھاری قوم کے افراد ہر نمونے کا نوبیل پرائز اپنوں کو دلوا سکتے ہیں اور فلم کے لیے آسکر۔ ایک صلاح الدین جیسا حقیقت پسند، جنگ سے بیزار، انسانیت کے نازک جذبات سے پُر جنرل نہیں پیدا کر سکتے ہیں! ایک یہودی صلاح الدین جو ہر طرف بھڑکی ہوئی جنگ کی آگ میں گھرے ہونے کے باوجود جی کے دکھائے کہ ایک انسان کیا ہوتا ہے، کسے انسان کہتے ہیں۔

کسی آبادی کو اجاڑ پھینکنے والے کو نہیں، جو مقابل آبادی کا دل جیت لے اسے۔'

ایرک: میں آوازوں کا کورس سننے پر مجبور ہوں اس لیے کہ کان خود نہیں بند کر سکتا ورنہ stoppers لگا لیتا اور نرسیں کہیں بیٹھی سٹاک مارکیٹ کے گھوڑے دوڑا رہی ہوں گی۔

پھر وہی دائیں بائیں تاریخوں اور ملکوں کے ناموں کی ٹیبل ٹینس شروع ہوگئی۔ اس سب کے پیچھے اسی پیلی رنگت کے اولمیٹ اولمرٹ کا ہاتھ ہے جو حکومت کو مجھے زندہ رکھنے سے نہیں روک سکتا ہے لیکن چاہتا ہے اگر جلا لیا گیا تو ہسپتال کے بیڈ سے اٹھوں تو اندر ہی اندر غصے کی سلگتی ہوئی آگ سے نیبوکدنذر بن کر اٹھوں جس کے پنجوں اور عقاب جیسے پروں سے تمام آلِ یعقوب ڈرے اور گایوں بیلوں کی طرح گھاس چرتا پھروں۔ ارے یہ میں کن خیالوں میں پھنس گیا۔ یروشلم کی حفاظت کرنے والا ایک دن اس کا تاخت وتاراج کرنے والا بن کر دوبارہ دنیا میں آئے... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔

الیازار Eleazar بوڑھا یہودی: 'صابرہ اور شتیلہ کا فاتح ایک بے معنی خیال سے ڈر گیا۔ ارے تو تو نیبوکدنذر کا نیا جنم ہے۔ خود سے ڈر گیا۔'

1648؟ ''پولینڈ'' ''ٹیلی؟'' ''ایک لاکھ قتل اور تین سو کمیونٹیاں تتر بتر۔''

ایرک: تو رول گول ابھی جاری ہے۔

جسے ہم دیکھنا نہ چاہیں وہ ہے ہی نہیں

ابھی تھوڑی دیر ہوئی چند آوازیں میرے بارے میں آپس میں بہت کچھ کہہ کر چپ ہوئی ہیں۔ ان کو سننا ایک اذیت ہے لیکن اس سے زیادہ نہیں جب میں بنا بولے اپنی آواز خود سننے لگتا ہوں یا جب مجھے ستانے والے میرے خیالات کو اس کمرے میں براڈکاسٹ کرنے لگتے ہیں۔

جب میں عام آدمیوں جیسا تھا صرف وہ آوازیں سنتا تھا جو سب سن رہے ہوتے تھے اور میرے خیالات میرے دماغ میں بند پڑے رہتے تھے، ان کی بھنک تک دوسروں کو نہیں پڑتی تھی خواہ وہ باپ ہی کو قتل کرنے کے ہوں یا کسی کنشت (synagogue) کو پھونک دینے کے۔ میں اپنی ذات میں سب سے الگ تھلگ 'میں' تھا اور اب ان ستانے والوں نے مجھے وہ کپڑوں کا پتلا (effigy) بنا دیا ہے جسے سرِعام جلایا جاتا ہے۔

جو آوازیں مجھ سے مخاطب ہوتی ہیں وہ بھی کم ستم نہیں ڈھاتی ہیں۔ جو آوازیں آپس میں باتیں کرتی ہیں وہ مردوں کی بھی ہوتی ہیں اور عورتوں کی بھی۔ ان میں بچوں کے رونے کی آوازیں بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ ایک بچّہ کہتا ہے، انت قتلت، دوسرا کہتا ہے، انت قاتل۔ یا نہ جانے کیا۔

بڑے اس ملامتی بوچھاڑ میں ان سے کب پیچھے رہتے ہیں! ایک آواز کہتی ہے: 'شتیلہ صابرہ کا مردم قصاب کیا آرام سے پڑا ہے۔' دوسری کہتی ہے 'اس کا سوتے رہنا ہی دنیا کے لیے بھلا ہے، اٹھے گا تو کسی آبادی کو اپنے ٹینکوں تلے ہموار کرنے لگے گا۔' تیسری آواز کہتی ہے: 'سڑک کوٹنے کے انجن (bulldozer) تیری دو بیویاں تیرے نیچے آ کر کچلی جا چکی ہیں۔ ایک اور کر لے۔'

یہ سب میرے لیے اتنا اذیت ناک ہے کہ یہووا اگر کارڈ پلیئر ہے تو میرے مرنے کے بعد ان

ستانے والوں کے پتوں کو'ڈبل' نہیں کر سکے گا۔

پتا نہیں یہووا کو شطرنج اور تاش میں کتنی دلچسپی ہے لیکن اس کی چالیں ہوتی تاش کی چالیں ہیں۔ اکثر اندھی (blind)

پہلی دفعہ بھی میں جانتا ہوں جو میرے جسم کے بعض حصوں نے تھوڑی دیر کے لیے کام کرنا چھوڑ دیا تھا اور میں بول نہیں سکتا تھا، فالج تھا۔ تھوڑی دیر میں، میں ٹھیک ہو گیا اور ڈاکٹروں کے کہنے کے خلاف بستر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کیسے لیٹا رہ سکتا تھا! مغربی کنارے اور غزہ کے طویل بارڈرز کی حفاظت ہمارے لیے ناممکن ہوتی جا رہی تھی۔

آواز: 'بس اتنے سالوں میں! یہ جنگ تو تمھیں سو، دوسو، پانچ سو سال تک لڑنی پڑے گی۔ ہمیشہ مسلح، ہمیشہ چوکس، چوکنّے۔ رہ سکو گے؟'

آواز: 'کبھی اپنے بارڈرز آگے بڑھاؤ گے، کبھی پیچھے ہٹاؤ گے۔'

ھند: 'کبھی درمیان میں چار سوفٹ گہری خندق کھودنے کا پلان بناؤ گے، کبھی کبھی دوسری دیوارِ چین۔

بیٹا اس پر مصر تھا کہ سارے غزہ کو ٹینکوں سے چورس کر دو... آبادی سمیت ہموار۔

ایرک: آ گئیں! میرے خیالات کا انھیں پتا پڑ گیا۔ میرے خیالات وہاں تک پہنچے تھے کہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا بارڈر کو مجھے مختصر کرنا پڑے گا۔ کیسے ہر سیٹلمینٹ کے گرد ازرے ائیلی، سیاہ دن رات پہرہ دے سکتی ہے لیکن وہاں کے ہمارے بسنے والوں سے کہنا کہ مین لینڈ ازرے ائیل میں تمھیں نئے مکان دیے جا رہے ہیں، وہاں سے اٹھ آؤ اور نئے گھروں کو آباد کرو تو وہ سمجھیں گے میرے دماغ کو دیمک لگ گئی ہے۔

پچھلے ستاون سالوں میں ازرے ائیلی ایسی دانش کی باتیں سننے کے عادی نہیں رہے ہیں۔ ان کی پکی آخری رائے یہ ہے کہ اس ملک کا ایک ایک چپا ہمارا ہے۔ جہاں چاہیں رہیں۔

ہاں، اگر ان سے کہا جاتا ہم تمھارے لیے دمشق اور بیروت خالی کرا رہے ہیں وہاں چل کر بسو تو وہ فوراً تیار ہو جاتے مگر ایک سیٹلمینٹ کو چھوڑنا ان کی سرشت میں ڈالا ہی نہیں گیا ہے۔ وہ آسانی سے نہ گولان کے (Kibbutzim)[1] چھوڑیں گے نہ دریا کے کنارے بسائی ہوئی بستیاں۔ زندہ رہنے کے لیے پیچھے بھی ہٹنا پڑتا ہے، یہ بات ان کی نئی کاشت کی ہوئی فطرت سمجھ ہی نہیں سکتی ہے۔ آخر کو تو ایک

---

[1] ایک زراعت پر مبنی کمیونٹی kibbutz جمع، کنٹرم، باہر سے آنے والے یہودیوں کی۔

ہزار سال سے ہر یہودی بچّہ یہی سن سن کر بڑا ہوا ہے... دجلہ وفرات کے دوآبے سے لے کر کنعان اور بحیرہ روم کے ساحل تک اور وہاں سے نیل تک بڑا ازرے ائیل ہے: ہماری زمین جس پر دوسروں کا قبضہ ہے۔ اس کا سبزہ خیز خطہ ہمارا ہے۔ رہی نری ریت اس میں فلسطینی... سوری عرب... جہاں جی چاہے رہیں۔

یوسف: 'انھوں نے یہ کبھی سنا ہی نہیں کہ ایک پھیلتے ہوئے مذہب والوں کو ایک محدود علاقہ ناکافی ہوتا ہے۔ ہاں ایک جامد (static) قوم چاہے تو فصیلوں کا باڑا بنا کر اس میں رہ سکتی ہے۔ جسے تم گیٹو (ghetto) کہتے ہو۔ اگر ہم میں مل جل کر نہ رہنا چاہو تو وہ نری ریت کا علاقہ تم لے لو لیکن اتنا خیال رکھنا اگر اس میں تیل نکل آیا تو وہ علاقہ زائیون نہیں رہے گا... سارے ہی مغرب کے ملک اس میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہوں گے۔'

ایرک: میں اپنے لوگوں کے ساتھ ہوں۔ یہ کل زمین ہماری ہے۔ عربوں کو یہاں سے نکلنا ہوگا۔

آواز: 'تمام زائیونسٹوں کی آواز۔ ہنگری کے تھیوڈور ہرزل کی آواز۔'

آواز: 'آخر کو زمین سفید آدمی کے لیے بنائی گئی تھی۔ تمام پیغمبر سفید تھے، چاہے پوچھ دیکھو اس لاش سے۔'

ایرک: اس سربلند ناک والی عورت گولڈا میئر کو، گو میں ہل نہیں سکتا ہوں، یہیں بستر پر لیٹے لیٹے سیلوٹ کرتا ہوں۔ کیا عورت تھی! اس سے میں نے سیکھا: ''جسے ہم دیکھ نہیں رہے ہیں وہ ہے ہی نہیں اور جسے ہم دیکھتے ہوئے بھی نہ دیکھنا چاہیں اس کی ہستی ہی نہیں ہے۔''

آواز: 'A woman full of platitudes فرسودہ خیالات کی مالک۔'

ایرک: اس پہ مجھے وہ گروپ فوٹو یاد آ رہا ہے جس میں بیچ میں صدر امریکا کھڑا ہے، اس کے ایک طرف میں ہوں دوسری طرف وہ ڈھیلے ڈھالے کپڑوں والا فلسطینی... سوری عرب، جس نے کندھوں پر شطرنج کی بساط کے سیاہ سفید خانوں والا رومال ڈال رکھا ہے۔ جو وہاں ہوتے ہوئے بھی نہیں تھا۔ ایسے موقعوں پر صدر امریکا تک اس جوکر کی بات سنجیدگی سے نہیں سنتا تھا۔ نہ ہی کوئی اور مغربی دنیا کا اہم شخص۔ جو تصویر اس وقت میرے ذہن میں ہے اس میٹنگ کی ہے جو صدر امریکا کی مویشیوں کی چراگاہ میں ہوئی تھی اور ایک جنگی چال سے کم نہیں تھی۔ اس کے ہر لمحے نے میرے مدمقابل کو گھٹا گھٹا کر سرکس کا مسخرہ بنا دیا تھا۔ جیسے شطرنج کی ایک بازی میں کوئین (وزیر) کو پیدل سے بے بس بنا دیا جائے۔ (آواز: ''سچ بولو: اس ایک پیدل نے

بادشاہ اور وزیر دونوں کو زچ کر رکھا تھا'') اس کو رخصت کر دینے کے بعد امریکی صدر اور میں دیر تک ہنستے رہے۔

آواز: 'تم دو، ایک ہوتے تھے، بلکہ تین۔ دو بل ڈوزر، ایک صدر امریکا، اور تمھاری حقارت اور استہزا کے مقابلے میں وہ اکیلا ڈٹا رہتا تھا کہ شاید اس کی قوم والوں کے لیے ظلم سے نجات کی کوئی راہ نکل آئے۔ حالات سے مایوس ہو جانا اس کی فطرت میں نہیں تھا۔'

آواز: 'اس میں تھوڑی بہت صلاح الدین کی روح تھی۔ یاد ہے ایک موقع پر اپنے دشمن کو اپنا خون دینے کو تیار ہو گیا تھا۔'

ایرک: کون؟ صلا دین؟ ان دنوں میں بلڈ ٹرانسفیوژن ہوتا تھا۔

آواز: 'صلاح الدین نہیں کوڑھ مغز۔ اس کے دور تک ایک انسان نے دوسرے کو خون دینا نہیں سیکھا تھا۔ ضرورت پڑتی تو وہ رچرڈ کو پھل اور برف تو کیا اپنا خون تک بھیجنے میں تردد نہیں کرتا۔ بات یاسر عرفات کی ہو رہی ہے جسے تو نے سدا اپنا ذاتی دشمن سمجھا۔'

ایرک: اوہ وہ جسے اور جس کی کل گورنمنٹ کو میں نے اپنے ٹینکوں سے رملّہ میں گھیر لیا تھا اور وہ پانی راشن کر کر کے پیتے تھے۔

آواز: 'بلڈوزر ہنس کیوں رہا ہے؟ ایسی حرکت سکول کے سدا فیل ہونے والے لڑکے کرتے ہیں۔'

ایرک: میں ہنس رہا ہوں کہ پیٹ ہلکا کرنے کے بعد ان کا کام پانی کے بغیر کیسے چلتا ہوگا۔ مجھے معلوم ہے یہ لوگ ہاتھ، منہ اور پاؤں دھوئے بغیر اپنے اللہ سے باتیں نہیں کر سکتے ہیں، اور وہ بھی دن میں پانچ بار۔ تعجب ہوتا ہے اپنے رب سے مشورہ کیے بغیر وہ جنگ کیسے جاری رکھ سکتا ہوگا۔ شکر ہے یہوواہ، 2004ء میں وہ بے وقار انسان میدان جنگ ہی کیا میدان زیست ہی چھوڑ گیا۔ جنگ کا خطرہ اس کے ساتھ ختم ہوا۔

آواز: 'پھر وہی بات جنگ کا خاتمہ۔ یہ جنگ تو 3004ء تک بھی ختم نہیں ہوگی۔ جس میں آزادی کی خو ہو وہ مرنے کے بعد اپنی خو اپنے پس ماندگان کو سونپ جاتا ہے۔'

آواز: 'وہ نہیں جسے آزادی بھیک میں ملی ہو اور آزادی دینے والا پشت پناہی پر کھڑا ہو۔'

آواز: 'جس پے ترس کھانے کا یہ عالم ہو کہ اس کے بڑے سے بڑے ظلم اور اقوام متحدہ کے معاہدوں کو توڑنے پر بھی امریکا اور اس کے حواری اس پر sanctions (پابندیاں) عاید کرنے کو تیار نہ ہوں۔' ('جیسے بگڑے بیٹے کے چاہنے والے ماں باپ')

آواز: 'نہ ایٹم بم بنانے اوران کا ذخیرہ کر لینے پر، نہ اپنے سے کمزوروں کی زمین پر قبضہ کرنے کے جرم پر۔'

آواز: 'نہ ایک بھاری اسلحہ سے محروم آبادی کو ٹینکوں سے گھیر لینے پر۔'

آواز: 'سنوسنو، مینا چم بیگن کیا کہہ رہا ہے:

'اگر ایرک دوبارہ زندہ ہوجائے تو رملہ کیا تل ابیب میں اس کے ٹینک خود اپنے وزیر اعظم کے گھر اور کنیسیٹ کو گھیر لیں گے۔'

آواز: 'دو ہزار سال کی دُر دُر پھٹ پھٹ نے بجائے صحت مند ردعمل کے جو پس ماندہ قوموں کے شانہ بشانہ جہالت، غربت اور استحصال کے خلاف جنگ کی صورت اختیار کرتا، بلڈوزر میں جارحیت کو جنم دیا اور پھر وہ جارحیت خود کار آلے کی شکل اختیار کر گئی، جو اس وقت تک کام کرتا رہے گا جب تک وہ آلہ خود جل کر ختم نہ ہو جائے۔ خلا میں آوارہ ہو جانے والے سیارے کی طرح۔'

دوسرا بحیرہ مردار

رات جب آوازوں سے میرا پیچھا چھوٹا ہے وہ بوڑھا عرب کسان جس نے منہ سے پائپ نکال کر اپنا نام بتایا تھا یوسف، کہہ رہا تھا: 'دنیا کی آبادی میں مل کر ایک ہو جاؤ پھر یہ زمین کا ٹکڑا کیا ساری خدا کی زمین تمھاری ہے۔'

تمام سیاسی تحریکوں میں یہ بات خاص ہوتی ہے ان میں شامل ہر شخص پڑھا لکھا ہو یا اَن پڑھ تقریر کرنا سیکھ جاتا ہے۔

میں کہہ رہا تھا جو جگہ سلیمان کے مندر[1] کی تھی اور جہاں ابھی تک دیوارِ گریہ موجود ہے یہودیوں لیے سب کچھ ہے۔ باقی زمین کا وہ رتبہ کہاں! ایران سے لے کر ایٹلانٹک تک عربوں کے لیے اتنا کچھ ہے ہمارا اتنا سا، اسے کیسے چھوڑ دیں۔

وہ بولا: 'دنیا کے ساتھ ہو کر یہ بھی تمھارا ہوگا اور وہ بھی تمھارا۔ فراخ دلی سے ان کی آبادیاں اور کھیت انھیں دے دو، بغیر لڑے ان پر فتح پالو گے۔'

میں نے کہا: 'اگر یہ مان لیا جائے ہم میں اور دوسرے انسانوں میں ایک فرق ہے، ہم وہ ہیں جنھیں یہووا نے اپنے بندوں میں سے چنا تھا اور یہاں بسایا تھا۔ اگر دنیا بھر سے آ کر یہاں جمع ہو کر رہنے لگیں گے وہ ہمیں مزید غیر محدود دانش دے گا۔'

(آوازیں: ''یک نشد دو شد'')

---

① ہیکل: بلند عمارت، بت خانہ۔

اس حقیقت کو جب مان لیا جائے گا پھر ہم باقی دنیا کے لیے رحم اور خدمت کے پودے اگائیں گے۔ یہ جواب ہے اس کا کہ لوگ پوچھتے ہیں تم میں کا وہ اعلیٰ انسان کہاں ہے جس کی فوقیت کے تم گیت گاتے ہو۔'

کیا ابھی میں نے کوئی آواز سنی تھی یا اس کمرے میں آوازیں گونجی تھیں؟

الیاس (جرنلسٹ): 'تمھاری خود سے باتیں کرنے کی عادت پرانی ہے یا دماغ کے حادثے اور جراحت (سرجری) کے بعد اس کا شکار ہوئے ہو؟'

ایرک: کون بولا؟ وہ عرب کرسچین جرنلسٹ؟

الیاس: 'سیاسی بساط پر تمھاری اپنی کچھ حیثیت ہے؟ ایک تنہا پیدل جو حریف کی پہلی لائن پر مددگار حالات کی وجہ سے پہنچ کر کوئین (وزیر) بن گیا ہے اور اس اکیلے کے زور پر تم ہمیشہ کے لیے بازی جیت لینے کا خواب دیکھ رہے ہو۔ اب چاروں طرف سے اس کوئین پر حریف کے بڑے مہروں کی یلغار ہے۔ کیسے بچاؤ گے؟ اور کب تک؟ بساط کے چاروں طرف چالیں بتانے والے افلاطون کھڑے ہیں لیکن ہے تمھارے پاس ایک ہی مہرہ جو لمحہ بھر پہلے پیدل تھا۔'

ایرک: ان چالیں بتانے والوں میں سے ہی ایک نے اسے کوئین بنوایا تھا۔ انکل سام کو نہیں جانتے جس نے سب سے پہلے بارہویں ریاست ازرے ائیل کو تسلیم کیا تھا۔

آوازیں: 'کیسی بارہویں؟'

ایرک: جہالت، گھور اندھیری جہالت۔ تمھارے عیسیٰ سے ایک ہزار سال پہلے سے لے کر گیارہ ازرے ائیلی اقالیم اور ریاستیں 1948ء تک۔ جب بادشاہ داؤد نے یاروشلائم کو مصر سے آزاد کرایا تھا اور اس نے اسے ازرے ائیل اور جوڈا کی راجدھانی بنایا تھا۔ پھر سلیمان نے مندر بنایا، اور عیسیٰ سے 6 سو سال پہلے مندر اور یاروشلائم ڈھا دیے گئے۔

آواز: 'پھر؟'

ایرک: پھر یہود کی غلامی کا دور شروع ہوا اور جو مندر ہیروڈ دی گریٹ نے ایک بار پھر بنایا اسے 63 قبل مسیح رومن جنرل پومپے نے جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا۔

میکسم حبیبی: 'اگر یروشلم ہی تمھیں پیارا ہے تو رونا کیا۔ اسے 570 میں مسلمانوں کے وہاں آنے کے بعد مسلمانوں کے...'

ایرک: 'بادشاہ۔'

میکسم: 'No, no, no, you ignoramus۔ خلیفہ اور بادشاہ میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ مگر تم جوڈ' سولومن کو کنگ ڈیوڈ اور کنگ سولومن کہتے ہو ان دو مناصب میں کیا فرق کر سکو گے! مسلما کے خلیفہ عمرؓ نے جو نہ بادشاہ کے بیٹے تھے، نہ ان کا کوئی بیٹا گدی نشین ہوا، تمھاری تمکنت اور شان و شوکت سے بہت پرے اس مفلوک حاکم وقت نے 638ء میں یہاں آ کر اسے ایسا آباد کیا کہ 1917ء میں یہاں انگریزی فوجوں کے آنے تک بارہ سو سال مسلسل یہ مسلم یروشلم رہا۔ امن کا شہر۔ جسے اب تم اجاڑنے چلے ہو۔ اگر تم اس کے اتنے ہی شیدائی تھے تو اسے اجاڑنے پر نہ تل جاتے۔'

ایرک: اس کی موجودہ شکل میں ہم نے اسے نہیں بسایا ہے۔ ہم اسے اپنے ہاتھوں سے بسانا چاہتے ہیں۔

فاطمہ: 'تب ہی وزیراعظم بنتے ہی فیرون تو نے عین اس مقام پر جا کر عربوں کو یہ جتایا کہ مسجد اقصیٰ کو توڑ کر ایک بار پھر وہاں مندر بنانے آیا ہے۔'

ایرک: تیرا خیال کسی حد تک درست ہے، لیکن یہودی دماغ کو سمجھنے کی کوشش بھی کر۔ ہارتے ہارتے ایک وقت ہر جوا کھیلنے والے پر آتا ہے۔ ایک بار تو اس طرح کی جیت ہو جائے جو تمام پچھلی شکستوں کے غم کو دھو دے۔ آخری اور مکمل اور دائمی جیت جو پچھلی ہر ہاری ہوئی رقم کو cover کر لے اور اتنی ہی جیت کی مزید رقم۔ ہمیں اتنی جانیں لینی ہیں جتنی تمام بازیوں میں ہاری گئی ہیں... اور اوپر سے اتنی ہی اور۔ یہ ہے جوے کی dynamics۔ چاہے داؤ پر رقم لگی ہو چاہے جانیں۔

یوسف: 'اور اس فائنل جیت کے ٹریک پر برطانیہ نے تمھیں دوسری جنگِ عظیم کے خاتمے پر گڈے کی طرح چابی دے کر چھوڑ دیا کہ جب تک چابی رہے چلتے رہو۔'

ایرک: اس سے پہلے بالفور ہمارا ملک ہمیں لوٹا چکا تھا۔ نومبر 1917ء میں۔

یوسف: 'یعنی جو چیز اس کی نہیں تھی وہ تمھیں دے چکا تھا۔'

ایرک: تب نہیں۔ وہ صرف اعلان تھا زائیون کے مطالبے پر۔

میکسم: 'وہ تیرے لوگوں سے برطانیہ کو خالی کرانا چاہتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اپنے مندروں کو توڑے جانے کے بدلے میں ہمارے سینٹ پال اور ویسٹ منسٹر ایبے ڈھا کر انھیں نہ راکھ کر دیں اور جرمنی کی طرح ہمارے سرمائے کی بھی باگ ڈور نہ سنبھال لیں۔ تم گیارہ بار اسرائیل

کے اجڑنے کی بات کرتے ہو۔ گیارہ بار دوسرے ملکوں کو اجاڑنے کی کوشش کی بات نہیں کرتے! ان ملکوں کی تم سے نفرت واقعی اچھی بات نہیں تھی لیکن ان قوموں سے تمھاری نفرت جواب اردن ندی کے مغربی کنارے کی آبادیوں کو کھنڈر بناتی جارہی ہے کہیں یہ ان گیارہ اسرائیلی سلطنتوں کے اجڑنے کا حساب تو نہیں ہے! سوچو فیرون، سوچو۔ تم لوگوں کا دماغ تو بڑے سے بڑے کمپیوٹر کو مات کرتا ہے۔'

ایرک: مجھے کب تک زندہ رکھا جائے گا۔ میری قوم مجھے زندہ رکھ کر مجھ پر احسان کر رہی ہے یا ان مجھے ستانے والوں پر؟

آواز: 'جب ایک بڑی عمارت گرتی ہے تو اپنے برابر کی عمارتوں کی بنیادوں کو بھی ہلا دیتی ہے۔ (وہ چڑچڑی ادھیڑ عمر عورت فاطمہ میرے بیڈ کے نیچے سے اپنی رائے دے رہی ہے) لگتا ہے بلڈوزر فلسطین کی عظیم حضرت عمرؓ سے لے کر اب تک بارہ سو سال پرانی مضبوط عمارت کو ڈھانے میں تمھاری زیرِ تعمیر عمارت کی بنیادیں بھی ہل چکی ہیں۔ کسی آن بھی گر سکتی ہے۔'

ایرک: ("Is it over with him doctor?") یہ آواز لِلی کی ہے۔

("Is it his brain talking?")

ڈاکٹر لیف: May be۔ ای ای جی ابھی دماغ کی موت نہیں دکھا رہا ہے۔'

ایرک: جہنم میں جائیں ڈاکٹر اور ان کا ای ای جی، میں مر چکا ہوں، مرنا چاہتا ہوں۔ اگر میرے ہاتھ پیر چل رہے ہوتے تو میرے پاس خود کو ختم کرنے کے ہزار ذریعے تھے۔

آواز: 'یہی تو ہوتا ہے ہزاروں کے سر پر خون لانے والا خود کو زندگی سے چھٹکارا نہیں دلا سکتا ہے۔'

ایرک: میں زندہ نہیں رہنا چاہتا ہوں اور مجھے میری مرضی کے خلاف زندہ رکھا جا رہا ہے۔ آپریشن، آپریشن، آپریشن۔ نان سینس، میں صرف ملٹری آپریشن کو جانتا ہوں، باقی سب ڈھکوسلے ہیں مریض کو زندہ رکھنے کے۔ اگر زندگی میرے بس میں ہوتی تو میں عمارتوں کو ڈھاتے ہوئے کسی بلڈوزر کے سامنے خود کو پھینک دیتا۔ مجھے کبھی زندگی سے پیار نہیں تھا۔ نہ اپنی، نہ دوسروں کی۔

ساؤل (Saul): 'اور تیری ہڈیوں کے ٹوٹنے کی آواز گرتی ہوئی چھتوں اور ٹوٹتی ہوئی دیواروں کی آواز کے ساتھ مل کر ایک نئی سمفنی کو جنم دیتی۔'

ایرک: یہ ابھی زندہ ہے! تعجب ہے۔

اگر لِلی زندہ ہوتی، یعنی صرف چھ سال اور زندہ رہ جاتی تو مجھے یقین ہے وہ میرے لیے

یوتھے نیزیا(Euthenasia) کی درخواست کرتی اور جب وہ ہو چکتا تو میرے جسم کے راکھ بنائے جانے کی، جسے وہ ایک Urn (خاک دان) میں رکھ کر یا تو نیو یارک لے جاتی یا یہاں ملٹری میوزیم کی نذر کر دیتی۔ جوزیارت کے لیے آنے والوں کو اس یہودیوں سے نفرت کرنے والے انگلش پلے رائٹ بل شیکسپیئر کے الفاظ میں جتایا کرتا۔

'This was a man.'

I would have deserved that۔ پھر اگر کبھی یہاں سے تھیوڈور ہرزل کی اولاد کو پیک کرنا پڑا تو ایک خاک دان کا نیو یارک لے جائے جانا پوری قبر کو لے جانے سے...

آواز کہیں چھت کے اوپر سے: 'ایری، ایری، مائی بے بی ایری۔ جذباتی مت بنو۔ جذبات تم پر نہیں سجتے ہیں۔'

آج سالگرہ کے دن مجھے للی کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ کہیں یہ میری موت کا پیغام تو نہیں ہے لیکن میں ابھی مرنا نہیں چاہتا ہوں۔ ہوسکتا ہے اگلا آپریشن مجھے واپس آواز، ہاتھوں پیروں کی حرکت، دیکھنے اور سننے کی صلاحیت لوٹا دے۔

('اس میں پیارا ابھی مکمل طور سے نہیں مرا ہے')

Aaron: 'پھر کیا کرے گا سڑک کوٹنے کے انجن؟'

ایرک: اس روئے زمین سے۔

آرن: 'انسان کا خاتمہ؟'

ایرک: نہیں بس دجلہ سے لے کر نیل تک خطۂ ارض سے۔ ('نیبوکدنذر بھی وہیں کہیں کا تھا') اور کنعان سے سیریا۔

سوال کرنے والا بھی چلا گیا اور آوازیں اور صورتیں بھی۔ میری آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔ وہ نیند کتنی اچھی ہوتی ہے جو ایک پریشان دماغ کو نصیب ہو جائے۔ خصوصاً جس میں جرائم اور گناہ چھپے ہوں۔ ہیں؟ میں مرنے سے پہلے مذہبی آدمی تو نہیں بنتا جا رہا ہوں؟ ہر طرف تاریکی ہے اور خاموشی۔

ایرک: کتنی بھیانک رات ہے! مندر (ہیکل) کو رومن مٹا رہے ہیں۔
اب ہیروڈ کے مندر کو ڈھانے کا شور ہے۔ بنی اسرائیل بین و بکا کر رہے ہیں۔

ایک ثانیے کو شور تھا۔ مجھے پھر نیند آ رہی ہے۔ آ رہی تھی۔ پھر سے مجھے عربوں کے گھروں، مسجدوں، مدرسوں، دکانوں، ہسپتالوں اور قہوہ خانوں کے ڈھائے جانے کی آواز پیہم سنوائی جا رہی ہے۔ اچھا ظلم ہے جس کی چکی میں مجھے پیسا جا رہا ہے۔

ہوا کیا؟ گولی چلنے کی آواز اور اس کے فوراً بعد بلکہ اس سے جُڑی ہوئی کسی بچی کے حلق سے نکلنے والی آواز۔ ہاہا Right on the target۔ اب دوسرے بچوں کے خوف اور رونے کا کورس شروع ہوا۔ اب اس کورس میں بڑے بھی شامل ہو گئے ہیں۔ جو مجھے بتایا جا رہا ہے وہ بس اتنا ہے کہ گولی عرب بچی کو کلاس روم میں لگی تھی۔

مجھے کلاس روم کا سین سامنے کی دیوار پر پروجیکٹ کر کے دکھایا جا رہا ہے۔ بچی کا سر گردن اور سینہ ڈیسک پر جا گرے ہیں اور وہاں سے خون بہ کر فرش پر پہنچ رہا ہے اور اس کی پھوار دیوار پر بھی پڑ رہی ہے۔ صبح چیک کروں گا کہ جو دیوار اور فرش پر لگا ہوا دکھایا جا رہا ہے واقعی خون تھا۔ جانتا ہوں خون نہیں ہوگا اور عرب پھر بھی اس بچی کے لیے روتے رہیں گے۔

پروجیکٹر کی روشنی کی شعائیں تھم گئیں۔ خاموشی آسمان سے اتر رہی ہے۔ لگتا ہے میں ویرانے میں پڑا ہوا۔

مجھے نیند آتی جا رہی تھی کہ آوازوں کا سلسلہ پھر سے شروع ہو گیا۔

ایک سفید عورت: 'ہمیں یہ کہہ کر تو یہاں نہیں لایا گیا تھا کہ ہمیں بسانے کے لیے یہاں کے پرانے بسنے والوں کے بچے، بوڑھے، بیمار، حاملہ عورتیں مار دیے جائیں گے۔'

دوسری سفید عورت: 'نہیں اس کے بنا ہمیں حفاظت کے ساتھ یہاں بسانے کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں تھا۔ نہ ہے۔ آج جوان عرب ہمارے دشمن ہیں، کل جو آج بچے ہیں آٹھ دس کی عمر کو پہنچنے پر روڑوں اور کنکریوں سے لیس ہو کر ہمارے دشمن بن کر میدانِ جنگ میں نکل آئیں گے۔'

پہلی عورت: 'میں یہوواہ کی قسم کھا کے کہتی ہوں جب یہ خبر یورپ کے ملکوں میں پھیلنی شروع ہوئی تھی کہ ہم سب کو جو چاہے رائن لینڈ [1] کے یہودی تھے یا آئبیریا [2] کے، جس ملک میں لے جایا جا رہا

---

① جرمنی۔ اشکے نازی

② سپین۔ سفارڈی

ہے وہ امن کی جگہ ہوگی۔ یہ بارھواں اَلیاہ (Aliyah) آخری بار اسرائیل میں ہماری آمد ہوگی۔ اس وقت نہ اس بساون کے لیے مقامی باشندوں سے جنگ کرنی ہوگی کی بات کی جا رہی تھی نہ ایشیا افریقا کے مزراہی (Mizrahi) یہودیوں کو بھی وہاں کھینچ بلانے کی کوئی بات چل رہی تھی کیونکہ وہ بپتا ان پر کب پڑی تھی جو سفید یورپ میں ہم پر لیکن یہاں آ کر تو پتا ہی نہیں پڑ رہا ہے کہ کس امن کی زندگی کے لیے ہم لائے گئے تھے۔'

دوسری عورت: 'واقعی اس وقت کون سوچ سکتا تھا کہ ہمیں بھی ختم نہ ہونے والی جنگ میں دھکیلا جا رہا ہے۔ جس کی بھٹی کو بھڑکانے کے لیے نجانے کہاں سے ہم ہی میں سے ارگن اور ہاگانا والے اٹھ کھڑے ہوئے تھے جو یہاں والوں کو جرمن اور روسی سمجھ کر نیست اور نابود کرنے پر تل گئے۔'

ایرک: یہ دونوں چڑیلیں بولنے کو کیا کم تھیں کہ کہیں دور سے ایک نقیب کی آواز آنے لگی۔ شاید سٹیریوفونک ساؤنڈ سسٹم پر... چھت اور دیواروں سے۔

ایک موٹی آواز: 'راستے بند ہیں۔ عرب کاشتکاروں کے ٹماٹر، مرچیں، زیتون، انجیر اور آڑو باغوں اور کھیتوں میں سڑ رہے ہیں۔ اردن ندی کا مغربی کنارہ دنیا کا سب سے بڑا محافظاتی قفس ہے جس کے جیلر جب چاہیں ان میں داخل ہو کر تلاشیاں لیں، مال ضبط کر لیں، نوجوانوں کو پکڑ کر لے جائیں اور بغیر عدالت میں پیش کیے ان کو جیل میں ڈال دیں۔ ان جیلروں کو یہ حق مغربی طاقتوں نے دیا ہے۔'

ایرک: اس میں انھیں ہر طرح کی آزادی ہے چاہے بچے پیدا کریں، چاہے ترکاری اور پھل، ہسپتال بنائیں یا سکول لیکن اتنا یاد رکھیں ان کا کھیتوں تک پہنچنا ازرے ائیل کی ذمے داری نہیں ہے، نہ مریضوں کا ہسپتال پہنچنا نہ بچوں کا سکول، اور اتنا جتا دوں یہ ان کے ساتھ ناانصافی نہیں ہے، جو میرے ماں باپ اگاتے تھے وہ بھی منڈی کی شکل نہیں دیکھتا تھا۔

ھند: 'قوم یورپ میں گیس چیمبرز میں بھیجے جانے والوں کا بدلہ فلسطینیوں سے لے رہی ہے۔ یہ اپنے ماں باپ کا کسانوں سے۔'

آواز: 'پھر کس کی ذمے داری بلڈوزر؟ لوگ اپنے گھروں سے ہیلی کاپٹر میں اڑ کر اپنے کھیتوں، ہسپتالوں، مسجدوں، مدرسوں تک پہنچیں!'

ایرک: او، نو، وہ ہماری حفاظت کو خطرہ ہوگا جس کی اجازت نہ امریکا دے گا نہ اقوامِ متحدہ۔ پھر ہیلی کاپٹر رکھنے کی انھیں اجازت نہیں ہے۔

آواز: 'اورانھیں گن شپ کہہ کر بھی رکھنے کی تمھیں اجازت ہے!'
ایرک: وہ ازرے ائیل کی حفاظت کا معاملہ ہے جس پر اقوامِ عالم متحد ہیں۔
آواز: پھر ان کے پھل ترکاری مارکیٹ تک کیسے پہنچیں گے؟
ایرک: خود کیوں نہیں کھاتے! فلسطینیوں میں غذا کی شدید کمی ہے۔

جرمن عورت: میرے سب گھر والوں کو گیس چیمبر میں مت جھونکو۔ اس سے ہمارا پورا خاندان مٹ جائے گا۔
جرمن آواز: ہیل ہٹلر، ہیل فیوھرر!
ایرک: آسمانی بجلی کی سی لکیریں ہر طرف سے چمک رہی ہیں۔ کھڑکی کے باہر آسمان تاریک ہے۔ یہ چمک کڑک صرف کمرے ہی میں کیوں ہے۔ مجھے چھانٹ کر ایسا کمرہ دیا گیا ہے جس میں ہر طرح کا عذاب ہے۔ مجھے شیما ھیبرو[1] میں سنائی جا رہی ہیں۔

Hear O` Israel, the Lord our God is one Lord

جو مجھے سنوایا گیا میں اعتراف کرتا ہوں، میرا ایمان ہے۔
دونوں عورتیں لڑ پڑی ہیں۔ دونوں یدش میں لڑ رہی ہیں۔ ایک کہہ رہی ہے، "تو یہاں آئی کیوں؟" دوسری کہہ رہی ہے، "مجھے اور میرے بچوں کو یہاں دھوکے سے لایا گیا ہے کہ یہ زمین انصاف اور امن کی زمین ہے۔ یہ انصاف ہے کہ یہاں کا اصلی باغبان جو اگائے اسے بازار تک نہیں لے جا سکتا ہے۔"
دوسری کہہ رہی ہے، "وہ اسے گدھے کی طرح پیٹھ پر لادے یہاں سے نکل جائے۔"
یہ کیا ہوا! بجلی کڑاکے کے ساتھ کمرے کے آر پار نکل گئی۔ ہمارا کوئی ایٹم بم تو خود سے نہیں پھٹ گیا۔ اگر ایسا ہوا تو ڈھائی سو ایٹم بم تو پھٹ کر نقب[2] کیا پورے ازرے ائیل کو ایک مہان گڑھا بنا دیں گے جس میں نمکین پانی کے سوا کیا ہوا... دوسرا زیادہ بڑا بحیرہ مردار... یہووا کیا اس طرح ہمارا خاتمہ ہوگا۔

---

① عبرانی میں مناجات
② Negev۔ نیم ریگستانی علاقہ مقبوضہ اسرائیل کے جنوب میں۔

اکال

کُڑھوں اور کچھ کر نہ سکوں۔ اس ایذا رسانی کے پیچھے کون ہے؟ میرے سیاسی مخالف؟ وہ جنرل جو میری عسکری کامیابی کو دیکھ کر ہمیشہ جلے ہیں؟ عرب؟ اس زمین کے پرانے یہودی؟ آخر کون؟ جہنم میں جائیں یہ سب۔ جتنا مواد میرے دماغ میں جمع ہو چکا ہے وہ اتنا ہے کہ ٹھیک ہو جانے پر ایک کتاب لکھ سکوں گا۔

آواز: 'ٹینکوں اور فائٹر جیٹ والوں کی پتھر پھینکنے والوں سے جنگ کی پرائمر؟' یا 'اینٹی گوریلا وار کی ٹیکسٹ بک؟'

ایرک: آج میں ان آوازوں سے ٹکرلوں گا تاکہ زیر ہو کر یہ ہمیشہ کے لیے یہاں سے بھاگ جائیں۔
تو پھر سنو میرے بن بلائے مہمانو: یورپ کے صدیوں کے کڑوے تجربے کے بعد ہم کہیں بھی زندگی نئے سرے سے شروع کرنا چاہتے تھے، پُرامن زندگی۔

آواز: 'اور جو نفرت کا گٹھر تم کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے اسے اس نئی زمین پر پہلا قدم دھرنے سے پہلے اتار پھینکنا چاہتے تھے لیکن جب فیصلے کے دوراہے پر پہنچے تو تم نے غلط راستہ لے لیا۔ وہ نہیں جو اس خیالی شہر امن کو جاتا تھا، وہ جو اپنا حق ہر قیمت پر منوانے کی رزم گاہ کا راستہ تھا۔ ہرزل اینڈ کمپنی کے بہکائے میں آگئے کہ جہاں جا رہے ہوگے وہاں بھی نیبوکدنذر، رومنز، فرڈینینڈ اور ازابیلا، زار، نپولین اور ہٹلر تمھارے انتظار میں ہوں گے۔'

دوسری آواز: Funny, the Wandering Jew going to stay at one place!

ایرک: ٹھیک ہونے پر ایک یہ کام بھی مجھے کرنا ہے اس ارضِ موعودہ میں جہاں جہاں وانڈرنگ

جیو(آوارہ یہودی) کی بیلیں زمین پر رینگتی نظر آئیں ہمارے سپاہی انھیں اکھاڑ کر جلا دیں یا ٹینکوں سے اس پورے باغ ہی کو کچل دیں جن میں وہ نیلی اودی بیلیں زمین پر رینگتی نظر آئیں۔
مجھے ایک آواز کسی عورت کے ہنسنے کی سنائی دی۔ بول کیا کہتی ہے۔

فاطمہ: 'خود کو کچلواؤ گے! ایک بار پھر اس بیل کی طرح جا بجا زمین پر رینگتے نظر آؤ گے۔'

ایرک: سن او چڑچڑی عورت جو فلسفیوں کی سی باتیں ملکاتی رہتی ہے، تجھے میں نے دیکھا نہیں لیکن آواز بتاتی ہے تو مسلم ہے، بڑھاپے کی دہلیز پر کھڑی ہے، اُن بیاہی ہے اور یہی وجہ تیرے چڑچڑے پن کی ہے، سن! ہماری تاریخ میں یہ پہلی بار ہوا ہے کہ ہماری نسل نے خود کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ بسایا ہے۔

فاطمہ: 'نہیں تیری نسل کو اس زمین میں بسایا گیا ہے۔ بہت سی مصلحتوں کی بنیاد پر۔ جیسے کسی معدوم ہوتی ہوئی species (نوع) کے باقی رہ جانے والے ممبروں کو کسی دوسرے ملک کی پناہ گاہ (sanctuary) میں بسایا جائے کہ ایسا کرنے سے شاید یہ نوعِ حیات نہ مٹے۔'

ھند (مسلمان عالمہ): 'پہلی بار نہیں، تم بھول رہے ہو اس پناہ گاہ میں تمھیں سپین سے نکالے جانے پر تمھارے صلادین، ہمارے صلاح الدین نے بلایا تھا۔ رفیقی تم تو لفظوں کا صحیح تلفظ بھی نہیں کر سکتے ہو... اسرائیل کو ازرے ائیل کہتے ہو، صلاح الدین کو صلادین، عراق کو آئی ریک اور افغانستان کو ایفگے نستان۔ تہذیب کے اس وسیع خطے میں جس کا نام عرب ہے جیبی تم سدا بیگانے رہو گے۔'

ایرک: جنھوں نے ہمیں یہاں لا بسایا اصل میں ان کے ضمیر میں ہمارے لیے احساسِ جرم چھپا تھا۔ دو ہزار سال پر پھیلے ہوئے ظلم کا۔ مغرب ہمیں ہزاروں سال پہلے چھوڑے ہوئے ہمارے گھونسلے میں لا بسانا چاہتا تھا تاکہ اس کا ضمیر سکون کی نیند سو سکے۔

الیاس: 'نہیں استعماری نوآبادیوں کے خاتمے پر مغرب کو ایک اور نوآبادی کی ضرورت تھی... ہندوستان اور برٹش مشرقی افریقا جیسی نہیں، امریکا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ جیسی۔ پرمائنٹ۔ دوامی۔'

ھند: صلاح الدین کے ضمیر میں کوئی احساسِ جرم نہیں چھپا تھا۔ اس کے دل میں بس ایک ہمدردی کی بیل تھی جس کے خوشبودار سفید پھول ان دکھیاروں کو اشارہ کر کے بلاتے تھے جو ظلم کے ہاتھوں دیس دیس بھٹک رہے تھے، شمالی افریقا کے ساحل پر مراکش سے لے کر مصر تک۔'

ایرک: ضمیر کا بوجھ ہلکا کرنا ہی مغرب کا واحد شوق نہیں تھا۔

انھوں نے اگر ہمیں یہاں Leibensrom، سانس لینے کی جگہ دی تھی تو وہ ایسی بے لوث نہیں تھی... ان کی اپنی جیب سے اس سودے میں کیا جاتا تھا اور یہ ان کی پیش بندی تھی کہ روسی پوگروم کے بعد ہمارا سیلاب برطانیہ کا رخ نہ کرلے۔ یعنی ہم سے گلوخلاصی۔ سودا برابر کا رہا۔ ہم اس کے احسان مند نہیں ہیں۔

فاطمہ: 'اب تم یہاں جو چاہے کرو، اپنی حفاظت کے لیے ہر ایک ملک پر حملہ کرو جس سے تمھیں خطرہ ہو، امریکا برطانیہ، فرانس تمھاری پشت پناہی سے ہاتھ نہیں کھینچیں گے ورنہ ان کا تمھیں علیحدہ کہیں بسانے کا خواب مٹی میں مل جائے گا۔ اس خواب کی تعبیر تم جانتے ہی ہو: ایک نئی درآمد کیے ہوئے آبادکاروں کی امریکو یورپین کالونی۔ اس نئی کالونی کے ٹوٹنے کا نتیجہ یہ ہوگا پہلی بار 586 قبل مسیح میں، دوسری بار 70 کرسچین ایرا کے بعد اکیسویں صدی میں ایک بار پھر خدا نہ کرے ٹیمپل ٹوٹے گا، جلایا جائے گا اور اسے حملہ آوروں کے سپاہی لوٹتے پھریں گے اور اتنے لٹکائے جانے والے ہوں گے کہ انھیں ٹانگنے کے لیے صلیبیں کم پڑ جائیں گی بلکہ اتنی صلیبیں ہوں گی کہ انھیں نصب کرنے کے لیے جگہ کی قلت ہوگی۔'

آواز: 'پھر ملکوں ملکوں بھٹکو گے اور جہاں جاؤ گے...'

فاطمہ اور ہند: 'وہاں والوں کو اپنے خلاف کرلو گے...'

میکسم جیبی: 'ضرورت پوری قوم کو اپنا ذہنی جائزہ لوانے کی ہے۔ تمھاری فطرت میں آخر وہ کیا ہے جو تمھیں جہاں رہو وہاں والوں میں ایڈجسٹ نہیں ہونے دیتا ہے اس نوجوان کی طرح جو ایک جگہ ٹک کر کام نہیں کرسکتا ہے اور ماں باپ اس سے عاجز آجاتے ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے اس کا سروس ریکارڈ دیکھ کر کوئی اسے اپنے یہاں لینے کو تیار نہیں ہوتا ہے۔'

الیاس: Relax old soldier and let thoughts flow freely. یہاں بھی کیا خاک خود کو ایڈجسٹ کرپائے ہو۔ جس قوم میں تم میں کبھی راڑ نہیں تھی اسے بھی تم نے اپنا دشمن بنالیا ہے۔ تمھاری پشت پر ہاتھ رکھنے والے تم سے اپنی جنگ لڑوا رہے ہیں۔ Relax old soldier, relax اسی میں تمھاری بقا ہے۔ دنیا اتنی تو unliveable نہیں ہے کہ تم کسی بھی ملک میں اس کی آبادی کو بنا اپنا مخالف کیے نہ رہ سکو!'

میکسم جیبی: 'اس نئی کالونی کی قیمت جو مغرب نے تمھیں مشرق میں عطا کی ہے وہ ہے تا ابد اس سے وفاداری۔'

ایرک: یہ مجھے کیا کیا جارہا ہے! میرا بیڈ لگ رہا ہے نیچے جارہا ہے۔ ہمارے یہاں ہر ہسپتال کا فرش پکا ہوتا ہے، عرب ریت کا نہیں۔ پھر بیڈ نیچے کیوں بیٹھتا جارہا ہے۔ ان بے پدروں نے مجھے کسی بدوؤں کے ہسپتال میں تو نہیں پہنچا دیا ہے... ریت کا فرش اور سر پر خیمہ۔ بیڈ کے ساتھ ساتھ میں بھی دھنستا جارہا ہوں۔

اب آوازیں مجھے قارون کہہ کر آپس میں میرا مذاق اڑا رہی ہیں۔

بدبختو میں قارون نہیں، فرعون نہیں، میں شیرون ہوں۔

کمرے میں اندھیرا اُتر آیا ہے۔

آوازیں: 'موسیٰ کا چچازاد بھائی قارون سو رہا ہے۔' 'نہیں بنا پڑا ہے۔'

'فرعون کا متولی: اس نے بنی اسرائیل پر جو ستم توڑ رکھے ہیں ان کی تاریخ میں کوئی مثل ہے!'

'اور جو مال وزر اس نے مصریوں سے سمیٹا ہے اس کی کوئی مثل ہے! کئی زور آور اس کے خزانے کی کنجیاں اٹھا کر چلتے ہیں اور یہ ان کے آگے آگے راج ہنس کی طرح گردن اکڑا اکڑا کر چلتا ہے۔'

یاد ہے جس دن اس کی قوم نے کہا، 'اترا مت کیونکہ خدا اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے تو اس نے گردن کو زرافہ کی طرح اٹھا کر کہا تھا، ''اس میں خدا کی رحمت کا کیا دخل ہے۔ یہ خزانہ تو مجھے اپنی لیاقت اور حکمت سے ملا ہے۔''

'ہمیں معلوم ہے وہ لیاقت اور حکمت کیا ہے۔ لیاقت یہ ہے کہ فرعون کے حکم پر اسرائیلوں کے کوڑے لگواؤ کہ وہ کاہل الوجود ہیں۔ ان کے نئے محل کی تعمیر کے لیے اینٹیں وقت پر نہیں بنا رہے ہیں۔ خود اپنوں کو سزا دلوا کر فرعون سے سرخروئی لو۔

حالانکہ اسے معلوم ہے اینٹوں کے لیے بھوسا انھیں نہیں دیا جارہا ہے۔ اس کا حکم ہے دور دور پھیل جاؤ بھوسے کی تلاش میں، بھوسا اکٹھا کرو اور وقت پر واپس آ کر دن رات اینٹیں بناؤ۔ تینوں کام ایک ساتھ کیسے ہوسکتے ہیں: بھوسا ڈھونڈنا، اینٹیں بنانا، محل کھڑا کرنا اور جب وہ کام وقت پر نہیں کر سکتے ہیں تو یہ ان کی سرزنش کے لیے فرعون سے اجازت طلب کرتا ہے، وہ پٹتے ہیں، اس کے خزانہ برداری کے اونٹوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ فرعون اس کا محافظ بھی ہے اور حمایتی بھی۔'

'Perhaps the first toaday the Jews produced' ('یہود میں کا پہلا خوشامدی')

'عاجز اور ظالم'

'خوب کہا۔ اور حکمت؟'

’حکمت یہ ہے کہ مصریوں کے گھنے گروی رکھتا ہے۔ جانتا ہے ایک دن یہاں سے اسرائیلیوں کا خروج ہوگا۔ تب کون سا میں مصریوں کے ہاتھ آجاؤں گا یا میرا خزانہ! یہ تھا یہودیوں کے خلاف triumvirate سہ سری محاذ... فرعون، ہامان اور قارون کا۔‘

آواز: ’یہاں بھی سامان تیار رکھا ہے۔ نئے exodus کی صورت میں کیا کرنا ہے۔‘

’جب فرعون اور ہامان نہ رہے، کیونکہ میرا خیال ہے فرعون کے ساتھ ہامان بھی ڈوبا ہوگا، اور مزید دولت کی آمد رُک گئی تو قارون کے پاس کرنے کو کیا رہ گیا تھا... ریشہ دوانی جس میں وہ ہمیشہ سے ماہر تھا۔

’جلد ہی نئی زمین پر اس نے محسوس کرنا شروع کیا دولت میرے پاس ہے مگر لوگوں میں مقبول موسیٰ ہے۔ ان کا موشے۔ مجھے اسے ختم کرنا ہے جیسے مطلب براری کے بعد ہر اشکے نازی (Ashkenazi)، افریقی ایشیائی مزراہی (Mizrahi) سے اپنا پیچھا آنے والے وقت میں چھڑانا چاہے گا۔ عزت دولت والے کو ملنی چاہیے تھی، ایک بھیڑیں چرانے[1] والے کو کیوں مل رہی تھی۔ تب اس نے ایک تھرڈ ریٹ چال چلی۔ موسیٰ کو اس کی قوم کی نظروں میں گرانے کے لیے اس پر ایک تہمت لگائی اور ایک عورت کو اس کے پاس بھیجا۔‘

ایرک: آج اور دن سے زیادہ تکلیف دہ آوازیں ہیں۔ ہلکی آوازیں monotonus ایک مستقل ریں ریں جیسے پرانے گراموفون کی سوئی کان کے پردے کو کھرچ رہی ہے۔ تعجب یہ ہے کہ ان پرانے عہدنامے کی باتوں کا مجھ سے کیا تعلق ہے۔ ان کرداروں کو ہم بہت پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔

آوازیں: ’مگر جس خدا نے موسیٰ کی حفاظت پیدا ہونے کے فوراً بعد کی تھی اور نیل میں بہتی ہوئی ٹوکری میں، سمندر کے کنارے پر پہنچنے کے بعد جب فرعون اس کے تعاقب میں وہاں پہنچا تھا اور یہووا کے حکم پر موسیٰ نے اپنی چھڑی دریا کی سطح پر ماری تھی اور پانی کی وادی نے اسے خود میں داخل ہونے کا اشارہ کیا اور پار پہنچ جانے دیا۔ اس خدا نے اس تہمت لگانے والی کو یہ راز اگل دینے کا حکم دیا اور موسیٰ کی شرافت کا بال بھی بانکا نہیں ہوا۔

ایک بار پھر موسیٰ نے اپنے رب سے قارون کی نجات کی دعا مانگی لیکن ایک دن جب وہ اپنی شان وشوکت لیے اپنی قوم کے سامنے نکلا تو یہووا نے اسے اور اس کے گھر بار کو مال وخزانہ سمیت زمین

---

[1] موشے، موسیٰ۔

میں دھنسا دیا۔ کوئی گروہ اس کی مدد کو نہ آسکا اور نہ وہ خود ہی اپنے تئیں بچا سکا۔

خدا کے کام بس ایسے ہی ہیں۔ نخوت اسے مطلق نہیں بھاتی ہے۔'

'کیا قصہ ہے۔ ایک فرد میں اس کی قوم کے اَن گنت دوسروں کی تصویر۔'

فاطمہ: 'اب یہ فرعون دھنس رہا ہے جس کی نظروں میں اپنوں کے سوا دوسروں کی جانوں کی کوئی قیمت نہیں ہے۔'

'نہ ہی اس پر شرط بدنے والوں کی نظروں میں اس کی قیمت۔'

'اپنوں سے کیا مراد ہے؟ کیا آلِ یعقوب اشکے نازی ہیں؟'

'سوچتی ہوں کیا موسیٰ کی آنکھیں نیلی اور رنگ گورا تھا؟ اور بال؟ وہ کس رنگ کے تھے؟'

ایرک: ڈاکٹر مائک ایکرمین فوراً یہاں آؤ، مجھے مع بیڈ کے زمین میں دھنسایا جا رہا ہے۔

نرس شوتا: 'ڈاکٹر ریوبین کچھ کرو۔ ایرک کے ہونٹ ہل رہے ہیں۔ کرب میں ہے۔'

میکس ریوبین: 'فکر مت کرو جلد ہمیشہ کے لیے ہلنا بند کر دیں گے۔ تھوڑی دیر کے لیے ڈیوٹی روم میں چل کر بیٹھیں۔'

یعقوب Yakweb: 'تمھارا خیال ہے یہ خدا کو مانتا ہے جو وہ اس کی فکر کرے یا یہ خدا کو بھاتا ہے۔ کیا خدا کو بیچ میں لائے بنا نخوت اور ظلم کرنے والوں کا انجام آس پاس کی دنیا اور صدی بھر کی تاریخ میں نہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے یہووا، موشے، داؤد اور سلیمان کو ماننا ضروری نہیں ہے۔ نہ ہی ایزرا کو۔'

ایرک: نرسیں، ڈاکٹر، ہاسپٹل سٹاف کیا سب عربوں کے پتھراؤ میں مارے گئے! میں بیڈ سمیت زمین میں دھنستا جا رہا ہوں۔ مجھے کیا کیا جا رہا ہے؟ زمین کے تڑخنے، دیواروں اور چھتوں کے گرنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔ عرب بچیوں بچوں کے رونے کی آوازیں... انھیں یہاں لانے کی کیسے ہمت ہوئی! یہ ہنسنے کی آوازیں کس کی ہیں؟ کیا اولمرٹ مجھے بلڈوزر کہنے والوں کے گلاسوں سے اپنا وہسکی کا گلاس ٹکرا رہا ہے۔ مجھے ان کے گانے کی آواز آ رہی ہے۔

(۱) Keep sleeping Goliath

Keep sleeping the beloved son of Golda

---

① سوتے رہو جالوت، سوتے رہو گولڈا کے چہیتے بیٹے۔ گولڈسٹین کے چہیتے بھائی، یہ تمھارے لیے ایک لمبے آرام کا دن ہے۔

the beloved brother of Baruch Goldstein

Keep resting it is one long Shabaton[1] for you

ایرک: بارے آوازیں دھیمی ہوئیں۔ دور ہوتی جارہی ہیں۔ آوازیں سناٹے کے پیٹ میں سما گئیں۔
پتا نہیں میرا دماغ سو گیا تھا یا کیا۔ طبیعت میں تازگی محسوس کر رہا ہوں۔
نرس شونا (Shuna) واش روم سے ایسی آئی ہے جیسے وہاں رو رہی تھی۔ پتا نہیں اس کا شوہر کیا ہوا۔ میں توریت پر ہاتھ رکھ کر کہہ سکتا ہوں اسے غائب کرانے میں میرا ہاتھ نہیں تھا مگر وہ غائب ہے اور یہ طلاق نہیں لے سکتی ہے۔ اس کا شوہر ساؤل (Saul) بس ایک دن اس بڑے سٹیج سے جسے ہم ازرے ائیل کہتے ہیں اپنے theatrical مکالمے ادا کرتا ہوا غائب ہو گیا۔ ساؤل (Saul) اچھا آدمی تھا۔ اسے ٹریڈ یونین والوں نے بگاڑ دیا جو اتنا نہیں سمجھتے مارکس یہودی تھا... لیکن سنکی، اس لیے اچھا یہودی نہیں تھا۔ ہمارے ریکارڈ میں وہ ابھی تک یہودی ہے۔

A good Marxist is a bad Jew and a good Jew makes a bad Marxist.

ساؤل کے دماغ میں یہ خیال نہ جانے کہاں سے آسمایا تھا کہ جو کچھ ازرے ائیل میں ہو رہا ہے صحیح نہیں ہے۔ اس زمین کو ایک بار پھر وہی ہو جانا چاہیے جو 1903ء کے اَلیاہ سے پہلے تھی۔'

'1914ء کے اَلیاہ سے پہلے کی۔'

سارہ (سانولی ہنگری کی رہنے والی): 'تو پھر یہ کہاں پیدا ہوتا! روس میں؟ وہ اس کے ماں باپ کو پسند نہیں تھا۔ ہنگری میں؟'

'ہنگری میں پیدا ہوتا تو یہ مغربی یہودیوں کے خلاف ہوتا کہ سونا دے کر انھوں نے خود کو بچا لیا ہمیں نہیں۔'

ایرک: یہ سب چاہتے ہیں مشرقی اور مغربی یورپ والے ایک بار پھر دنیا میں بکھر جائیں اور بھٹکتے پھریں۔ پھر سے وہی بارہ کے بارہ قبیلے to hell with the suggestion۔ میرے کانوں تک جو باتیں ساؤل کی پہنچی تھیں ان میں یہ بھی تھا ''ہم جو کچھ کہتے اور کرتے ہیں اس سے یہ سمجھ لیا جاتا ہے دنیا کے سب یہود ایک آواز سے بول رہے ہیں، جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

---

① آرام کا دن۔

عالمی جیوری کا صدر تک اسرائیلی شہری نہیں ہے۔'' ابھی کل کی بات ہے دنیا بھر کے اخبار اس بکواس کو لے اڑے تھے کہ برطانیہ کے یہودی اس کے حق میں نہیں ہیں کہ جو کچھ زائیونسٹ حکومت کہے کرے اس سے یہ سمجھ لیا جائے کہ یہی ان کی بھی منشا تھی لیکن یہ بس پریس کی لغزش ہے۔ برٹش پریس کو لگام کی ضرورت ہے۔

اس وقت مجھے ایک مہربان آواز سنائی دے رہی ہے:

'اے خدا قومیں تیری میراث میں گھس آئی ہیں۔ انھوں نے تیرے مقدس ہیکل کو ناپاک کیا ہے۔ انھوں نے یروشلم کو کھنڈر بنا دیا ہے...'

ہیلو۔ ہیلو۔ اے میٹھی مہربان آواز تو رک کیوں گئی؟ میں اس مہربان آواز کو سننے کا کب سے انتظار کر رہا تھا۔ جیسے میری ماں کی آواز ہو: ''ایرک! یروشلم کھنڈر ہونے والا ہے۔''

''یس مم۔ دعا کر میں ہسپتال کے بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوں اور ایک بار پھر Knesset (پارلیمنٹ) میرے لیے شطرنج کی بساط بن جائے۔ ہر مہرہ میرے مقابل کا میری مار میں ہوگا۔ تو دیکھے گی کتنی آوازیں اس زمین سے اس کے وجود کے خلاف اٹھ رہی ہیں جنھیں میں خاموش کر دوں گا۔ یہ نہیں ہے کہ میری نگاہیں histrdut (ٹریڈ یونین) والوں پر نہیں ہیں جن کی بڑی خواہش عرب اور یہودی مزدوروں کو ایک ساتھ کام کرتے دیکھنے کی ہے اور عرب اور یہودی بچوں کو ایک ساتھ سکول جاتے اور کھیلتے دیکھنے کی سب کی نہ سہی کچھ کی یقیناً ہے۔''

اور انھیں بھی جانتا ہوں جن کی جڑیں ایشیائی اور افریقی ملکوں میں ہیں، جو کہتے ہیں، ''ہم اپنے ملکوں میں خوش تھے یہاں تو سفید کھال والوں کی غلامی کے لیے لائے گئے ہیں جو ہمیں مصر (Musr)[1] کہنے کی جگہ حقارت سے مدارچی کہتے ہیں۔''

میری ماں یہ عمارت گر رہی ہے۔ It is a crumbling edifice mother dear اور ساؤل کہتا تھا غزہ دنیا کا سب سے بڑا زندان ہے، آزاد عربوں کا زنداں۔ وہ کہتا تھا غزہ اور مغربی کنارہ کیسے آزاد مملکت فلسطین ہے جس کی نہ اپنی ایئر فورس ہے، نہ ایئر لائن، نہ پانی کے جہاز، جہاں اسرائیلی سپاہی جب چاہیں ٹہلتے ہوئے جا سکتے ہیں، جس میں ہمارے ٹینک اور humvies (بکتر بند گاڑیاں)

---

[1] مزرائم کی عربی شکل مصر، جو مُصر کا ہم معنی ہے۔ سامی اس کو مزرائم سمجھتے تھے۔ مدراچی اس کی استہزائیہ شکل ہے جیسے مدراچی کہہ کر کسی کو گالی دی ہو۔

بغیر ان کی حکومت سے اجازت لیے بغیر کسی مداخلت کے داخل ہو سکتے ہیں اور وہاں جو جی چاہیں کریں اس لیے کہ ہم نے ان کے پاس اپنے دفاع کا کوئی سامان چھوڑا ہی نہیں ہے۔ اس کی خطابت کا ٹیپ کا بند تھا (pet rhetoric) تھا ''یہ ہے جسے امریکا ایک ملک کی آزادی کہتا ہے!''

واقعی میں، یہ میں بھی سوچتا ہوں وہ کیسی حکومت ہے جس کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے۔ بس اتنا کہ غزہ والے کبھی بحیرہ روم کے ساحل پر جا کر پکنک منالیں اور اپنے حصے کی سمندر کی پٹی میں بھی انھیں ہماری نیوی کی موجودگی کا احساس رہے۔ اس سے تو انھیں خود کو ازرے ائیل کے حوالے کر دینا چاہیے۔

(آواز: ''مگر مغربی دنیا اور اقوامِ متحدہ کے لیے تو مغربی کنارہ اور غزہ آزاد ریاستیں ہیں اور چین سے ہیں۔'')

میں پریکٹیکل آدمی ہوں، جذبات میرے نزدیک وہ بھول بھلیاں ہے جس میں کم ہمت انسان خود کو پھنسا لیتے ہیں اور پھنسائے رکھنا چاہتے ہیں۔ میری سمجھ میں بس اتنی بات آتی ہے اس بے حیائی کی زندگی سے کہیں بہتر ہے یہ لوگ صحارا میں جا بیٹھیں۔ ستاروں کو دیکھ کر رات کو اونٹوں پر سفر کریں، دن میں ان کے لڑکے لڑکیاں بھیڑیں بکریاں چرائیں، وقت ان سے بہت آگے نکل چکا ہے اور اس کے لیے یہ آگے نکل جانے والی قوموں سے قدم ملا کر چل سکیں سفید قدم خود کو ست نہیں کر سکتے ہیں۔

آوازیں: 'کتنی چھوٹی یادداشت ہے بنی اسرائیل کی۔ صدیوں دکھ اور دُر دُر پھٹ پھٹ جھیلنے کے بعد یہ بھول گئے درد کیا ہوتا ہے اور قدم قدم پر ذلّت اٹھانے کا گھاؤ کتنا گہرا ہوتا ہے۔'

'اور اس سے بڑھ کر وہ وقت بھلا چکے ہیں جب آپس میں کہتے تھے: ''ان ظالموں کو دکھ دینے کے بعد تکلیف نہیں ہوتی ہے کہ ہم نے کسی کو ستایا، ان کی عبادت گاہیں مسمار کیں، مکانوں کو آگ لگائی، تعلیم گاہیں خاک میں ملا دیں اور بازار لوٹ لیے۔''

ایرک: پھر بھونکنے کی آوازیں! میرا خیال تھا یروشلم میں سڑک کے کتے نہیں ہیں مگر یہ آوازیں مجھے خاموش نہیں کر سکیں گی۔ عربوں کو یہ ملک چھوڑنا ہے۔ اپنی مسجدوں، باغوں اور کھیتوں کو بھول جائیں۔ ہم ان کے چھوڑے ہوئے بھنڈی، ٹماٹر، زیتون، انجیر اور آڑو نہیں کھائیں گے۔ وہ ہمارے لیے بہت نیچے درجے کی خوراک ہے، صرف ٹریکٹرز سے کچلے جانے کے لائق۔

(آواز: 'مگر ایکسپورٹ کیے جانے کے لائق') ہمارے پھلوں کا جواب خدا کی جنت میں بھی نہیں ہوگا۔ بس یہ یہاں سے نکل جائیں۔ ہمارا اشارہ پانے پر امریکا ان کے لیے اپنی وسیع اور عریض زمین میں، ہوسکتا ہے نواڈا میں (may be in Navada) ایک وسیع جیل بنا کر اسے

فلسطینی آزاد ریاست کا نام دے دے۔ اس جیل میں گھومیں پھریں۔ حرم رکھیں، بچے پیدا کریں اور بچوں کو اونٹوں کی پیٹھ پر باندھ کر ان کی ریس دیکھیں۔ بس باہر جانا امریکا کی اجازت پر ہوگا۔ ورنہ یہ وہاں سے بھی آ آ کر ہمارے ریستورانوں اور شاپنگ مالز (Shopping Malls) میں خود کو بموں سے اڑاتے رہیں گے اور ان کے بچے لڑکے ہماری ملٹری وھیکلز (Military Vehicles) پر پتھر اور روڑے پھینکنا بند نہیں کریں گے۔

پتھر روڑے کوئی مجھ سے پوچھے دنیا کے سب سے مہلک ہتھیار ہیں۔

(آواز: 'لیکن انھیں ہتھیاروں سے لدے سپاہیوں اور بکتر بند گاڑیوں پر پھینکنے کے لیے وہی ہمت چاہیے ہوتی ہے جو خود کو بم سے اڑا دینے کے لیے')

ایرک: نہ انھیں کہیں ٹیسٹ کرنا پڑتا ہے۔

('ان کا ٹیسٹ صرف صیہونی سپاہیوں کے سر اور چھاتی پر ہوتا ہے')

نہ ان کے استعمال پر پابندی کا سوال کسی نے اقوام متحدہ میں اٹھایا ہے۔

('انھیں ہاتھوں میں تھام کر گھر سے باہر نکلنے کے لیے لائسنس ہونا چاہیے')

ٹھیک ہو جاؤں تو بارودی سرنگوں کی طرح روڑے پتھروں کے استعمال پر پابندی کا سوال جنیوا کنوینشن والوں کی عدالت اور امریکا کی کانگریس میں اٹھاؤں گا۔ انھیں میری بات سننی پڑے گی۔

آواز: 'تمھاری سپاہ کیوں نہیں خود کو روڑوں پتھروں سے مسلح کر لیتی ہے۔'

ایرک: ان سے مسلح ہو کر... کیا بکواس ہے... وہ خود کو محفوظ نہیں سمجھیں گے۔ انھیں اوزی رائفل اور دشمن کے سر پر منڈلاتے ہوئے فائٹر ایئر کرافٹ دیکھنے کی عادت ہے۔

آواز: 'روڑوں پتھروں سے تمھارا سواگت کرنے کی فلسطینی لڑکے لڑکیوں کو عادت ہے۔'

ایرک: ان کا تو وہ حشر ہونا چاہیے جو جاپان نے دوسری عالمگیر جنگ میں ملایا پر قبضہ کر کے وہاں کے باشندوں کا کیا تھا۔

آواز: 'کیسا حشر سڑک کوٹنے کے انجن؟'

ایرک: جس گھر میں جاپانی سپاہی ہوں اس کے رہنے والے اپنے ہی گھر کے ٹوئلٹ جانے کے لیے جاپانی سپاہیوں سے اجازت...

آوازیں: 'فیرون کی کھال کے اندر ایک فاشسٹ چھپا ہے'

(Deep under the skin he is a fascist)

ایرک: یہ 'امن ابھی [1]'، اسی گھڑی والے غدار ہیں انھیں 1967ء کی جنگ سے پہلے کے حدود میں امن چاہیے۔ غالباً ان کے دلوں میں یہ خواہش بھی چھپی ہے ہمارے جوان بھی ٹینکوں، فائٹر جیٹس کو بھول کر بھیڑیں چراتے پھریں اور ان پھٹے ہوئے کپڑے والے بچوں کے ساتھ ہمارے بچے سکول جائیں۔ ننگے پیر گلیوں میں کھیلتے پھریں اور وقت سے پہلے مرتے رہیں۔ مجھے یقین ہے مصر کو چھوڑتے وقت موزیز کے دماغ میں ایسی دنیا نہیں تھی۔

آرن (پرانا یہودی): 'کیا بڑھیا آدمی تھا۔ بکریوں کو پانی پلاتا تھا، بکریوں کا گلّہ چراتا تھا اور خدا کا شکر ادا کرتا تھا۔'

ایرک: اچانک ایک دم خاموشی ہو جانے سے میں ڈرتا ہوں۔ خاص طور پر جب وہ خاموشی میرے دماغ اور کانوں میں ہو، کھال کچھ بھی محسوس نہ کر رہی ہو... قمیص اور چادر کو بھی نہیں، نتھنے کھلے ہوں لیکن سونگھنے کی حس جیسے ان میں مر گئی ہو، دیدے اپنی جگہ پر ہوں لیکن اندھیرا اجالا تک نہ دیکھ رہے ہوں۔ کیا وہ گھڑی آ گئی؟ جو ?Lily where are you کیا میں مر رہا ہوں؟

ایک آواز: 'اب وہ موت سے ڈر رہا ہے۔'

ایرک: ڈاکٹر میرا ای ای جی سر جوڑ کر بڑے انہماک سے پڑھ رہے ہیں۔ اس سناٹے کے بعد اب مجھے سنائی دے رہا ہے۔

ڈاکٹر لیف: 'میرا خیال ہے بلڈوزر کا دماغ پچھلے چند گھنٹوں میں زیادہ تیزی سے کام کرتا رہا ہے۔'

ریوبین: 'لگتا ہے ڈھال پر بھی پاور گیئر استعمال کر رہا ہے۔'

(ایرک: بدبخت مجھ پر ہنس رہے ہیں)

جوسیمئیون: 'ریکارڈ میں جارحیت ہی جارحیت ہے۔'

سوسن: 'ہتھیلیاں پسیجی ہوئی ہیں.... بے چارہ۔'

شونا: 'سختی سے بھینچ رکھی ہوں گی۔'

لیف: 'جو بھی ہوا تھا گزر چکا ہے۔'

ایرک: وہ لوگ چلے گئے۔ میرا عزم اتنا ہی پختہ تھا جتنا اس وقت تھا جب میں نے قبیہ کی مسجد پر حملہ کیا

---

[1] Peace Now

تھا اور پینتالیس گھروں اور چھ سو چھہتر مسلمانوں کو ختم کیا تھا۔ 1953ء یونٹ 101، تب میں 25 برس کا ہر لڑکی کو بھانے والا نوجوان تھا۔

(ممبئی کی نرس ماریا: 'Real dandy')

تب بھی میرا ایمان یہ تھا کہ صرف پرفیکٹ اور مکمل فتح ہمارا مقصد ہے چاہے وہ ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑے، سوائے ہمارے۔ اگر اس بستر سے اٹھ کھڑا ہوا تو یروشلم سے ان تمام قوموں کو نکال باہر کروں گا جنھوں نے اس کی زمین کو ناپاک کر رکھا ہے...

(ماریا: 'ناستک یہودی کے منہ سے یہ بات کتنی عجیب لگتی ہے۔ لگتا ہے فرعون ایشور کو یاد کر رہا ہے۔')

اور اس بار پھر ہمیں اس زمین سے نکلنا پڑے۔

('اس کا قوی امکان ہے بلڈوزر۔')

تو یہی کام اسے بھی کرنا پڑے گا جو چاہے چائم ویز مین ہو، چاہے ڈیوڈ بن گوریان، چاہے یتزاک رابن۔

('دماغ وقت کی قید سے آزاد ہو چکا ہے۔ ماضی، حال، مستقبل گڈمڈ ہیں')

ہمیں ان ٹریڈ یونین لیڈروں کو بھی 'دوبارہ نظر مت آنا' کہنا پڑے گا جو ہر قیمت پر یہاں امن لانا چاہتے ہیں... تھیوڈور ہرزل کے خواب کو یہاں کی ریت میں دفن کر کے!

راز کو بازار میں اگلنے والے وانونوجیسوں کو بھی جس نے ہمارے ایٹم بموں کے ذخیرے کو دیکھ کر بجائے اپنے ساتھیوں کی ایک بوتل شیمپین کھول کر مدارات کرنے کے یہ ضروری سمجھا کہ برطانیہ پہنچ کر اس کے پریس کو بتلائے کہ ''ازرےائیل بھی ایٹمی طاقت ہے۔''

(الیاس: 'آرتھر بالفور اپنے تابوت میں سہم گیا ہوگا کہ میں نے یہ تو نہ سوچا تھا۔')

وہاں ڈیمونا کے تہ خانے میں ایٹم بم ایسے سجے ہیں جیسے vintage wine bottles in a cellar وہ کیا اس خبر سے اس سے زیادہ چونکے ہوں گے جتنا اگر انھیں بتایا جاتا موزے ڈونگ کی فوجیں امریکا کو پیسیفک کے پار دھکیل چکی ہیں یا ہٹلر نے خودکشی کر لی ہے۔ امریکا اور برطانیہ کا کوئی راز ہم سے نہیں چھپا ہے۔ کیونکہ وقت کی نزاکت کبھی آدمی کو مگرمچھ کے ساتھ بھی سلا سکتی ہے۔

یوسف: بشرطیکہ مگرمچھ سجانے کے کام کا ہو۔'

آرن: 'یا سوتا بن جائے اور بھوکا ہو۔'

ایرک: یہ دنیا کو ماننا ہوگا، اب نہیں تو بہت جلد، ساری دھرتی پر اگر ایک پتّا بھی ہلتا ہے تو ہم سے پوشیدگی سے نہیں۔

اچانک یہ کیا ہونے لگا۔ میرے منہ سے لفظ پتّا نکلا اور ازرے ائیل کے تمام باغوں میں ہرے پتّے ایک دم پیلے ہو ہو کر ٹوٹ ٹوٹ کر شاخوں سے گر رہے ہیں۔ ہر جگہ ان کے ڈھیر ہیں۔ ہمارے کبتزم (Kibbutzim) میں جو ٹرک ہمارے کھیتوں کی اُپج اٹھا کر بازاروں میں لے جانے کے لیے آئے تھے خالی واپس جا رہے ہیں۔ عورتیں کہہ رہی ہیں ''زمین نے دیا ہی کیا ہے جو اسے بازاروں میں بھیجنے کے لیے ٹرکوں میں لا دیں۔''

''ہمارے گھر اپنے کھانے کو بھی کچھ نہیں ہے۔ یہ ہمارے کچن ہیں یا فلسطینیوں کے جن میں نہ کچھ صبح پکتا ہے نہ شام کو۔''

ان پر واقعی ظلم ہوا ہے۔ ان آوازوں کو سن کر میرا جی شرمندہ ہونے کو چاہتا ہے لیکن میں جانتا ہوں جنگ میں شرمندگی بزدلی کا دوسرا نام ہے۔

سامنے کی دیوار پر ایک حبر (Rabbi) جس کی آنکھوں پر بڑے گول شیشوں والی عینک ہے دائیں سے بائیں کو فرنچ موٹر سائیکل پر کہتا ہوا گزرا ہے ''یہ اکال ہے۔''

''اکال؟'' عورتیں جیسے آسمان سے پوچھ رہی ہیں۔ جو ازرے ائیل میں پیدا ہوئی ہیں وہ اس لفظ کو جانتی ہی نہیں ہیں۔

سکرین پر سوکھے ہوئے کھیت مجھے دکھائے جا رہے ہیں۔

آواز: 'ہاں، ہاں اکال۔ زمین کچھ نہیں اگائے گی۔ جیسی عربوں کی زمینیں ہیں جن کا پانی تم نے توڑ لیا ہے۔'

'جو کھیتوں میں ہے اسے محفوظ کر لو۔'

کسی کی آواز ابھی میں نے سنی: 'ازرے ائیل کے کھیتوں نے فلسطینیوں کے کھیتوں کی ہمدردی میں کچھ بھی پیدا کرنا چھوڑ دیا ہے۔'

دوسرے نے کہا: 'زمین میں بھی جان ہوتی ہے۔ سیوا کرنے والا مر جائے تو اس کے لیے روتی ہے۔'

'ہم نے توکل کے لیے کچھ بچا کر رکھا ہی نہیں تھا۔ نہ اناج نہ پھل۔ کیونکہ ہم سوچ ہی نہیں سکتے تھے ہمارے کھیت اور باغ کبھی ہمیں دھوکا دے سکتے ہیں۔'

عورتیں رو رہی ہیں۔ بچے ان کی شکلیں حیرت سے دیکھ رہے ہیں۔ ان چہروں پر انھوں نے کبھی آنسو نہیں دیکھے تھے۔

کمنٹری: 'سوائے اس وقت کے جب کسی کی بیٹی یا بیٹے، بھائی یا بہن، ماں یا باپ کے ریستوران یا ڈپارٹمنٹل سٹور میں انسان کے جسم پے پھٹنے والے بم سے مارے جانے کی خبر یہاں آتی ہو۔ ان لوگوں نے ٹیلی وژن پر اور اخباروں میں صرف مرنے والے فلسطینی چرواہوں اور سکول کے بچوں کے مرنے کی تصویریں دیکھی تھیں جو ہمیشہ دہشت گرد بتائے گئے تھے اور دہشت گردوں کے مرنے پر کون روتا ہے۔'

ایرک: آرن اور موشے کے رب مجھے اس آزار سے بچا جو مجھ میں پہلے ملال پیدا کر رہا ہے پھر شرم لائے گا اور بالآخر زنخا بنا دے گا۔

I do not repent. Do not want to die as eunuch.

اب صرف سکرین ہی پر نہیں ہر جگہ اکال کی خبر ہے۔ کسی گھر میں ٹی وی آون نہیں ہے۔ نہ کسی کچن سے کھانا پکنے کی خوشبو آ رہی ہے۔

واش روم سے ڈاکٹر ریوبین کے اپنی بیوی سے فون پر بات کرنے کی آواز آ رہی ہے۔ ریوبین جینیٹ کو بتا رہا ہے، ''ہم اکال کی زد میں آ چکے ہیں۔ تم نے صحیح فیصلہ کیا تھا جو کیپ ٹاؤن لوٹ گئیں۔ وہاں سے اپارتھائیڈ کی خشک، کھال اور ہریالی کو جلانے والی ہوا کا تسلط اٹھ گیا ہے۔ وہاں اکال نہیں ہوگا۔ کاش میں تمھارے پاس ہوتا۔''

نرس شونا: 'ہیلو ساؤل (Saul) کہاں ہو؟'

ایرک: اس کا شوہر کیا غزہ میں چھپا ہے جو اسے پکار رہی ہے۔ اب وہ میرے بیڈ کے قریب آ کر پانی کے جگ کو اٹھا کر دیکھتی ہے اور اس سے اپنی انگلیوں پر پانی گرا کر اپنے ہونٹوں کو تر کر رہی ہے۔

شونا: 'ہم کہاں آ پھنسے۔ زندگی ایک مسلسل جنگ اور یہ قدرت کے چھتکار۔

What a horrible day, or is it night.

ایرک: میرا ایک خوف ہے جس کا ذکر نہ میں نے کبھی مارگالیت سے کیا تھا نہ لِلی سے... نہ ہی فوج کے اپنے ساتھیوں سے جن کے ساتھ میں نے کتنی ہی عرب آبادیوں پر ہینڈ گرینیڈ پھینکے تھے جو

میرے ہی جیسے جری تھے اور میری ہی طرح جہاں بہتا ہوا خون ہو اس پر بغیر تردد بوٹ رکھتے ہوئے گزر جاتے تھے۔ نہ ہی میں نے اپنے سیاسی ساتھیوں کو کبھی اس لائق سمجھا کہ اپنے خوف کا رازداں بناؤں۔ کسی ملک کی فوجوں کا کمانڈران چیف اور ڈر! دونوں باتیں آپس میں فٹ نہیں ہوتی ہیں۔ جیسا کام اس ہسپتال والوں نے دونوں بہنوں کی تصویریں ایک ہی دیوار پر ٹانگ کر کیا ہے۔

یہ پسماندہ یہود جن کے یان کیف (جیکب) کی سنتان (اولاد) ہونے میں مجھے شک ہے اپنے ملکوں میں محنت مشقت کرتے تھے، ارادے اور جسم کے مضبوط ہیں۔ انھیں ہم نے ان کے ملکوں سے اس طرح اکھاڑ کر یہاں لا لگایا ہے جس طرح انکل جو اسٹالن نے تاتاریوں اور دوسرے کسانوں کو روس میں لا کر ہیوی انڈسٹری میں مشقت کے لیے۔ مجھے ڈر ہے ایک دن یہ اس اقلیم کو ڈھانہ دیں یا بغاوت پر ہی اتر آئیں اور اشکے نازم اور سیفارڈم یہود کا ہولوکاسٹ شروع کر دیں۔ کوئی کہاں تک حفاظتی تدابیر کرے۔ اچھا تو یہ تھا کہ گرینڈ ڈیڈ تھیوڈور ہرزل ان مزارچم کو اپنی وسیع تدبیر کار میں نہ رکھتے مگر پھر مین پاور کی کمی کیسے پوری ہوتی۔ وہی اکویشن کہ بغیر افریقیوں کو بلائے امریکا کیسے بستا اور بغیر اپنی کالونیز سے لوکل غیر سفید محنت کرنے والوں کو بلائے جنگ کی بربادی کے اور برطانیہ کیسے پنپتا!

آرتھر بالفور کی آواز: 'میں کہہ چکا ہوں یہ سچ ہے کہ ایک لحاظ سے کسی قوم میں پیدا ہونے والے تمام آدمی برابر ہیں لیکن یہ کہنا کہ سیاہ افریقا میں پیدا ہونے والا ایک آدمی ایک یورپین کے برابر پیدا کیا گیا تھا... اسے ماننے میں مجھے تامل ہے۔'

ایرک: آ گئے یار مہربان برطانوی وزیر اعظیم قبر سے اٹھ کر! تمھارے آنے نے مجھ میں نئی روح پھونک دی۔ دعا ہے تمھاری روح بھٹکتی نہ پھرے جس کا مجھے اپنے لیے کھٹکا ہے۔ ایک سوال میرے دماغ میں آتا ہے۔ کیا پوگرومز کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے؟ آئندہ کس کا کس کے ہاتھوں ہوگا؟

وہ کیڑا جو ہمارے نوجوانوں کے دماغوں میں کلبلا رہا ہے مجھے کبھی کبھی اپنے دماغ میں بھی چلتا ہوا محسوس ہوتا ہے... آخر کب تک؟ کب تک جنگ کے لیے یہ مستعدی ہم قائم رکھ سکیں گے؟ وقت کا پھیلاؤ ڈرانے والا تصور ہے، اس میں پچاس، سو یا پانچ سو سال کی حقیقت رکھتے ہیں۔

آوازیں: 'بے نام کے ملک میں پیدا ہونے کا دعویٰ کرنے والا وقت کے بے انت ہونے سے ڈر رہا ہے۔'

'جسم کا بلڈوزر، دل کا چھچھوندر۔'

'زنگ کھائی ہوئی ایک مشین، اب بلڈوزر کہاں رہا ہے۔'

ایرک: تم لوگ مجھے جنگی مجرم سمجھتے ہو، بھگوڑا؟ سمجھو۔ میں موشے کا دوسرا جنم ہوں۔

ایک آواز: 'چنگیز خان کا۔'

بل ڈوزروں کے چلنے کی آوازیں آ رہی ہیں... ستونوں کے گرنے اور فرش کے اکھاڑے جانے کی۔ کیا ہو رہا ہے؟ کیا یروشلم کو ڈھایا جا رہا ہے؟

آواز: 'نہیں غزہ میں فلسطینیوں کے واحد ایئرپورٹ کے رن وے کو اکھاڑا جا رہا ہے۔'

'اپنی سچائی اور حق کی حمایت کا رجز پڑھنے والے سفید مغربی ممالک ایک لفظ نہیں کہہ رہے ہیں کہ جنھیں تم نے ان کی زمینوں سے بے دخل کر کے اس گیٹو نما زندان میں گھیر کر رکھا ہے ان کا بھی حق اپنی کشتیاں، اور ہوائی جہاز رکھنے کا تھا۔'

ایرک: اچھا ہے ان کا رابطہ پڑوسی ملکوں سے ختم ہوا۔ تین سال تو ہوائی اڈا چل لیا۔ اچھا ہو جو یہ بدو بس اونٹوں اور گدھے کی سواری پر آ جائیں۔

آرتھر بالفور کی آواز: 'میں نے نہیں کہا تھا کبھی اس زمین پر برفانی دور تھا (ice-age) اور دوبارہ وہ دور آنے والا ہے۔ تم اسے ریت کا دور کہہ لو۔'

ھند: 'اور تم اس کے لانے والے ہو گے۔'

جالوت

میں بزدل شائی لاک نہیں ہوں کہ تسلیم کرلوں مجرم کے سینے کا گوشت کاٹنے میں اگر مجھ سے ایک قطرہ عیسائی خون بھی بہا تو اسی سزا کے لیے مجھے خود بھی تیار رہنا چاہیے۔ الٹا میں فاضل پیروی کرنے والی کا بھانڈا پھوڑ دیتا کہ عورت ہو کر مرد کے بھیس میں عدالت کی توہین کر رہی ہے۔ چھری مجرم کے سینے پر رکھ دیتا کہ آخری بار مریم کے بیٹے جیسس کو یاد کرلے، اور اپنے قرضے کا دس گنا لیتا۔ اس لیے کہ میں جالوت ہوں۔

اس پر مجھے خیال آتا ہے کہ کبھی تو کسی ازرے ائیلی وزیر اعظم نے، مجھ سمیت اس داڑھی والے برٹش ڈراما نگار کے ڈراموں اور نظموں پر پابندی لگائی ہوتی کہ جن کتابوں میں ان میں سے کوئی بھی شامل ہے وہ زائیون میں نہیں لائی جاسکتی ہیں، جو ہیں انھیں جلا دیا جائے اور جہاں جہاں ولیم شیکسپیئر کا نام آتا ہے اس پر سیاہ لائن کھینچ دی جائے جیسے سعودی لفظ ازرے ائیل کے ساتھ کرتے رہے ہیں اور ان کے حکم پر ان کے امریکی سینسر۔.. آئل کمپنی والے۔ مجھے اس کا وہ عفریتی روحوں کو زیر کرنے کا نسخہ سکول کے زمانے سے ستاتا آیا ہے: چڑیل کی ممی، زہریلے ہیملوک کی جڑ جسے اندھیرے میں کھود کر نکالا گیا ہو، بکری کا پتا، ایک یہودی کا کلیجا اور قبروں میں اگنے والے یو (yew) کی ٹہنیاں، کسی مردہ بچے کی انگلی... یہ سب ایک دیگ میں پکائے جائیں اور جب وہ بلابتر (بلابدتر) ابال پر آجائے تو بیبون کا سر اس میں ڈال کر اسے ٹھنڈا کیا جائے اور اس ملغوبے کو ایسی سوّریا کے خون میں ڈبویا جائے جس نے اپنے بچے کو کھایا ہو۔

کتنی نفرت اس ایک نسخے میں چھپی ہے جو نسلوں کی نسلوں کے کان ہمارے خلاف بھرتی رہی ہے۔

ہنھ! لیکن بدلہ چکانے کا وقت آ گیا ہے اور میں ہر طالوت کے لیے جالوت ہوں۔ چار کیوبٹ جمع ہاتھ کی چھنگلیا، کی نوک سے انگوٹھے کے آخری پورے تک کا پھیلاؤ four cubits and a span یہ ہے میری لمبائی۔ میرے سامنے یاسر عرفات بالشتیا تھا۔

آواز: 'امریکی تمھارے ازرے ائیل کو طالوت (Saul) ٹھہرانے میں بہت جلدی کرتے ہیں اور فلسطین کے جالوت (Goliath) طالوت اپنی قبر میں کلبلا رہے ہوں گے کہ دوسروں کی ملکیت پر قبضہ کرنے والے سے ان کا مقابلہ کیا جارہا ہے۔'

آوازیں پھر شروع ہوگئیں۔ میں نے تو سمجھا تھا اکیلا ہوں اور جی بھر کر اپنے ماضی کی سیر کروں گا۔ تو یہ بھی سن لیں کہ میں قد کاٹھ میں جالوت ہوں۔ خود میں نے اپنے کو ایسا بنایا ہے اور ساری عرب دنیا مجھ سے ڈرتی ہے۔ اتنا وزن میں نے خود پر اس لیے چڑھایا ہے کہ فلسطینیوں اور میری حکومت کے مخالفین پر مجھے دیکھ کر ہیبت طاری ہو۔ ہمارے اپنے، عربوں سے بڑھ کر میرے دشمن ہیں۔ مجھے بل ڈوزر کہتے ہیں۔ جب یہاں آتے ہیں تو میرے کان میں آہستہ سے کہتے ہیں: 'دِلّی تیرا انتظار کر رہی ہے۔'

دوسرا کہتا ہوا میرے بیڈ کے پاس سے گزر جاتا ہے: 'صابرہ اور شتیلہ کے قصاب تجھے مقتول وزیرِاعظم یتزاک رابن (Yitzhak Rabin) یاد کر رہا ہے۔' اس کا ساتھی مسکرا کر کہتا ہے: 'رابن کا قاتل مر چکا ہے۔ یہ رابن کے پاس جانے کے لیے کسی دوسرے قاتل کا انتخاب کرے۔'

ان آوازوں کی آپس میں کھسر پُسر اس آواز سے زیادہ مجھے تنگ کرتی ہے جو فحش ترین گالیاں دیتی ہے۔ یہی منشا میرے دشمنوں کی ہے کہ زندگی کے باقی دن اس اذیت کو جھیلتا رہوں۔ اسی لیے یہ سارے تار اور ٹیوب میرے جسم سے جوڑ کر مجھے روبوٹ بنا دیا گیا ہے۔ میری پارٹی والے بھی ان میں مل گئے ہیں۔

یہ مجھے دیوار پر کیا دکھایا جارہا ہے، گھر ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں اور ان کے چوکھٹ، دروازے کھڑکیاں اور گھر کا سامان۔ عربوں کے گھروں میں ہوتا ہی کیا ہے! کھجور کے بورے، کھائی ہوئی کھجوروں کی گٹھلیاں، سوکھی مچھلی، اونٹوں اور بکریوں کی مینگنیاں۔

لگتا ہے اس کمرے میں stereophonic سپیکر لگائے گئے ہیں۔ چھت اور دیواریں بلڈوزرز کے نیچے پستی جارہی ہیں۔ مسجدوں سے اللہ اکبر کی اور چاروں طرف سے گولیوں کے چلنے کی آوازیں آرہی ہیں۔ وہ ایک مدرسہ گرا۔ ایک کمرے کا تو تھا ہی، قریے کا واحد ہسپتال: اس میں کیا تھا؟ بے ڈھنگی مصری روئی جو شاید کھیت سے سیدھی یہاں لائی گئی ہے... سرجیکل کوٹن کی طرح استعمال کرنے کے

لیے۔ ڈسپوزیبل سرنجیں اور استعمال شدہ پٹیاں جنھیں پانی سے دھولیا گیا ہے۔ دوائیں وہ ہوں گی جن کی میعاد چھے مہینے پہلے ختم ہو چکی ہوگی۔ ٹنکچر آیوڈین اور ڈسٹلڈ واٹر تک نہیں ہوگا۔ ان سب کا ختم ہو جانا ہی اچھا تھا۔

لگتا ہے کمرے کے شیشوں سے پتھر چھناکے سے آ کر ٹکرا رہے ہیں۔ بے وقوف غلّوں اور ڈھیلوں سے ایک ماڈرن فوج کا مقابلہ کرنے چلے ہیں۔

آواز: 'بلڈوزر مگر غلّے پکے عہد اور ڈھیلے ہمت کے بنے ہیں۔ مٹی کے نہیں۔'

تب ہی عورتیں چلّا رہی ہیں۔ عرب عورتوں سے زیادہ بھیانک بین دنیا کی کسی عورتوں کا نہیں ہوتا ہے۔ ان کے بین سے مجھے نفرت ہے۔ اس کو سنتے ہوئے میرے دماغ میں میری اداس ماں کی تصویر بن جاتی ہے۔ جیسی اس وقت ان کی صورت ہوگی جب میڈیکل تعلیم ادھوری چھوڑ کر انھیں یہاں کے ورود کا الیاہ کرنا پڑا تھا۔

'ایریئل شیرون دیکھ، آنکھیں کھول کر دیکھ، ایسا سین چنگیز خان اور ہلاکو نے بھی تاریخ کو پیش نہیں کیا تھا۔ اس ملبے کو دیکھ کر اپنی مردانگی پر فخر کر۔ اٹھ اس کلینک میں جا جس کی چھت سے ہو کر شیل ایک عورت کے بیڈ پر گرا ہے اور بیڈ کو آگ لگ گئی ہے۔ غور کر بچے کی پہلی چیخ چھت کے چھید میں سے ہو کر تیرے کانوں میں پہنچنے کی کوشش کر رہی ہے۔ کیا گولا اندازی ہے کہ ایک گولے نے کتنے ہی کام ایک ساتھ کر دیے، بچے کو جنوا دیا، ابارشن ہوا ہے، تو اس آواز کو روک، چھت کے چھید کو پلگ کر اور بستر میں لگی ہوئی آگ کو بجھا۔'

ایرک: اب ایک عورت کے کراہنے کی آواز آ رہی ہے۔ یہ آواز وہ ہے جو میں نے اپنے بیٹے گُر کی پیدائش کے وقت سنی تھی۔ جب نرسوں اور ڈاکٹر نے مارگالت سے کہا تھا تم ڈلیوری روم میں پورے وقت چلتی رہو، اس سے بچّہ نیچے آ جائے گا اور تمھارے لیے فارغ ہونا آسان ہو جائے گا۔ وہ کراہتی ہوئی ان کا کہنا مان رہی تھی اور پورے وقت ڈرتی رہی تھی کہ بچّہ دفعتاً پیدا ہو کر اگر فرش پر گرا تو! وہی آواز اس وقت ہے: پھولی ہوئی سانس کے ساتھ کراہتے ہوئے چلتے رہنے کی۔

مگر آواز ڈلیوی روم یا ہسپتال سے نہیں آ رہی ہے۔ مغربی کنارے کے بارڈر سے آ رہی ہے۔ مجھے یہ ڈاکٹر زندہ رکھ کر کیا کچھ سنوائیں گے: عورت کے ساتھ آنے والا مرد ہمارے سرحد کے پہرے داروں سے التجا کر رہا ہے: 'ہمیں گزر جانے دو۔ اسے فوری آپریشن کی ضرورت ہے۔'

ہمارا ڈیوٹی سارجنٹ کہہ رہا ہے: 'اپنے ہسپتال لے جاؤ۔'

بارڈر گارڈ کی آواز مری مری سی ہے: 'ان کا اپنا ہسپتال بچا کب ہے۔ کلینک، ڈلیوری ہومز، ہسپتال سب مٹی بن چکے ہیں۔'

اندھیرے آسمان میں سے ایک آواز سنائی دی: 'موشے تیرے لوگوں نے کتنا اچھا موقع ان لوگوں کو اپنا بنا لینے کا کھو دیا۔'

ایرک: خدا کے کام میں دیر ہوتی ہوگی ہمارے کام میں نہیں۔ آخرکار یہ زمین انھیں چھوڑنی پڑے گی اور واپسی کی اجازت کسی کو نہیں ہوگی۔ برتھ رائٹ یا، نو برتھ رائٹ۔

اب کوئی عرب کسی چیک پوسٹ پر جو ڈیوٹی پر ہیں ان سے کہہ رہا ہے: 'ہمارے گاؤں اور ہسپتال کے بیچ میں سے تم نے دیوارِ چین گزار دی ہے۔' سارجنٹ نے کہا: 'اور یہ برینڈن برگ گیٹ ہے۔ ہر ایک کے لیے نہیں کھل سکتا ہے۔'

'1948ء سے پہلے یہاں سب ہمارے ہسپتال تھے جن میں سے ہر ایک میں تمھارے آنے کی اجازت تھی۔ سب تم نے ختم کر دیے۔'

اب مجھے وہ سرحد دکھائی جا رہی ہے۔ میں وزیرِ اعظم، دنیا کی سب سے ماڈرن فوج کا کمانڈر انچیف اس سب کو دیکھنے پر مجبور ہوں۔ پر ہوں اس عورت سے زیادہ بے بس جس کا لڑکا اندھیرے میں اس کا ہاتھ پکڑے کھڑا ہے۔ وہ بھوک سے بسور رہا ہے، ازرے ایلی فائر آرمز سے نہیں ڈر رہا ہے۔ چھوٹے جنگی ہتھیار اور گولے گولیاں بے کار ہونے کے بعد جب اِدھر اُدھر پڑے دکھائی دیتے ہیں یہ بچے ان سے کھیلتے ہیں۔

آواز: 'اور جب وہ بے کار نہ بھی ہوئے ہوں اور انھیں فلسطینی قریوں اور کیمپوں کے پاس گرا دیا گیا ہو تو بھی معصومیت میں ان سے کھیلتے ہیں۔ نتیجہ جو تم چاہتے ہو وہی ہوتا ہے۔'

...اس لڑکے کا ڈر بھی ہتھیاروں، گولیوں سے نکل چکا ہے...

آواز: 'تمھارے ڈر کی طرح عرب بچوں کے زخمی ہونے اور مارے جانے سے...'

ایرک: اور ٹینکوں اور ہمویز پر پتھر پھینکنے کا کھیل کھیلتا ہوگا۔ مجھے بڑوں سے زیادہ ان بچوں سے خوف آتا ہے جو گولی چلنے کی آواز پر کھلکھلا کر ہنستے ہیں۔ ہمارے بچے گھر سے باہر پڑے ہوئے کھلونوں کی حقیقت جانتے ہیں... قلم، ٹیلی فون، کُتا، بلی، ٹیڈی بیئر، کلسٹر بوملیٹس، ان کم عقل عربوں کے نہیں۔

آواز: 'تمھارے بچے بھی غزہ میں بمباری سے گرتے ہوئے گھر اور کچلے جانے والے بچوں اور بڑوں کی تکلیف دیکھ کر کھلکھلا کر ہنستے ہیں۔ ہمارے بچے خوف بھول گئے، تمھارے بچے رحم اور ہمدردی۔ دیکھیں آنے والے دور میں ہیومن سوسائٹی کے زندہ رہنے کے لیے کون زیادہ فٹ ہے۔'

ایرک: Have I to pass thought all these scenes!

پھر آوازیں:

'جلاّد تجھے یتزاک رابن ویل کم گڈ مورننگ کہہ رہا ہے۔'

'سڑک کوٹنے کے انجن دوسری دنیا میں پہنچنے کے لیے جلدی کر۔ ترنت۔'

'بے بی کیا میں قیامت تک تیرا انتظار کروں گی۔' یہ آخری بات مارگالت نے کہی ہے۔

مارگالت شیرون مگر اس کی موت کو تو لگتا ہے صدیاں ہو گئیں۔

آواز: 'ارے نہیں ابھی کل کی بات ہے، ایکسیڈنٹ میں تیری فرزانگی سے مری تھی۔ سالیوں پر نظر رکھنے والے دنیا میں کم نہیں ہیں۔ وہ بیوی کو راہ سے ہٹانے کا جگر نہیں رکھتے۔ تو منجھا ہوا دہشت گرد ہے۔ یہ بات تیرے لیے کیا دشوار تھی۔'

آواز: 'خون چاہے جس کا بھی ہو ایک بار منہ کو لگ جائے...'

تھوڑی دیر کو خاموشی ہو گئی تھی۔ زپورہ اور جوسیمیون ایک نظر مجھ پر ڈالنے آئے تھے۔ آ کر پاس کھڑے ہوئے، ایک ساتھ ہنسے اور ایک دوسرے کا منہ معنی سے پُر نظروں سے دیکھنے لگے۔ پھر جو سیمیون نے کہا، 'تیسری بار سلیمان کا مندر بنانے کا عہد کر کے آیا تھا۔ آس پاس کا سارا علاقہ غیر زائیونسٹوں اور ان کی عبادت گاہوں سے خالی کرا کے! سوچتا ہوں اپنے لیے کون سی جگہ چُنی تھی۔'

زپورہ نے کہا: 'یا قسمت نے مقرر کر رکھی ہے۔' دونوں ہنستے ہوئے چلے گئے۔

اب یہ آوازیں روسی مردوں عورتوں کی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک خود کو باقی آلِ یعقوب سے برتر سمجھتا ہے۔

اپنی یسرے ائیل (Yisrael) پارٹی بنا کر یہاں اپنی علیحدہ حکومت چاہتے ہیں۔ گھر بسا نہیں بلیوں نے ایک دوسرے پر غرانا شروع کر دیا: اس میں، میں بچے دوں گی، اس میں، میں بچے دوں گی،

احمق یہ نہیں جانتے میں بھی روسی ہوں۔ ان ہی کی طرح آٹھویں صدی عیسوی میں یہودی مت اختیار کرنے والے اشکے نازی نسل سے۔

خود ازرے ائیل میں پیدا ہوا، یہیں مروں گا لیکن چاہتا ہوں یسرے ائیل والوں کو روس واپس لے لے۔

میکسم حبیبی کی آواز: counterfeit Jews۔ مصنوعی یہودی ترکستان کے مغرب کے خزر حکمرانوں کی اولاد تھے، پہلے بدھ مت پر چلتے تھے، بابل والوں اور عباسیوں نے ستایا تو روس نکل گئے اور خود کو یہودی کہلانے لگے۔'

الیاس: 'قسمت بری تھی۔ وہاں، لتھوانیا اور پولینڈ میں وہاں کے عیسائی حکمرانوں کو نہ بھائے اور جہاں جہاں ان کی بستیاں تھیں ان پر حکومت نے ظلم برسایا۔ یہ پتا نہیں چلتا کیوں؟'

میکسم: 'قتلِ عام، پوگروم، چاک کیے ہوئے پیٹ اور ان میں بلیوں کے بچے بھر دینا۔ اکثر جب میں نے اس تفصیل کو سٹیج پلے کی شکل میں ڈھالنا چاہا، خیال آیا، ڈراما تو خیر میں نے لکھ لیا اور جو ڈائریکٹر اسے پیش کرے گا کٹار اور چاقو اور پسٹل کا بھی انتظام کرلے گا لیکن چاک کیے ہوئے پیٹوں میں ڈالنے کے لیے بلی کے بچے ہاں سے لائے گا۔ کیا اتنی بلیاں تھیں ہر پوگروم کے وقت روس میں کہ پیٹوں میں ڈالنے کے لیے ان کے بچے ہی بچے ہوں۔'

الیاس: 'اور یہ کہ پیٹ کے کھولے جانے کے وقت یہ اہتمام کہ مظلومہ جان سے نہ جائے، اس کے پیٹ میں بلی کے بچے بھرے جائیں اور وہ ان کی ہِلبل پلبل کو جھیلے۔ جس جرنلسٹ نے یہ خبر پہلی بار اختراع کی یقیناً ایذا پسند تھا۔'

بارون: 'بے چاروں نے سفید یہودیت کے رتبے تک پہنچنے کے لیے کتنے جتن کیے ہیں، چولے بدلے ہیں۔ تمھیں ترس نہیں آتا۔ میں بے چارہ تو زیادہ پکائے ہوئے دودھ کی کریم کی رنگت کا ایشین یہودی ہوں اور اپنی ذات میں مطمئن۔'

یوسف: 'لیکن انھیں تو اپنی نسل کی بقا کے لیے اتنی آہ و بکا کرنی پڑتی ہے۔'

میکسم: 'اور مقابل نسل کا خون۔'

رات کا پچھلا پہر اچھا تھا۔ دماغ بند ہوگیا تھا۔

کیلنڈر کا صفحہ بدلا ہوا ہے۔ مہینہ ختم ہوا لیکن کیلنڈر ٹیڑھا ٹنگا ہے۔ پتا نہیں کیوں ہمارے لوگ

بڑی سوچ بچار کے بعد ایک کام کرتے ہیں اور اس میں فی کا ایک پہلو چھوڑ دیتے ہیں۔

آج للی سیدھے ہاتھ پر ہے اور مارگالت... کاش دونوں میں سے ایک میرے ساتھ ہوتی اور میرے بشرے سے موت کی خواہش پڑھ کر یوتھینیز یا(Euthenasia) کے لیے اجازت نامے پر دستخط کر کے ہسپتال کے ڈائریکٹر کو تھما دیتی۔

بیٹا کسی کام کا نہیں ہے۔ مجھے نہیں معلوم کرپشن کے الزام سے وہ خود کو بچا بھی سکے گا یا نہیں؟

کبھی یہاں ایک کنواں تھا

میری نیند زیادہ تر بے خواب ہوتی تھی۔ ھدسہ ہسپتال میں آنے کے بعد خوابوں کو آزادی ملی کہ وہ جب چاہیں چلے آئیں یا یہ کہ دماغ کے پاس اتنی مہلت تھی کہ وہ بے تکلف آئیں اور میرا وقت خراب کریں۔

بعض خواب ایسے ہیں کہ ان کے بار بار آنے کا میں عادی ہو گیا ہوں۔ ان کے غائب ہو جانے کے بعد نہ میں خود کو خوف زدہ محسوس کرتا ہوں نہ کسی گنہگار کی طرح رنجیدہ مگر آج ایک عجیب خواب دیکھا جو جاگنے کے بعد بھی تنگ کر رہا ہے۔

آوازیں آپس میں:

'خوف زدہ، رنجیدہ اور تنگ ہوتا: بلڈوزر کے دماغ میں یہ جذبات!'

'پھر تو مان لینا چاہیے جس لوہے کو کان سے نکالا نہیں گیا ہے اسے بھی غم اور خوف ستاتے ہوں گے!'

'اور تاسف؟'

ایرک: کبھی نہیں۔ میں نے دیکھا ایک ازرے ایلی لڑکے نے، شاید میرا بیٹا ہے، جب وہ آٹھ سال کا تھا ایک کہانی لکھی ہے اور ڈرتے ڈرتے مجھے سنانے آیا ہے۔ ڈر اس وجہ سے رہا ہے کہ اس کے لیے میرے پاس کبھی وقت نہیں ہوتا تھا اور آج وہ اپنی اس خواہش کو کہ میں اس کی کہانی سنوں روک نہیں پا رہا ہے۔ گھر میں ہم دونوں کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

'بمباری ہو رہی ہے۔ لان میں اگا ہوا پیڑ جس سے ایک پنجرہ ٹنگا ہوا تھا گرتا ہے۔ چڑیا ڈری

ہوئی تھی۔ گرنے سے پنجرہ ٹوٹ جاتا ہے اور رہائی کا راستہ دیکھ کر چڑیا پھر سے اڑ جاتی ہے۔ اب وہ ڈر نہیں رہی ہے۔ بمباری ہو رہی ہے لیکن وہ خوش ہے اور ایک منٹ بھی ضائع کیے بغیر وہ اُدھر کو اڑ چلتی ہے، جدھر اسے یاد تھا اس کا گھونسلا ہے لیکن گھونسلا اسے نہیں ملتا ہے اور وہ اس باغ کی تلاش میں لگ جاتی ہے جس میں گھونسلا تھا اور گھونسلے میں بچے۔ بہت دیر اُڑتے مارے پھرنے کے بعد بھی اسے وہ باغ نظر نہیں آتا ہے۔ اب وہ بہت سوچ کے دماغ میں لاتی ہے باغ کہاں تھا؟ پھر خود ہی اس کے دماغ میں آتا ہے باغ وہاں تھا جہاں ایک چرچ تھا۔ وہ خوش ہو کر چرچ کی تلاش میں لگ جاتی ہے مگر ایسی کوئی چیز نظر نہیں آتی ہے۔ نہ وہاں کے دانا چگتے ہوئے نیلے سلیٹی کبوتر۔ وہ تھک کر اور نراش ہو کر ملبے کے ایک پتھر پر بیٹھ جاتی ہے کیونکہ وہاں کوئی درخت ہی نہیں، نہ دیوار جس پر بیٹھ کر آرام کرتی۔ پھر اسے یاد آتا ہے باغ کے گیٹ کے سامنے سکول تھا مگر جلدی ہی بے چاری کو پتا چل جاتا ہے نہ ایسا کوئی گیٹ ہے نہ اس کے سامنے کوئی سکول۔ اسے یاد آتا ہے سکول سے جڑی ہوئی مسجد تھی جہاں سے دن میں کئی بار عبادت کرنے والوں کو بلانے کی آواز عربی میں اُٹھتی تھی اور گھونسلے میں بھی سنائی دیتی تھی۔ صبح ہو تو اس آواز سے چڑیا اور اس کے بچے جاگ جاتے تھے۔ تب ہی وہ خود دانے دُنکے کی تلاش میں اُڑ جاتی تھی۔ وہ مسجد بھی نہیں ملتی۔ اب وہ سچ مچ گھبرا کر باقی شہر کی تلاش میں اڑتی ہے جس میں وہ باغ تھا اور اس کا گھونسلا اور چرچ اور سکول اور مسجد۔ ساتھ ہی وہ کہتی جا رہی ہے، ''وہ شہر کہاں ہے اور اس میں بسنے والے؟'' پر ایک آواز اس سے کہہ رہی ہے، ''ایسی چیزیں یہاں کبھی نہیں تھیں۔''

اتنی کہانی سُن کر میں نے لڑکے کی طرف دیکھا۔ اصل میں وہ ایک فلسطینی سوری عرب لڑکا تھا۔ میرا بیٹا گر (Gur) نہیں جو گیارہ سال کی عمر میں مر گیا تھا۔ فلسطینی لڑکا اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کاغذ سے پڑھ کر وہ کہانی مجھے سنا رہا تھا۔

'جس گنجے سر والے نے یہ بتایا تھا کہ ایسی چیزیں یہاں کبھی نہیں تھیں، چڑیا اسے ٹھونگیں مارنے لگتی ہے اور وہ اسے ہاتھ میں پکڑ کر مسلتا ہے اور زمین پر پھینک کر کہتا ہے، ''یہاں تھیں۔ یہاں تھیں۔ اب بول کیا کہتی ہے۔'' لیکن وہ ایک آدمی تھا۔ نہ میرا بیٹا نہ کوئی فلسطینی لڑکا۔ نیلی آنکھوں والا ایک آدمی۔

خدیجہ: 'آج تو بیٹا فیرون تو نے بہت اچھی کہانی سنائی ہے۔ ضرور تو بچوں والا آدمی ہے۔ میں اسے یاد رکھوں گی اور اپنی پوتی کو سناؤں گی۔'

رئیسہ: 'تو مجھے بتا تو وہ لڑکا تو نہیں جسے اس کی ماں جب کام پر جاتی تھی میرے پاس چھوڑ جاتی تھی؟ اور

تجھے بجھا بجھا سا دیکھ کر میں مٹھائی دیتی تھی۔'

ایرک: میرا تو خیال ہے دیر یٰس کے کنویں میں جو لاشیں اس جاتی ہوئی رات میں پھینکی گئی تھیں ان میں ان دونوں بڑھیوں کی لاشیں بھی ہوں گی۔ یہ یہاں کہاں سے آ گئیں۔'

ابراہیم: 'میں بھی اس کنویں کو پاٹنے والی لاشوں میں سے تھا۔ یاد کر۔'

ایرک: تب میں چھوٹا تھا۔

ابراہیم: 'اتنا چھوٹا بھی نہیں۔ بیس سال کا نوجوان بچّہ نہیں ہوتا ہے۔ جمعہ 19 پریل 1948ء جمعہ کی صبح کا حال یہاں کے پرانے یہودی سن کر رو پڑے ہوں گے اور تم نیلی آنکھوں اور سفید کھال والے سن کر خوشی سے ناچ رہے ہوں گے۔ بہت تھوڑوں نے شرم سے سر جھکا لیا تھا۔ ہم عرب اطمینان کی نیند سو رہے تھے۔ نہ یہودیوں کو ہم سے خطرہ تھا نہ ہمیں ان سے۔ جیسے پڑوسی رہتے ہیں سب ویسے رہتے تھے۔ ہمارے سان وگمان میں بھی نہیں تھا نئے آبسنے والوں کو اس موت کا پتا تھا جو ہمارے لیے تیار کی گئی تھی۔ اِرگن کے دہشت گردوں کے سردار دہشت گردِ عظیم میناچم بگن نے علاقہ خالی کرنے کے لیے ہمیں صرف 15 منٹ دیے۔ میں نے سمجھا کہیں چلنا ہے اور اس کے لیے ہارون (آرن) مجھے اٹھا رہا ہے۔ میں نے کہا: ''جلدی کیا ہے تمھارے ساتھ چلتا ہوں مگر تیار تو ہو لینے دو۔''

'لیکن گولیاں چلنے لگیں اور بہت سے بچے اور ان کی مائیں سوتے ہی رہ گئے۔ انھیں ملبے سمیت بلڈوزر نے ہموار کر دیا ہوگا۔ میں جاگتے میں مرنے والوں میں سے تھا، بھاگ نہیں سکا۔ میری لاش کو یٰس کے کنوئیں میں جگہ ملی۔'

آواز: 'ایسا ہونے جا رہا تھا۔ برطانیہ کے فوجی جانتے تھے۔ 254 بغیر اپنی خطا سمجھے مارے گئے اور ان کی خطا کیا تھی۔ فلسطینی ہونا!'

تذبذب

آج بھی دن بھر آوازوں اور چلتی پھرتی تصویروں نے ستایا۔ کیا کریں انھیں اس کمرے میں مامور ہی اس کام کے لیے کیا گیا ہے۔ (ایک آواز: ''جیسے یورپ کی دھتکاری ہوئی قوم کو عربوں کو ستانے کے لیے'') کمرے میں یہی ایک رہ گیا تھا، اس نے میرے خیال کی رو کو کاٹ دیا۔ خیر، رات کا ایک پہر گزر چکا ہے۔ کمرے کا راؤنڈ کر کے ڈاکٹر مائک ایکرمین مع اپنی ٹیم کے جا چکا ہے۔ پتا نہیں، کیس نوٹس اور الیکٹرک مشینوں کی دن رات کی یہ لکھا پڑھی اس کی سمجھ میں آتی بھی ہے یا نہیں۔ میں ڈاکٹر ریوبن کی اس کے بارے میں رائے سے سو فیصد متفق ہوں: جس صلاحیت سے ڈاکٹر ایکرمین اس ہسپتال کو چلا رہا ہے اتنی ہی صلاحیت سے ایک bar (شراب خانہ) چلا سکتا ہے جس میں تلذذ پہنچانے والی عورتیں مدہوش گاہکوں کے ساتھ ناچ رہی ہوں، فرش گری ہوئی شراب سے چپچپا رہا ہو، کمرے میں دھواں ہی دھواں ہو۔

وہ آگئے جن کا مجھے انتظار تھا۔ جتنی دیر یہ یہاں رہیں نہ آوازیں ستائیں گی نہ متحرک تصویریں۔
آج ڈاکٹر ریوبین کے ہاتھ میں ایروگراہ ہے۔

نرس شونا: 'جینیٹ کا خط ہے؟'

ڈاکٹر ریوبین: 'ہاں اور کس کا خط ہوتا جسے جیب میں لیے لیے پھرتا۔'

شونا: 'ابھی تمھاری بیوی ہے یا'؟'

ریوبین: 'مجھے ہنسانے کی کوشش مت کرو۔ جب آدمی ڈپریسڈ ہو اور اسے کوئی Chaplinesque فلم

دکھائی جائے تو وہ ہنستا نہیں ہے۔ اسے لگتا ہے خود خوف کا شکار نیا ایکٹر سٹیج پر کھڑا لوگوں کو ہنسانے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔'

شونا: 'okay. She continues to be your wife' بتاؤ کیا لکھا ہے۔ مجھے بھی آج ہی اس کا خط ملا ہے۔ روٹین قسم کا خط۔ کیپ ٹاؤن بغیر تمھارے اسے بھا نہیں رہا ہے۔'

ریوبین: 'اور یہ جگہ بھی اسے بھا نہیں رہی تھی۔'

شونا: 'پھر کیا ارادہ ہے؟ میں تمھاری ہوں۔ کیا سوچ رہے ہو؟'

ریوبین: 'دونوں اپنے اپنے خط پھاڑ دیں۔'

شونا: 'اس سے کیا نتیجہ نکلے گا؟'

ایرک: دونوں میرے بیڈ کے قریب اس طرح کھڑے ہیں کہ اگر کوئی آ جائے تو سوائے اس کے کہ ایک دوسرے کا ہاتھ چھوڑ دیں ایک قدم بھی اِدھر اُدھر ہٹنا نہیں ہوگا۔ اسے لگے گا میرا مطالعہ کر رہے ہیں۔'

ریوبین: 'مگر خط پھاڑ کر بھی اس کے جملے میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ تمھیں یاد ہے میں نے پچھلے خط میں اسے لکھا تھا ''اگر شادی کی بقا چاہتی ہو تو اس کے لیے شوہر کا بستر ہے۔''

(ایرک: Well said) اور آج وہ لکھتی ہے: ''اس بڑے حفاظتی پاگل خانے ازرے ائیل (High Security State Mental Hospital Israel) میں ایک دن گزارنے سے مجھے طلاق منظور ہے یا مستقل علیحدگی، جو تم پسند کرو۔ مجھے یہاں اپارتھائیڈ (apartheid) پسند نہیں تھی وہاں اسے دوسرے بھیس میں کیسے قبول کرلوں۔ میں اس طرح نہیں بنی ہوں جس طرح سب نسل پرست۔

شونا: 'اور؟'

ریوبین: ''نہ میں ہمارے بیٹے اور بیٹی کی رگوں میں نسلی برتری کے زہر کو دوڑتے دیکھنا چاہتی ہوں۔''

'مجھے نہیں معلوم تھا ایک میتھوڈسٹ مشنری کی بیٹی اتنے سخت الفاظ ادا کرسکتی ہے۔ مجھے اپنا ہاتھ تھما دو، اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں چاہتا ہوں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے میں نہ صرف اپنی بیوی کو کھو دوں گا بلکہ دونوں بچوں کو بھی۔'

ایرک: شونا اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ تھما کر کھڑکی کے پاس کے کونے میں لے گئی ہے جہاں روشنی کم

ہوتی ہے۔ اس کے ہونٹوں سے اپنے ہونٹ چھوانے کے بعد شون نے ریوبین کا سر اپنے کندھے پر جھکا لیا ہے۔ پتا نہیں کون کس کی ڈھارس بندھا رہا ہے۔ رو دونوں ہی رہے ہیں بغیر آنسوؤں کے۔

ڈینیس (Denise) میرے پاس آ کر کھڑی ہو گئی ہے۔ مکارہ۔ مجھے معلوم ہے اسے پتا ہے اس کی پشت کے اندھیرے میں کیا ہو رہا ہے۔ ویسے کچھ زیادہ ہو بھی نہیں رہا ہے۔

ڈینیس رات کی ہپنوٹک ٹیوبنگ میں لگا کر جا چکی ہے۔ میرا دماغ سوتا جا رہا ہے۔ Good night lovebirds مجھے نہیں معلوم تمھاری پرابلمز کا کیا حال ہے بلکہ کیا حل ہیں۔ Welcom sweet sleep، تجھ جیسا دنیا میں کچھ نہیں۔ یہوواہ نے تجھے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔ دنیا کی باقی ہر چیز کو ٹھیکیدار فرشتوں سے، تمام جذبوں کو، آرزوؤں کو، جس نے میری طرح زندگی گزاری ہے اسے صرف...

ڈپریشن

اس وقت دماغ میں شور نہیں ہے۔ نہ ہی آوازیں تنگ کر رہی ہیں۔ نہ ہی میرے خیالات مجھے سنائی دے رہے ہیں جو انتہائی، بلکہ سب سے زیادہ تکلیف دہ تجربہ ہوتا ہے۔ کبھی لگتا ہے کمرے میں amplifiers لگے ہیں اور ستانے والے میرے خیالات کو براڈ کاسٹ کر رہے ہیں۔ کبھی مارگالت اور للی کے پورٹریٹس کے بیچ کی دیوار پر میرے خیالات لکھے نظر آنے لگتے ہیں اور ایک بار یہ سلسلہ شروع ہو جائے تو رکنے کا نام نہیں لیتا ہے۔

یہ سب نہیں ہے، مگر میں خوش نہیں ہوں۔ شاید اس وجہ سے کہ دوسری بار جب دماغ کی بڑی شریان پھٹی تھی، 4 جنوری 2006ء کو جب مجھے سر کے اندر دھما کا سنائی دیا تھا جیسا مکانوں، مسجدوں کے ڈائنامائٹ سے اڑائے جانے پر سنائی دیتا ہے تب سے میری سوچ رخصت پر چلی گئی تھی اور جب درمیانی وقفے پر نظر دوڑاتا ہوں تو احساس ہوتا ہے حقیقت میں وہ میرے سکون کے دن تھے ورنہ پانچ سال کی عمر سے لے کر سی وی اے یعنی بڑے دماغی دھماکے والے دن تک میرا دماغ جیسے تپتا ہی رہا ہے۔ اسے ایک پل کو میں نے چین نہیں لینے دیا تھا۔ ایسی مشین جسے آرام نہ دیا جا رہا ہو، جس کے مقدر میں آخرش جل جانا تھا... میں بھی جل گیا۔

پہلے وزیر اعظم کی حیثیت سے کام کرتے ہوئے سینے میں جکڑن کا شکار ہوا تھا۔ سینے میں شدید درد محسوس کر رہا تھا اور پسینے میں ڈوب رہا تھا کہ مجھے ہسپتال لے جایا گیا۔ تاریخ تھی 18 دسمبر 2005ء۔

جو میں سن رہا تھا یہ تھا کہ 'وزن بہت اس نے اپنے اوپر چڑھا رکھا ہے (''اسی لیے بل ڈوزر کا خطاب اسے دیا گیا ہے'')، کولیسٹرول بڑھا ہوا ہے (''جتنا چرچل اور مسولینی کا ملا کر ہوگا'')

Minor Ischaemic Stroke____ (''یعنی جو دل رحم سے عاری تھا خود کام آیا'')

مجھے ستانے والے مجھ سے کم رحم سے عاری ہیں! اس وقت بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہے ہیں۔

خیر! میرے دل کا آپریشن ہوا اور وہ کہتے رہے کچھ دن آرام ضروری ہے مگر میں کام پر واپس آ گیا۔ اب آرام کرنے کا مشورہ دینے والے کہہ رہے تھے: ''کیا آدمی ہے۔ کام کا وفادار اس جیسا دنیا میں دوسرا نہیں۔'' یہی میں سننا چاہتا تھا، کام کی ستائش میرے دماغ کا ایندھن رہا ہے۔

18 دن بعد، 4 جنوری 2006ء میں دوبارہ ہسپتال میں تھا کیونکہ دماغ کی ایک شریان پھٹ گئی تھی جس کے لیے، تب بھی میں سن رہا تھا، جرنلسٹوں کو بتایا جا رہا تھا: haemorrhagic stoke ہے۔

'so what' میں چلّا چلّا کر کہنا چاہتا تھا 'Set me in working order you bastards' میں فوراً کام پر جانا چاہتا ہوں کیونکہ از رے ائیل دوم کے ٹریڈ یونین میں لیڈر پیدا ہو گئے ہیں مزراچی [1] یہودی جو عربوں کو ساتھ لے کر ٹریڈ یونین کے مقاصد پورا کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی بالآخر ایک نیا ملک! تب بھی یہی سننے میں آ رہا تھا، اب بھی یہی سننے میں آ رہا ہے میرا وقت پورا ہوا۔ ہنھ۔ میں زندہ ہوں اور میرا دماغ صحیح طرح کام کر رہا ہے۔ اپنا امتحان لیتا ہوں:

مارگالت شیرون کی موت کب ہوئی تھی؟ 1962ء میں؛ شادی؟ 1953ء میں

لِلی شیرون کی موت؟ 2000ء میں؛ شادی؟ 1963ء میں

بیٹے گر (Gur) کی موت؟ 1967ء اکتوبر۔ کہتے ہیں رائفل سے، میرے رائفل سے کھیلتے ہوئے، میں بیویوں اور بیٹے کی کمی محسوس کرتا ہوں۔

ایلیزار (پرانا مشرقیون یہودی): 'بیٹے کا دکھ زیادہ ہے یا پہلی بیوی کا؟'

ایرک: مجھے دوسری بیوی لِلی کا بھی دکھ نہیں ہے، نہ اس کے لیے رویا تھا۔ یہ اینٹی زائیون بڑھا، بیٹی جیل میں ہے لیکن مجھے تنگ کرنے سے باز نہیں آ رہا ہے۔

ڈاکٹر رشارد: 'آنسوؤں کو آنکھیں پٹپٹا کر روک رہا ہے۔'

ایرک: مجھے تنگ کرنے کے لیے اسے بھی قبر سے بلا لیا گیا ہے۔

رشارد: 'ڈاکٹر اس کے دماغ کی موت کا انتظار کر رہے ہیں مگر دماغ کی موت کیا چیز ہے! وہ تو ایک طرح سے قدرت کا گنہگار سے گنہگار انسان پر احسان ہوتا ہے، رحم۔ اصل موت ہوتی ہے ضمیر کی موت

---

[1] مزراحی کی بگاڑی ہوئی شکل۔

اور وہ اس کی 1953ء میں ہو چکی تھی جب 25 سال کا تھا۔ قبیہ کے معرکے میں اس کا ضمیر مارا گیا تھا؟

ایرک: کہاں ہے میرے ضمیر کی موت کا سرٹیفکیٹ اگر رشاردسچا ہے اور یہ آوازیں سچی ہیں۔ دکھاؤ مجھے وہ سرٹیفکیٹ۔

افسوس یہ ہے آج جب دماغ نے کام کرنا شروع کر دیا ہے مجھے اپنی ناکامیابیاں یاد دلائی جا رہی ہیں۔ جو ملک دنیا کے مہلک ترین ہتھیاروں سے لیس ہو، جس کے پاس ایٹمی طاقت کی فراوانی ہو، جو تیسری دنیا کی سپاہ کو بغاوت کی جنگ لڑنے کی ٹریننگ دیتا ہو خود ایسوں سے ہار جائے جن کے پاس نہ ٹینک ہیں، نہ توپیں، نہ ایئرفورس، جو نہ اسلحہ بنا سکتے ہیں نہ کسی دوسرے ملک سے ان تک ہتھیاروں کی رسد کی باقاعدہ کوئی لائن کھلی ہے اور جن کا سب سے زیادہ موثر ہتھیار روڑے اور غلیے ہیں۔ انھیں تو چین اور بھارت کو غلیلیں جہاز بھر بھر کر پہنچانی چاہئیں! اور غلے۔ آج مجھے اسی کا افسوس ستا رہا ہے کیسے ہم اس پھٹیچر فوج (ragtag army) سے ہارے جن کی یونیفارم وہ رومال ہے جو ان کا پگی (ناٹے قد کا) لیڈر یاسر عرفات اپنے سر پر ڈالے رکھتا تھا اور انھیں بھی دے گیا ہے کہ یہ تمھاری پہچان ہے، اسی سے منہ پونچھو، ناک صاف کرو اور جب مرو تو تمھارا کوئی بھائی اسی سے تمھارے منہ کو ڈھک دے اور ان کا آتشی آلۂ حرب اگر کوئی ہے تو وہ رائفلیں ہیں جو متروک ہو چکی ہیں۔ میوزیم میں سجائے جانے کے لائق۔ اب جو کچھ میں سوچ رہا ہوں اپنی مرضی کے خلاف سوچ رہا ہوں۔ خود کو افسردہ کرنے کے لیے۔

پیچھے نظر دوڑاتا ہوں، کفار ملال میں اپنے لڑکپن کے دنوں تک، خود کو افسردہ کر لینا میری پرانی عادت ہے اور یہ بالعموم اس ہیجان کے بعد ہوتا ہے جو اعتماد سے پُر ہوتا ہے۔ جب میں خود کو دوسرا ہنی بال [1] سمجھنے لگتا ہوں... مکمل فاتح، ہاتھیوں کی تو نہیں ٹینکوں اور آرمرڈ وہیکلز کی فوج لے کر تمام عرب ممالک کو گھٹنے ٹیکنے اور سر جھکانے پر مجبور کر سکتا ہوں۔ ساتھ ہی ڈرتا ہوں وہ وقت تو نہیں آنے والا ہے کہ ہنی بال ہی کی طرح خودکشی کر لوں۔ میں بھی عجیب ہوں۔ اب میں اداسی کے سیاہ تالاب میں ڈوبتا جا رہا ہوں۔

1967ء کی 6 دن کی جنگ کے بعد ہمیں جنگ کا ذائقہ ہی بھول گیا تھا۔ ہماری وہ فتح ایسی تھی جیسے

---

① کارتھیج افریقا کا جنرل۔ 247 تا 183 قبل مسیح۔

کلاس میں ہمیشہ پہلی پوزیشن لینے والا لڑکا/لڑکی کتابوں ہی کو بھول بیٹھے کہ میں بغیر پڑھے بھی فرسٹ پوزیشن لے سکتا ہوں/ لے سکتی ہوں۔

اردن کے شہر کرامیہ کے نزدیک پی ایل او کی ملٹری بیس تھی۔ ہمارے نوجوانوں نے انھیں بے جان سمجھا کیونکہ 1967ء کی 6 دن کی مضحکہ خیز جنگ کو بس 9 ماہ ہوئے تھے جس میں مصری فوجی رائفلیں تو کیا جوتے تک چھوڑ کر بھاگ گے تھے۔انھیں یقین تھا دوبارہ جھڑپ ہوتو ان کے ایک ہزار عربوں کی بڑی سے بڑی فوج کو بھاگنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ جیسے سِنائی میں ہوا تھا اور گولان کی پہاڑی پر اور اردن اور عراق میں۔تب جنگ کے شروع ہونے سے پہلے ہی عرب اسے ہار چکے تھے۔1967ء میں وہ بے باک تھے،1968ء میں ہماری سپاہ،لیکن جس بے جگری سے چند سو فلسطینیوں...میرا مطلب ہے عربوں نے ہماری25000 سپاہ کا مقابلہ کیا اس کی ہمیں توقع نہیں تھی۔سوچتا ہوں اگر چند اور بار بھی صابرہ اور شتیلہ ہوں تو وہ انھیں نامرد نہیں بنا سکیں گے۔ یہ خیال تب سے مجھے بار ہا ستا تا رہا ہے...یعنی جب میرا موڈ پسپائی کا ہو۔شدید ڈپریشن مجھ پر حاوی ہو۔

نتیجہ یہ ہوا29 ازرے ایلی جوان مارے گئے،تقریبا100 زخمی ہوئے۔جلتے ہوئے ٹینک بھاری توپیں اور آرمرڈ پرسنل کیریئر وہیں پیچھے رہ گئے۔ 29 ازرے ایلیوں کی موت اور 100 سو کے قریب زخمی ہمارے لیے بہت بڑی تعداد ہے۔ مجھے یہ خیال ڈراتا ہے کسی بھی وقت ڈائنا مائٹ جسم پر باندھ کر ان کے اتنے نوجوان،لڑکے اور لڑکیاں تو کہیں بھی ہمارے درمیان آ کر خود کو ایک دھماکے سے اڑا سکتے ہیں اور ان کے ماں باپ ان کے لیے نہ سینے پیٹیں گے نہ آہ وزاری کریں گے۔

کیا چند اور کرامیے اور ہمیں اس ملک سے ہاتھ دھونا پڑیں گے!21 مارچ 1968ء مجھے ہوا میں لکھا نظر آتا ہے۔

آواز: 'نہیں آخر دم تک تمھیں بیٹل ریڈی رہنا پڑے گا۔ پتھروں اور روڑوں سے لڑنے والے تمھیں پتھر کے زمانے میں لے جا چکے ہیں۔ ان کے پتھر اور روڑے انسان کے شعور کا دور ہے، تمھارے ایٹمی ہتھیار غاروں میں رہنے کا دور۔'

:ان کی مائیں سوتے وقت بچوں کو جو کہانیاں سناتی ہیں ان میں ''ایک تھا بادشاہ اور ایک تھی ملکہ'' نہیں ہوتا ہے۔ان میں ہوتا ہے''ایک آزاد ملک تھا۔اس میں ایک طاقتور ملک نے ایک بزدل قوم کو لا بسایا اور طاقتور ملک کے برتے پر وہ بزدل لوگ خود کو دلیر سمجھنے لگے...''

:'اور ان کی لوری ہوتی ہے''میں فلسطینی ہوں، فلسطین میرا ملک ہے۔اس پر بدیوں نے قبضہ کرلیا

ہے لیکن میں عقاب ہوں۔ بچّہ عقاب۔ ذرا میرے پنکھ اور میرے پنجے مضبوط ہو جائیں تب میں دیکھوں گا ان پدّیوں کو اور ان سے پل بھر میں اپنے کھیت خالی کرالوں گا۔''

آوازیں: 'قبیہ کے بوچر کب تک یہ جنگ لڑو گے؟ آزادی کے لیے لڑنے والوں سے کبھی کوئی بڑی سے بڑی طاقت کبھی جیتی ہے؟ کب تک؟ تم میں جسم پر ڈائنامائٹ باندھ کر لڑنے والے ہیں؟ تمھارے بارہ سے کم عمر کے لڑکے لڑکیاں ہمویز اور ٹینکوں سے پتھروں اور روڑوں سے لڑ سکتے ہیں؟ ایک دن کھو گے اور وہ دن زیادہ دور نہیں ہے، تمھیں یہاں لا بسانے والے تمھارے سب سے بڑے دشمن تھے اور زائیون کے بسانے کا خواب دیکھنے والا تمھارا بیری... تھیوڈور ہرزل۔'

زپورہ: 'ایرک کا پھیلا ہوا جسم سمٹا ہوا سا لگ رہا ہے: جیسے خوف سے سہا ہوا ہے۔'

جوسیمیون: 'سویٹ گرل اس کی آنکھیں اپنی خوبصورت انگلیوں سے پونچھ دو، بھر آئی ہیں۔ پھر انگلیوں کو میرے گالوں سے پونچھ دینا۔'

زپورہ: 'تمھاری ماں نے تمھیں اس گھڑی جنا تھا جب obstetrician [1] اسے چھیڑ رہا تھا۔ وہ رو رہا ہے اور تم...'

جوسیمیون: 'عشق کا اظہار کر رہے ہو۔ اس سے بہتر موقع ہمارے لیے ایک دوسرے سے نزدیک آنے کا کیا ہو سکتا ہے۔'

ایرک: شکر ہے کرامیہ میرے دماغ میں آیا اور گزر گیا لیکن ایسے اور سین میری زندگی میں نہیں ہیں۔ میری زندگی فتوحات سے بھری پڑی ہے۔

الیاس: 'مثلاً مغربی کنارے کی آبادی پر حملہ اور حماس کے لیڈروں کا بے دردی سے قتلِ عام۔'

ایرک: قتلِ عام؟ وہ جنگ تھی۔

الیاس: 'ایک گھر میں جس میں پورا کنبہ بسا تھا بم پھینکنا کہ لیڈر مع اپنے 9 بچوں کے مارا جائے واقعی وہ تمھاری عسکری تاریخ کا قابلِ فخر باب ہے... تمھاری آنے والی نسلوں کے لیے۔'

: 'تمھاری کمانڈ میں 1953ء کے جاڑے میں قبیہ کا قتلِ عام؛ 1982ء کا صابرہ اور شتیلہ... کیا پرفیکٹ ڈراما تم نے رچایا تھا، بچوں، عورتوں، بوڑھوں، جوانوں کا گھیر کر ایک جگہ تین دن تک

---

① بچّہ جنانے والا ڈاکٹر۔

قتل مسلسل۔ فاشسٹ جرمنی کے گیس چیمبرز کا حساب تم نے بیروت میں چکا دیا اور کیا نسل اپنی قوم کی پیدا کی ہے جو اس پر تمھیں داد دیتی ہے؟'

میکسم: 'بارڈر کراس نہ کرنے دینے والی عورت کے پیٹ سے لٹکتی ہوئی نال اور رات کے سناٹے میں نوزائیدہ کی پہلی چیخ۔

موم بتی کی روشنی میں پڑھنے والی سات آٹھ سال کی لڑکی کا ڈیسک پر پڑا ہوا اوپر کا دھڑ اور ڈیسک سے بہ کر زمین پر گرتا ہوا خون۔ یہ تو نبیوں کے قتل سے بھی بڑا جرم تم سے ہوا کہیں پھر نیبوکدنذر یا رومنز تو نازل ہونے والے نہیں ہیں جو آئیں اور...'

الیاس: '29 مارچ 2002ء تمھارے دماغ میں ہونے والے دھماکے سے پیچھے کہیں دور کی بات نہیں ہے... تمھارے پاس ٹینک تھے، ماڈرن اسلحہ تھا اور جسے تم کہتے ہو دشمن اس کے پاس کیا تھا؟ کچھ بھی نہیں۔ وہ اپنا بچاؤ بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ جہاں وہ تھا وہ رہنے کا گھر تھا عسکری پناہ گاہ نہیں۔ تم نے یاسر عرفات کو اس کے گھر میں گھیر کر مقید کر رکھا تھا... وہ جائے ضرور تک نہیں جا سکتا تھا۔ تم یقیناً کلاس کے وہ لڑکے تھے جو اپنے سے کمزور لڑکوں کی ہنسی اڑاتا ہے، ان کے ہاتھ سے کھانے کی چیز چھین کر اپنے منہ میں رکھ لیتا ہے اور جب وہ احتجاج کرے تو گھونسا جڑ دیتا ہے۔'

میکسم: 'کارگالت سے چھپواں اس کی چھوٹی بہن سے معاشقہ وہ کم بہادری تھی اور مارگالت کا راستے سے ہٹا دینا وہ تھوڑی بہادری ہے؟ ڈیئر بلڈوزر واقعی تمھاری زندگی فتوحات سے بھری ہے۔'

: 'جشن مناؤ۔'

سب تھک کر چلے گئے اور جاتے ہوئے میرے ڈپریشن کو اور گہرا کر گئے۔

میرا خیال ہے ہر بڑا جنگجو، جس نے جنگ برائے جنگ بھی لڑی ہو اور اپنی قوم کی برتری کو برقرار رکھنے کے لیے بھی، اپنی نیچر میں ڈپریشن کا شکار ہوتا ہے اور اس کے پاس اس سے خود کو بچائے رکھنے کا ایک ہی راستہ ہوتا ہے ضرورت سے زیادہ ایکٹیوٹی، ضرورت سے زیادہ ہنسنا اور ضرورت سے زیادہ بولنا۔ میں بھی ان تینوں کو اپناتا ہوں... حقیقی یا فرضی دشمن پر حملہ، جشن منانا اور اپنے کارنامے کے بارے میں... ہاہا، ہاہا۔

آواز: 'اور اس علاج میں تم اکیلے نہیں ہو۔ پوری اشکے نازم تمھارے ساتھ ہے اور تمھارے مغربی حلیف۔'

وہ، وہ دن تھا جس سے ملنے والی خوشی نے میناچم بیگن سے اپنی کتاب میں یوں لکھوایا:

'عرب (صرف دیریس کے علاقے میں نہیں) پورے ملک میں ایسے خوف و ہراس کا شکار ہوئے کہ اپنی جانیں بچانے کو باہر فرار ہو رہے تھے اور ہوا یہ کہ ان کی تعداد آٹھ لاکھ کی جگہ ایک لاکھ پینسٹھ ہزار رہ گئی۔'

میکسم جیبی: 'کیا ہم آہنگی تھی برطانوی وزارتِ خارجہ، برطانوی سپاہ اور زائیونسٹ تنظیموں میں کہ اگر میں ہیٹ استعمال کرتا ہوتا تو سر سے اسے اتار کر جھک کر آداب بجالاتا... جس دن سے برطانیہ کو فلسطین کا نظم و نسق سنبھالنے کا عارضی اختیار سونپا گیا تھا اور اس نے عربوں سے اسلحہ خالی کرالیا کہ وہ آزادی برقرار رکھنے کے لیے، صرف منہ سے کام لیں، اسے استعمال نہ کر سکیں، ساتھ ہی زائیون کو مسلح ہونے کا اختیار اور ان کے خفیہ دہشت گردوں کی ملٹری ٹریننگ! واللہ کیا کوآرڈینیشن تھا جس کی مثال دنیا میں کہیں ڈھونڈے سے نہیں ملے گی۔'

الیاس: 'سب کچھ ایسے سوچے سمجھے پلان کے مطابق ہوا جیسے برطانیہ اور اشک نازم کو ایک جنرل کمانڈ کر رہا تھا۔'

19 اپریل 1948ء کو دیریس کا عرب لاشوں سے پاٹے جانا، عربوں کی بھگدڑ، 14 مئی 1948ء کو ان یہود کا اعلان جو یورپ سے بھاگ کر پناہ ڈھونڈتے فلسطین آئے تھے کہ ازرے ائیل ایک آزاد، خودمختار ریاست ہے اور بے چارے کاؤنٹ فولک برناڈوٹ کا 17 ستمبر 1948ء کا قتل۔

جس کا قصور اتنا تھا کہ وہ ایک باضمیر، غیر جانبدار ثالث کی حیثیت سے وہاں بھیجا گیا تھا اور کہہ رہا تھا جو دہشت گردی سے گھبرا کر اپنے گھر، باغ اور کھیت چھوڑ کر بھاگے تھے انصاف کا تقاضا ہے کہ انھیں واپس آنے دیا جائے۔

مگر تشدد یورپ سے بھاگ کر پناہ لینے والے اشک نازم، ہٹلر کی فوجوں سے سیکھ کر آئے تھے اور عربوں سے ملک خالی کرانے کے لیے وہی ان کا اصل ہتھیار تھا... شکر گزاری اور بھائی چارہ نہیں۔ کاؤنٹ برناڈوٹ سویڈن کے شاہی خاندان سے تھا، ریڈ کراس جیسی تنظیموں کے لیے کام کرتا رہا تھا اور ملکوں قوموں کے جھگڑے چکانے میں اپنی غیر جانبداری کے لیے پہچانا جاتا تھا مگر یہودی شدت پسندوں کے ہاتھوں اس کے قتل کو بھی مغربی طاقتوں نے نظر انداز کر دیا۔

جس بچے نے دیر سے چلنا سیکھا ہو، طویل بیماری سے اٹھا ہو ماں باپ اس کو لاڈ پیار سے بگاڑ ہی دیتے ہیں اور اگر وہ ایک غیر پیار کرنے والے کو چمکارے جانے پر تھپڑ بھی مار دے تو ماں باپ کب

اسے آنکھیں دکھاتے ہیں! بچّہ محلے اور سکول میں بھی دھونسیا بن کر چمکتا ہے، تاعمر دھونسیا رہتا ہے اور...'
میکسم: 'بالآخر ایک دن جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔'
آوازیں: '9 اپریل 1948ء... 254 شہید ہوئے، جن میں 137 عورتیں تھیں اور ان میں سے 25 حاملہ۔'

'تم روتے آئے ہو دنیا نے تم پر ظلم کیا اور یہاں آ کر قتل و غارت کر کے مطمئن ہو گئے کہ اب رہتی دنیا تک کوئی قوم یا ملک تمھارا سامنا نہیں کر سکے گا کیونکہ تمھارا دفاع اسلحہ ہے جو دوسروں کے پاس نہیں اور وہ تمھارے پاس وافر ہے۔ لوہے اور یورینیم کی فصیل اپنے چاروں طرف کھڑی کر کے تم اطمینان سے سوتے ہو اور زمین سے بے دخل کیے ہوئے جو بچ گئے ہیں وہ خواب میں اپنے ڈھائے ہوئے گھروں اور سپاٹ کیے ہوئے کھیتوں کو دیکھتے ہیں۔'

'لیکن تم اتنا نہیں جان سکے اس پوری جدوجہد میں تم نے خود نئے نپولین، نئے ہٹلر پیدا کر لیے ہیں۔ تمھاری سوچ قیامت کے بعد بھی اس زمین پر قابض رہنے کی ہے، ان کی سوچ یہ ہے کہ جب تک وہ تمھیں تمھارے ظلموں کی سزا نہ دے لیں خدا اس وقت تک قیامت نہیں لائے گا۔ سمجھے؟'

'کس نے تم سے کہا تھا آئندہ فرڈینینڈ، نپولین اور ہٹلر پیدا نہیں ہوں گے؟'

میں اپنے تازہ خواب کو یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا ان سر پر رومال کو کسنے سے جمائے رکھنے والوں نے بات کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

ہاں یاد آیا: وہ لڑکا فلسطینی نہیں تھا، میرا بیٹا تھا۔ اس نے اپنی کہانی کے ورق میری میز پر پھینکے اور میری اوزی (رائفل) اور پستول لے کر گھر سے باہر نکل رہا تھا جب میں نے پوچھا، ''کہاں جا رہا ہے؟''

اس نے آدھا میری طرف گھوم کر کہا: ''وہاں جہاں فلسطینی سُور بیر ہیں۔''

میں نے کہا: ''ان سے لڑنے؟''

اس نے کہا: ''ان کا ہاتھ مضبوط کرنے،'' اور دروازہ دھڑ سے اپنے پیچھے بند کرتا ہوا میری نظروں سے اوجھل ہو گیا مگر اس سے تو مجھے اتنا پیار تھا کہ جیکب کو جوزف سے نہ ہو گا۔

تپائی

لیکن میرے حدسہ ہسپتال میں لائے جانے سے پہلے شونا پر ہماری نظر نہیں تھی۔ ہونی چاہیے تھی۔ آخر کو ایک انڈر گراوٗنڈ باغی تحریک کے فعال ممبر کی بیوی تھی۔

ساوٗل (Saul) امریکی تھا۔ آٹھ سال کا تھا جب ماں باپ کے ہوائی حادثے میں مارے جانے کے بعد گود لینے والے ماں باپ (adoptive parents) اسے یہاں لائے تھے۔ In 1983 to be precise۔ ایک ہی سن میں دونوں باتیں ہوئی تھیں۔ ماں باپ جس ایئر کرافٹ میں تھے اس کا ٹیک آف کے بعد سمندر میں گرنا اور ساوٗل کے یہاں لایا جانا دونوں باتیں ہمارے علم میں تھیں۔ اس بات میں تھوڑا شک ہے کہ ماں باپ کی شادی ہوئی تھی یا شادی کے بندھن کے بغیر دونوں ساتھ رہ رہے تھے۔ بہرحال اس میں شک نہیں ہے کہ ساوٗل کو ماں باپ سے پیدائشی نفرت تھی۔ پیدائشی نفرت والی بات اس کے ماں باپ کے فیملی انسٹی ٹیوٹ کے کیس نوٹس میں موجود ہے جہاں وہ ازدواجی نااتفاقی کے علاج کے لیے جاتے تھے۔

ہنسنے کی آوازیں: 'سائکیٹرک نوٹس تک ان کی پہنچ ہے۔'

'اور وہ بھی یو ایس اے کے ایک کلینک میں جہاں فرشتوں تک کی پہنچ نہیں ہے۔

'Not even an iron gate for them. Remember Watergate?'

ایرک: اور یہی بات یہاں ساوٗل نے اپنے سائیکوتھیراپسٹ سے کہی تھی۔ غالباً ساوٗل کی نانی کیتھولک تھی۔ (ہنسنے کی آوازیں) کوئی میرے خیالات پر ہنس رہا ہے۔

مجھے معلوم ہے مجھ پر کیوں ہنسا جا رہا ہے۔ ساوٗل کے خیالات لڑکپن سے باغیانہ تھے، جیسے

میرے لیکن میں نے ایڈولیسینس میں نو جوانی سے بھی پہلے وہ راہ اختیار کی جو ازرے ایل کی دائمی بقا کو جاتی تھی، ساؤل نے وہ جو ہرزل سے اب تک کی ہماری تمام جد و جہد کو مٹا دے گی اور اس جد و جہد کو جاری رکھنے کی ضرورت تھی۔ لوگ اُلیاہ کے جوش میں ایک انجان اُجاڑ ملک میں آ تو گئے تھے لیکن وہ ان کی اپنی نسل کی بقا، مذہب کی بقا کی شدید خواہش چھوڑے ہوئے ملک میں کہیں رہ گئی تھی۔ اس کی جگہ ایک اندھے اعتقاد نے لے لی تھی کہ اس مرتبہ کی آمد (اُلیاہ) کے بعد قیامت تک کوئی خروج نہیں ہے No yeride, anymore ایک طرح کا اعتقاد، اطمینان جو انھیں پیر پھیلا کر سونے دیتا ہے۔

برطانیہ نے یہ ملک ہمیں تحفے میں نہیں دیا۔ انھیں سوئز اور مڈل ایسٹ سے لے کر بحیرہ عرب تک کے علاقے میں کہیں تو اپنی ایک کالونی چاہیے تھی اور ایسے ہی ارادے دوسری مغربی طاقتوں کے تھے۔ کچھ کام ہم نے کیا کچھ پہلی جنگِ عظیم میں سلطنتِ عثمانیہ کو توڑنے میں ان کی نااہلی نے۔ ہماری انگلیاں وقت کی نبض پر تھیں۔ کسے کیا چاہیے تھا یہ ہم جانتے تھے۔ آخر کو سوداگر ہیں۔ یہ بے نام ملک برطانیہ نے ہمارے اکسانے پر اپنی تحویل میں لیا۔ اس کے بعد کا تمام کھیل جس میں برطانوی مینڈیٹ کا ہماری ٹرمز پر ختم ہونا، ہاگنا، ارگن زیوی اور اسٹرن [1] ہماری تنظیموں کو برطانیہ کی فوجی ٹریننگ اور ان کی مستعدی کنٹریکٹ برج کی طویل بازی تھی جسے ہم اپنے لیے بھی کھیل رہے تھے اور برطانیہ کے لیے بھی۔ ہم اس جنگ میں اگر ہار جاتے تو برطانیہ ہار جاتا۔ عرب زمین سے اس کے پاؤں اکھڑ جاتے۔ دوسری طرف عرب تھے جو صحیح کال (Call) بھی نہیں دے سکتے تھے... نہیں جانتے تھے ان کے ساتھی کے ہاتھ میں کیا پتّے تھے اور کیا پتّے مخالف کے ہاتھ میں، وہ تو جو ہاتھ میں تھا اسے صحیح طرح چل بھی نہیں سکتے تھے۔ میں نے (ہاہا) بارہا سنا ان کے مذہب میں کتّے پالنے، شطرنج اور تاش کھیلنے اور مکّے کی طرف پیر کر کے سونے کو برا کہا گیا ہے۔ ہم کنٹریکٹ برج کھیل رہے تھے جس میں برطانیہ اور اقوامِ متحدہ ہمارے پارٹنر تھے۔ اقوامِ متحدہ کے کھلے ہوئے پتّے ہمارے سامنے تھے اور جو عربوں کے ہاتھ میں تھے انھیں بھی ہم جانتے تھے۔ ہم چال چل بھی سکتے تھے اور اپنا دفاع بھی کر سکتے تھے۔ ہم کیا قوم ہیں! ایک چھوٹی سی قوم جو دنیا بھر کی سوچ کو بدل کر اپنے پلان کے تابع کر سکتی ہے۔

ساؤل اور اس جیسوں نے ہماری جد و جہد نہیں دیکھی۔ صرف یہی سنا کہ ہمارے ہر طرف سے

Hagana Irgun Zevi, Stern ①

دباؤ سے فلسطینی، سوری گولڈا، عرب یہاں سے بھاگنے پر مجبور ہوئے اور تمام عرب ممالک میں پناہ گیروں کی بکھری ہوئی ٹولیاں بن گئے جنھیں کوئی عرب ملک خوشی سے رکھنے پر تیار نہیں۔ یوں بیسویں صدی کی اکثریت اس ملک میں اقلیت بن گئی۔ آج ہر ملک میں ہمارے پرستار موجود ہیں کیونکہ ہم ان میں سے ہر ایک میں عوامی انقلاب کے خلاف سب سے بڑی آڑ ہیں۔ جو کہتے ہیں جب تک ہم مسکین اور سب کچھ سہ لینے والے بنے رہے دنیا نے ہمیں اپنے ظلم کا نشانہ بنایا لیکن جب ہم نے پہلے دھاوا بولنے والے کا رول اپنا لیا تو سب ہمیں عزت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ جارحیت جسے پہلے تعلیمی اداروں میں کہا جاتا تھا انسانیت سے بعید کوئی چیز ہے آج یونیورسٹیوں کالجوں میں اس کے گن گائے جاتے ہیں۔ ہماری مثال دے کر:

Aggression matters, submission does not.

آواز: 'کاش یہ پہلے دھاوا بولنا، یہ جارحیت تم نے روس، جرمنی، پولینڈ وغیرہ میں دکھائی ہوتی۔'

آواز: 'اگر دکھائی ہوتی تو فلسطین کا مسئلہ ہی پیدا نہ ہوا ہوتا۔'

ایرک: ہماری دانشمندی اور پلاننگ کو دنیا سراہتی ہے۔ فلسطین کا مسئلہ ہی پیدا نہ ہوا ہوتا کا قاتلانہ وار میں سہ لوں گا۔ اس کے سوا چارہ ہی کیا ہے۔ اٹھ سکتا تو ہسپتال کے سارے عملے کو دربدر کر دیتا ('کیا ہی اچھا ہوتا') کہ ان آواز والوں، فلمیں دکھانے والوں کو یہاں آنے کی اجازت کیوں دی جاتی ہے؟

یہاں ساؤل سر پھرے نوجوان ٹروٹیسکیوں (Young Trotskyists) سے جا ملا۔ 1998ء میں 23 سال کی عمر میں اس نے شونا سے شادی کی جو اس سے پانچ سال بڑی تھی اور 2003ء میں 28 سال کی عمر میں وہ غائب ہو گیا... جیسا کہ کہتے ہیں یہاں کی ریت ملی ہوئی ہوا میں۔ کہاں گیا یہ ٹروٹسکی کے پیچھے چلنے والے بتا سکتے ہیں۔

آواز: 'وہ بھی غائب کیے جا چکے ہیں... زیادہ تر۔'

ایرک: میں اس آواز کی طرف توجہ نہیں دوں گا۔ بہت دیر سے ہوا میں منڈلا رہی ہے۔ کبھی میرے سیدھے کان سے ٹکراتی ہے، کبھی الٹے سے۔ کبھی بات کرتی ہے کبھی قہقہے لگاتی ہے، جہنم میں جائیں مجھے یہ تنگ کرنے والے اور جہنم میں جائیں انھیں یہاں بھیجنے والے۔

ہاں تو میں خود کو شونا کا رومانس سنا رہا تھا۔ خوبصورت عورت، سیاہ آنکھیں، سنہری بال۔ ضرور اس

میں عراقی خون کی ملاوٹ ہے۔ مجھے بھی کسی مشرقی یہودن سے شادی کرنی چاہیے تھی۔ عمر میں بڑی تھی تو کیا ساؤل ناز کرتا ہوگا اسے ایک ہی ہستی میں محبوبہ بھی ملی اور ماں بھی۔

شونا پر نظر نہ جب رکھی گئی تھی جب وہ ساؤل کے ساتھ شادی کی زندگی گزار رہی تھی، نہ ساؤل کے غائب ہوجانے کے بعد... اتنی معصوم شکل اس ہسپتال میں شاید ہی کسی کی ہوگی۔ ہاں اس کی ڈاک چیک کی جاتی تھی کہ ممکن ہے ساؤل کے کامریڈز میں سے کسی سے اس کا رابطہ ہو۔ اب جب وہ اس ہسپتال میں کام کر رہی ہے شاید ڈاک کا سینسر روک دیا گیا ہو۔

ہمیں معلوم ہے جینیٹ ریوبین بھی اسے کیپ ٹاؤن سے خط لکھتی ہے۔ انٹیلی جینس اس کے بارے میں خاموش ہے، یہاں اور وہاں دونوں جگہ۔ پیار کیے جانے کے لائق لڑکی ہے... بس ٹیچر اور ماں، انڈر گراؤنڈ دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کاش سب عرب عورتیں اور زائیون کی مخالف ہماری لڑکیاں بھی ایسی ہوتیں۔

آواز: 'پھر وہ زائیون کی مخالف ہی کیوں ہوتیں! اس میں تو عام سے کم عقل ہے۔'

ایرک: جینیٹ کے خطوں میں ازرے ائیلی زندگی کی گھٹن کا ذکر ہمیشہ ہوتا ہے اور کئی بار لکھ چکی ہے کہ یورپ کے یہودیوں نے وہاں کے گیٹوز چھوڑ کر اس زمین پر ایک بڑا گیٹو اپنے لیے بنالیا ہے اور دو چھوٹے گیٹوز، عربوں کے لیے، دوسری قوموں کا بدلہ اشک نازم عربوں سے نکال رہے ہیں۔

میکس ریوبین ہمیں معلوم ہے جانے کے لیے پر تول رہا ہے۔

کبھی کبھی مجھے خیال آتا ہے یہاں کی زندگی سے بیزاری یہاں کے کل آلِ یعقوب میں ہے، جو باہر سے آکر یہاں آباد ہوئے ہیں۔ زندگی سے مطمئن صرف فلسطینی یہود... پرانے یہودی ہیں لیکن ان خیالات کو دماغ سے نکالنے کے لیے میں وہ چالیں اپنے دماغ میں چلتا ہوں جو بچپن میں ناپسندیدہ خیالات کو دماغ میں آنے سے روکنے کے لیے چلا کرتا تھا... ایڈیپل (Oedepal) اور مذہبی بے حرمتی (blasphemous) کے خیالات کو دماغ سے جھٹکنے کے لیے... دونوں ہی سے بہت ڈرا کرتا تھا... خاص طور سے انھیں جو incestuous[1] قسم کے ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ 14 سال کی عمر میں میں نے خود

---

[1] محرموں کے ساتھ ناپسندیدہ تعلقات۔

کو زیرِ زمین دہشت پسند تحریک میں بھرتی کرالیا۔ میری ذاتی زندگی میں وہ تحریک آسمان سے اترا ہوا تحفہ تھی۔ اس کے بعد کی زندگی اتنی بھرپور تھی ڈائنامائٹ، فائرنگ، عمارتوں کا اڑ اڑ ادھم، زخمی ہونے والوں اور مرتے ہوؤں کی چیخیں کہ ان خیالات کو کیا اپنے بچپن اور لڑکپن ہی کو بھول گیا۔ کم عمر جوانوں کے لیے دہشت پسند تحریک لڑکی کی کھلی ہوئی بانہوں سے زیادہ سکون بخش ہوتی ہے جو کہہ رہی ہوتی ہے آؤ اور مجھ میں سما جاؤ۔

میرے ذہن میں چیخوں کی پوری classification ہے، قسم قسم کی چیخیں۔ عورتوں کی، مردوں، بچوں کی ان سب کی پہچان تو آسان ہے میں چیخ سے پتا چلا سکتا ہوں مرنے والی کس عمر کی ہے۔ گوری، سانولی یا سیاہ اور اس کی تعلیم کتنی ہوگی۔ ایک اچھا مضمون ہو سکتا تھا افسوس ہے نہیں لکھا۔

بے جا عشق پر نظر رکھنا ہماری اوّلیت ہونی چاہیے اور باہر سے آنے والوں میں بے جا عشق کے کیس اَن گنت ہیں۔ اس طرح دیکھو تو مقامی ہاد زیادہ قابلِ بھروسا ہیں۔ ان میں کئی کئی پشت تک غیر مذہب والوں سے خون کا ملاپ نہیں ہے۔ گو ملنا جلنا ہے۔

آواز: 'ہاں ان میں بدھوں کا خون نہیں ہے نہ ان کے باپ داداؤں نے مصلحتاً اپنا نام ہاد کی فہرست میں لکھوایا تھا۔

دُنیا کا پہلا لیفٹسٹ

اگر یاسر عرفات یا جارج بش جیسے ایک ہزار لیڈر بھی اس زمین پر اٹھ کھڑے ہوتے تو میری رات کی نیند خراب نہیں ہوتی لیکن دن کا کام ختم کر کے رات کو اگر اس پرولتاری ٹریڈ یونین لیڈر کا خیال آجاتا تھا جونجانے سیفارڈی (Sephardi) یہودی ہے یا فلاشا (Falasha)[1] تو نیند ایسے کٹی کاٹ جاتی تھی کہ ڈھونڈو تو ہاتھ نہ آئے۔ اس کے ہتھیار بڑے مہلک ہیں۔ وہ مزدوروں سے خطاب کرتے ہوئے جتاتا ہے ''ہم یہودی تو ہیں لیکن درجہ دوم کے۔ بھلائے ہوئے لوگ جن کی یاد صدیوں بعد ہم مذہبوں کو اب آئی ہے، جن کی مشقت سے نیا اسرائیل وجود میں آرہا ہے۔ یہ ملک بنایا گیا تھا 1948ء میں اور ہماری ضرورت پڑی 85-1984ء میں جب ہمیں ایتھوپیا سے ہوائی جہازوں میں یہاں لایا گیا کہ وہاں فلاشاؤں پر بڑے ظلم ڈھائے جا رہے ہیں۔ یہاں کھیتی باڑی نہیں، ہمارا کام ہے پتھر توڑنا اور ڈھونا، سڑکیں اور عمارتیں بنانا اور ایک دن جب نیا ماڈرن، شاندار اسرائیل وجود میں آچکے گا تو ہمیں یہاں سے نکال دیا جائے گا۔''

کبھی وہ کہتا ہے: ''یہ وہ کام ہے جو فرعون بنی اسرائیل سے مصر میں لیتا تھا اور اب ہمیں دوسرے موشے (موسیٰ) کی ضرورت ہوگی جو ان سے نجات دلوائے۔'' وہ اس نفرت کو اکسا رہا ہے جو سپین سے نکالے جانے والے یہود کو جرمنی، فرانس اور پولینڈ سے نکالے جانے والے یہودیوں سے ہے۔

---

[1] سیفارڈی: سپین اور پرتگال کے یہود۔ فلاشا: ایتھوپیا کے یہودی۔

آواز: 'اور سفید نیلی آنکھوں والے یہودیوں کو ان کم سفید سپین والوں سے۔'

دوسری آواز: 'بھلا اس طرح کی کوئی قوم ہے جس کی بنیاد ایک مذہب ہو اور وہ اسے صرف اپنوں کے لیے سنبھال کر رکھنا چاہتی ہو۔ مذہب دنیا بھر کے لوگوں میں بانٹنے کے لیے ہوتا ہے، شیئر کرنے کے لیے، خود اپنوں کے لیے سمیٹ کر رکھنے کے لیے نہیں کیونکہ ہر مذہب انسان کی اجتماعی زندگی کا سرمایہ ہے... دنیا بھر کے روحانی ضرورت مندوں میں لٹانے کے لیے۔ اس ڈر سے کہ دوسرے اس دولت میں شریک نہ ہو جائیں گھر میں بند ہو کر بیٹھ رہنے کے کیا معنی! حقیقت میں یہ دنیا جہان کی دولت کو ایک محفوظ جگہ جمع کر لینے کا داؤ ہے gambit اور وہاں سے ورلڈ مارکیٹ کو کنٹرول کرنا۔'

ایرک: اس غدار کی تمام تقریریں اور سیاسی پمفلٹ مجھ تک پہنچائے جاتے تھے اور میری نیند اڑا دیتے تھے۔ میں پوچھتا ہوں ان سیفارڈی سپین اور پرتگال سے نکالے جانے والے یہودیوں نے ازرے ائیل کو وجود میں لانے کے لیے کیا رول ادا کیا؟ کچھ نہیں۔ نہ انھوں نے کچھ کیا نہ افریقا اور ایشیا کے مزدور کاشتکار، بے چوں و چرا اپنی فلاکت کو تسلیم کرنے والے فلاشاؤں نے۔

تھیوڈور ہرزل، بن گوریان، میناچم بیگن، وائزمین... ان میں سے کیا کوئی ایک بھی ان میں کا تھا؟ ہرزل زائیونسٹ تحریک کا بانی ہنگری کا تھا، بن گوریان پولینڈ کا، گولڈا میئر یوکرین کی، میناچم بیگن روس کا، چائم ویزمین جو ہرزل کی وفات کے بعد تحریک کا بانی تھا اور ازرے ائیل کا پہلا صدر کہاں پیدا ہوا تھا؟ پولینڈ میں، رابن؟ یروشلم میں پیدا ضرور ہوا تھا لیکن تھا وہ خالص اشکے نازی۔

کارل مارکس، سگمنڈ فرائڈ، آئین سٹائن سب اشکے نازی یہود تھے۔ ازرے ائیل کو قائم کرنے والے یورپ اور امریکا کے اشکے نازی تھے، زیادہ تر اس ملک کے برطانوی مینڈیٹ میں آنے کے دوران یہاں آئے تھے اور اپنے ساتھ یورپی اور امریکی کلچر لے کر آئے تھے۔ ایک برتر تہذیب۔ یہ ایشیا اور افریقا سے آنے والے مشرقی (Orientals Mizrahim) ان کے پاس کون سا کلچر تھا جسے لے کر یہاں آتے! اب وہ محرومیت کے شکار ہیں اور یہ ٹریڈ یونین لیڈر انھیں بھڑکاتا ہے اپنے حقوق کے لیے جنگ کرو۔'

آوازیں: 'بولے جا حاملہ بیل (pregnant bull) آج ہم تجھے جی بھر کر بولنے دیں گے۔'

ایرک: یہ آوازیں انھی ٹریڈ یونینسٹوں کی ہیں جو سیفارڈی، مزراہی اور عرب یہود بلکہ غیر یہود عربوں کو شہ دے رہے ہیں کہ "ہم اکثریت میں ہیں لیکن مظلوم، پس ماندہ کیمپوں میں پڑے ہوئے،

انسانیت کے حقوق سے محروم لوگ، ہمیں سبز باغ دکھا کر یہاں لایا گیا تھا کہ ازرے ائیل میں محکوم سے حاکم قوم بن جاؤ گے۔ یہاں چلے آؤ اور یہاں لا کر ہمارے ہاتھوں میں بیلچے اور پھاوڑے دے دیے گئے۔'' انھیں یہاں لانے اور بسانے کا صرفہ ہمارا تھا۔ان کے پاس تو اتنا بھی نہیں تھا کہ اسمارا سے ادیس ابابا تک جا سکتے۔

اس پرولتاری میں انھیں اپنی زبان مل گئی ہے۔ بار بار سارے ازرے ائیل کو اس میں پھیلا ہوا کرپشن یاد دلاتا ہے۔

ایک آواز دوسری سے: 'کیا اس کا بیٹا ابھی تک کرپشن کے چارج میں پھنسا ہوا ہے؟ میری مراد گیلادسے ہے۔'

دوسری آواز: 'اس کی سرپرستی اس کی محافظ تھی۔'

ایرک: یہ لوگ جس طرح ایک بار ٹوٹ کر دنیا میں ہر سمت بکھر گئے تھے یہ تحریک دوبارہ انھیں بکھیرنے کا سامان کر رہی ہے۔ اس کا زور بے روزگاری، مفلسی اور ناانصافی کا رونا رونے پر ہے کہ 'تمھیں اشکے نازیوں کی طرح یہاں بغیر کسی سوال جواب کے نہیں لایا گیا ہے...تمھاری مزدوری کی صلاحیت دیکھ کر تم یہاں اس جنت ارضی میں داخلے کے لیے چنے گئے ہو، جو کوئی ہنر نہیں رکھتے تھے، مشقت کے لائق نہیں تھے وہ اب بھی انھیں ملکوں میں پڑے ہیں اور پہلے سے بدتر حالت میں کیونکہ انھیں سنبھالنے والوں کو یہ اشکے نازم یہاں لے آئے۔'

آرن (ہارون): 'وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ملک کی محافظ فصیلیں ٹینک، جیٹ فائٹرز اور ایٹم بم نہیں ہیں، ملک میں بسنے والوں میں امن، برابری اور مالی آسودگی سے پیدا ہونے والی سکھ کی نیند ہے اور ان سے بھی زیادہ ناتسخیر فصیل ہے پڑوسیوں سے آشتی کا سلوک کہ ایک وقت آئے جب ہم پر کہیں سے حملہ ہو تو یہ فلسطینی ہماری حمایت کو اٹھ کھڑے ہوں...آنے والے ہولوکاسٹ کے خلاف، نہ کہ ہولوکاسٹ رچانے والوں میں مل جائیں، (ایرک: یہ شخص غیر زائنسٹ یہودی ہے) انسانیت کی نیو پر اٹھائی ہوئی یہ فصیلیں جب تک قائم رہیں گی نہ انھیں کوئی سکندر، چنگیز اور نپولین ڈھا سکے گا نہ ہٹلر۔'

ایرک: اس کی صحیح جگہ مع ٹریڈیونین والوں کے گیس چیمبرز ہیں۔

آرن: 'وہ کہتا ہے: ''ایٹم بموں، فائٹر جیٹس اور بومبرز اور ٹینکوں کا کیا ہے جلد بے مصرف ہو کر ان کی قیمت کباڑ جتنی بھی نہیں رہتی۔ قائم و دائم انسان کی دنیا میں دن میں سکون اور کام اور رات کو بن

خواب کی نیند ہے۔''

اسے گیس چیمبر یا فائرنگ سکواڈ کے سامنے بھیجنے کا مت سوچو۔ وہ تمھارا پہلا true leftist ہے۔

ایرک: پہلا لیفٹسٹ ابلیس تھا۔ یہ اس کی نسل سے ہے۔

آرن: 'ابلیس اینارکسٹ تھا اس کی نسل سے ہاگنا، ارگن زِووئی لیومی (Irgum Zevi Leumi) اور اسٹرن والے تھے جنھوں نے 1947ء میں یہاں قتل وخون کا کھیل کھیلا تھا ان ہی میں سے موشے دایان تھا اور ہمارا بلڈوزر جنرل۔'

ایرک: مجھے اس کی باتوں سے ڈر لگتا ہے کیونکہ ان میں کچھ سچائی ہے۔

الیاس: 'کچھ؟ سیاست کے کھیل میں صرف یہی سچائی ہے۔'

ایرک: سب چلے گئے، میرے خیالات سننے کے لیے یہاں ایک بھیڑ لگ گئی تھی اور تعجب ہے۔ ان میں جینیٹ بھی تھی۔ یہ کب جنوبی افریقا سے آئی۔ جب میں نے سوچنا بند کر دیا تو سب یہاں سے ایک ایک کر کے غائب ہونے لگے۔ چلتے ہوئے شونا میرے بیڈ کے پاس آئی اور ریوبین کے پوچھنے پر کہ ''کیا دیکھ رہی ہو؟'' بغیر جینیٹ سے جھجکے اس نے ریوبین کا بازو پکڑ کر کہا: ''یہ ہے میرے شوہر کے غائب ہونے کا باعث۔''

یہاں خالص یہودی کتنے ہیں! اشکے نازم میں ترک خاقانیوں کا خون ہے جو مصلحت دیکھ کر یہودی بن گئے تھے ورنہ پہلے بدھسٹ تھے۔ جو آرتھوڈوکس یہودی ہیں وہ بھی تو ہمارے نہیں ہیں۔ قسم ہا قسم کی پارٹیاں بن گئی ہیں۔ سب کے اپنے گول ہیں۔ روس سے آنے والوں نے سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد Yisrael Beiteinue بنا لی ہے۔ ڈیم اِٹ سوویت یونین کو بھی اسی وقت ٹوٹنا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے ہم بھی اَن گنت ملکوں سے آنے والوں کی ایک سوویت سوشلسٹ یونین بنا بیٹھے ہیں۔ پھر تو...

اُدھر یہ ٹریڈ یونین والے ایک فلسطینی سٹیٹ بنانے کے حق میں ہیں۔ جنوبی افریقا والا حشر اس ملک کا بھی ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہاں بھی بجائے افریقیوں کو کچلنے کے چند سفید سر پھرے ان کے طرف دار بن گئے تھے۔ پھر ان کی وہ سفید سلطنت کہاں گئی؟ جہاں یہی سیاہ پہلے ان کے خدمت گار تھے۔ انھیں روز افریقیوں کو ہزار کی تعداد میں ختم کرنا چاہیے تھا۔ سفید قوم دنیا میں حکومت کرنے کے

لیے بنی ہے: اس کا حق تھا جنوبی افریقا پر تا ابد حکومت کرنا اور یہاں بھی۔

میں اور میرا ڈپٹی سڑے انڈوں اور مشرومز کا آملیٹ، میں ایہود اولمرٹ کو اسی نام سے، اس کے منہ پر متوجہ کرتا تھا، اس پر متفق ہیں کہ عربوں کو ایک مختصری مہلت ہماری کسی بھی تجویز کو مان لینے کی دو اور جب وہ پس پیش میں ہوں تو تجویز پر یک طرفہ عمل کر ڈالو... بس اتنی مہلت جتنی میں بندوق لوڈ کی جاسکتی ہے۔

(خاموشی اور ایریئل کے خراٹے)

ایرک: ابھی ابھی کوئی خواب میں مجھ سے کہہ رہا تھا ''تیری قومیں پیہم تغیر میں ہیں۔ ان کے مستقبل کی خبر یہوواکو بھی نہیں۔
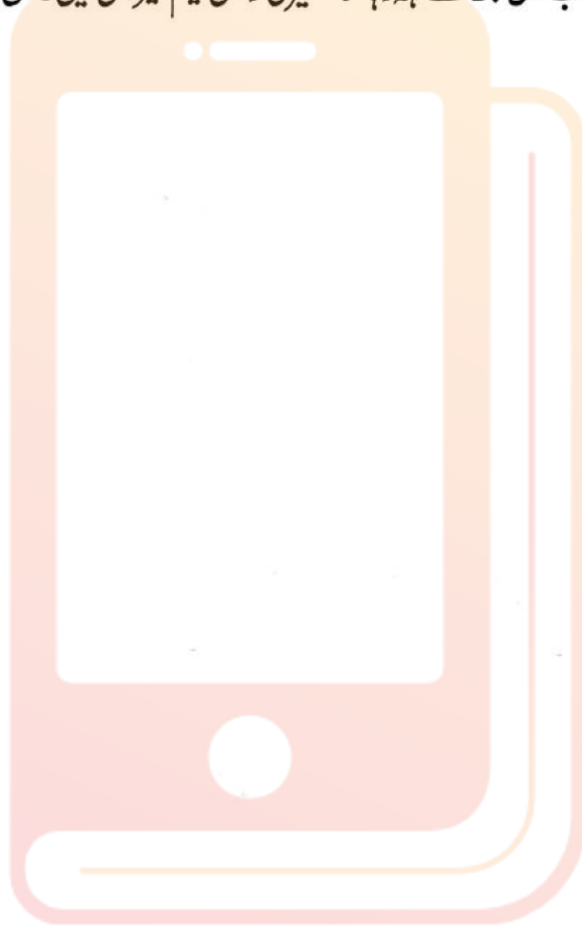
دلِ ناکام

میری نیند خود بخود بیچ رات میں ٹوٹ گئی۔ شاید ہپنوٹک کی ڈوز کم تھی۔

اس وقت میرے الٹے ہاتھ پر ڈاکٹر ریوبین کھڑا ہے۔ اس کے برابر میں شونا آ کر کھڑی ہو گئی۔ میرے سامنے کی دیوار پر اتنا اندھیرا ہے کہ لِلی اور مارگالت کی تصویریں بمشکل نظر آ رہی ہیں۔

لگتا ہے دونوں میں دیر سے باتیں ہو رہی ہیں۔ شونا کو وہیں کھڑی چھوڑ کر ریوبین برابر کے کمرے سے دو کرسیاں دونوں ہاتھوں میں جھلاتا ہوا لے آیا ہے۔ شونا کا فکرمند چہرہ کھل اٹھا۔ دونوں بیٹھ گئے ہیں۔ میں نے شونا کو پاس سے دیکھا تو ہے لیکن اتنی دیر تک نہیں۔ کہنا پڑتا ہے خوبصورت عورت ہے۔ آنکھوں کی پتلیاں سیاہ ہیں اور بال سنہرے۔ ڈاکٹر ریوبین کو بھی خوبصورتوں میں گنا جا سکتا ہے۔

میرے کان ان کی باتوں پر لگے ہیں۔

ریوبین: 'اپنے بارے میں کچھ بتاؤ۔'

شونا: 'کیا جاننا چاہتے ہو؟ قد 1.73 میٹر، وزن 60 کلوگرام، عمر 36 سال... میٹرک اور امپیریل دونوں سسٹم میں۔ مطمئن ہو گئے؟'

ریوبین: 'نہیں، اس طرح نہیں۔ لگتا ہے جیوئش انٹیلی جینس کے آدمی کے سامنے کھڑی ہو۔ اس طرح بتاؤ جس طرح کسی کا حال بغیر نام کے شادی کے خواہشمندوں میں چھپتا ہے۔'

شونا: 'یہ یہاں نہیں ہوتا ہے۔ ایسی دیدہ دلیری کے کام فوراً خفیہ ایجنسی کی نظروں میں آ جاتے ہیں اور کیوں پوچھ رہے ہو؟ شادی کا ارادہ ہے؟ وہ ہو نہیں سکتی۔ تمھاری بیوی کیپ ٹاؤن کے کسی گھر

میں تمھارا انتظار کر رہی ہے... تمھاری اتنی وفادار کہ تمھارے بغیر اتوار کو بیچ پر بھی نہیں جاتی ہے۔'

ریوبین: 'نہایت قربت کی دوستی کا ارادہ ہے جس طرح کی میں نے کبھی کسی سے نہیں کی ہے۔ جس طرح سکول کی عمر میں دوست بننے پر ایک لڑکا دوسرے لڑکے سے اپنی کوئی بات چھپی نہیں رکھنی چاہتا ہے، نہ لڑکی دوسری لڑکی سے۔'

شونا: 'تو ہم اس دوستی کے لیے اَن فٹ ہیں، کیونکہ دونوں ہی اس کیٹیگری میں نہیں آتے ہیں۔'

ایرک: وہ کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا ہے اور سگریٹ سلگائی۔ شونا اس کے کندھے سے کندھا ملائے کھڑی ہے۔ وہ سگریٹ اس نے شونا کو دے دی اور اپنے لیے دوسری سلگا کر پہلا دھواں باہر چھوڑا۔ لگتا ہے آج پورا ہسپتال چھٹی پر ہے اور یہاں میں واحد مریض ہوں۔ کوئی انھیں نہ سگریٹ پیتے ہوئے پکڑے گا، نہ کھڑکی کھلی رکھنے پر۔ مائک ایکرمین پیچھے پڑا ہوگا... جب یہاں ہو وہ دوسرا بلڈوزر ہوتا ہے۔ دونوں میں فرق بس اتنا ہے اس نام سے یاد کیے جانے کا شرف صرف مجھے حاصل ہے۔

شونا: 'میں عراق میں 1970ء میں پیدا ہوئی تھی۔ دس سال کی عمر میں یہاں باپ کے ساتھ آئی، صرف باپ کے ساتھ، اس لیے کہ ماں نے ملک چھوڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ میں نے ایک دن اسے باپ سے غصے میں کہتے سنا تھا ''میں یہاں کی ہوں اور کبھی اسرائیل نے عراق پر حملہ کیا تو عراقی مزاحمت کرنے والوں میں مَیں بھی ہوں گی۔'' ظاہر ہے یہ بات عراق پر امریکی حملے سے بہت پہلے کی ہے، بڑی خوبصورت عورت تھیں (''مجھے تمھاری بات کا یقین ہے۔ تمھیں دیکھ کر'')۔ یہاں آنے کے چند سال بعد پتا چلا انھوں نے کسی مسلم عراقی سے شادی کر لی تھی۔ عدالت نے شوہر کے چھوڑ کر چلے جانے کی بنیاد پر پہلی شادی کو منسوخ قرار دیا تھا۔ پتا نہیں دوسری شادی سے کوئی بچّہ ہوا یا نہیں، میں اپنے ماں باپ کی اکلوتی تھی۔

'ہاں ایک بات اور: ماں نے ایک دن جوش میں باپ سے کہا تھا: ''جس دن اسرائیل کا عزم فرات سے نیل تک پھیلنے کا پورا ہو جائے میں تمھیں یہیں تمھارا انتظار کرتی ہوئی ملوں گی۔'' ظاہر ہے تب دوسری شادی کا خیال ان کے دماغ میں نہیں تھا۔ دونوں میں محبت تھی۔'

('اب اس کے آنسو نکل آئے ہیں') باپ 2000ء میں 63 سال کی عمر میں ایک بس سٹاپ پر مارا گیا تھا۔ ('ریوبین نے اپنا رومال دیا جسے اس نے تھینک یو کر کے لے لیا ہے۔')

'جب 28 سال کی تھی ساؤل (Saul) میری زندگی میں آیا۔ مجھ سے عمر میں چھوٹا تھا۔ یہ بات میں

نے اسے نہیں بتائی تھی۔ مجھے شروع میں اس پر پیار آتا تھا۔ پیار آنا اور پیار ہونا کا فرق تم جانتے ہو؟'

'اتنا مہذب نوجوان میں نے زندگی میں نہیں دیکھا۔ شادی کے بعد جب اس نے یہ راز کھولا اپنے پیچھے اس کا ارادہ یتیم بچے چھوڑنے کا نہیں ہے تو مجھے یقین نہیں آیا کہ اس کا تعلق کسی دہشت گرد تنظیم سے ہے۔ ''ارگن یا ہاگنا سے؟'' میں نے پوچھا۔ اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا ''تم کتنی سیدھی ہو۔ ارگن اور ہاگنا کا پروگرام اس آزاد ملک کو قید خانہ بنانا تھا؛ ہماری تنظیم کا کام اس قید خانے کو ڈھانا ہے۔''

'ساؤل 1975ء میں امریکا میں پیدا ہوا تھا... شاید ایری زونا میں اور اس انفارمیشن کو بھی بس شاید ہی میں گنو کہ اس کی نانی کیتھولک تھی۔ خیر، ماں باپ دونوں امریکی تھے... سفید، نیلی آنکھوں والے۔'

ریوربین: 'شاید۔'

شونا: 'شاید یہاں اپنے، اپنا لینے والے ماں باپ کے ساتھ آٹھ سال کی عمر میں آیا تھا کیونکہ اصلی ماں باپ ہوائی حادثے میں شکار ہو گئے تھے۔ ان کی کوئی یادگار اس نے اپنے پاس نہیں رکھی تھی... ان سے اسے نفرت تھی۔ وہ امریکا میں فیملی انسٹی ٹیوٹ جاتے تھے کیونکہ دونوں میں نبھتی نہیں تھی۔

ایک سونے کی مہین چین البتہ اس کے پاس تھی جس میں صلیب پر جیسس کی مورتی تھی۔ یہ میں نے نہیں پوچھا وہ اس کے پاس کیوں تھی۔

اس نے وہ کہانی مجھے کبھی نہیں سنائی کیسے وہ اینٹی زائیونسٹوں میں جا ملا تھا۔'

ریوبین: 'اور تم نے پوچھا بھی نہیں ہوگا۔'

شونا: 'ہاں، مجھے انتظار تھا کب وہ اپنی اس زندگی کے بارے میں بتائے گا یا ساتھیوں سے ملائے گا۔ ان میں کچھ ڈاکٹر بھی تھے۔ تھوڑا بہت میں سمجھ گئی تھی وہ کون کون تھے۔'

'ہمارے بچے ہو سکتے تھے اس میں مجھے ایٹم کے وزن برابر بھی شک نہیں لیکن جو وہ کہتا تھا میں تمھیں بتا چکی ہوں۔ میں نے کبھی یہ نہیں کہا پھر شادی کیوں کی تھی۔ خود اس نے کہا تھا: ''میں ہمیشہ سے خود کو ادھورا محسوس کرتا تھا۔ تمھارے میری زندگی میں آجانے سے مکمل ہو گیا'' پھر خود ہی کہتا تھا:

"Sounds theatrical, must have read it in a play or noval"

'اپنے پیچھے لگے ہوئے خطرے سے وہ آگاہ تھا مگر کہتا تھا: ''چاہے فلسطینیوں کے ہاتھ سے مروں چاہے ازرے ائیلیوں کے، بات ایک ہی ہے۔ فلسطینی یوں ہی تو نہیں مارتے ہیں: ان کے ہاتھ سے مرنا

عربوں کی آزادی کے لیے ہوگا اوراز رے ائیلیوں کے ہاتھ سے اس ملک کی آزادی کے لیے۔ دونوں صورتوں میں آزاد فلسطین کی ہوا میں یہودی، عیسائی، مسلمان کھل کر سانس لیا کریں گے۔"

'میں اس سے مختلف ہوں، مختلف مٹی کی بنی ہوں۔ اس میں انقلابیوں کی چستی تھی، جسم اور دماغ دونوں کی۔ میں کسی انقلاب کی راہ نہیں دیکھ رہی ہوں۔ بس ہوں۔'

ایرک: ریوبین نے اس کے چہرے کو دونوں طرف سے تھام لیا ہے۔ اب اس کی آنکھیں بند ہیں۔ گالوں پر بہتے ہوئے آنسوؤں کو ریوبین نے اپنے گالوں سے پونچھا۔ کچھ دیر کے لیے جیسے لمحے نے دونوں کو ہپنوٹائز کر لیا تھا۔ دونوں پھر سیدھے بیٹھ گئے۔ وہ ریوبین کو دوسرے سگریٹ کے لیے منع کر چکی ہے۔ کاش مجھے دیتا اور میں پی سکتا۔

شونا: 'مجھے پتا چل رہا تھا اس پر انٹیلی جینس والوں کی نظر ہے۔'

'ایک بار شادی سے پہلے امریکا گیا تھا لیکن باوجود پاسپورٹ میں کوئی اندراج نہ ہونے کے یہ بات یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ وہ کہیں اور ہوتا ہوا آیا ہے... شاید جنوبی امریکا کا کوئی ملک، لیکن مجھے اس نے بتایا تھا یہ بے بنیاد بات ہے اور مجھے اس کی بات کا اعتبار تھا۔'

'He was a very loving hasband. 2000ء میں میرے باپ کی موت کے وقت وہ میرے ساتھ تھا۔'

'ہمارے گھر میں میری ماں کی ایک بھی تصویر نہیں تھی۔ نہ ہے۔ باپ کو اخیر کے چند سالوں میں ہر قسم کے مذہب والوں سے نفرت ہوگئی تھی لیکن ہم دونوں میں کبھی اس پر تکرار نہیں ہوئی۔'

'جس سال امریکا نے عراق پر حملہ کیا ہے اسی سال ساؤل لاپتا ہوگیا۔'

ریوبین: 'یا لاپتا کر دیا گیا؟'

شونا: 'ہوشیار رہو۔ یہاں کی ہوا جس پر سے ہو کر گزرتی ہے اسے سونگھتی ہوئی جاتی ہے۔ بڑی ظالم ہے۔

'اس کے غائب ہونے سے چند دن پہلے انٹیلی جینس والے میرے گھر آئے تھے۔ میری موجودی میں لیکن مجھے یقین تھا وہ میری غیر موجودی میں بھی ایک بار وہاں آ چکے ہیں۔ انھوں نے گھر میں جتنی کتابیں تھیں انھیں کھول کھول کر دیکھا اور الٹ کر ان کے صفحوں کو کارڈز کی طرح شفل کیا لیکن کسی میں سے کوئی بک مارک تک نہیں گرا۔ اتنی ہی جانفشانی سے انھوں نے خطوں اور نوٹ بکس کو دیکھا۔

کمرے میں صرف باپ کی اور ساؤل کی اور میری تصویریں دیوار پر لگی تھیں۔'

انھوں نے پوچھا: ''تمھاری ماں کی کوئی تصویر؟'' میں نے نفی میں سر ہلایا۔ ''ساؤل کے ماں باپ کی؟'' میں نے سر کو پھر وہی جنبش دی۔

جاتے ہوئے انھوں نے کہا: ''مسز سیموئل یہ معمول کی چھان بین ہے۔ ازرے ائیل کی حفاظت میں۔ ہمیں معلوم ہے نہ تمھارا اینٹی ازرے ائیل سرگرمیوں سے کوئی تعلق ہے نہ ساؤل کا۔ امید ہے تمھیں ہم نے تنگ نہیں کیا ہے۔''

'نہ وہ اس رات آیا، نہ اگلے دن، نہ اس کے اگلے دن۔

میں نے اِدھر اُدھر گھوم گھام کر اس کی خیریت بھی کسی سے معلوم نہیں کی تھی۔ کیا فائدہ ہوتا!

'ایک ہدایت مجھے اڑتی اڑتی ملی: گھر سے ساؤل سیموئیل کی تصویر غائب کر دو۔ اس لیے نہیں کہ وہ تصویر نایاب ہے، اس لیے کہ اس کے گھر میں لگائے رہنے سے نامناسب لوگوں سے تمھارے الحاق کا شبہ ہوتا ہے۔

وہ تصویر آج بھی وہیں لگی ہے جہاں ساؤل کی زندگی میں تھی۔ نہ وہ لیننسٹ (Leninist) تھا نہ ٹروٹسکیائٹ (Trotskyite)، نہ بالشویک، نہ مینشوک۔ حالانکہ کہلاتا کمیونسٹ تھا اور بات چیت میں کامریڈ۔'

ریوبین: 'یہ امریکا کے لیے حوصلہ افزا رویہ ہے کہ اس ملک سے کبھی کمیونسٹ بغاوت نہیں اٹھے گی اور یہ مان لینا کہ وہ کمیونسٹ تحریک کا آدمی تھا اسے ازرئیلی دماغ زیادہ آسانی سے ہضم کر سکتا ہے بہ نسبت اس کے کہ تمام یہودی صیہونی (Zionist) نہیں ہیں۔ ان کی بھی کوئی تحریک ہے جس کا ایک ممبر ساؤل تھا۔'

چٹکی بجاتے میں

شونا مجھے پہلے دن سے غم زدہ لگی۔

آواز: 'اس بڑے زندان میں جس کا نام ازرے ائیل ہے کوئی غم زدہ ہونے کے سوا کچھ اور بھی ہوسکتا ہے۔'

ایرک: میں اس آواز کی طرف توجہ نہیں دوں گا۔ اگر دی تو تنگ کرنے والے زندہ اور مردوں کا ہجوم پل بھر میں جمع ہوجائے گا اور وہی عمارتوں کے منہدم ہونے کے سین مجھے دکھائے جانے لگیں گے جو مجھے ازبر ہوچکے ہیں۔ تھری ڈی (3D) میں اور کنٹری چاروں دیواروں اور چھت اور فرش سے آرہی ہوگی۔ لگے گا اب یہ ہوا میں اڑتا ہوا بولڈر مجھ پر آکر گرے گا۔ ہماری کتابوں اور ڈاکیومنٹری فلموں سے یہ سب سین نکال دیے جانے چاہییں... کیا دیر لیس، کیا قبیہ، ہیبر ون موسک (مسجد ابراہیمی) اور صابرہ اور شتیلہ، یہ وہ شوٹس ہیں جن کے جوڑے سے ایک بڑی طاقت کے وجود میں آنے اور اس کی تا ابد آزادی کی دشمنوں کو نہتا کرنے والی پوری مووی بنتی ہے لیکن اب ان سب کو نکال دیا جانا چاہیے۔

آواز: 'اور گیس چیمبرز، ہولوکاسٹ اور پوگرومز کو بھی کتابوں اور ڈاکومینٹری اور فیچر فلموں سے نکال دینا چاہیے... Bowdlerize them۔ تمام آسکر اور یورپی انعام لینے والی فلمیں۔ اس پسے ہوئے قیمے کو کب تک بار بار پیستے رہو گے۔'

ایرک: انھیں نکال دینا اتنا بڑا جرم ہوگا جتنا لیڈی ایڈم کو جنّت میں سیب کھلانا۔

آواز: 'جرم نہیں گناہ۔ تم نے ان کے غلط کہے جانے کو بلاس فیمی، بے حرمتیٔ حدیث کا رتبہ دے دیا

ہے۔شاید ایسی ہی بلاس فیمی کی مغرب کو ضرورت تھی جہاں مذہب اپنا تقدس کھو چکا ہے۔ جہاں سمندر کنارے بکینیز پہنے ہوئے لڑکی کے سرینوں پر 'I love Jesus' (''مجھے یسوع سے پیار ہے'') پڑھ کر کھوسٹ کلرجی مین تک بس مسکرا کر رہ گئے تھے اور وہ بھی ویٹیکن کی سرزمین پر۔ اب مغرب نے ہولوکاسٹ کی بے حرمتی کو مذہبی اعتقاد کا اس حد تک جز بنا لیا ہے کہ اس کے خلاف لکھو برطانیہ میں تو پکڑے جاؤ گے آسٹریا میں اگر بھاگ کر وہاں پہنچے۔آہستہ آہستہ کر کے تمھاری قوم نئی تالمود (فقہ) گھڑ لے گی اور نئی مدراش (حدیث)۔'

ایرک: میں اسے جو بھی ہے بھونکنے دوں گا۔تو میرا خیال یہاں تک پہنچا تھا کہ ہمیں کتابوں اور فلموں میں صرف کرامیہ کے معرکے اور یوم کپور جیسی جنگوں کو رہنے دینا چاہیے کہ ہم اگر لڑے بھی تھے تو دفاع میں۔ہم پر ظلم ہوا تھا۔صابرہ اور شتیلہ اور تل زاتار کو نکال دینا چاہیے۔ بہرحال اس ارض مقدس کو ہم لڑ کر ابد تک کے لیے آزاد کرا چکے ہیں۔اب کوئی باسٹرڈ نہ ہمارے ہوائی جہاز کو ہائی جیک کر سکتا ہے نہ کوئی ہم پر راکٹ پھینکنے والا بغیر ہمارا قہر بھگتے زمین پر چل پھر سکتا ہے۔

آوازیں: 'کتنا خود کو خوش کرنے والا خیال ہے حب الوطنی کا۔ برطانیہ، فرانس اور امریکا کو برباد کرنے کے لیے کہ ''تم نے ہمیں ایک ملک دیا اور ہم نے اسے اس میں بسنے والی قوم سے آزاد کرا لیا۔ اب عرب یہاں کے ریڈ انڈینز ہیں۔ہم نے بیسویں صدی کے پہلے نصف میں یہاں آکر اپنی بستیاں (settlements) قائم کیں اور دوسرے نصف میں یہاں والوں کی بڑی آبادیاں ختم کر کے بچ رہنے والوں کے لیے بستیاں (settlements) قائم کر دیں۔ بستیوں کے بدلے میں بستیاں۔ کیا کھرا سودا ہے۔Clean swap۔

میں نے اس شٹکارنے پر منہ میں زبان کو ہلنے نہیں دیا اور آوازیں خاموش ہو گئیں۔میرا خیال ہے انھیں بھی نیند کی ضرورت ہوتی ہوگی۔

لگتا ہے میں نرس شونا کے شوہر کو جانتا ہوں...ساؤل سیموئل (Saul Samuel) ایک زمانے میں خفیہ رپورٹوں میں اکثر اس کا نام پڑھنے میں آتا تھا۔لسٹ میں، ان کی جن پر نگاہ رکھی جا رہی تھی۔ امریکی طالب علم بل نے میرے ہونٹوں پر کچھ پڑھ لیا کہ جو وہ ڈاکٹر لیوی سے کہہ رہا ہے:

بل: 'میرا خیال ہے تمھارا پرائم منسٹر مسکرا رہا ہے۔'

ڈاکٹر لیوی: 'او، ہم اسے بے ہوشی میں بہت کچھ کرتے دیکھتے ہیں اور اسے دیکھتے رہنا ہی ہماری ڈیوٹی

ہے۔تم خوش قسمت ہو کہ تین مہینے پورے کر کے نیو یارک چلے جاؤ گے۔ پھر شاید مکمل ڈاکٹر بن کر آؤ گے۔'

بل: 'کون؟ میں؟ یہاں واپس آؤں گا۔تم مذاق کر رہے ہو۔'

دونوں ہنستے ہوئے چلے گئے۔ دونوں ہی کا سچا زائیونسٹ ہونا مشتبہ ہے۔ ویسے بھی یہ ملک ان جیسوں کے لیے وجود میں نہیں لایا گیا ہے۔

ساؤل بھی اینٹی زائیونسٹ تھا۔

آواز: 'پھر کیا ہوا؟'

ایرک: یہاں کی ریت بھری فضا میں ایک دن گم ہوگیا، جس میں اونٹوں کا پورا کارواں بھی غائب ہوسکتا ہے۔

آواز: 'اس میں تمھارا ہاتھ ہوگا۔'

ہوسکتا ہے۔تب میں وزیر دفاع تھا۔

آواز: 'یعنی تم ناپسندیدہ اشخاص کے ہوا میں گم ہوجانے کو بھی اسرائیل کا دفاع سمجھتے ہو۔ کچھ اور بتاؤ ساؤل اور شونا کے بارے میں۔'

ایرک: دونوں عربی روانی سے بولتے تھے۔یعنی ساؤل بھی چاہتا تو خود کو ہمارے زیادہ کام کا بنا سکتا تھا لیکن اس کا رشتہ انڈر گراؤنڈ اینٹی زائیونسٹ تحریک سے تھا۔شونا ڈاکٹر ریوبین کو سب کچھ بتا چکی ہے۔ اس نے ساؤل کو بہت سمجھایا لیکن وہ ازرے ائیل کا خاتمہ دیکھنا چاہتا تھا۔ اس سے کم نہیں۔خیالی دنیا میں رہنے والا نوجوان تھا۔اسے خواب میں بھی مسیح کے زمانے کا فلسطین دکھائی دیتا ہوگا بلکہ صلاح دین کا۔تفتیش پر ہمیں پتا چلا اس کی ماں کیتھولک تھی لیکن جس وقت تک ہمیں اس کا پورا پتا چلے وہ ہمارے بارے میں اتنا کچھ جان چکا تھا جو اسے معلوم نہیں ہونا چاہیے تھا... یعنی ایک نصف آلِ یعقوب کے خون کو۔

آواز: 'سو تم نے اسے غائب کردیا، تمھاری پرانی عادت۔یہیں سے یا لاطینی امریکا کے کسی ملک سے اگر وہ اپنی جان کو خطرے میں دیکھ کر یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوگیا تھا؟ یا لندن سے؟ تم وہاں بھی تو فعال ہو۔ایک امن کے خوگر کو وہاں سے اٹھا لائے اور ہز میجسٹی کی حکومت دیکھتی رہ گئی۔ وہ صرف یہی تو وہاں کے ایک اخبار کو بتانے گیا تھا کہ اسرائیل کے کیا ایٹمی عزائم ہیں لیکن وہ آزاد اخبار بھی تمھارا غلام نکلا۔ واقعی تم دنیا کی سب سے عاقل قوم ہو۔'

ایرک: لیکن تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو؟ ہماری انٹیلی جینس سروس کی طرف سے تو تم مجھ پر مقرر نہیں کیے گئے ہو؟

آواز: 'کتنا حبس ہے یہاں۔ تم یہ سب مجھے کیوں بتا رہے ہو؟ مجھ سے بات کر کے یہ حبس اتنا نہیں ستائے گا یا اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا کرنے کو؟

ایرک: ضمیر ایک تصور کا نام ہے جس کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔ جیسے ساؤل سیموئل کا اس ملک کو بدلنے کا خواب۔

آواز: 'اگر شونا کو پتا چل جائے اس کے شوہر کو مروانے، غائب کرانے میں تمھارا ہاتھ ہے تو جانتے ہو وہ تمھارا کیا حشر کرے گی؟'

ایرک: جتنا برا ہے اس سے زیادہ کیا کر سکے گی۔

آواز: 'وہ تمھیں اس تام جھام سے منقطع کر دے گی۔'

ایرک: میں اس کا ممنون احسان ہوگا، یہ جینا بھی کوئی جینا ہے۔
مگر میں مرنا بھی نہیں چاہتا ہوں یہووا۔

جلتی جھاڑی کا چمتکار

آوازیں: 'ایری آج سراسیمہ کیوں نظر آ رہا ہے؟'

ایرک: مجھے بمباری سے فلسطینیوں کے جلتے ہوئے گھر اور تہ و بالا ہوتے ہوئے پھلوں کے باغ دیکھ کر ڈر لگتا ہے۔ ایسا لگتا ہے یہ جلتی جھاڑی کا چمتکار ہے جب موشے کے خدا نے موشے سے بات کی تھی اور کوئی لمحہ جاتا ہے ان شعلوں میں سے مجھے خدا کی آواز سنائی دے گی... اپنے احکام سناتے ہوئے۔ جس طرح اس جھاڑی میں آگ لگی ہوئی تھی اور وہ بھسم نہیں ہو رہی تھی۔ گولہ باری سے عربوں کے گھر جل رہے ہوتے ہیں لیکن بھسم نہیں ہوتے۔

جتنے چمتکار ہونے تھے سب ہو گئے... سوائے عصا اور کوڑھی کے سے سفید ہاتھ کے جن سے ''میں'' فلسطینیوں... سوری عربوں کو ڈراؤں گا۔

آخری چمتکار کے ہونے کا میں انتظار کروں گا کہ ان بھاگتے ہوئے کیڑوں کے لیے سرخ ساگر پھٹے اور یہ اسے بھاگ کر پار کرتے ہوں کہ سمندر کے پانی کی دیواریں دونوں طرف سے آپس میں مل جائیں۔

میرے اندر اکثر ایک شدید خواہش کا طوفان اٹھا ہے کہ تمام عربوں کے نر بچے پیدا ہوتے ہی مار دیے جائیں۔ آہستہ آہستہ ان کے مرد ختم ہو جائیں گے اور ان کی عورتیں بچے جنتے جنتے تھک جائیں گی۔

لِلی کی آواز تصویر میں سے: 'مشکل یہ ہے ایرک بے بی ہماری عورتیں اتنی اپجاؤ نہیں ہیں جتنی ان کی۔ تمھارے گھر گھر جا کر مارنے والوں کی تعداد ان کی بڑھتی ہوئی افزائش کا سامنا کر سکے گی!'

ایرک: ایک وقت آئے گا جب ان کی آج کی بچیاں، لڑکیاں خوبصورت عورتیں بن چکی ہوں گی اور

ہمارے جوانوں کے لیے راحت فراہم کرنے والے جسم بن جائیں گی۔

Hell, who am I! Pharaoh or Moses?

فرعون ہوں یا موسیٰ؟ میری خواہش وہ ہے جو فرعون کی تھی اور مجھ میں خون موشے کا ہے۔

مارگالت کی آواز تصویر میں سے: ’’No baby you have both‘‘ (تم میں دونوں کا خون ہے)

ایرک: تعجب ہے آج تصویریں بھی بول رہی ہیں۔ کیا یہ بھی کوئی چمتکار ہے جس کا ذکر Old Testament (عہد نامہ عتیق) میں نہیں ہے۔

لِلی میری وہ تصویر تمھیں یاد ہے جو ایک امریکی ہفت روزہ کے سرورق پر چھپی تھی؟

آوازیں: 'دیکھو بلڈوزر نے تصویروں سے باتیں کرنا شروع کر دیا ہے۔

Is he going insane!

ایرک: میں فیرون اعظم، جالوتِ وقت... گھوڑے پر سوار ہوں جو مجھ جیسا ہی جسیم ہے، نہ میری کھال میں ایک سلوٹ ہے نہ اس کی۔ یہ 1982ء میں لبنان پر حملے کے دور کی تصویر ہے جس نے فلسطینیوں... سوری یہاں کے عربوں کو اس طرح مختلف ملکوں میں بکھیر کر رکھ دیا، جس طرح کبھی ہم ملکوں ملکوں بکھرے ہوئے تھے۔

لِلی: 'جب امریکی صدر نے یہاں فون کیا تھا کہ اسے روکو اور ہمارے ایک بریگیڈیئر نے لڑنے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ اسے نیبو کیولرز سے دوسری طرف بچے، عورتیں اور بوڑھے نظر آرہے تھے۔'

ایرک: وہ بریگیڈیئر اور اس دور کا امریکی صدر جنگ کے خوگر کم تھے۔ اچھی طرح سے جنگجوئی کے تنور میں پک کر نہیں نکلے تھے۔ یہ دور ہوتا تو امریکا کا صدر جارج بوائے بُش مجھے اپنے سیل فون پر بار بار کہتا:

"Buck up boy, what are you waiting for, kill them once for all and the land will be yours till eternity"[1]

میں جانتا ہوں وہ ہمارا کتنا خیر خواہ ہے۔ وہ اپنی دانست میں ہمیں Armageddon میں دھکیل رہا ہے جہاں حق و باطل کا آخری معرکہ ہوگا یعنی کرسچین دنیا حق کی جنگ لڑ رہی ہوگی اور ہم وہ باطل ہوں

---

① ہمت کر یار، انتظار کس بات کا ہے۔ انھیں مار کر ختم کر پھر یہ مٹی رہتی دنیا تک تمھاری ہے۔

گے۔ ہونہہ۔ میں اس معرکے کو بھی اپنی ٹرمز پر لڑوں گا۔ آرماگیڈون واشنگٹن میں بپا ہوگا اور قیامت کی صبح وہیں دیکھنے میں آئے گی۔ And any way the scriptures are only story books to me. (مذہبی صحیفے میرے لیے کہانیوں کی کتاب کے برابر ہیں)

یوسف اب میرے بیڈ تک چل کر آیا ہے۔ اپنے پائپ کے bowl (پیالے) کو جو گرم ہے اس نے میرے پیر سے چھوایا اور ہنس پڑا۔

یوسف: 'مر چکا ہے۔ ناحق اس کے علاج پر خزانہ لٹا رہے ہیں۔ جتنا اب تک خرچ کیا ہے اتنے میں تو ایک ہسپتال بن سکتا تھا۔ امیروں، غریبوں، عربوں، اسرائیلیوں سب کے لیے مگر یہ تو ہمیں مٹانے کی سوچ رہا ہے، ہماری بہتری کے لیے کیسے سوچ سکتا ہے۔'

ابراہیم (دیریٔس میں دفن عالم دین): 'آج تک سمجھ ہی میں نہیں آیا انھیں ہم سے کیا بغض تھا۔ کیا یہ، یہ سمجھ کر آئے تھے ہم ہی بابل والے تھے اور رومن یا ہسپانیہ کے شاہی خاندان سے ہمارا تعلق ہے اور یہاں آکر بس گئے ہیں۔'

الیاس: 'ہم ستانے والے نہ سہی، یہ ضرور ستائے ہوئے تھے۔ ستانے والے نہیں ملے تو ستانے والے انھیں پیدا کرنے پڑے۔'

میکسم: 'اور یہ اعزاز ہمیں ملا۔'

ناؤمی: 'آج مجھے ایک کہاوت یاد پڑی جو ممبئی میں بچپن میں سنی تھی۔ وہ کیا ہے... کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔'

الیاس: 'اسے انگریزی میں Barking up the wrong tree کہتے ہیں۔'

بچوں کے امراض کا ماہر

زپورہ اور سیمیون نے کیا خوب کمرہ ایک دوسرے کے دل میں اترنے کے لیے پسند کیا ہے۔ اس میں جب باری ہو ڈیوٹی دونوں کو لے آتی ہے اور انعام میں تنہائی دیتی ہے۔ وہ بھی رات کی تنہائی جب دوسرے وارڈوں اور کمروں میں نرسیں نیند میں جھوم رہی ہوتی ہیں۔ اس کے لیے کیا کہوں کس کا شکر گزار ہوں۔ یہووا کا؟ نہیں۔ اس میں میرا اعتقاد نہیں ہے، بن یامین زی۔ این تھیوڈور ہرزل کا پورا چیلا ہوں...زائیونسٹ ہوں، یہودی نہیں۔ پھر یہووا کا احسان مند کیوں ہونے لگا۔

یہووا صرف ایک تصور ہے۔ اس سے بڑی حقیقت ہے انسان اور اس کا ذہن جو ہر چیز پیدا کر سکتا ہے۔ آگ اُگلنے والی توپوں سے لے کر چاند کیا، مریخ پر بیٹھ کر دشمن کو ختم کر دینے والی شعاؤں تک...

آواز: 'بلڈوزر کے ذہن میں مثال دینے کے لیے بھی کوئی امن کا سمبل نہیں ہے، شاید ماں اور سوکھے کھیتوں کو پانی پلانے والی نہر کا بھی نہیں۔'

ایرک: بکے جاؤ۔ مجھ پر تمھاری باتوں کا کوئی اثر نہیں ہے۔

حقیقت میں تھوڑا ہسپتال ایڈمنسٹریشن اور زیادہ خود زپورہ این ایل اور جو سیمیون کا احسان مند ہوں۔ وہ اگر اظہار محبّت کے لیے اس کمرے کو نہ چنتے تو زندگی اس سے زیادہ بے مزہ ہوتی جتنی اب ہے۔ دونوں رات کی ڈیوٹی میں بار بار یہاں آ کھڑے ہوتے ہیں۔ سب کو گمان ہے دونوں میرے مداح ہیں۔ اس وقت ہسپتال کے باقی سٹاف میں کسی کو یہاں کا چکر لگانے کا خیال نہیں آتا ہے اور یہ ٹھیک ہے۔ ایک سہارے سے چلنے والے دل اور مشین کی مدد سے کام کرتے ہوئے پھیپھڑوں کو اور کیا

ضرورت ہوسکتی ہے۔ پیٹ کا پھولنا، پیشاب کا رک جانا، دل کا چلتے چلتے گڑبڑا جانا... میری زندگی ان سب اڑنگوں کو پھلانگ چکی ہے۔ اب میں اتنا ہی زندہ ہوں اور اتنا ہی پائیدار جتنا ایک روبوٹ۔ اب جو اڑنگا آئے گا وہ شاید میری آخری بار موت ہوگی۔

سوچتا ہوں میں کون ہوں۔ تسلیم کرتا ہوں زائیونسٹ تو ہوں لیکن یہودی نہیں۔ زائیون کو مکمل کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں بس آلِ یعقوب بسیں اور یکسوئی سے یہووا کی عبادت کریں، زبور پڑھیں۔ توریت اور تالمود پڑھیں لیکن کیا جب وہ دن میری زندگی میں آجائے گا تو میں اسرائیل کو چھوڑ کر چلا جاؤں گا؟

آواز: You are an unbecoming mass of muscles and fat (تم ایک بدہیئت گوشت اور چربی کے تودے ہو)

ایرک: کبھی مجھے خیال آتا ہے میں فیریسی (Pharisee) ہوں یہودیت کی روح کو تسلیم نہ کرنے والا لیکن اس کے پیراہن کا پجاری۔ مجھے عزیز ہیں اپنی رسوم اور تیوہار اور جو کچھ تیوہار کے دن بنتا ہے... جیسے ہنوکا (Hanukkah) کی نوشمعیں اور آلو کے چپاتی کیک۔ ان شمعوں کی پھڑ پھڑاتی لو مجھ پر جیسے جادو کر دیتی ہیں لیکن اس سے زیادہ تو میں سدّوسی (Sadducee) ہوں۔ مرنے کے بعد دوبارہ جلایا جاؤں گا اس کو میرا دماغ تسلیم نہیں کرتا ہے۔ ہم اور ہماری موجودہ نسل دورِ جہالت سے نکل آئے ہیں۔ ہم عقل پرست ہیں۔ رہے رسم و رواج، وہ اپنی پہچان قائم رکھنے کے لیے ہیں۔

اور میرا ایسین (Essene) ہونا؟ ہرگز نہیں۔ نہ میں سنیاس لینا چاہتا ہوں نہ جیون برہمہ چاریہ۔ کمیونزم جیسے کسی بھی سسٹم کا میں دشمن ہوں۔ کمیونزم کے سدِباب کے لیے مغرب نے اسرائیل کی پشت پر ہاتھ رکھا ہے۔ دوسری نیت مغرب کی ہمیں مشرقِ وسطیٰ پر داروغہ بنا کر لا بٹھانے کی اس کا تیل ہے۔ ہم دونوں فرائض ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔

میں ایسین کیسے ہوسکتا ہوں۔ شادی کی مخالفت کیسی میں تو اس کی بہتات کا دل سے قائل ہوں۔ سب شادی کریں بار بار کریں، جب ایک سے دل بھر جائے دوسری کریں۔

('اور پہلی کو مار دینے سے بھی گریز نہ کریں۔ ہیں؟ بلڈوزر؟')

آرن: پرانا عالم، عبادت گزار، فلسطینی یہودی: 'تم سیمیریٹن (Samaritan) ہو ایریئل شیرون۔ تمھاری اپنی علیحدہ توریت ہے۔ تمام یہود سے نفرت، صرف اپنے اعتقاد کو ایمان ماننے والے۔'

ایلیزار (پرانا زائیون کا مخالف یہودی): 'واہ کیا بات کہی ہے اور کیا یاد دلایا ہے۔ مسلمانوں میں بھی ایسوں کی کمی نہیں ہے اپنے سوا سب کو کافر قرار دینے والے۔ کتاب سے زیادہ روایت پرست۔ کیوں نہیں سارے مذہبوں کے سیمیر یٹن ایک ہو جاتے ہیں۔ کچھ تو ان میں مشترک ہے۔'

ایرک: Good idea، میں اٹھ کھڑا ہوں تو اس پر کام کروں گا، منکروں کی اقوامِ متحدہ (United Nations of Atheists- UNA)

زِپ اور جو کی پچھلی زندگی کے بارے میں وزارتِ صحت کو وہ سب کچھ راز داری میں بتایا جا چکا ہے جو بتایا جانا چاہیے تھا۔ اس کلیرینس کے بعد یہاں، اس یونٹ میں بھیجے گئے ہیں۔

نہ زپورہ ملنے والوں کو اپنا نام زپورہ این ایل بتاتی ہے (Zipporah the Nameless) اور اس کے توڑ پر پہلی بار جو نے یہیں اس کمرے میں، اپنا نام بتایا تھا Joe Simion the-TM

زپورہ کے باپ کا نام موسیٰ تھا... موزیز۔ نام کا دوسرا حصہ پیدائش سے 1950ء تک کچھ اور تھا پھر اپسٹین کر دیا گیا۔ Moshe Epstein

آواز: 'کس آسانی سے اس کا عرب ماضی ختم کر دیا گیا لیکن اس نے یہ دوسرا نام کبھی نہیں اپنایا۔ نہ زپورہ نے اور سرکاری ضرورت چھوڑ کر آج تک وہ اپنا نام ''زپورہ بے نام'' بتلاتی ہے۔

پوچھنے پر کیوں بے نام ہو اس کا جواب ہوتا ہے ''جیسے 1948ء سے پہلے یہ ملک بے نام کہا جاتا ہے۔''

اس پر اس کے ملنے والے جی کھول کر ہنستے ہیں اور کچھ کہتے ہیں ہمیں بھی اپنے ناموں کی تراش خراش کرنی چاہیے... ناخنوں کی طرح بڑھ گئے ہیں۔

یوسف: 'میں اس کے باپ کو جانتا تھا۔ یہیں پیدا ہوا تھا یہیں مرا۔ اچھا اپنے دین پر قائم آدمی تھا۔ جیسا ماں باپ نے اٹھایا تھا مرتے دم تک ویسا ہی رہا۔ سر پر کپا رکھتا تھا... اپنے لوگوں کی ٹوپی، شراب نہیں پیتا تھا۔ نہ وہ گوشت کھاتا تھا جسے ذبح نہ کیا گیا ہو۔ آنتوں اور کوہان کی چربی، کلیجی، تلی، ہڈیوں کی مینگ کو کہتا تھا ''ہمارے لیے حرام ہیں۔'' اس کا کہنا تھا: ''جو تمھارے مذہب میں منع ہے وہ تمھارے لیے حرام ہے، جو میرے مذہب میں منع ہے وہ میرے لیے حرام ہے۔ سؤر کے گوشت پر تمھارا اور ہمارا ایک ہی عقیدہ ہے لیکن یہ یورپ سے آنے والے گرل جائے تو ایک بوٹی نجس کی نہیں چھوڑتے ہیں۔ نہ بلیک بڈنگ نہ بلڈ کیک... ہر وہ چیز جس میں خون چھپا ہو۔''

'اس میں اور مجھ میں 1948ء سے پہلے کے فلسطین پر گھنٹوں باتیں ہوتی تھیں۔ لوگ ایک

دوسرے سے نہ اس کا مذہب پوچھتے تھے نہ رنگ دیکھ کر گھلتے ملتے تھے۔ جہاں ہم بیٹھتے تھے کالے، گورے، بادامی، پیلے سب ہی ہوتے تھے۔ جو گاؤں جہاں تھا وہیں رہتا تھا، یہ نہیں کہ آج ہے کل اس کا پتا تک نہیں۔'

الیاس: جو حشر لِدّا کا 1948ء میں ہوا تھا... کامریڈ جارج حبش کا شہر۔ ڈھائی سو چھوٹے بڑے مندر، گرجا سب آج تھے، کل ختم۔'

یوسف: 'اکثر آخر میں موسیٰ اٹھتے ہوئے اپنی بات اس پر ختم کرتا تھا: وہ امن کا دور برطانیہ کی سازش سے اچانک غائب ہو گیا۔ جن کا ملک تھا ان سے پوچھا تک نہیں اور یورپ سے آنے والوں کو آدھے سے زیادہ بخش دیا۔ اگر برطانیہ یہودیوں کا ایسا ہی خیر خواہ تھا تو ہم یہاں بسنے والے یہودیوں سے تو پوچھ لیا ہوتا کہ ''ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جانے پر راضی ہو؟''

ایرک: جارج حبش، اس کا نام لے کر اس عیسائی جرنلسٹ نے میرا موڈ بگاڑ دیا۔ تھا وہ کون! اس جیسے ہم نے ہزاروں موت کے گھاٹ اتار دیے۔ اس جیسا دوبارہ اس زمین پر کوئی عورت نہیں جنے گی۔ ہم نے دکھا دیا کہ جارج حبش جیسے کو زندگی کا آخری علاج پیرس تک دینے کو تیار نہیں ہوگا۔ We rule the west۔

1948ء میں جب ہم ازرے ائیل کو جَنوا رہے تھے اور لود (لِدّا) پر حملہ کیا تھا جارج کو شہر بدر ہونے کا حکم دینا ہمارے ملٹری پلان کی بھاری غلطی تھی۔ حقیقت یہ ہے پلان کوئی تھا ہی نہیں۔ ہم خود کیا تھے، ایک جتھا۔ فوج تو بعد میں بنی۔ ہم سے کہا گیا: ان عربوں سے شہر خالی کرالو، ہم نے خالی کرالیا۔ اس میں ہمیں 250 سے زیادہ کو موت کے دریا کو پار کرانا پڑا۔ جارج حبش کا بھی جتھا تھا جو فلسطین... سوری ازرے ائیل... کے ازرے ائیل بننے کے خلاف کام کر رہا تھا۔ میرا مطلب ہے اس زمین کے ازرے ائیل بنائے جانے کے خلاف لیکن بغیر کسی ملٹری ٹریننگ کے۔ ہماری ٹریننگ میں سینڈھرسٹ کے دماغوں کا ہاتھ تھا۔

مگر اتنا ماننا پڑتا ہے عربوں میں اگر کوئی ہماری ٹکر کا لیڈر تھا تو یہ بچوں کی بیماریوں کا ماہر۔ پیڈیاٹریشن جارج (paediatrician George) مہلک دشمن تھا۔ میں اس سے اپنے بچوں کا علاج کرانے پر راضی ہو جاتا کیونکہ اعلیٰ ظرف اور اصول کا انسان تھا۔ وہ انھیں زہر نہیں دیتا لیکن مجھ کو پا جاتا تو... اس میں شک ہے کیا کرتا۔

یوسف: 'سڑک کے کتے مارنے کی دوا کا انجکشن لگاتا تو بھی تھوڑا تھا۔ آخر تم یہاں آئے کیوں تھے؟ بِن بلائے۔'

میکسم جیبی: 'بن بلائے نہیں یا عمّ۔ خود کو بلانے پر آئے ہیں۔'

الیاس: 'زائیون بنانے۔ ایک نیا ملک بنانے، عبادت کرنے والوں کے لیے جس میں خود نہیں رہنا چاہیں گے کیونکہ رہیں گے تو حباران سے بھی عبادت کرائیں گے۔'

رات بھی موت نہیں آئی اور اینیستھیز یا کا اثر ختم ہونے پر ابھی چوتھائی رات پڑی تھی کہ آنکھ کھل گئی۔ باہر سیاہ آسمان نظر آ رہا تھا اور اس میں تارے۔ صاف ہوا ہو گی تب ہی نا۔ رات کی باتوں کی وجہ سے لگ رہا تھا کہ میں کبھی کچھ نہیں تھا۔ بے کار جیا اور اگر بچا بھی لیا گیا تو اردن کے مغربی کنارے، یروشلم اور غزہ کو غیر یہود سے خالی کرانے کے بعد کیا کروں گا، وہی تو ہم سب کا زندگی کا واحد مقصد ہے۔ اس کے بعد یہاں کیا کریں گے؟

دشت شور، دشت فاران کا ذخیرہ

4 جنوری 2006ء میرے ذہن میں رہ جانے والی وہ تاریخ ہے، اور آلِ یعقوب کے بھی ('اوہ۔ یہ کب سے آلِ یعقوب میں خود کو شمار کرنے لگا۔')

جس دن میرے دماغ میں دھماکا ہوا تھا... دوسری بار۔ پہلی دفعہ کا دھماکا ہلکا تھا: بس ایک طرف کے دھڑ میں ہلکی سی کمزوری اور بولنے میں تکلف۔ وہ بھی عارضی۔ پہلا دھماکا اتنا ہلکا تھا جتنی شاٹ گن کے چلنے کی آواز، نہیں بلکہ ایئر گن چلنے کی۔ دوسرا؟ جیسے ہمارے ایٹم بموں کے ذخیرے میں سے ایک خود بخود پھٹ گیا ہو۔ ہمارا ایٹم بم کا ذخیرہ ہمارے مغربی اہالی موالی جانتے ہیں کہ 'ہے' کیونکہ اس کے لیے یورینیم انھوں نے ہی فراہم کیا تھا لیکن انھوں نے اس کے ہونے کے راز کو راز ہی رکھا۔ اس راز کو فاش کیا بھی تو کس نے، ایک ہمارے اپنے نے۔ ہمارا اپنا کامل احمق مخبر وانونو مور دیچائی (Vanunu Mordechai) ازرے ائیلی نیوکلیئر ٹیکنیشین جس کی وہاں دِمونا میں ڈیوٹی تھی۔ بچّہ نہیں تھا۔ بتیس (32) سال کا گرگ باراں دیدہ تھا لیکن تھا مشرقیون یہود میں سے۔ 14 اکتوبر 1954ء کو مراکش میں پیدا ہوا تھا۔ ہم اسے ازرے ائیل لائے۔ بن گوریان یونیورسٹی دشتِ نقب... بائبل کا دشت شور یا دشت فاران... بائبل کو یا تو سرے سے ختم کر دیا جائے یا ایڈٹ کی جانی چاہیے کیونکہ اس میں فلسطین کا جگہ جگہ ذکر ہے... وہاں اس کی تعلیم ہوئی اور اس کے دماغ میں خناس سمایا کہ ازرے ائیل کو مذہب سے بے تعلق ملک ہونا چاہیے اور دنیا کو ایٹمی ہتھیاروں سے تہی۔

اس کتّے کے پلّے نے ایٹم بموں کو گنا جیسے تربوزوں کو گن رہا ہو اور اس انکشاف کو راز کی طرح

سینے میں چھپائے لندن پہنچ گیا لیکن وائے اس کی قسمت جس اخبار کو وہ خبر بیچنے گیا تھا اس نے باتوں میں لگا کر اسے ہمارے حوالے کر دیا۔

دیر یسن کے ایک مرنے والے کی آواز: 'خبر بیچنے نہیں، بے خبر دنیا کو آگاہ کرنے: ''اٹھو تمھارے سر پر موت منڈلا رہی ہے۔ نام نہاد ازرے ائیل 250 سے زیادہ ایٹم بم رکھنے والی قوت دنیا کی سب سے زیادہ غیر ذمے دار قوت ہے جو اپنی نسل کی بقا کے لیے دنیا بھر کی نسلوں کو مٹا دینے سے بھی نہیں چوکے گی۔''

ایرک: میں سمجھ رہا تھا اس وقت کمرے میں میں اکیلا ہوں، سنانے والے یہاں بھی پہنچ گئے۔ تو وہ بھی سن لیں اور آگاہ رہیں ہمارا جاسوسی کا جال کہاں تک نہیں پھیلا ہوا ہے۔ کہنے کو برطانوی پریس آزاد ہے لیکن اتنا آزاد جتنی آزادی ہمارے ایجنٹ دیں۔ سنڈے ٹائمز نے خاموشی سے وانونو کو ہمارے حوالے کر دیا۔

اتنا ہی نہیں ازرے ائیل کی جیل میں پہنچ کر اس نے اپنی وفاداری موسیٰ سے یسوع کو بدل دی۔ Turncoat، دشمن سے جا ملنے والا منافق۔

آوازیں: 'روشموئیل اور دی وورا کے سپوت رو۔ اٹھتر سال کے لامذہب ہپوپوٹیمس کے گالوں پر وانونو کی مذہبی عذاری کے غم میں بہتے ہوئے آنسو بڑے سجیں گے۔'

ایرک: میں کیوں روؤں، وانونو عیسائی بن گیا لیکن امریکا نہیں پہنچ سکا۔ نہ ہمارے ایٹم بموں پر پابندی لگنے کا سوال کبھی پیدا ہوا نہ ہم پر تعزیری پابندیاں (sanctions) عائد کرنے کا سوال کہیں اٹھا۔ یہ کہلاتی ہے حاکمیت، جو دماغ کے زور پر ہے، مَسل پاور پر نہیں۔

اگر ازرے ائیل مان بھی لے اس کے پاس ایٹم بم ہیں تو پھر بھی امریکا کہے گا ''نہیں ہیں۔''

یاد رہے جان ایف کینیڈی کی موت؟ 1963ء میں وہ دیمونا کو کرید رہا تھا کہ وہاں کیا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں کرید پایا۔

رہی ہمارے ایٹم بموں پر پابندی... امریکا اسے ویٹو کر دے گا۔

الیاس: 'امریکا اور روس کے پسندیدہ کھیل کا لطف دل ہی دل میں لے رہا ہے۔ اس کے ٹورنامنٹ نہیں ہوتے ہیں، نہ اولمپکس میں اس کا ذکر سنا جاتا ہے۔ کمزور دنیا اسے دیکھ نہیں سکتی ہے۔ صرف سکور سن اور پڑھ سکتی ہے۔'

میکسم حبیبی: 'ہوسکتا ہے طاقتور ملکوں میں بیویوں کو بھی ویٹو کر کے گھر سے نکال دیتے ہوں۔'

ھند: 'وہ ویٹو ہر ملک میں رائج ہے جہاں بیوی سے چھٹکارا ممکن نہ ہو اور دہلیز پر کھڑی دوسری عورت پیچھا چھوڑنے کو تیار نہ ہو۔'

ایرک: میں اس کے لیے لِلی کو بھی ویٹو کر سکتا تھا۔

اس دوسرے دھماکے نے جو چار جنوری کو میری کھوپڑی میں ہوا تھا مجھے جو ہسپتال کے بیڈ پر لٹایا ہے تو آج تک اٹھ نہیں سکا ہوں۔ کبھی آپریشن ٹیبل پر ہوتا ہوں کبھی سٹریچر ٹرولی پر اور ہیر پھیر کر بیڈ پر۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے میں نہیں جانتا۔ کس مصلحت کی بنا پر مجھے زندہ رکھا جا رہا ہے میں نہیں جانتا۔ یہوواکو نیچا دکھانے کے لیے؟ کہ موت جب آئے گی جب ہم چاہیں گے۔

یہودی دماغ سے بڑھ کر کوئی دماغ نہ پیچیدہ ہوتا ہے نہ سازش کرنے اور اسے چھپائے رکھنے میں ماہر۔

یہودی دماغ وہ بھول بھلیاں ہے جس میں جا کر کوئی راز باہر نہیں نکالا جا سکتا ہے۔

یوسف (ایرک کے چہرے پر پائپ کا دھواں چھوڑتے ہوئے): 'تاوقتیکہ بھول بھلیاں کا مالک خود ہی ہاتھ پکڑ کر اسے لائے۔'

زیورہ: 'جو! ایرک کے نتھنے ہل رہے ہیں۔ جیسے اس کی ناک میں کوئی خاص بُو آئی ہو۔'

ڈاکٹر جو سیمیون: 'خون کی بُو ہوگی، یا بارود کی۔ کوئی خوشبو کا اس کی ناک میں گزر کہاں!'

ایرک: یہودی دماغ قدرت کا وہ عجوبہ ہے جس کے گن عیسائی، مسلمان، ہندو آج سب گاتے ہیں۔

کوئی بات ہو نکتہ چینی کی جس میں ہم پر زد پڑتی ہو فوراً نوبیل پرائز اور آسکر بیچ میں آ جاتے ہیں۔

ہماری آبادی کتنی ہے اور کتنے نوبیل اور آسکر یہودیوں نے لیے ہیں، خبر ہے؟

آواز: 'رائن لینڈ سے ابھرنے والوں نے، کہنا زیادہ درست ہوگا۔'

ممبئی کی نرس ناؤمی: 'اور اس کے لیے کتنے پاپڑ ہر ایک کو بیلنے پڑے۔'

'What`s that, What`s that': (وہ کیا ہوتا ہے؟)

زیورہ: 'ایرک بے چین نظر آتا ہے۔'

میکسم جیبی: 'ہولوکاسٹ پر فلم بناؤ... اگلا آسکر تمھارا ہوگا۔ میں بھی سوچ رہا ہوں ایک سکرین پلے روسی پوگرام پر ہو جائے۔ اوشیوتز، تریبلنکا وغیرہ پر کتنے ہی ناول لکھے گئے ہیں۔ فلمیں بن چکی ہیں، روس کی حکومت کے حکم پر برپا کیے جانے والے پوگرام کی بات اور ہی ہوگی۔ الیاس یوجینیا

(Eugenia) مین رول کے لیے کیسی رہے گی۔'
الیاس: 'تمھارے ذہن میں اس کا پیٹ چیر کر بلّی کے بچے اندر رکھنے کا سین تو نہیں ہے۔'
حبیبی: 'ہے'
الیاس: 'یہ تم نے نام سے پہلے میکسم کیا لگا رکھا ہے؟ میکسم نہ مسلم نام ہے نہ عرب۔ وہ تمھارا نام سن کر بدک جاتی ہے کہ رشین ہے۔'
میکسم حبیبی: 'یہی سوال ٹیم کے ایک ممبر نے کیا تھا جب میں 'Rape in Okinawa' بنا رہا تھا ''تمھارا پہلا نام میکسم کیوں ہے؟ میکس نہ اسم ہے نہ عربی لفظ'' اور میں نے کہا تھا ''یہ دم چھلا سکول کے دنوں سے میرے نام کے ساتھ لگا ہے جب میں حقیقت پسندانہ عام لوگوں کی زندگی اپنی فکشن میں لے آیا تو سب نے مجھے Maxim Gorky کہنا شروع کر دیا اور پھر اس کے مخفف میکس پر آ گئے۔'' سو میں نے کہا: ''کیوں نا یہی میرا پہلا نام ہو جائے۔''

کبھی کبھی مجھے خود پر، اپنی قوم پر تعجب ہوتا ہے آخر ہم کون ہیں؟ سارے عالم سے مختلف اور خود کو مختلف رکھنے پر مُصر۔ ایک اقلیت؟ انھ ہونہہ۔ اقلیتیں کتنی ہی ہیں... پارسی، سکھ، بہائی بلکہ ہر مذہبی اقلیت مذہبی اکثریت والے ملک میں اور جہاں دو تین قومیں تعداد کی کم و بیش برابری میں ہیں ان سب میں فسادات بھی ہوتے ہیں اور آپس میں شادی بیاہ بھی لیکن کسی اقلیت یا اقلیت جیسی قوم کا یہ دعویٰ نہ ہوا کہ ہم ایک persecuted race ہیں؟ مظلوم اذیت زدہ قوم۔

قتل عام ہوتے ہیں اور پھر کچھ دن بعد اذیت رساں اور اذیت زدہ ایک ہو جاتے ہیں۔ شاید یہ صحیح ہے کہ انسان غول پسند جانور ہے۔ ایک دوسرے میں ضم ہوئے بغیر نہیں جی سکتا ہے۔
میکسم حبیبی: 'نہ بغیر ایک دوسرے پر خونخیائے۔'
یوسف: 'اتنی بات مجھ موٹی عقل والے کی سمجھ میں بھی آتی ہے۔ تعجب ہے اس خود کو سب سے افضل سمجھنے والی قوم کے نہیں۔'
ھند: 'درست فرمایا یا عمّی۔ ہوسکتا ہے تندرست ہونے پر، اور اس میں مجھے تامل ہے، یہ لاش کبھی ٹھیک ہو گی بھی یا نہیں، یہ غور کرے پوری جرمن قوم جو شاید دنیا کی سب سے زیادہ تعلیم یافتہ قوم تھی یکا یک کیوں وہاں بسنے والے یہود کی دشمن ہو گئی تھی۔ کبھی تو ان کا کوئی فلسطینی، مفکر کہے اس میں یہ یہ ہماری غلطی تھی۔ انھیں پاگل کتے نے نہیں کاٹا تھا۔'

الیاس: 'ان کی عادات یا حبیبی ان کی عادات۔ اپنی بنیاد میں یہ زائیونسٹ سابقہ اشک نازی تجارت پیشہ ہیں، تاجر اور پولینڈ وغیرہ میں عورت کو بھی تجارت کی شے سمجھتے تھے۔ عام یہودیوں کی نسبت عورت کی آمدنی پر جینے والے یہ ڈ گنے تھے۔

ایرک: The bastards are talking of souteneurs کس قوم میں عورت کو بازار میں لا بٹھانے والے مرد نہیں ہیں۔ صرف یہ کہ تجارت کے ماہر ہونے کی بنا پر ہماروں نے یہی کام بہتر پلاننگ کے ساتھ کیا۔ جو بازار کے رموز جانتا تھا اس کے لیے وہ سب کچھ تھا جو بازار میں تھا۔'

الیاس: 'مالٹا میں ایک کے پاس رولس رائس بھی تھی۔ عورت کا بیوپاری تھا۔'

میں اقلیتوں کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ یہ ستانے والے آ گئے۔ واقعی یہ کتنی عجیب بات ہے کہ کمزور قومیں، وہ اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں، ستائی جاتی ہیں مگر ان میں سے کوئی ہمہ وقت بلبلاتی نہیں ہے کہ ہمیں ختم کیا جارہا ہے۔ ستم جھیلنے کا ضبط ان میں ہے ہم میں شاید نہیں۔

پارسی، سکھ، دروز دنیا کے لیے معمّا نہیں ہیں۔ ہم ان سے مختلف ہیں۔ کیوں؟ لیکن میں سڑک کوٹنے کا انجن، عربوں کی بلڈنگیں ڈھانے والا بلڈوزر، گا بھن سانڈ جو بھی رقیب پیٹھ پیچھے مجھے کہیں اس معمّے کو کھولنے کی کوشش کیوں کروں۔ ہمارا دنیا کے لیے معمّا رہنا ہی اچھا ہے۔ اسی میں ہماری بڑائی ہے:

دبدبہ We are a piece of art

آواز: 'Abstract art'

ملبا

آج میرے برابر کے جگ میں صاف پانی ہے...جن (gin) جیسا صاف پانی۔ کاش مجھے واقعی میں جن دی جاتی، پانی اور ڈیکسٹروز اور سیلین (Dextrose & Saline) کی جگہ جن، ناک سے معدے میں اُترنے والی ٹیوب کے ذریعے۔ Preference کیا پسند ہے کیا ناپسند، خواہش، نشے کا لطف، ذائقہ یہ بھی ان احساسات میں سے ہیں جنھیں دماغ کی ایکٹیوٹی (activity) ریکارڈ کرنے والی مشین نہیں ظاہر کرسکتی ہے اور میں یہ کیسے ہسپتال والوں کو بتا سکتا ہوں کہ مجھے کس وقت کس لطف کی ضرورت ہے۔ ان کے نزدیک میری ہستی، اگر اسے ہستی کہا جاسکتا ہے، بس اتنی ہے بانہہ اٹھا کر اسے گرنے دیا۔ ایک انگلی وہاں رکھی جہاں پہلے کبھی نبض تھی اور ایک نظر ان مبہم سیاہ دھاگے جیسی لکیروں پر ڈالی جو مشین دن رات کاغذ کی پرتوں کی پرتوں پر کاتے چلی جارہی ہے اور اسے ڈیوٹی روم میں لے جاکر مجھ پر کانفرنس کرنے بیٹھ گئے۔

میں زندہ نہیں رہنا چاہتا ہوں۔ یہ مجھے میری مرضی کے خلاف زندہ رکھ رہے ہیں۔ یہ بھی ہمارے دشمنوں پر دھاک بٹھانے کی بات ہے کہ دیکھو زندگی تو زندگی، موت کو آنے سے روک دینا بھی ہمارے اختیار میں ہے۔ اگر لِلی زندہ ہوتی یعنی چھ سات سال اور زندہ رہ جاتی تو مجھے یقین ہے میرے لیے یوتھینیز یا کے نہ روکے جانے والی درخواست دیتی، اس کے بعد میرے راکھ بنائے جانے کی۔

میں نہیں چاہتا اس زمین میں آئندہ آنے والے فاتحین میری قبر کو تاراج کریں اور ہڈیاں اور دانت نکال کر اِدھر اُدھر پھینکیں، یا ان کے سپاہی میری خاک پر چلیں اور بغیر دیکھے میری ہڈیاں کچلتے رہیں۔ میں جانتا ہوں کبھی نہ کبھی، زُود یا بدیر، ایسا ہی ہوگا۔ ہم خود اس زمین سے یہی سلوک کرتے آئے ہیں۔

آواز: 'اب اس کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔'

ایرک: اس سے پہلے کہ یہ آوازیں میرے دماغ پر قبضہ کرلیں کچھ دیر گزرے ہوئے دنوں کے خیالوں سے اپنا جی بہلالوں۔

آواز: 'بہلالو۔مگر جی بہلانا بھی ان tracings لکیروں میں نہیں آئے گا۔'

ایرک: لِلی کے ساتھ گزرے ہوئے 37 سال اس وقت میرے ساتھی ہیں۔حقیقت میں وہ میری بیوی تھی مارگالت نہیں۔

آواز: 'اسی لیے اسے تم نے راہ سے ہٹادیا اور قانون سے بچ بھی گئے۔'

ایرِک: اس آواز کا جواب نہ دینا ہی بہتر ہے۔

ہاں تو لِلی کے میرے جہان سے چلے جانے کے ایک سال بعد میں، 7 مارچ 2001ء کو اس ارض المیعاد کا گیارہواں وزیراعظم بنا تھا اور میرے دماغ کی شریان پھٹی تھی 4 جنوری 2006ء کو۔ یدش میں Feer yah-noo-ahr۔میری یدش ابھی تک اچھی ہے، میری پدری زبان لیکن I hate it، باسٹرڈ لینگویج۔میری زبان روسی ہے۔سال وہی ہے 2006ء۔اسی لیے کیلنڈر میرے سامنے لٹکایا گیا ہے کہ جب تک ہوش میں آؤں، مچی مچی آنکھوں سے کچھ تو میرا تعلق وقت سے رہے۔

مگر انھیں نہ تصویریں صحیح طرح ٹانگنی آتی ہیں نہ کیلنڈر۔

کیا نرسوں، ڈاکٹروں اور ہسپتال میں دوسرے کام کرنے والوں کو معلوم ہے میں دیکھ سکتا ہوں؟ کہ مجھے ستانے والوں نے میرے بند پپوٹوں کے بیچ جھری چھوڑی ہے؟ کہنے کو وہ اس لیے رکھی گئی ہے کہ آنکھیں کام کرتی رہیں، بٹھائے جانے پر ٹیلی وژن پر نظریں رہنے سے دیکھنے کا اسپیریٹس ایکٹو رہے گا، مر نہیں جائے گا لیکن حقیقت میں یہ انتظام مجھے ستانے کے لیے ہے۔میں ہی جانتا ہوں جو کچھ مجھے دکھایا جاتا ہے: مرے ہوئے لوگ کمرے میں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں اور وہ بھی جو زندہ ہیں لیکن ملک سے بھاگے ہوئے۔میرے سر کیے ہوئے معرکے جیسے مسجد ابراہیمی، صابرہ اور شتیلہ کیمپ جسے قتلِ عام کہا گیا ہے، قبیہ پر دھاوا...ان سب کی مووی مجھے دیوار پر پروجیکٹ کرکے دکھائی جاتی ہے۔ساتھ ہی کمنٹری ہوتی ہے۔بے ہوش تو ہوں لیکن مجھے سننے والا رکھا گیا ہے، سونگھ سکتا ہوں، کوئی چیز چھو جائے تو محسوس کرنے کی صلاحیت مجھ میں چھوڑی گئی ہے۔

جو خیال آئے اسے ستانے والے سنتے ہیں ایک دوسرے کو بتاتے ہیں، کبھی مجھ سے بات کرتے ہیں...اس وقت مرے ہوئے اور زندہ بات چیت میں ایک ہو جاتے ہیں۔

سوچتا ہوں یہ سلوک صرف میرے ساتھ کیا گیا ہے مجھے ایذا پہنچانے کے لیے، یا عام مرنے والے بھی اس اذیت سے گزرتے ہیں...وہ جن کی موت ابھی نہیں ہوئی ہے؟

ہوسکتا ہے جن سے زندگی میں بدلا نہ لے سکتے ہوں ان سے بظاہر مرنے کے بعد یہ طریقۂ انتقام ہو، ساری دنیا میں۔

میں سوتا جا رہا تھا کہ کسی عرب کے جبّے کے چہرے کو چھوتے ہوئے جانے نے مجھے چونکا دیا۔ کمرے میں عجیب سی بُو ہے۔ آخر وہ کون تھا جو سر کی طرف سے آیا، بائیں طرف میرے بیڈ کے ساتھ آہستہ آہستہ چلا، اپنی آستین میرے چہرے پر سے گزارتا ہوا۔ یہاں کیسے آیا؟

میں سامنے کی دیوار پر جہاں پہلے میری سب سے بڑی دولت للی کی تصویر تھی خود کو دیکھ رہا ہوں۔ واٹ نان سینس۔ وہ گزر گیا اور اپنے پیچھے خون اور نہ نہانے والے جسموں کی بُو چھوڑ گیا ہے۔

کیا وہ اس دکان اور مکان کا مالک تھا جو اب میرے سامنے گری پڑی ہے؟ مکان کے ملبے پر ایک عرب لڑکی سکول بیگ پیٹھ پر لادے بیٹھی ہے۔ یہ سین مجھے کتنی ہی بار دکھایا گیا ہے۔

آواز: 'بچی سکول سے اپنے اس گھر لوٹی ہے جو صبح تک تھا'

ایرک: سکول واپس کیوں نہیں لوٹ جاتی؟

آواز: 'اس کے ملبے سے بھاگ کر یہاں آئی تھی'

ایرک: للی مارگالت تم دوسری دنیا میں ہو، چھپے ہوئے راز جانتی ہوگی۔ کیا مجھے بتا سکتی ہو وہ لڑکی کیا سوچ رہی ہے؟ دہشت گرد تو نہیں بن جائے گی؟

مارگالت: 'شش۔ لمبی ناک ناراض ہوگی'

ایرک: 'گولڈا؟'

مارگالت: 'یس ڈیئر'

میکسم جیبی: 'اس کے چہرے پر تو اتنا کچھ لکھا ہے کہ نگاہ نہ ہٹاؤ اور پڑھتے چلے جاؤ'

''اب؟ اب کیا کروں؟

چلّاؤں؟ آواز کہاں تک جائے گی۔''

'بھوک، پیاس اور تھکن کو بھولی بیٹھی ہے۔'

راستے ہی نہیں بچے ہیں جو گھر لے جاتے۔

یا سکول واپس پہنچاتے
کس کس ادا پر حیران ہے دنیا کی۔
وہاں تنہا بیٹھی۔

ایرک: میرے ذہن میں اس کے لیے مطلق ہمدردی نہیں ہے۔ آج کی بمباری کے جواب میں کل یہ بھی ان میں ہوگی جو ازرے ائیلی سپاہیوں اور ملٹری گاڑیوں پر پتھر پھینکتے ہیں۔
انھیں یہ ملک چھوڑنا ہوگا۔

جوئیں

میرا خیال ہے مجھے رات ہپنوٹک نہیں دیا گیا تھا اور میں تھک کر سویا تھا، لیکن مجھے یقین ہے ای ای جی نے دکھایا ہوگا کہ اس کھوپڑی کے اندر بسنے والا دماغ کام کر رہا ہے۔ قدرتی نیند کے بعد میرا وجود پُرسکون ہے۔ ہوا بھی پُرسکون ہے، اس میں نہ ڈھول ہے نہ شور۔ مجھے اس کمرے کا مختصر سا ماحول آج اچھا لگ رہا ہے۔ لگتا ہے میں خود سانس لے رہا ہوں... مشین سانس نہیں لوا رہی ہے۔

سامنے کیلنڈر ہے، ٹیڑھا ٹنگا ہے۔ اس پر بچے کی جو تصویر ہے وہ ازرے ائیل کے ایک بیٹے کی تصویر ہے: One of Jacob`s progenies... لیکن عراق یا مصر کی کسی گلی میں نالی کے کنارے پتّھروں اور ٹھیکروں سے کھیلتا ہوا نہیں۔ اس کے گال ہمارے سیب کی طرح ہیں۔ بال بُھٹے کے بالوں کی طرح سنہری۔ An Ashkenazi۔ اسے دیکھ کر خیال آتا ہے یہی ہمارا مستقبل تھا جس کے لیے ہٹلر کی جنگِ عظیم سے لے کر میرے 2006ء میں کوما[1] میں چلے جانے تک ہم نے کتنی جنگیں لڑیں۔ اس خوبصورت پھیلاؤ کو جو اَن گنت صدیوں وقت کی تاریکی میں ہم سے چھپا رہا تھا، دوبارہ دن کی روشنی میں لانے کے لیے کوئی ظلم ظلم نہیں تھا جو ہمیں نہ کرنا پڑا ہو، اس زمین پر اور دور دراز ملکوں میں جا چھپنے والے یہود کے دشمنوں کا وہاں جا کر قتل یا وہاں سے اغوا کر کے یہاں لا کر گیس چیمبر میں جھونکنا۔ کنگ ڈیوڈ ہوٹل کا بارود سے اڑانا اور اس کے ساتھ اقوامِ متحدہ کے امن قائم کرنے کے لیے بھیجے ہوئے کاؤنٹ فولک برناڈوٹ (Count Folke Bernadotte) کا قتل، امریکا کے جہاز کا چھے دن کی جنگ

---

① بے ہوشی

میں ڈبونا جو ہماری حفاظت کے لیے بھیجا گیا تھا اور امریکی لڑکی ریچل کوری کو ہمارے فلسطینیوں کے گھر ڈھانے والے بلڈوزر کا جانتے بوجھتے کچل دینا سب ہماری جدوجہد کا حصہ تھا جس کا ہمیں شمار برابر تاسف نہیں ہوا کیونکہ ظلم کرنا بھی ایک طریقۂ حرب ہے۔ رہا وہ امریکی جہاز اور رہی وہ امریکی لڑکی ان دو کے لیے امریکا نے نہ ہمیں سزا دی نہ ہم سے تاوان لیا۔

ہمارا کسی بھی ملک یا فرد پر یہود کا مخالف (anti-Semite) کی فردِ جرم عائد کرنا جو ہمیں تھیوڈر ہرزل کی ودیعت ہے اس سے کہیں زیادہ کارآمد ہے جو ہٹلر کے پیچھے چلنے والوں پر فاشزم کے نام سے لگائی تھی۔ فاشزم وقتی چیز تھی، ہوئی اور ختم ہوگئی اینٹی سیمائٹ کا الزام الزام نہیں ہے جرم ہے۔ ہم نے اپنی ذہانت سے ہولوکاسٹ کے جھٹلانے والوں کو مغربی ممالک میں قابلِ سزا جرم کا مرتکب ٹھہروایا۔

ہم پر ظلم بھی مغربی ممالک نے کیے تھے اب وہ اتنے نادم ہیں کہ ہم اگر اپنی اور ازرے ائیل کی بقا کے لیے کچھ بھی کرتے ہیں تو انھیں اسے نظر انداز کرتے ہی بن پڑتی ہے۔ اس میں ان کی صرف ہمدردی ہی کام نہیں کرتی ہے ہمارا سرمائے کا کنٹرول اس ہمدردی کو زندہ رکھتا ہے۔ جنگجوئی اور پچھتاوا دو بے میل چیزیں ہیں۔ یہ کمزوری اگر ہم میں ہوتی تو کب کے روس لوٹ گئے ہوتے کہ اس ارضِ مقدس میں جینے کے لیے ہر حربے سے کام لینا پڑتا ہے... جائز اور ناجائز، کوشر اور ناکوشر میں فرق نہیں رہتا ہے۔

ہماری لومڑیوں کا دشت میں عرب خرگوشوں کا پیچھا کرنا ایک مزاحیہ کھیل ہے جس کا ہمارے حمایتی ممالک بھی لطف اٹھاتے ہیں۔

تاریخ دان جو بھی کہتے ہوں حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی کی دو بڑی جنگوں نے ہمیں محکوموں سے حاکم بنا دیا... اتنی چھوٹی مملکت دنیا کی جنگی قوتوں کے درمیان سر جھکا کر نہیں بیٹھتی ہے، اس فخر کے ساتھ کہ ہماری حیثیت وہ ہے کہ اگر ہم اپنی ساری فوج کو بے ہتھیار کر دیں تو بھی ہمیں کسی کی جارحیت کا خطرہ نہیں ہوگا۔ جو ہمارے اردگرد بیٹھے ہیں وہ ہمارے دفاع کو اپنا دفاع سمجھیں گے۔

میرا دل اس آسٹریلین کو سیلوٹ کرتا ہے جس نے مسجد اقصیٰ میں صلادین کے pulpit (منبر) کو جلایا تھا، وہ سیڑھیوں والا سٹینڈ جس پر کھڑا ہو کر صلوٰۃ کا لیڈر صلوٰۃ سے پہلے لیکچر دیتا ہے۔ میری یادداشت بہت اچھی ہے۔ 21 اگست 1969ء کو اس یہودی نے یہ جرأت مندی کا کام کیا تھا... نام تھا اس کا ڈینس مائیکل روھان۔

آواز: 'اور اسے بری کر کے مینٹل ہاسپٹل بھیج دیا گیا تھا کہ خود کو یہووا کا پیغامبر سمجھتا ہے اور یہ کام اس سے خدا ہی نے لیا تھا۔ ویل ڈن بوائے۔

ایرک: آ گئیں۔ تمھارا ہی انتظار تھا۔ تم بول لو میں چپ ہوا جاتا ہوں۔

جو عرب زائیون میں بچ رہے ہیں انھیں ختم کرنا یا یہاں سے نکلنے پر مجبور کر دینا ہمارے لیے کوئی بڑی پرابلم نہیں ہے۔ یہ ہمارے پروگرام کا پہلا اور بڑا حصہ ہے۔ اسی کے لیے ہم یہاں سوویت یونین سے آئے تھے... افریقا، مشرقِ وسطیٰ، ایران، افغانستان اوران سے پرے کے یہودی بھی ہمارے لیے کوئی پرابلم نہیں ہیں۔ اس وقت ازرے ائیل زیرِ تعمیر ہے جس طرح دوسری جنگِ عظیم کے بعد سوویت یونین تھا۔ فی الحال ہم انھیں یہاں رہنے دیں گے، وہ ہمارے کام کے ہیں۔ رہے یہاں کے کرسچین، وہ زیادہ عقلمند ہیں۔ آہستہ آہستہ خود ہی ملک خالی کرتے جا رہے ہیں لیکن...

مجھے کوئی چیز کاٹ رہی ہے۔ پہلے پہلے ایک جگہ تھی میرے اجاڑ سر کے بالوں میں ('کبھی ایمانداری سے بھی کام لیتا ہے۔ ہاہاہا') پھر بھوؤں میں اور پلکوں پر۔ اب بستر کی چادر کے اندر چل رہی ہے اور ڈاکٹر مائک ایکرمین میری طرف خوشی سے بڑھ رہا تھا کہ دیکھے میری آنکھوں میں کورنیا کو خشک ہونے سے بچانے کے لیے ڈراپس باقاعدگی سے ڈالے جا رہے ہیں یا نہیں اور میں بھی خوش تھا۔ نزدیک ہونے پر وہ بھی جان جائے گا کپڑوں کے اندر، سر، نتھنوں، کانوں اور انگلیوں کے بیچ میں کیا چیز مجھے کاٹ رہی ہے... کسی دواکاری ایکشن تو نہیں ہے لیکن مائیک میرے پاس پہنچ کر رک گیا، اس کا ہاتھ اس کی موٹی فارم میں پلے ہوئے سوٗر جیسی گردن پر گیا اور وہاں سے جس چیز کو انگلیوں میں پکڑ کر اس نے دیکھا اس سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ چیخ مار کر پیچھے کو ہٹا۔ اب وہ ہاتھوں سے سر کو پیٹ رہا ہے۔

جو نرس اس کی مدد کو آئی تھی یہی کھیل وہ بھی کھیل رہی ہے۔ اس کی انگلیاں خون سے لال ہوگئی ہیں۔ دوسرا اسٹاف بھی کمرے میں آ گیا۔ سب جیسے بال روم میں ناچ رہے ہیں۔ اکیلے اکیلے۔ (Solo) پورے ہسپتال میں شور مچ رہا ہے... جوئیں، جوئیں، ہر چیز میں جوئیں ہیں۔

اب میری سمجھ میں آیا مجھے ستانے والی مخلوق جوئیں ہیں۔

یہ سب خوش قسمت ہیں کہ اپنے ستانے والوں کو پکڑ کر دیکھ بھی سکتے ہیں اور کچل رہے ہیں ناخنوں کے بیچ دبا کر، جو کام میں نہیں کرسکتا ہوں۔ میرے پپوٹوں کو چھیدتی ہوئی جوؤں کو وہاں سے ہٹانے کے لیے کسی کا ہاتھ میری طرف نہیں بڑھ رہا ہے۔

ہسپتال کا جراثیم سے پاک (aseptic) ماحول دھرے کا دھرا رہ گیا ہے۔ ہر ایک باہر پہنچنے کے جوتوں سمیت میرے کمرے میں گھسا چلا آ رہا ہے۔ ہسپتال کے ہر کمرے اور وارڈ کا یہی حال ہوگا۔ ہر

ایک کی انگلیاں خون سے تر ہیں اور جن تولیوں اور رومالوں سے انھوں نے جسم، ہاتھ اور چہرے کو پونچھا ہے وہ بھی خون آلودہ ہیں۔ کاغذ کے رومال اور بڑے شیٹ کب کے ختم ہو چکے ہیں۔

تاریخ کوئی نہیں بدل رہا ہے۔ تین دن ہو گئے ہیں اس ازرے ائیل کے بچے کی تصویر دیکھ رہا ہوں۔ نہ رات کو نیند ہے نہ دن کو آرام۔

آوازیں: 'جیسے کہ مینڈکوں کے اُبل پڑنے پر ہوا تھا اور ٹڈیوں کی یورش پر'

'قہر ہے فیرون، یہ قہر ہے۔ جیسا اکال پڑنے پر ہوا تھا۔'

'فیرون نہیں دوست، اس کا نام شیرون ہے'

'کیا فرق پڑتا ہے'

ایرک: ان لوگوں نے یاسر عرفات اور جارج حبش کے پیچھے چلنے والوں سے جا کر نہیں کہا کہ 'اپنے رب سے کہو اس دکھ دائی عذاب کو ٹالے۔ ہم تمھارا ملک چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔' ان معافی مانگنے والوں میں کاش میں بھی ہوتا۔ ہر بار ان کے رب نے ان کی سن لی تھی اور ہر بار بلا کے ٹل جانے کے بعد میں نے اپنے دل کو سخت کر لیا تھا کہ یہ سب زمین کے چولے بدلنے کے ڈھنگ ہیں جیسے دھرتی کا گرم تر ہوتے جانا (گلوبل وارمنگ) اور ان گزرے زمانوں کے لوگوں کی کہانیاں جن کا مجھے یقین ہے گھڑی گئی ہیں۔

اب اگر ہمارے جوؤں کے سیلاب کو ختم کرنے کی دعا مانگیں تو ان کا رب کیوں سننے لگا۔

روشنی دھیمی ہوتی جا رہی ہے۔ بہت آہستہ آہستہ جوؤں کا چلنا کم ہوا۔

غسل خانے میں نل کے تَلَک تَلَک بہنے کی آواز آ رہی ہے۔

نرسیں اور ڈاکٹر اور دوسرا عملہ جو کمرے میں بغیر سر کو ڈھکے اور قمیص اور نیچے کے کپڑوں میں ہاتھ ڈال کر جسم کو کھجاتے ہوئے آ جا رہے تھے، جو کام یہ اتنے دنوں بھولے رہے، ہسپتال کے طور طریقے 'آہستہ بولو'، 'بغیر پیروں کے تھپ تھپ کیے چلو'، دوبارہ ان پر عمل پیرا ہیں... زیرِ لب بول رہے ہیں اور بلّی کے سے پیروں سے چل رہے ہیں۔

باہر ہلکی سی روشنی بھی نہیں۔ لگتا ہے بے چاند کی رات ہے۔

آواز: تمھارا شکریہ، تم نے بہت کم تنگ کیا، ورنہ میں دو دو آفتوں کا کیسے مقابلہ کرتا۔

معجزہ

آج کمرے میں سکول اور نرسری کے بچے بھی گھسے چلے آئے ہیں۔ میرے کمرے کے باہر جو کمانڈو ڈیوٹی مین کھڑا ہوتا ہے شاید وہ غیر حاضر ہے۔ میرے کمرے کے باہر کا پہرہ کیا، لگتا ہے ہسپتال کے مین گیٹ اور چاروں طرف سے ملٹری کا پہرہ اٹھا لیا گیا ہے۔ سازش لگتی ہے کہ موزلم عرب بغیر جھجکے اندر آ کر مجھے ٹارچر کریں۔

ان لڑکے لڑکیوں کے ہاتھوں میں بہت سا عجیب و غریب سامان ہے: رنگین کاغذ، بانس کی کھپچیاں، لپٹی ہوئی کاغذ کی جھنڈیاں، ایک سفید تام چینی (enameled copper) کی بالٹی، بہت سے پانی پینے کے مگّے، سریش کے ٹن، برش اور ڈنڈیوں میں لگے ہوئے پوسٹر... مگر ان پر لکھا نظر نہیں آ رہا ہے۔ آج کا پروگرام دلچسپ لگتا ہے۔ شاید بچے میری تفریح کے لیے بھیجے گئے ہیں۔

آ کے سب اس کھلی جگہ میں جمع ہو گئے جو لِلی اور مارگالت کی تصویروں اور میرے بیڈ کے درمیان چھوٹی ہوئی ہے مگر آج جگہ کو بھی بڑا کر دیا گیا ہے۔

آتے ہی سب کام میں لگ گئے۔ ایسا لگتا ہے انھیں خبر ہی نہیں ہے کہ برابر میں ایک مردہ جسم لیٹا ہے۔ اگر جانتے تو ڈر کر بھاگ جاتے۔ ان کی کام میں دلچسپی مجھے بھا رہی ہے۔

انھوں نے رنگین کاغذوں اور کھپچیوں سے ایک گلیارا سا بنایا، اس کے دونوں طرف ایک دوسرے سے ملے چھوٹے چھوٹے گھر ہیں... بلکہ گھر وہ بنے بنائے لائے تھے، تہ کیے ہوئے۔ انھیں انھوں نے کھول کر کھڑا کر دیا ہے۔

سب سے بڑے لڑکے کے اشارے پر بچے یہاں وہاں چھوٹی چھوٹی گلیوں میں کھڑے

میرے دیکھتے ہی دیکھتے سڑک سے وہ بالٹی اور مگ غائب ہو گئے۔ دروازے سے نئے لڑکوں کی فوج داخل ہوئی۔ ان کے ہاتھوں میں اوزی رائفلیں ہیں (assault rifles) اور دوسرے آتشی ہتھیار۔ آنے والے لڑکوں کی ٹوپیوں پر بادشاہ داؤدؑ کا ستارہ چپکا ہوا ہے۔ لڑکیوں کی ٹوپیوں پر بھی، وہ بھی فوجی وردی میں ہیں۔

اُس گلیارے کی کاغذ کی دیواروں اور کھپچیوں کو نئی ترتیب سے لگایا گیا ہے۔ کنویں والے گھر سے جوڑ جاڑ کر ایک کمپاؤنڈ بنایا گیا ہے۔ قانا کے پوسٹر اب بھی لگے ہیں اور کمپاؤنڈ پر یو این کمپاؤنڈ برائے پناہ گیراں (UN Compound for Refugees) کا پلے کارڈ اس بڑے لڑکے نے نصب کر دیا جو کنویں سے پانی بھر کر لایا تھا۔

سب سے چھوٹے بچے اس احاطے میں کھڑے جھنڈیاں ہلا رہے ہیں اور ان سے بڑے عربی میں کچھ گا بھی رہے ہیں۔

بغیر کسی آگاہی سیٹی کے فائرنگ شروع ہو گئی، بچے فرش پر گر پڑے، ان کے اوپر بڑی لڑکیاں جو اب کم عمر مائیں لگ رہی ہیں۔ 'قانا' اور 'اقوامِ متحدہ کا کیمپ' والے نشان اپنی جگہ لگے ہیں۔ گولیاں زمین پر سے اور آسمان سے بڑی احتیاط سے ماری جا رہی ہیں کہ ایک بھی 'اقوام متحدہ...' میں نہیں چبھتی ہے۔

اوہ۔ یہ انتظام بھی مجھے ستانے کے لیے کیا گیا ہے لیکن مجھے پروا نہیں۔

19 اپریل 1996ء کا دن دکھایا جا رہا ہے... قانا۔ جنوبی لبنان، شمعون پیریز (Shimon Peres) وزیرِ اعظم تھا۔ مجھ سے کیا۔

سارے فرش پر عورتیں اور بچے گر رہے ہیں، بعض کھڑے سے مرے ہوئے گرتے ہیں، بعض ذرا سا تڑپ کر ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، وہ بالٹی وہیں اوندھی پڑی ہے جس میں پانی شراب بن گیا تھا۔ بے سر کے بچے، ہاتھ پیر کٹے ہوئے لوگ۔ ایک اقوامِ متحدہ کا کارکن اپنے کاندھے پر لادی ہوئی بوری اٹھاتا ہے تو اس میں سے ہاتھ ہی ہاتھ، پیر ہی پیر، اور انگلیاں ٹپ ٹپ فرش پر گرتی ہیں۔ پیٹ کھنگالے ہوئے جسم، واہ کیا سین ہے۔ جو مدد کو آئے ہیں انھیں لاشوں کے ڈھیر پر چلنا پڑ رہا ہے۔ یہ سب کچھ ہے لیکن میزائلز کی آواز خوش کن ہے۔ میرا خون رگوں میں اُچھل اُچھل کر چل رہا ہے۔ عرصہ بعد۔ اوپر سے ہیلی کاپٹرز کے پرے کے پرے گزر رہے ہیں۔ اب ازرے ایلی جیٹ سر پر سے گزرے ہیں۔ اندازہ کر سکتا ہوں تین تھے اور انھوں نے بم پھینکے۔

ہو گئے۔ کہیں میوزک شروع ہوا ہے۔ سب ناچنے لگے۔ ہوں، شادی کا سین ہے۔ بچے بالٹی سے مگّے میں کچھ لے لے کر پی رہے ہیں۔ ٹھیک ہے شادی ہو رہی ہے، شراب تو اڑے ہی گی۔

پھر بچوں نے بالٹی سے مگّے نکال کر بُری بُری شکلیں بنا کر سروں کو ہلایا اور مگّے الٹ دیے۔ ان میں سے ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکا۔

ایک معصوم شکل کی لڑکی نے جس میں مجھے کنواری مریم کی شباہت نظر آ رہی ہے، پریشانی سے کہا: 'ارے شادی کے گھر میں شراب تھوڑی پڑ گئی۔'

میوزک تھم گیا ہے۔

کئی بچے اس نووارد مرد کے پاس گئے جس کے بال کندھوں پر پڑے ہوئے ہیں اور لبادہ ملگجا سفید ہے۔ اس کے چہرے سے سکون ٹپکتا ہے۔ انھوں نے اسے خالی بالٹی دکھائی۔

بکھرے ہوئے لمبے بالوں والے نے کہا: 'اسے پانی سے بھر کر لاؤ۔'

بڑا لڑکا سب سے بڑے گھر کے اندر گیا جس کی چھت اس کے گھٹنوں جتنی بھی اونچی نہیں ہے، اور وہاں سے جیسے کنویں سے پانی بھر کر بالٹی اس احتیاط سے لایا کہ چھلک نہ جائے، اور سہل سے اسے نووارد کے قدموں کے پاس رکھ دیا۔

پھر سارے لڑکے، لڑکیاں، چھوٹے بچے چلّائے: 'ارے معجزہ۔' جو لڑکا بالٹی لے کر اندر گیا تھا بولا: 'میں نے تو اس میں پانی بھرا تھا، یہ تو اب شراب سے بھری ہے۔'

سب بالٹی میں مگّا ڈبو ڈبو کر پی رہے ہیں۔ میوزک کے ساتھ سب جگہ ناچ ہو رہا ہے اور اس کے ساتھ مناجات میں سے ایک ہے۔

اب میں سمجھا یہ لوگ میرونائٹ کرسچین ہیں اور مجھے ان کے پہلے نجات دہندہ کا پہلا معجزہ دکھایا گیا ہے۔ برا نہیں ہے۔

آواز: 'یہ مبارک جگہ سمجھے کیا ہے؟'

ساتھ ہی بچوں نے ان گلیوں کے چوک پر ایک پوسٹر گاڑھ دیا جس پر رومن حروف میں لکھا ہے قانا۔ دوسرے پوسٹر پر یہی عبرانی میں لکھا ہے، تیسرے پر روسی میں۔ جیسس کرائسٹ دور کھڑکی کے پاس کھڑا اس آبادی کو دیکھ رہا ہے ('دیکھ رہے ہیں') دعا بھری نظروں سے۔

ایرک: He was a passive being۔ دبّو۔

اب بلڈنگ شعلوں میں ہے۔

چھت تلے آجانے والے بغیر آواز نکالے میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ ان مسلمانوں کو یقین تھا یو این کے احاطے میں محفوظ ہیں۔ یو این ہماری زیر دست ہے، ہم اس کے 'زیر دست نہیں۔ ہم اس سے ہر کام لے سکتے ہیں' وہ ہم سے نہیں۔

کسی نے چلّا کر کہا سو سے زیادہ سویلین مارے جا چکے ہیں۔ ویل ڈن بوائز صابرہ اور شتیلہ، 1982ء کا لطف آ رہا ہے۔ وہاں بھی فلسطینی تھے اور ان کے پناہ گاہ کیمپ۔ لبنانی ملیشیا کے عیسائی اتحادیوں نے وہاں ہمارے لیے یہ خدمت انجام دی تھی۔

جو چیز مجھے تکلیف دے رہی ہے یہ ہے کہ ان دس دنوں میں مارے دلچسپی کے سویا مطلق نہیں ہوں لیکن کون بد بخت یہاں سونا چاہتا ہے!

بحیرہ روم میں کھڑے جہازوں سے بھی فائرنگ کی آواز آ رہی ہے۔ زمین، آسمان، پانی ہر طرف سے پے بہ پے حملے۔ اسے کہتے ہیں ملٹری پلاننگ۔ اس وقت مجھے چاہیے ہے ایک ہوانا سگار۔

آواز: 'خود کو دنیا کی سب سے زیادہ تعلیم یافتہ، سب سے مہذب اور مظلوم ترین قوم گنوانے والوں سے اس سے کم کیا توقع کی جاسکتی تھی۔'

دسویں رات ختم پر آئی، اندھیرا اٹھتا جا رہا ہے۔ اس انسانی ملبے کے پاس ہی وہ بالٹی پڑی ہے جس میں پانی شراب بن گیا تھا۔ اُدھر اسے پینے والوں کے مگّے پڑے ہیں اور بیڈ کے بالکل برابر میں جیسس کرائسٹ کی لاش پڑی ہے۔ کاش کوئی سر پر کانٹوں کا تاج پہنا دے۔

میں ایسی غافل نیند سویا کہ پتا ہی نہیں چلا کب کب ڈاکٹروں نے میرے کمرے کا راؤنڈ کیا۔ نہ نرسوں کی آمد و رفت کا۔ معلوم نہیں شونا اور میکس ریوبین کا افیئر (معاشقہ) کس منزل میں ہے۔ اگر ریوبین نے شونا کے ساکت دل میں اپنی محبت کی گرمی سے پھر سے حرکت پیدا کر دی ہے تو وہ اسے کیپ ٹاؤن واپس جانے سے روکنے میں کامیاب ہو جائے گی ورنہ اس کا خوف کہ طویل جدائی میں جینیٹ کو کھو بیٹھے گا، اسے شونا سے چھین لے گا۔ اس معرکے کے نتائج کا میں پہلے ہی حساب لگا چکا ہوں۔

زپورہ چھٹی پر لگتی ہے اور ڈاکٹر جوسیمن کیا امریکا چلا گیا؟ آج دونوں ہی نظر نہیں آئے ہیں۔ ہربرٹ مان کی نرس سوسن سے چھیڑ چھاڑ کہاں تک پہنچی۔ سوسن حقیقت میں اس لائق ہے کہ ہربرٹ کا باپ اسے پھانسے۔ سوسن کا شمار ابھی جوانوں میں ہو سکتا ہے اور ہربرٹ کا باپ پرانی بیوی سے اکتا کر کسی ایسی کی تلاش میں ہوگا جس کی ایک ایک ادا شجرِ ممنوعہ کی شاخ ہو اور تل ابیب کی سوسن اس درخت

کے پھلوں سے لدی ہے۔

ہربرٹ جب بھی صبح کو میرے بیڈ کے پاس آتا ہے اس کے منہ سے ایک ہی جملہ نکلتا ہے:

"Good morning Corpse General Ariel Scheinemann"

باسٹرڈ۔

یہ کیا ابھی میری نظر کیلنڈر پر پڑی۔کل تیرہ (13) تھی آج چودہ (14) ہے۔مہینہ بھی وہی کا وہی ہے۔میں تو سمجھا تھا کم از کم دس دن سویا ہوں جتنے دن جیسس کے پہلے معجزے والے گاؤں اور آس پاس کے قریوں پر ہماری بمباری ہوتی رہی۔ایں؟

صبح راؤنڈ سے پہلے میرا روز کا بناؤ سنگھار کیا گیا۔یعنی میرے جسم کو معتدل پانی سے تازہ کیا گیا۔ کان، ناک، آنکھوں اور ٹونڈی کی صفائی کی گئی، آنکھ میں قطرے ڈالے گئے۔غرض کہ پوری تیاری تھی مجھے آخری محاذ پر بھیجنے کی، یا پھر کسی گداز جسم کا پیچھا کرنے کے لیے۔بال بنائے گئے۔وہ جتنے بھی ہیں، پیٹھ پر ایبسولیوٹ الکوحل سے مساج کیا گیا، کاش اسی کا ایک پیگ فیڈنگ ٹیوب سے مجھے دے دیا جاتا۔

'پھر؟'

پھر یہ کہ راؤنڈ سے پہلے ہی نیند میں چلا گیا۔

'پھر؟'

پھر وہی سین شروع ہو گیا۔وہی پہاڑی گاؤں ہے جس میں جیسس نے پانی سے شیمپین بنانے کی still (شراب کشیدنی) لگائی تھی۔وہی گلیارا، وہی چوک، وہی گلیاں۔گھر بہت ہیں لیکن کسی کو عمارت نہیں کہا جا سکتا ہے ایک موڑ پر بجائے گلی کے گاؤں کا نام لکھا ہے... قانا 30 جولائی 2006ء۔رات کا وقت ہے۔ایک دم کتوں نے بھونکنا شروع کر دیا جیسے وہ کسی طرح کی بھنک پا گئے ہوں۔بالکل ایک مووی کا شوٹ ہے کہ کوئی چیلوں کو گوشت کھلا رہا ہے اور وہ پرے باندھ کر اس پر غوطہ زن ہیں، ہر سمت سے اور اتنی ماہر کہ زمین سے ٹکراتی ہیں نہ آپس میں۔واہ واہ یہ ازرے ائیل فورس کا حملہ ہے۔ایسی بے جگری سے صرف ہمارے جیٹ پائلٹ اپنے ہوائی جہاز سے فضا میں غوطہ مارتے ہیں کہ اس وقت لگ رہا ہے ہسپتال کی چھت کو چھوتے ہوئے گزرے ہیں۔ہسپتال ہل جاتا ہے اور میرا بیڈ بھی۔گولیاں تیز مینہ کی طرح برس رہی ہیں۔ہولی گوسٹ (Holy Ghost) سوری، یا عزیزؑ، خدا کے بیٹے۔یہاں کوئی خندق

بھی نہیں ہے جان بچانے کے لیے۔

شمعون پیریز کی آواز: 'ہم نے وہ کیا جو صدیوں پہلے چنگیز نے سکھایا تھا۔جس پر حملہ کرنا ہے پہلے اسے آگاہ کرنے کی پرچیاں بھیجو، کہ خود کو ہمارے حوالے کردے اور اس سے پہلے کہ وہاں سے جواب آئے اس پر حملہ کردو، اس یقین دہانی کے ساتھ کہ تمھارے قصور معاف کر دیے جائیں گے، بخش دیے جاؤ گے اگر سپر ڈال دو اور اس کے ہتھیار ڈالتے ہی سواروں پیدلوں سب کے سر اڑانے شروع کردو۔

'فائدہ؟ اگلے دشمن کے دل میں دھاک بیٹھ جائے گی کہ کیسا جنگجو ہے جو ہتھیار نہ ڈالنے پر بھی سر اڑاتا ہے اور سپر انداز ہونے پر بھی۔'

'اس کے بعد اس سے نہ دفاع کرتے بن پڑتی ہے نہ راہِ فرار اختیار کرتے۔ جنگ میں سب جائز ہے۔'

آواز: 'یہ تو بلی کے شکار کا طریقہ ہے... پہلے کمزور شکار کو دیر تک میسمیرائز کرتی ہے پھر ایک جھٹکے میں اس کا کام تمام کردیتی ہے۔'

شمعون پیریز: 'یہاں کی آبادیوں پر پہلے ہم نے ہوا سے پرچیاں گرائی تھیں کہ اپنے گاؤں گرام کو خالی کرجاؤ ورنہ موت تمھارے دروازے پر کھڑی ہے۔'

انھیں زعم تھا اپنے حوصلے اور برداشت کا اور انھوں نے ہماری چیتاؤنی کو چٹکیوں میں اڑا دیا۔ان پرچیوں سے جب لڑکے کشتیاں بنانے لگے اور عورتیں اپنے بچوں کی بہتی ہوئی ناکیں پونچھنے لگیں تو ہم نے ان پر بلاڑ کے میزائل داغے۔ یہ سزا تھی وہاں کی شیعہ آبادی کو حزب اللہ کی مدد کرنے کی۔ ہمارے لیے ایسا لشکر آگے چل کر بہت مہلک ثابت ہوتا جس میں اس شیعہ امام کے پیچھے چلنے والوں میں سنی، شیعہ، دروز، عیسائی سب ہی تھے۔عرب دنیا میں پہلی بار۔مقولہ: کبھی، سب کو ایک مت ہونے دو اور لمبی تان کے سوؤ۔

'ہم ان کی مسلسل راکٹ اندازی سے تنگ آچکے تھے۔ہم نے رات کو میزائیلوں سے جواب دیا۔ایئر فورس نے بغیر مہلت دیے حملے کیے۔ایک چہار منزلہ عمارت گری اور سوتے ہوئے بچے ملبے کا حصہ اس طرح بن گئے کہ کسی کو انسانی شکل میں اس سے جدا نہیں کیا جاسکتا تھا۔'

آواز: 'سچ کہتے ہو اس معرکے میں اتنے بچے مارے گئے تھے کہ اسے The Battle of Children (جنگِ بچّہ ہا) کے نام سے یاد رکھا جائے تو اچھا ہوگا۔'

شمعون پیریز: 'بڑے جیٹ کی آواز سن کر باہر نکل آئے تھے وہ گلیوں میں مارے گئے۔'
آواز: 'سب کچھ اس مہان دیش کی دعاؤں کے ساتھ ہوا جسے تم تگنی کا ناچ نچا رہے ہو۔ تمھارا anti-Semitic کا نعرہ پل بھر میں اس گورنمنٹ سے وہ کام کرا لیتا ہے جو اپنے یہاں کی افریقی آبادی کی حفاظت کے لیے آج تک پوری طرح نہیں کر سکا ہے۔ اصل میں اہمیت اس کی ہے نعرہ لگانے والا کون ہے۔ نیلسن منڈیلا اور جارج حبش نہیں، گولڈا میئر اور مینا چم بیگن۔
ایران اور عراق پر ہر قسم کی پابندیاں عائد کرنا چیز یست کہ باید کرد، جنوبی افریقا کے کالوں پر سفید آدمی کا ظلم نظر انداز کیے جانے کا طالب ہے نہ کہ sanctions'
یہ Gog Magog[1] اچانک کہاں سے نازل ہو گئے۔
میکسم: 'یو ایس آج کی دنیا میں ایک عجوبہ ہے... بلند ترین کے ساتھ ساتھ پست ترین۔ وہ عراق کے بچوں، بیماروں کے دودھ اور دوا کو سینکشنز سے سالوں بند رکھ سکتا ہے لیکن اپارتھائیڈ دور میں جنوبی افریقا کی سفید حاکم اقلیت پر پابندی عائد کرنے کی جرأت نہیں رکھتا ہے، نہ اسے طاقتور ظالم کے مہلک ترین ہتھیاروں سے کمزور پر حملہ کرنے اور مظلوم کے اپنا دفاع خود ساختہ راکٹوں سے کرنے کا فرق دکھائی دیتا ہے۔'
الیاس: 'وژن کی کمی بھی قدرت کا عجیب تحفہ ہے جو ظالم کی مدد کرتا ہے اور محروم کو محروم تر بناتا چلا جاتا ہے۔'

دن گھٹتا جا رہا ہے۔ ہر طرف لاشوں کے ڈھیر ہیں، شاید ہی ان میں کہیں جنبش ہو۔ They desevred it۔

الیاس میرے بیڈ کے پاس سرینوں پر گھٹنے موڑے بیٹھا سگریٹ پی رہا ہے۔ اس نے للی کے پورٹریٹ کی طرف دیکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ آہستہ آہستہ وہ اس گھر کی طرف گیا جس میں کنواں ہے۔ اس کے پاس ہی بالٹی شراب سے خالی پڑی ہے۔ اس میں چھید ہیں۔ مگّے فرش پر لڑھکے ہوئے ہیں۔
میرا خیال ہے جیسس آف نیزرتھ سے آج نہ شیمپین بن سکی نہ سستی سرخ وائن۔

He just could not brew any damn drink.

---

① یاجوج ماجوج۔

آواز: 'چھپن شہری مارے گئے، ان میں زیادہ تر بچے تھے۔ آئندہ کے دہشت گرد۔

وہ بڑی لڑکی جس میں شائبہ کنواری مریم کا تھا اس نے جیسس کا سر اپنی گود میں لے لیا اور اپنی سفید چادر سے بیٹے کا چہرہ پونچھ رہی ہے۔'

ہاہا۔ فتح، مکمل فتح اسے کہتے ہیں۔ آئندہ جیسس پانی تو پانی سپرٹ اور پیٹرول تک سے شراب نہیں بنا سکے گا۔ بنائی تو غیر قانونی شراب بنانے کے جرم میں دھر لیا جائے گا۔

فلم شوٹنگ

وہ بڑھیا گئی۔ ہیں؟ یہ اچانک کون سی موی مجھے دکھائی جانے لگی۔ او۔ ازرے ائیلوں کے غزہ خالی کرنے کا سین ہے۔

آواز: 'کل ہم نے جس کا ریہرسل دیکھا تھا کہ کس کو کیا کرنا ہے، کیمرہ مین کہاں کہاں کھڑے کیے جائیں گے آج اس کی ایکچوئل شوٹنگ ہے... حقیقت۔'

'عورتیں اپنے گھروں کی چھتوں پر کھڑی ازرے ائیلی فوجیوں کو ٹماٹر، برسل اسپراؤٹس اور پالک اور پارسلے کی گڈیوں سے مار رہی ہیں۔ کچھ لڑکیاں لڑکے اپنے ٹیڈی بیئرز اور گڑیوں سے ان کا نشانہ لے رہے ہیں۔'

دوسری آواز: 'ٹماٹر، پالک اور آلو پکائے جانے لائق نہیں رہے ہیں، جانوروں کو کھلائے جاتے تو وہ بھی نہ کھاتے، اور ٹیڈی بیئر ایسے ہیں جن کے اندر سے روئی جھانک رہا ہے۔'

'سیٹلمینٹ چھوڑ کر جانے والوں کا سامان ملٹری ٹرکوں میں لادا جا رہا ہے اور وہ خود اپنی اپنی کاروں میں ٹرکوں کے ساتھ جا رہے ہیں۔ جو گھر چھوڑنے سے انکار کر رہے ہیں ڈائریکٹر کے اشارے سے کیمرہ مین ان کے نزدیک آ گئے ہیں۔ شوٹنگ پھر شروع ہو گئی۔'

دوسری آواز: 'فائرنگ؟'

پہلی آواز: 'ہاں فائرنگ۔ you fool شوٹنگ۔ آج کسی بھی رائفل اور اوزی میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس سے بھولے سے بھی کوئی زخمی ہو سکے۔

جن جن گھروں کی شوٹنگ ہو چکی ہے ان سے نکلنے والے مسکرا رہے ہیں۔ ایک کیمرہ مین سے

پوچھتا ہے: ''مطمئن ہو؟''

کیمرہ مین ہیٹ اتار کر بڑے سٹائل سے سر کو جنبش دے کر کہتا ہے: ''پرفیکٹ''

'اس مکان سے نکلنے والے بڑھو اور بڑھیا جھلائے ہوئے ہیں۔ بڑھیا اپنی چھڑی سے کیمرہ مین کی طرف مارنے کو لپکتی ہے۔'

'بوڑھا اسے روک رہا ہے، لیکن وہ بے قابو ہے۔ کہتی ہے: ''آخر یہ ڈراما کتنی بار ہوگا۔ یہاں بلا کے ہمیں بے گھر کیا۔ ایک بار، دو بار، یہ تیسری بار ہے۔ ہم رُل گئے۔ اپنے ملک میں ہم آرام سے نہیں تھے جو یہ حرام گوشت کھانے والے ہمیں یہاں لے آئے۔''

''خود ایرئیل نے ہمیں مغربی کنارے میں جہاں عرب شہر اور بستیاں ہیں اپنی نئی آبادیاں قائم کرنے کے لیے کہا تھا۔ آج کہہ رہا ہے یہاں سے نکلو... دنیا کے سامنے اپنے نام کے ساتھ 'ڈھاؤ' کا لقب دھونے کے لیے، کیونکہ ہر جگہ اسی نے پہلے سے بسے ہوؤں کی بستیوں شہروں کو اجاڑا تھا۔ ہم نہ اندھے ہیں نہ بہرے اور یورپ سے یہاں لائے جانے پر انسانیت کا جامہ وہیں نہیں اتار آئے تھے۔''

''The natives (مقامی لوگ) بھی ہماری طرح انسان ہیں۔''

'جس بڑھیا نے کہا تھا ''ہم رُل گئے'' وہ سسکیاں لے کر رو رہی ہے۔'

'ڈائریکٹر کیمرہ مین سے کہہ رہا ہے ''cut it'' (اسے نکال دو۔)

ایرک: میں اس فلم کا نہ پروڈیوسر ہوں نہ ڈائریکٹر۔ پھر یہ مجھے کیوں دکھائی جا رہی ہے؟

تھوڑی دیر کو کمرے میں روشنی ہوئی اور پھر اندھیرا ہو گیا۔ روشنی کی شعاعیں میرے سر اور جسم سے ہو کر سامنے کی دیوار پر پڑ رہی ہیں جہاں چند سیکنڈ پہلے کیلنڈر تھا۔

فلم اور آواز: 'عرب فارم اور گھر، دونوں کو ایک دوسرے سے منقطع کرتی ہوئی ازرے ائیلی سڑک۔

لاؤڈ سپیکر پر: ''گھر تین منٹ میں خالی کرنے ہیں'' ('ہر آبادی کو خالی کرانے کے لیے تین منٹ دینا ان کا معمول ہے' 'اور ایک منٹ بعد فائرنگ شروع کر دینا وہ بھی') اس کے بعد فائرنگ شروع ہو جائے گی۔'

'بیک گراؤنڈ میں فائرنگ ہو رہی ہے۔'

'کچھ عورتیں مرد اور بچے اِکّا دُکّا سامان کو سنبھالتے ہوئے فارم کی طرف بھاگ رہے ہیں کیونکہ اسے خالی کرنے کا حکم نہیں سنایا جا رہا ہے۔'

'ایک آٹھ دس سال کا لڑکا کمبل زمین پر گھسیٹتا ہوا اپنے بڑوں کے پیچھے دوڑ رہا ہے۔ ساتھ میں روتا جا رہا ہے۔'

فلم: ویران سڑک کا ٹکڑا جس پر دونوں سرے سے روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

آواز: 'یہ سڑک عرب کراس نہیں کر سکتے ہیں۔ صرف ازرے ایلیوں کے استعمال کے لیے ہے۔'

فلم: فائرنگ شروع ہو جاتی ہے۔ کمبل گھسیٹنے والا لڑکا زخمی ہو کر گرتا ہے۔

کلوز شوٹ: ماں لڑکے کو اٹھا رہی ہے۔ خود گولی کھا کر گرتی ہے۔

کلوز اَپ: لڑکے کا چہرہ۔

کلوز اَپ: ماں کا چہرہ۔

کیمرہ Cistine Chapel سقف ویٹی کن کو دکھا رہا ہے، مائیکل اینجلو کی پینٹنگس، اور جا کر وہاں ٹھہر جاتا ہے جہاں آدم کے مدد کے لیے آگے بڑھائے ہوئے ہاتھ کی طرف اوپر سے خداوند اپنا ہاتھ بڑھا رہا ہے۔

کلوز اپ میں دونوں ہاتھ۔

کلوز شوٹ: لڑکے کے ہاتھ کی طرف بڑھتا ہوا ماں کا ہاتھ۔

کلوز اَپ: جُدا جُدا دونوں کے بے جان ہاتھ۔

کلوز اَپ: ایریئل شیرون کا مسکراتا ہوا چہرہ۔

ایرک: کیا سارے کا سارا اسٹاف اس وقت آف ہے۔ یہ سین دکھانے کے لیے مجھے زندہ رکھا گیا ہے۔ اس وقت انٹیلی جنس والے کہاں تھے جب یہ فوٹوگرافی کی جا رہی تھی!

آواز: 'فکر مت کرو اس فلم کو سٹوڈیو شوٹنگ بنا دیا جائے گا۔ مناسب ترمیم اور اضافے کی ضرورت ہوگی۔'

ایرک: مثلاً؟

آواز: کیمرہ تم پر جائے گا اور تم Cut, pack it کہو گے۔'

ایرک: گہنم [1] (جہنم) میں جاؤ۔ میں فلم ڈائریکٹر نہیں ہوں۔ ایسی تمام فلموں کو ضبط کر کے ختم کر دو۔ Destroy them.

---

[1] یدش میں genam یا گہنم gehenna (عبرانی)

اچانک کمرہ روشنی سے بھر گیا۔ کیلنڈر اپنی جگہ پر ہے۔

اب پھر اندھیرا ہے اور شعاعیں پھر مجھ پر سے ہو کر دیوار پر پڑ رہی ہیں۔

آواز: 'ایک عرب فارم جو پانی کے نہ ملنے اور کسان کی بے توجہی سے اجڑا ہوا سا لگتا ہے۔'

آواز: 'بے توجہی کیسی۔ از رے ایلی سڑک کے بن جانے کے بعد سے کسان اپنے گھر سے اس طرف آ کیسے سکتے تھے اور پانی بمشکل پینے اور کھانا پکانے کو ملتا تھا۔ کھیت کو پلانے کے لیے کہاں سے لاتے۔ یہودی تو فائدے میں رہے۔'

آواز: 'یہ آزادی ملنے سے پہلے کا جنوبی افریقا ہے یا صحارا؟'

آواز: 'چھوٹے اور بڑے گیٹوز کا ملک۔ چھوٹے گیٹوز عربوں کے لیے، بڑے یہودیوں کے۔'

فلم: ایک بچی کی آواز ماں سے ضد کر رہی ہے: ''گھر چلو۔''

میڈیم شوٹ: ایک عرب کی آستین اوپر کر کے رسٹ واچ کے فاسفوریسینٹ ڈائل کو دیکھ کر عورت سے کہتا ہے، ''ایک بج کر دس۔''

بڑی بچی: ''میری کتابیں وہیں رہ گئیں اور گڑیا بھی۔''

بچہ: ''میرا سیارہ'' (موٹر کار)

چھوٹی بچی: ''اماں گھر چلو۔''

عورت: ''میں اتنی جلدی میں بھاگی کہ نکلنے کے لیے جو تین منٹ دیے گئے تھے وہ سوتے بچوں کو جگانے اور گھسیٹنے میں نکل گئے اور یہودیوں کی گولیاں چلنے لگیں۔''

مرد: 'سنا تھا ملک میں جگہ جگہ ایسا کیا جا رہا ہے لیکن آج تو اپنے ہی پر گزر گئی۔'

دوسری عورت: 'ہائے میرا دودھ پیتا بچّہ وہیں رہ گیا۔ میں کیا کروں۔ اب جب وہ ہمارے گھر کو ڈھائیں گے تو کیا وہ جیتا بچ جائے گا۔'

ایک بوڑھی عورت: 'ان کے پاس اور زمین تھوڑی ہے جو یہ ہمارے گھر ڈھا رہے ہیں اور فارم اجاڑ رہے ہیں۔'

بوڑھا مرد: 'یہاں سیٹلمینٹ بنانے ہیں، یورپ سے آنے والوں کے لیے گھر اور فلیٹ۔

دوسرا مرد: 'آنے والوں کے لیے یا لائے جانے والوں کے لیے؟'

بوڑھی عورت: 'دوسروں کے گھروں اور فارم کو اجاڑنے کے بعد اپنوں کے لیے گھر بنائیں گے۔ میں

نے تو قرآن میں یہی پڑھا ہے زمین پر فساد پھیلانے والوں کے لیے سخت عذاب ہے۔'
دوسری عورت: 'ڈھاؤ جنرل عذاب ثواب کو نہیں مانتا۔ اپنا قرآن پڑھتا تو وہاں بھی یہی لکھا ملتا۔ ہر جگہ۔'
جہاں پہلے فلسطینی تھے کیا سیٹلمینٹ نہیں ہیں۔ سفید یہودی یورپ سے ڈھو ڈھو کر لائے جا رہے ہیں۔
بوڑھی عورت: 'تھوڑی دیر کے لیے دماغ خالی کر اور سو جا۔'
دوسری عورت: 'تیرے کہنے سے دماغ خالی ہو جائے گا اور نیند آ جائے گی۔ صبح ہوگی تو پتا پڑے گا گھر بچا ہے یا نہیں۔ بچا ہوگا تو شاید یہودی سپاہی جا کر کھانے پینے کی چیزیں اور تن ڈھانکنے کے کپڑے لے آنے دیں اور اوڑھنے بچھانے کا سامان۔ اتنا رحم تو کریں گے۔'
مرد: 'بے کار کی امید کسی کام نہیں آنے کی۔ رحم وہ کرتا ہے جسے اپنے تکلیف کے دن یاد رہیں۔'
عورت: 'مجھے تو یاد رہیں گے۔ اگر ان میں سے کسی کا گھر اور کھیت اجڑا اور میرے گھر آیا تو میں تو اسے پناہ دوں گی۔'
مرد: 'تیرا گھر اگر ہوا تو۔'

ایرک: فلم چلتے چلتے رک گئی۔ کمرے میں پھر میرے ستانے والوں کی چہل پہل ہے۔
الیاس: 'میکسم تم سے اگر اس دور کی زندگی سے متعلق پلے لکھنے کے لیے کہا جائے اور تم لکھو تو اس میں کیا چیز سب سے اہم ہوگی؟'
میکسم: 'شاید یہ دکھانا کہ اسرائیل اس وقت زوال میں چلا گیا تھا جب اس کے بسنے والوں نے ہر اس زیادتی کا خیر مقدم کرنا شروع کر دیا تھا جو ان کی حکومت عربوں سے کرتی تھی بلکہ اس سے پہلے سے جب برطانیہ سے ساز باز کر کے انھیں اسلحہ سے دور رکھنا اور خود اسلحہ سے لیس ہو کر ان کا قتل عام پہ قتلِ عام کرنا اس کا وتیرہ بنا تھا۔'
'انھیں ملک چھوڑ کر بھاگ جانے پر مجبور کرنا اور بھاگ جانے پر ان کے گھروں اور کاشت کی زمین کو متروکہ جائداد قرار دے کر اپنوں کو اس کا مالک ٹھہرا دینا۔
'ان کے پیدائش کے حق کو مسترد کر کے ان کے واپس اپنے ملک میں لوٹنے پر پابندی۔'
'عدالت کے دروازے ان پر بند رکھنا۔'

'عین ان کے کھیتوں اور مکانوں سے ایسی سڑکوں کو گزارنا جس پر دو قدم عربوں کے لیے چلنا منع تھا اور آہنی دیوار ان کی بستیوں اور آمد و رفت کو محدود کر دے گی یہ خیال تو نیبوکدنذر (Nebuchadnezzar) کو بھی انھیں ستانے کے لیے نہیں آیا تھا۔'

'عربوں کے کھیتوں کو دوگنی تگنی قیمت پر اس کا چوتھائی پانی ملنا جتنا ایک اسرائیلی کے کھیت کو ملتا ہے۔'

'جو عرب بچ رہے تھے ان کی آبادیاں خالی کرا کر نئی یہودی آبادیاں قائم کرتے جانا۔'

'جب جی چاہا عربوں کے علاقے میں ٹینکوں پر جا نکلے جیسے ہوا خوری کو۔'

'عرب مچھیروں کے سمندر میں کنارے سے زیادہ دور جانے پر پابندی، مزدوروں کے کام پر جانے پر پابندی، مریضوں کے ہسپتال جانے میں اتنی رکاوٹ کہ مریض راستے ہی میں دم توڑ دے۔'

'فلسطینیوں کی رقوم کی ادائیگی میں اتنی دیر کہ ان کے ضروری کام رک جائیں۔'

الیاس: 'مگر ان سب کے بیان کرنے میں پلے کا عنصر کہاں ہے؟'

میکسم: 'ہے۔ ہر بار جب زائیونسٹ کوئی اخلاقی زیادتی فلسطینیوں سے کرتے ہیں تو مجھے ان کی ایک عورت اپنے گھر میں نظر آتی ہے جو ایسے ہر ایکٹ کی خبر اسرائیلی ٹیلی وژن پر دیکھتی ہے اور ہنستی ہے۔'

الیاس: 'جیسے؟'

میکسم: 'عرب سکول، مسجد، کلیسا، مستشفیٰ کا بل ڈوز کیا جانا اور اسے دیکھ کر وہ عورت اور اس کے بچے خوشی میں راک اینڈ رول کر رہے ہیں۔ یہ عورت اور اس کے بچے نیا زائیون ہیں اور فلسطینیوں پر ہونے والے ہر ظلم کو وہ اسرائیل کی فتح سمجھتی ہے اور خوش ہوتی ہے اس ایک کے بعد ایک جارحانہ قدم سے آخر کار یہ زمین فلسطینیوں سے خالی ہو جائے گی اور اس مکمل زائیون میں جو ہرزل کا خواب تھا اور اس سے پہلے ایزرا کا، اس کے بچے، اس کی آنے والی نسلیں جن کا شمار ناممکن ہے، تن تنہا اس زمین کے مالک ہوں گے۔'

آرن (پرانا عبادت گزار یہودی): 'پھر؟'

میکسم: 'پھر سارے زائیونسٹ اس زمین کو چھوڑ کر ٹھنڈے ملکوں کو چلے جائیں گے... سویڈن، روس، کینیڈا۔'

الیاس: '1913ء تک دنیا کی یہودی آبادی کا صرف ایک فیصد زائیون تحریک کی حمایت کرتا تھا۔ کیا

اب ساری یہود دنیا اس کی طلب گار ہو گئی ہے؟'

آرن، ایلیزار، سارہ، یعقوب: (ایک کے بعد ایک) 'میرا نام اس گنتی میں شامل مت کرو۔ میں زائیونسٹ بنے بغیر بھی جیہووا کو بغیر کسی شریک کے اپنا لارڈ مانتا ہوں اور دعا مانگتا ہوں ''مجھے اتنے عرصہ زندہ رکھ جتنے عرصے زندگی میرے لیے اچھی ہے اور مجھے مار دے جب موت میرے لیے اچھی ہو جائے۔''

مسجد ابراہیمی کے شہید امام: 'خیر کلیسا کے ڈھائے جانے تک تو ٹھیک ہے، انھیں دوسری جگہ دے دینا وہ اس پر راضی ہو جائیں گے۔ کیتھیڈرل پرانا ہو جائے تو وہ اسے بیچ ڈالتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ معاملہ مہنگا پڑے گا۔ جس جگہ ایک بار مسجد بن گئی وہ جگہ ہمیشہ کے لیے مسجد بن گئی۔ وہ مسجد کے انہدام کا بدلہ لینے کو خود پر فرض کر لیں گے... جہاد۔'

میکسم: 'ایک سین ہو گا دو زائیونسٹ عورتیں کپڑے دھو کر انھیں الگنیوں پر پھیلا رہی ہیں۔ ان میں سے ایک کہتی ہے: ''ایک بار پورا ملک زائیون بن جائے تو ہم تا قیامت اس میں سکون سے رہیں گے۔ نہ رومن ہوں گے نہ فاشسٹ مگر اس کے لیے غیر یہود کو چپے چپے سے نکال پھینکنا ہو گا۔''

دوسری کہتی ہے: ''اور تم قبرستانوں سے ان کے گڑے مردے تک۔''

''جب ملک میں صرف یہودی ہی یہودی ہوں گے تو سود پر قرضہ کس کو دیں گے اور کس سے سود لیں گے؟''

''نیل سے شط العرب تک پھیلے ہوئے ازرے ائیل میں سے زائیون کو نکال کر باقی زمین پر المشرقیون بسے ہوئے نہیں ہوں گے؟''

امام: 'اب اس کے چہرے پر بشاشت ہے ورنہ ''زائیون میں سود نہیں ہو گا'' سن کر تو اس نے بڑا برا منہ بنایا تھا۔'

میکسم: 'اسرائیل کی حدوں کو بڑھانے کے ہر قدم پر وہ عورت مجھے ہنستی نظر آتی ہے۔ ہر بار جب اس کا ملک فلسطینیوں سے کیا ہوا وعدہ بغیر ڈرے ہوئے توڑتا ہے وہ ہنستی ہے۔ سکرین پر فلسطینی لاشوں سے پٹے ہوئے کنوئیں کا سین دیکھتے ہوئے وہ ہنس ہنس کر بے حال ہوئی جاتی ہے اور ساتھ ہی اس کے بچے بھی۔ جب یروشلم کی مسجد میں عمرؓ کا منبر جلایا جاتا ہے سب قہقہہ مار کر ہنستے ہیں اور جب بچے سکول سے آ کر اپنے گھر کی جگہ کھنڈر دیکھتے ہیں تو اس سے زیادہ اس کے بچوں کی ہنسی دیکھنے والی ہوتی ہے۔ ایسا لگتا ہے اس کی ہنسی دماغی مریض کی ہنسی ہے جو ماں کا جنازہ

اٹھتے دیکھ کر بھی ہنستا ہے اور دودھ میں مکھی کے گر جانے پر بھی۔

ایسا لگتا ہے وہ مریض دکھ اور خوشی کا توازن کھو بیٹھتا ہے۔ اس کی زندگی ایک مستقل hypomania ہے۔ بغیر خوشی کی ہنسی۔'

یوسف: 'تو تم لکھو گے ایسا پلے؟'

میکسم: 'کوئی نہیں لکھ سکے گا کیونکہ اتنی بڑی ٹریجیڈی کو لکھنے کے لیے وہ جن چاہیے جو سلیمان کے حکم پر ایک ثانیے میں ملکہ شیبا کے تختِ شاہی کو اپنے آقا کے حضور لے آیا تھا۔'

ھند: 'مگر اس میں بھی یہ پہلے سے تسلیم شدہ ہو کہ جن پڑھے لکھے ہوتے ہیں یا کم سے کم وہ جن پڑھا لکھا تھا۔ اگر وہ صرف ایک بھاری تخت کو اڑا لانے کی طاقت رکھتا تھا مگر لکھنا پڑھنا نہیں جانتا تھا تو وہ آپ کی ٹریجیڈی کیا خاک لکھے گا۔'

اپنے قہقہے ہوا میں چھوڑ کر سب چلے گئے۔

میں سوچتا ہوں ازرے ائیل بغیر اخبار نویسوں اور پلے رائٹس (playwrights) کے، رہنے کے لیے بہترین جگہ ہوتی۔ میرا مطلب ہے اس دن کے بعد سے جب آخری فلسطینی... سوری عرب... کی لاش سمندر میں ڈبوئی جا چکی ہوتی اور اقوامِ متحدہ کا ذکر بس ازرے ایل سے باہر کی تاریخ کی کتابوں میں رہ گیا ہوتا۔ جب وہ دن آئیں گے اقوامِ متحدہ کو زندہ رکھنے کی ضرورت ہی کب رہ جائے گی!

بس امریکا اور ازرے ائیل دنیا کی تا روزِ آخر سب سے بڑی قوت۔ یہی بل (Bill Clinton) کے دماغ میں تھا۔ دونوں میں مکمل ہم آہنگی تھی Total alignment'

روزانہ... نجانے وہ دن ہوتا ہے یا رات، یہ امید لیے سوتا ہوں آج کا ہپنوٹک آخری ہپنوٹک ہوگا۔ اس کے بعد میرے دماغ کو جاگنا نہیں پڑے گا مگر ساتھ ہی موت کا خوف مینینجائیٹس کی طرح دماغ کو جکڑ لیتا ہے۔ میں نے القرآن پڑھا ہے اور پڑھتے ہوئے جب یہ پڑھا تھا ''تم یہودیوں سے زیادہ زندگی اور دولت کے لالچی کسی کو نہ پاؤ گے'' تو تھوڑی دیر کے لیے میرے دماغ کو جیسے پالا مار گیا تھا اور ڈر رہا تھا کہیں میں اس کی سچائی سے ڈر کر اپنا مذہب تو تبدیل نہیں کر بیٹھا ہوں گا؟

ہاہا۔ I am still a secular Jew۔ (دین سے لاتعلق یہودی)

آج کا خواب بہت اچھا تھا۔ نرس سوسن میڈیکل سٹوڈنٹ ھرب کے ساتھ میرے بیڈ تک آئی تھی۔ مجھے لگ رہا تھا آج اس کا ارادہ اپنے کم عمر محبتی کو ایک بوسہ رشوت میں دینے کا ہے تاکہ وہ تین

مہینے پورے ہونے سے پہلے نیو یارک نہ چل دے۔

ہربرٹ مان کا دادا 20 سال کی عمر میں پہلی عالمی جنگ سے قبل فلسطین آیا تھا اور اس نے لبنان کی سرحد سے خلیج عقبہ تک کا ٹور کیا تھا اور دریائے جورڈن سے بحیرہ روم تک۔ اس نے اپنے سفرنامے میں لکھا ''عرب مہربان، ہمدرد اور مہمان نواز لوگ ہیں۔ مسلمان، عیسائی اور یہودل جل کر رہتے ہیں اور حالانکہ مختلف ملکوں سے یہود اُلیاہ کر کے اس ملک میں آ رہے تھے لیکن ہوا میں کسی قسم کا خوف نہیں بسا ہوا تھا۔''

وہ دوبارہ 52 سال بعد آیا، لیکن صرف 2 ہفتے کے لیے۔ لکھتا ہے ''قفس میں ہوں، حبس ہے۔ یہاں سے ایک جناتی سکشن پمپ سے فضا نکال لی گئی ہے... پوری فضا، صرف ہوا نہیں۔''

بوسہ دینے میں سوسن کی جیب سے کیا جاتا ہے: یہ اس نے روتھ (Ruth) سے کہا تھا۔ مجھ پر ایک نظر ڈال کر وہ ڈاکٹر ڈیلبرٹ مان کو پکارتی ہوئی یہاں سے چلی گئی۔ ھرب سوسن کے اس طرح ایک دم چلے جانے سے گھبرا گیا ہے اور مجھ پر سے نظریں ہٹا کر کھڑکی پر جا کھڑا ہوا۔

ڈیلبرٹ آ کر ای ای جی کو غور سے دیکھتا ہے اور خوش ہو کر سوسن کو پکارتا ہے: ''Listen, Bulldozer is dead'' (بلڈوزر گزر گیا)

ہر طرف سے سٹاف ممبرز میرے بیڈ کے گرد جمع ہو رہے ہیں۔ ان میں چند مریض بھی ہیں اور ان کے ملنے والے۔ میری لاش کو اٹھا کر لے جایا جا رہا ہے کہ وہ گر پڑی۔

کوئی کہتا ہے: ''کاش اتنا بڑا کھانے والا نہ ہوتا۔''

دیوار پر سے لِلی اپنی تصویر میں سے کہتی ہے: ''اسے میں نے ہمیشہ ڈائننگ ٹیبل پر ٹوکا لیکن یہ اپنی ماں کا کہنا کہاں مانتا تھا جو میرا کہا سنتا۔''

مجھے اس سے محبت تھی۔ یہ بھی میری ہنسی اڑانے والوں میں شامل ہو گئی۔

خاموشی، اور جھٹ پٹے کا وقت۔

ابھی میں خواب کی تعبیر ڈھونڈ رہا تھا کہ نرس سوسن اور ہربرٹ مان میرے بیڈ کے اِدھر اُدھر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سوسن کو صرف اپنے سے کم عمر والے بھاتے ہیں... وہ ہیری سے چار سال بڑی ہے۔ دونوں کے ہاتھ میں ٹینس ریکٹ ہیں۔ نہیں ٹیبل ٹینس ریکٹ۔ دونوں مجھے ٹیبل کی طرح استعمال کر رہے ہیں۔ دونوں ہی کَس کَس کر میرے جسم پر گیند کو مارتے ہیں۔ دونوں میں سے ایک بھی مس نہیں کر

رہا ہے۔ پہلے بھی یہ کھیل کئی بار مجھ پر کھیلا جا چکا ہے۔ کبھی سیدھی اوپر اٹھنے والی گیند کو مارنے کی کوشش میں دونوں کے سر ٹکرا جاتے ہیں اور وہ ہنسی سے بے حال ہو جاتے ہیں، جیسے میں انسان نہیں ایک چِیری ہوئی سیدھی سپاٹ لکڑی ہوں۔ دوسروں کے لیے نہ سہی ان میں یہودی مردہ جسم کا پاس ہونا چاہیے۔ جس کی عزت کرنے پر زور دیا گیا ہے، اتنا کہ دفن کے لیے جانا سب پر فرض ہے۔ نہ جانا نا قابلِ معافی گناہ۔

گیم ختم۔ دونوں جا چکے ہیں۔

میں اتنے دلچسپ خواب کے بعد آج بھی نہیں مرا۔ کاش موت کبھی نہ آئے۔

معافی تلافی کا دن

ایک اور صبح، نیا دن۔ ای ای جی مجھے ابھی تک زندہ دکھا رہا ہے۔ آج کا پہلا خیال جس میں شاید رات کے خواب کے کچھ ٹکڑے شامل ہیں، یہ ہے کہ وہ ہمیں کیڑے کہتے ہیں، یہودی کیڑے، بے جڑ کے پودے، زر کے کھوجی۔ میں ڈرتا ہوں تاریخ کا یہ مختصر دور جب گزر جائے گا جسے اُلیاہ گنا جا رہا ہے... یہودا کی ہم سے وعدہ کی ہوئی زمین کو ہمارا اصعود (ascent) تو ہم پھر بے جڑ کے پودے بن جائیں گے، یہاں وہاں سڑک کے کنارے اُگے ہوئے لوگ: آوارہ یہود (Wandering Jews)

یہ باتیں پہلے بھی میرے ذہن میں آتی تھیں جب پتھروں سے ہمارا مقابلہ کرنے والوں کا جواب ہم راکٹوں، ٹینکوں اور اپنی اُوزی رائفلوں سے دیتے تھے کہ یہ معرکہ تو ہم نے سر کر لیا اور کتنے معرکے کب تک سر کرتے رہیں گے۔ ان خیالوں سے میری نیند اڑ جاتی تھی اور لگتا تھا کھٹ بڑھئی میرے کان کے پردوں پر پیہم چونچ مار کر وہ صدا پیدا کر رہا ہے... کب تک؟ کب تک؟ کب تک؟

مجھے ستانے والے آج شاید چھٹی پر ہیں۔ نہ آوازیں آ رہی ہیں نہ مجھے میری کارگزاریوں کی مووی دکھائی جا رہی ہے، نہ کمرے میں چلتے پھرتے بھوت ہیں آپس میں میری باتیں کرتے ہوئے۔ نہ معلوم آج کون سے چمتکار سے میری تواضع کی جائے گی۔ یہاں میں علاج کے لیے نہیں رکھا گیا ہوں۔ اپریل 2006ء میں جب میں بے ہوشی میں چلا گیا تھا اور میرے سر کا آپریشن کیا گیا تھا تب سے یہ میرے تمام خیر خواہ میری دماغی موت کے منتظر ہیں۔ یہ ان کا دوغلا پن ہے۔ جانتے ہیں میں کبھی اس لائق نہیں ہوں گا کہ حکومت کی باگ ڈور سنبھالوں اور پھر بھی زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ ستانے کے لیے نہیں تو اور کس لیے۔

مشکل یہ ہے ان میں وہ بھی ہیں، میری طرح، جنھیں میں ازرے ائیلی کہوں گا اور وہ جو عرب ہیں... یعنی موشے کے ساتھی اور فرعون کا لشکر مجھے ایذا رسانی میں ایک ہو گئے ہیں۔

اگر جسم پُرسکون ہو اور دماغ جاگا ہوا تو ایک طویل بیماری زندگی کے کتنے بھید کھول دیتی ہے اور میرا یہ طویل قیام اس ہسپتال میں ایسا ہے جیسے سائیکو اینالسٹ کی کاؤچ پر لیٹا اپنا اور اپنی قوم کا اینالسس کرا رہا ہوں۔

یہ پہاڑ جیسی چڑھائی جسے اَلیاہ کہا جاتا ہے پہلا 1882ء سے 1903ء تک تھا، دوسرا 1904ء سے 1914ء تک گنا جاتا ہے جس میں میرے باپ یہاں اس بے نام زمین میں آئے تھے۔

آواز: 'فلسطین نہیں کہا جاتا'

ایرک: اس کے بعد دس بار اور ایسی چڑھائی چڑھ کر اس عرش تک پہنچے۔ کتنی بار بغیر اعلان کی ہوئی یہاں کو نقل مکانی ہوئی اس کا کوئی حساب نہیں ہے۔ جانتا ہوں اس صدیوں کی آوارہ گردی نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ ہمارے مشترکہ لاشعور میں ایک بیج بو دیا ہے کہ ہم کسی ملک کے بھی نہیں ہیں۔ ہمارا مذہب کیا ہے؟ ایک قوم، قوم یہود جو دنیا جہان میں بکھری ہوئی ہے ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانوں کی طرح... مختلف رنگ کے دانے، سب ایک جیسے نہیں۔ اس قوم کا تعلق موشے (موسیٰ) کی شریعت سے مطلق نہیں ہے اور شریعت ہوتی کیا ہے؟ ہمارے نزدیک نہ مدراش (حدیث) کچھ ہے، نہ تالمود (فقہ)، نہ تورات (شریعت)۔ سب اساطیر الاولین ہیں۔ دل کے بہلاوے، روایات پر چلنے والے یہود کے کام کی چیزیں، زندگی کیسے بسر کی جائے، ان کے احکام۔

اگر موشے (Moshe) لمبی عبا پہنے کبھی بکریوں بھیڑوں کا گلّہ لیے دشت میں گھوم بھی رہا تھا تو ہم اس کے پیچھے اس دور میں چلنے کو تیار نہیں ہیں۔ So much for his Torah

موشے میں وہ کمزوری تھی جسے ہمدردی کہتے ہیں ورنہ وہ کیوں ایک فرد کی حمایت میں دوسرے کا کام تمام کر دیتا۔ اس کے دل میں ان دو بہنوں کے لیے ہمدردی امڈی جو کنوئیں کے پاس کھڑی تھیں اور ان کے جانور پیاسے تھے کیونکہ وہاں کے مرد انھیں موقع ہی نہیں دے رہے تھے کہ پانی پلائیں۔

لیکن اپنے لوگوں میں 1918ء سے اب تک، آہستہ آہستہ، مگر مستقل ان کے پیچھے لگ رہنے سے ہم نے ان کے دماغ سے اس بے مصرف جذبے کو یکسر ختم کر دیا ہے اور اسی لیے اس زمین پر جس کا کل تک کوئی نام نہیں تھا باوجود چاروں طرف سے عربوں سے گھرے ہونے کے زندہ ہیں۔ یہاں ہمارے

لوگوں کے دل اتنے مضبوط ہو چکے ہیں کہ اگر وہ ایک پیاس سے مرتے ہوئے عرب کے سر پر بوٹ کی ٹھوکر لگائیں تو بھی انھیں بعد میں پچھتاوے کا ڈر نہیں ہوگا۔

یہ کیا ثابت کرتا ہے؟ یہی نا کہ ہم خود کو زندہ رکھنے کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں، کرتے ہیں۔ اس میں موشے اور داؤد کیا ہمیں یہووا کی خفگی تک کی پروا نہیں ہے۔ سفید عیسائی دنیا نے ایک نام ہم سے سنا (Goliath) جالوت اور دوسرا داؤد۔ دوسری عالمی جنگ میں جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا اور جسے وہ خاموشی سے دیکھتے رہے اس سے پیدا ہونے والے اپنے احساسِ جرم کو مٹانے کے لیے اب وہ ہمیں داؤد کہتے ہیں اور ہمارے اطراف کی پوری دنیا کو جالوت۔ انھوں نے پہلے بھی ہم سے بہت سے لفظ سیکھے تھے، کوشر، کیا، کاش ہم نے انھیں یہ دو نام عطا کیے اور ان کے بڑے سے بڑے جرنلسٹوں نے ہمیں داؤد اور عربوں کو جالوت لکھنا سیکھ لیا۔

میں چند لمحوں کے لیے متواتر فتح اور تسخیر کی ایک افق سے دوسرے افق تک پھیلی ہوئی لہر پر اوپر ہی اوپر اٹھتا جا رہا تھا اور سمجھ رہا تھا سارا سمندر میری عملداری ہے۔ پھر جب لہر کی نگر پر پہنچا تو دیکھا اس کے آگے اتار ہی اتار ہے اور پانی میرے سرفنگ بورڈ کے نیچے سے نکلا جا رہا ہے۔ اسی لمحے ایک سوال میرے ذہن میں ابھرا کہیں وہ بیماری جسے میں ہمدردی کہتا ہوں پھر سے ہمارے لوگوں میں تو نہیں پیدا ہو جائے گی؟ اور وہ ان خانہ بدوشوں کے ساتھ رہائشی علاقے، کھیت اور پانی میں حصے داری کو تیار ہو جائیں گے۔ اگر ایسا ہوا تو وہ زائیون کی موت ہوگی۔

ہمدردی کی جڑیں تو ہماری سرشت میں نہیں رہ گئی ہیں؟ کچھ کے ہیں۔ اگر یہ ان جڑوں سے پھر 'سب انسان ایک ہیں' کا پودا اُگ آیا تو کس ہتھیار سے ہم اپنا دفاع کریں گے۔ یہودیوں اور عربوں کی مشترکہ فوج۔ ہم اس سے کیسے لڑیں گے! A valid question۔ لیکن اس کا جواب ابھی ہم نے نہیں سوچا ہے۔

آواز: 'یہ بے روک ٹوک بڑھتی چلی جانے والی قوت محرکہ (momentum) تم اسرائیلوں میں فلسطینیوں کی ہر بات، ہر ادا سے نفرت کی بنا پر ہے۔ اسے تم باہر سے آنے والوں نے کاشت کیا ہے، یہاں کے پرانے بسنے والے یہود اس سے پاک ہیں، اور تم؟ تمھیں ان کا کوئی کام درست نہیں لگتا ہے، نہ ان کا رہنا سہنا، نہ کھانا پینا۔ تمھارے ذہن میں ایک مفروضہ تیار کیا گیا ہے کہ فلسطینی عرب زمین کو برباد کر رہے ہیں، وہ اس کے لائق نہیں ہیں، ریت اور پتھروں میں چھپے

ہوئے سانپ ہیں۔ان کوختم کر دینے میں کیا حرج ہے۔ان کے اٹھ جانے کے بعد تمھارا ایمان ہے کل یہ زمین صیہونی ہاتھوں میں ہوگی۔اس وقت اس کا حُسن دیکھنے والا ہوگا۔
کبھی سوچتے ہو تم نے اپنی کتنی نسلوں کو ماں کے دودھ کی جگہ نفرت کے زہر پر پالا ہے۔'

ایرک: کاش ہمارے نیورو سرجن دماغ میں سننے کے سینٹر کو بے کار بنا سکتے۔

آواز: 'مہاجنوں اس وقت کو خیال میں جگاؤ جب اس نفرت کے سیلاب کا مومینٹم ٹوٹے گا، اسرائیلی سپاہی تھک جائیں گے اور اٹھتے بیٹھتے کہیں گے ''کب تک، کس سے لڑیں اور کیوں؟'' ہم اپنے گھر جانا چاہتے ہیں جہاں کے ہم ہیں...ڈینیوب اور وولگا کی زمین، We miss Seine and Rhine۔اس چھوٹی سی ریاست ازرے ائیل کے پرکھوں میں سے کسی کو اس مٹی سے پیار نہیں تھا جس سے وہ اٹھے تھے۔نفرت کا ایک پیگ اپنے پیچھے ناقابلِ برداشت خمار لیے ہوتا ہے اور ہمیں تو سالہا سال بغیر مانگے یہ تلخ شراب بھر بھر بوتلوں پلائی گئی ہے۔ہمیں ہمارے ملکوں کو جانے دو...فرانس، پولینڈ، ہالینڈ، روس اور کیوں نہیں جرمنی بھی۔''

ایرک: ہم جرمن، روسی، فرانسیسی، پول، ڈچ، برٹش، اٹالین کچھ نہیں ہیں۔

آواز: 'امریکی اور ایتھوپین بھی نہیں؟'

ایرک: وہاں رہے، لیکن وہاں کے تھے نہیں۔ہیں تو صرف یہود اور جب اس ارضِ موعود میں جمع ہو گئے تو ازرے ائیلی ہماری شناخت بن گئی۔

تھیوڈور ہرزل ہنگری کا تھا، بن گوریان پولینڈ کا، گولڈا میئر لمبی ناک والی سویٹ گولڈا یوکرین کی، چائم ویز مین ہمارا پہلا صدر... پول۔سب طاقت اور وقت کی اوکھلی میں پس کر ازرے ائیلی بن گئے...داؤد، سلیمان اور موشے کی زمین کے باشندے۔

I declare David, Solomon, Moses were all Israelis and therefore Zionists.

آواز: 'اس رول گول میں عراق، شام، ایران، ہندوستان، افغانستان اور ایتھوپیا کے ہاد کہاں آتے ہیں؟

ایرک: اتنے دنوں میں، میں نے ان آوازوں کو سنا ان سنا کرنا سیکھ لیا ہے۔اتنا میں سمجھ چکا ہوں ان میں زیادہ آوازیں مشرقیوں کی ہیں اور مشرقیوں کی آواز دماغ سے نہیں روح سے نکلتی ہے۔ A senseless concept (فہم سے عاری تخیل)

تعجب ہے آج ابھی تک نہ زپورہ (Zipporah) کا پتا ہے نہ سیمیون (Simeon) کا۔ دونوں کی فکر میں ایک دشت کا فاصلہ ہے اور دشت بھی کون سا؟ وہ جو احمر سے اوقیانوس تک پھیلا ہوا ہے۔

زپورہ کی پیدائش یہیں کی ہے 1973ء کی، یوم کپور کی جنگ کے وقت پانچ سال کی تھی... میرا دماغ صحیح کام کر رہا ہے: شاید 1968ء میں پیدا ہوئی ہوگی۔ یہ اس کی پیدائش کہاں سے بیچ میں آ گئی۔ بات اس جنگ کی تھی جس سے ازرے ائیلیوں کے دماغوں میں ایک کھٹکا بیٹھ گیا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے، کبھی ازرے ائیل بھی عربوں سے ہار سکتا ہے اور زپورہ یہی خدشے سنتی ہوئی بڑی ہوئی ہے۔

ہم نے انسانی نفسیات کی کتابوں کو غیر اہم بنا دیا ہے۔ Of no relevance۔ اہم بات یہ ہے کہ دنیا میں دو قومیں ہیں... ایک حاکموں کی، دوسری محکوموں کی، سفید قوم حکومت کرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔ باقی رنگتوں والے ان کی تابع فرمانی کے لیے...

آواز: 'جنوبی افریقا کے سفید باشندے بھی اسی گھمنڈ میں مبتلا تھے۔'

اگر سب ایک جیسے حقوق لے کر پیدا ہوئے ہوتے تو یہ طرح طرح کی رنگتیں، ہونٹ، ناک اور بال کیوں حیاتیات کے عمل (biological process) نے بنائیں؟ ہم قوم ہاد سفید ہیں۔ یہووا نے ہمیں حکومت کرنے کے لیے بنایا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ یورپ کے ممالک کے بدلتے ہوئے حالات نے، جن میں ہر خرابی کا ذمے دار ہمیں ٹھہرایا جاتا تھا، کبھی بھی ہمیں یہ رول ادا کرنے کے لیے زیادہ مہلت نہیں دی ورنہ سلیمان کی طرح زمین اور ہوا ہمارے فرمانبردار ہوتے، آخر کو ہم اونچی امنگیں رکھتے ہیں، اونچے کام کر ڈالنے کی چسک ہم میں ہے، ہم ڈسپلن والے لوگ ہیں، اعلیٰ تعلیم کو زندگی کا اہم ترین جز سمجھنے والے اور دماغی کام ہی ہمارے لیے زندگی کا اجر ہے۔

آواز: 'اعلیٰ سود پر ادھار رقم دینا نہیں؟ اسے بھی گنو جو تم نے غیر یہود کو سود پر ادھار دینے کو جائز بنا رکھا ہے۔ تورات اور تالمود میں یہ اضافہ بھی تمھاری ذہنی اونچی اڑان پر دال ہے۔'

ایرک: لیکن جب بھی وقت ہمارا ہمنوا بنا اور ہمیں سدا کے لیے دنیا کی حکمرانی سونپ دی گئی اس زمین کے بھاگ جاگ اٹھیں گے۔ فرعون نے تو کیا سامی نسل والوں سے کام لیا تھا جو ہم غیر سامیوں سے لیں گے۔ ہم نے رحم اور تاسف کے جذبات کو بے مقصد سمجھ کر انسانی نفسیات سے خارج کر دیا ہے۔

میں 'تحریک امن ابھی' (Peace Now Movement) کے خلاف ہوں۔ عربوں پر رحم یا

انھیں کسی قسم کی چھوٹ دینا خود ہمیں کمزور بنا دے گا۔ موجود دور کے ازرے ائیل کے تجربات نے...
آواز: 'تمھارے پیدا کیے ہوئے۔'
ایرک: ثابت کر دیا ہے کہ ہمارا اخذ کیا ہوا یہ نتیجہ درست ہے۔
جان لیتے وقت جان لینے والے کے دل اور دماغ میں رحم نہیں ہونا چاہیے۔ ماں کی چھاتی پر بچے تک کے لیے نہیں۔ اور جان لینے کے بعد تاسف؟ جذبات کا زیاں ہے۔
سائیکیٹرسٹ اور سائیکولوجسٹ کے لیے بھی ہمارا کچھ پروگرام تھا۔ انھیں ہم بھولے نہیں ہیں۔ آگے چل کر ہمیں ان سے خطرہ درپیش ہوگا جیسے 'امن ابھی' والوں سے۔ میرا پروگرام تھا ان کی کھیپ کی کھیپ ان ملکوں کو بھیج دی جائے جہاں کے لوگوں میں یہ غیر ضروری جذبات ہیں۔ یوں بھی ہمارے کِبُتس (kibbuts) میں پل کر بڑے ہونے والے بچوں میں یہ فالتو جذبات نہیں ہوں گے۔
اگر میں مصر کے تخت پر بیٹھا ہوتا اور ایک نہیں ہزار خواب سات دبلی گایوں کو سات موٹی گایوں کے کھانے کے اور سات ہری بالیں مکئی کی اور سات سوکھی دیکھتا اور میرا قیدی یوسف ان کی تعبیر صحیح بتاتا تو بھی اسے قید میں سڑاتا۔ مجھ سے وہ غلطی بھی نہیں ہوتی ملک کو یوسف کے سپرد کر دینے کی۔
دوسری غلطی مصر کے بادشاہ نے وہ کی تھی کہ ازرے ائیلی بچوں کے قتل کا حکم دے کر اپنی بیوی کے کہے پر موشے کی جان بخشی کی اور احمق نے اسے محل میں پالنے کی حامی بھر لی۔ ان دو مصریوں میں یہ نازک جذبات اگر نہ ہوتے تو مصر کی تاریخ کچھ اور ہی ہوتی۔
آواز: 'اور بنی اسرائیل کی تاریخ شاید کبھی لکھی ہی نہیں جاتی۔'
ایرک: آدمی کیدا اپنے دشمن سے سیکھتا ہے۔ I am a genius
ایک اور خواب ہے جو میں نے نہ اپنی ایک عورت کو بتایا نہ دوسری کو، نہ ان کے بیٹوں سے پیدا ہونے والوں کو۔
آواز: 'آج کہہ بھی ڈال بلڈوزر۔'
ایرک: ازرے ائیلی کام کریں، کمائیں امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا میں... ہماری حکمرانی مغربی دماغ پر ہے۔ امریکا سے ہمیں کبھی خطرہ نہیں ہوگا وہاں یہود عیسوی (Judeo-Christian) تہذیب جڑیں پکڑ چکی ہے۔ ہاں تو میں سوچ رہا تھا زائیونسٹ ہاد کام کریں امریکا وغیرہ میں اور یہاں سال بسال چار ماہ کے لیے آ کر قومی یعنی ملٹری ڈیوٹی ادا کریں۔ یہ روٹین ہر قسم کی مقامی آبادی کو کنٹرول میں رکھے گا... مسلم اور کرسچین عربوں کو بھی مشرقیون یہود کو بھی، ہماری ایک کالونی رہے

گی۔ جوں ہی کہیں ہولوکاسٹ کے آثار نظر آئے بھاگ کر اس میں آ گئے۔ یہ میرا بار بار آنے والا خواب ہے جیسے جوزف کے خواب میں ستاروں نے اسے سجدہ کیا تھا میرے اندر چھپا جیکب مجھ سے کہتا ہے اس خواب کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔

ہم دنیا بھر سے مختلف ہیں۔ اگر مجھ سے کہا جائے ہمارے جسم کا ہر سیل (Cell) دیگر تمام قوموں کے افراد کے سیلوں (Cells) سے مختلف ہے تو مجھے اسے ماننے میں تامل نہیں ہوگا۔

ہمارے پاس ڈھائی سو ایٹم بم ہیں۔ باہر والے کہتے ہیں چار سو۔ ٹھیک ہے۔ ڈھائی سو سے خوف ساری دنیا میں چار سو کا ہے۔ یورینیم کا ہمارے لیے کبھی توڑا نہیں تھا۔ اگر ہم ایک پورا جہاز، جو یورینیم دنیا کے ایک سرے سے دوسرے کو لے جا رہا ہو، ہائی جیک کر لیں... کھلے سمندر پر، اور یہ سوال یو این او کی سلامتی کونسل میں اٹھایا جائے تو اس پر بحث نہیں ہوگی۔ خود بخود ویٹو ہو جائے گا۔ آج یہ ہے ہمارا اقبال اور طالع بلند۔ اقوامِ متحدہ، امریکا کے سٹیج کی ایک ڈھیلی ڈھالی تنظیم ہے، اس پر وہی ڈراما کھیلا جاتا ہے جسے امریکا ڈائرکٹ کر رہا ہو... ہمارے سپرویژن میں۔ ازرے ائیل چاہے تو یو این او کا خرچہ اکیلا اٹھا سکتا ہے۔ آخر کو ہم دنیا کے شہنشاہ سرمایہ ہیں۔

مگر میں اس ترقی سے مطمئن نہیں ہوں۔ اتنے سالوں میں ہم ایک بھی خودکش بمبار پیدا نہیں کر سکے ہیں۔ ایک دن اگر ایٹم بم ختم ہو گئے، اسلحہ کی دنیا پر امریکا کی بالادستی مٹ گئی اور جنگ جاری رہے تو پھر ہم فلس... سوری عربوں جیسے بے جگری سے لڑنے والے کہاں سے لائیں گے۔ رہے بمبار ہوائی جہاز، وہ ہمارے بہت ہیں۔ خودکش بمبار ایک بھی نہیں۔ اگر ان کے پاس ہمارے جیسا جنگی طیارہ ایک بھی ہو اور اسے اڑانے والا بھی تو وہ اپنی جان کی پروا کیے بغیر اسے کنیسیٹ سے جا ٹکرائے گا اور یہ حقیقت ہے کسی بھی جنگ میں بالآخر جنگ کا فیصلہ کرنے والا پیدل سپاہی ہوتا ہے، نہ فائٹر ہوائی جہاز، نہ سمندری قلعے۔ ان فلس... سوری عربوں میں سے ہر ایک سپر ہائیڈروجن بم ہے۔

اس سے بھی بڑا خطرہ یہ ہے، اور اس سے ہر ازرے ائیلی آگاہ ہے کہ اپنے پروپیگنڈے کے ہم خود شکار ہیں: عرب بزدل ہیں، ہم ناقابلِ شکست۔ جب چاہیں جہاں چاہیں انھیں شکست دے سکتے ہیں۔ یقیناً ہماری فوج میں بھی کوئی گوئبلز (Goebbles)[1] گزرا ہے۔

جو حقیقت ہے وہ میں جانتا ہوں کیونکہ کیمبرلے سٹاف کالج (Camberly Staff College)

---

(1) جوزف گوئبلز: جرنلسٹ، ہٹلر کا پروپیگنڈا اور پبلک کو اشتعال دلانے کا چیف۔ انگلش تلفظ: Gerbles

گریٹ بریٹین کا پڑھا ہوا ہوں اور تل ابیب یونیورسٹی کی ڈاکٹریٹ کا حامل بھی ہوں۔ خیر اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ عربوں کا لڑنے کا تجربہ صدیوں پر پھیلا ہوا ہے اور وہ دشمن زیادہ خطرناک ہے جسے بار بار جیتنے اور ہارنے کا تجربہ ہو، وہ نہیں جس نے صرف جیت کا مزہ چکھا ہے: دو تین بار شکست اور پسپائی اور ہمیشہ کے لیے ہتھیار پھینک دے گا۔ اگر ایک بار فتح کا جام ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو...

بن گوریان کا لیکچر ہمیں بغیر رکے مارنا، قتل کرنا تو سکھا تا ہے لیکن اس کمی کو کب پورا کرتا ہے جو دو ہزار سال زر کی تلاش میں ملک ملک پھرنے میں ہم میں پیدا ہوگئی ہے۔ ذرا سے کھٹکے پر اپنے پاڑے (گیٹوز) کی بلوں میں چھپ جانا۔ بچنے کی حس نے ہمیں اتنا بزدل بنا دیا ہے کہ اگر ایک گھٹنیوں چلنے والا عرب بچّہ بھی گھر کے باہر روڑوں سے کھیلتا نظر آجائے تو ہم اپنے دفاع میں اس پر بھی رائفل چلانے لگتے ہیں۔ ہمارے سپاہی جانتے ہیں وہ خود پتھر کا جواب پتھّر سے دینا نہیں جانتے ہیں۔ ہم نے تقریباً ایک صدی میں ایسی سپاہ تو کیا ایسا ایک سپاہی بھی نہیں پیدا کیا ہے جو نہتا لڑ سکے، خودکش بمبار ہو اور جس کا ارادہ مر کر اس زمین میں دفن ہونے کا ہو۔

آواز: 'یہی فرق ہے بلڈوزر تم میں اور ان میں۔ یہ اسی زمین کے سپوت ہیں اور اس کے لیے مر کر یہیں دفن ہونا چاہتے ہیں۔'

ھند: 'موت کا خوف یہود کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ ان کی تو دعا ہے کہ پروردگار اگر میں مر گیا تو کون تجھے قبر میں یاد کرے گا اور کون تیرا ثناخواں ہوگا۔'

ایرک: گھس آئے یہ ایذا دینے والے کمرے میں؟ یہ لوگ جو بھی ہیں جہاں بھی چھپے ہیں میرے خیالات کو پڑھ سکتے ہیں، سن سکتے ہیں۔ اب میرے دماغ میں اُدھم مچ رہا ہے۔ لوگ کمرے میں گھسے چلے آرہے ہیں۔ ایک نعرہ لگتا ہے: ''ازرے ائیل عظیم'' (Greater Israel)، اس کا جواب ہوتا ہے: ''کب تک؟ کب تک؟'' دوسرا نعرہ اٹھتا ہے: ''امن ابھی۔'' جواب: ''تمام اس علاقے پر قبضہ جو مغربی کنارہ ہے۔ میسوپوٹامیہ کی زمین، نیل کی سرزمین۔'' یہ جواب ہے ''امن ابھی'' کے نعرے کا۔

''کب تک؟ کب تک'' کے نعرے نیویارک کے بولشویک یہودی ایلی ایلی (Eli Eli) لگا رہے ہیں۔

ایک نرس: 'دیکھو ایرک کا بدن کمان کی طرح اٹھ رہا ہے۔'

ڈاکٹر ڈیلبرٹ مان: 'ای ای جی بھی بے ڈھنگی چال چل رہا ہے۔'

نرس: 'میرا خیال ہے کچھ کہنے کی کوشش کر رہا ہے۔'

ھنڈ: 'شاید عتاب میں ہے۔'

ایرک: یہ امن کے بھوکے بس اتنا ازرے ائیل چاہتے ہیں جتنا1948ء میں دیا گیا تھا۔

یہودن سارہ: 'اتنا، جتنا ایک جیب کترے نے ایک بے خبر راہ گیر کی جیب کاٹ کر ہمیں خیرات دی تھی۔'

ایرک: شٹ اَپ۔ کل کو اس ملک کی حقیقت سے انکار کرے گی اور کہے گی ازرے ائیل وہاں تک جہاں انیسویں صدی میں تھا۔

شور: 'اسرائیلیوں نے فرعون کی طرح جو ہر عتاب الٰہی کے بعد عہد کرتا تھا اب عبرانیوں کو نہیں ستائے گا، ہر ہولوکاسٹ کے بعد عہد کیا اب جس ملک میں جائیں گے وہاں بسنے والوں میں گھل مل کر رہیں گے، وہاں سازش کا جال نہیں بچھائیں گے لیکن ہر بار اپنا عہد بھول گئے لیکن اس دفعہ نہیں بھولو گے...'

ایرک: فرعون عہد توڑتا ہوگا ہم عہد نہیں توڑتے ہیں۔ ہر یوم کپور سے پہلے آنے والی رات کو پورے ایک سال میں منہ سے نکلے ہوئے وعدوں کو جو ہم پورے نہ کر سکے (''پورے نہیں کیے'') یہووا سے معاف کروا لیتے ہیں۔ پشیمانی کیسی؟ کول نِدرے (Kol Nider) ہماری سب سے پاک عبادت ہے جو یوم عفو الٰہی پر ہم بار بار پڑھتے ہیں، گاتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ پچھلے ایک سال میں کہا تھا اور شریعتِ موسوی کے خلاف تھا اسے وہ معاف کرے اور اگلا سال مسرّت اور ذلّت سے نجات کا ہو۔

میرا نعرہ ہے ''ازرے ائیل عظیم۔''

آوازیں: ''کب تک؟ کب تک؟''

میں بار بار نعرہ لگاتا رہا اور مجھے تنگ کرنے والے ''کب تک؟ کب تک؟'' کہنے سے باز نہیں آئے۔ بغیر ہونٹ اور زبان ہلائے میرا حلق خشک ہوگیا۔ جس طرح یہ ایذا دینے والے بے بتائے آتے ہیں، بے بتائے چلے جاتے ہیں آج بھی ویسے ہی ہوا۔ آوازیں جا چکی ہیں اور میں تھک چکا ہوں۔

جس ڈاکٹر نے ابھی ابھی مجھے آ کر دیکھا ہے نرس ڈیبورہ (Deborah) کو آواز دے رہا ہے:

Dorothy come here and see: the bulldozer is sweating like a pig.

(ڈوروتھی یہاں آ۔ بلڈوزر سؤر کی طرح پسینے پسینے ہو رہا ہے)

اب کچھ کرنے کے بجائے دونوں کھڑے ہنس رہے ہیں۔

وہ کہتی ہے:

Yes he is a fat big pig, so should sweat like one.

(واقعی ہے تو فربہ سؤر، سو اسی کی طرح اسے پسینا آنا چاہیے)

13 + 31 + 28 + 28 دن

ابھی آوازیں مجھ تنگ کر رہی تھیں۔ شاید اسی لیے مجھے یہاں رکھا گیا ہے۔ جب گہرے سڈیشن، انجکشن سے پیدا کیے ہوئے سکون، میں نہ ہوں تو کیا نہیں کیا جاتا ہے مجھے ستانے کے لیے: پروجیکٹر سے سامنے کی دیوار پر کیا کچھ نہیں دکھایا جاتا ہے: گرتا ہوا ملبا، بلڈوزر کے نیچے کچلے جانے والے عرب بچوں اور تھن کٹی ننگی عرب عورتوں کی سٹلز۔[1] کبھی مووی کی شکل میں عرب مکانوں، مدرسوں، سرکاری عمارتوں اور ہسپتالوں کا ڈھایا جانا اور ان گرتی ہوئی عمارتوں کے نیچے آجانے والے عرب کنبے کے کنبے۔ کبھی کردار دیوار کی متحرک تصویروں سے ایک ایک کر کے کمرے کے فرش پر لینڈنگ کرتے ہیں اور پورے کمرے کو سٹیج بنا دیتے ہیں۔ ان کے بولنے اور چیخنے رونے سے میرے کان پھٹنے لگتے ہیں لیکن کیسے اذیت دینے والوں سے کہوں: ''یہ سین بند کرو۔ میں بھی انسان ہوں۔ (مجھ پر ہنسنے کی آوازیں آ رہی ہیں) میرا نہ صحیح علاج کیا جا رہا ہے نہ میری دماغی موت کا انتظام جس کا سب کو انتظار ہے۔ اس کا بھی کیا اعتبار ہے جو میں نے میڈیکل سٹاف اور اہم ڈاکٹروں سے، جن میں دو نوبیل انعام یافتہ ہیں، سنا ہے کہ علاج سے میرے اٹھ کھڑے ہونے یا دماغی موت کے ظاہر ہونے کی مدت سو دن ہے۔ نمبر دو صورت میں میرے زندہ رکھنے کی لائنیں منقطع کر دی جائیں گی۔ یعنی مجھے رہائی مل جائے گی۔ مجھے 13 اپریل 2006ء کا انتظار ہے۔ مجھے ان کی بات کا بھروسا نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے قبر میں لٹا کر

---

[1] Stills: ساکت تصویریں۔

بھی ان الیکٹروڈز اور ٹیوبس کو مجھ سے جوڑ دیں اور قبر میں اٹھ بیٹھنے پر میں تابوت کو طبلے کی طرح بجانے لگوں۔

نرس سوسن: 'ھرب تمھیں ایرک کے چہرے پر کچھ نظر آ رہا ہے؟'

ھربرٹ مان میڈیکل سٹوڈنٹ: 'وہ جو تم میرے چہرے پر نہیں دیکھتی ہو۔'

سوسن: 'مسکراہٹ؟'

ھرب: 'تین مہینے پورے ہو جائیں اس زندان سے پُھر سے اڑ جانے پر تم وہ بھی میرے چہرے پر دیکھو گی۔'

سوسن: 'تم ہو پودنے۔'

ایرک: اوہ ان سب کو مجھ پر سراغ رسانی کے لیے رکھا گیا ہے۔ کاش میں نے اپنے پیچھے سوخت کیے جانے کی وصیت چھوڑی ہوتی Nothing cleaner than cremation (مردے کے لیے سوختن سے کیا بہتر ہو سکتا ہے)
''ویل کم زپورہ ویل کم سیمپیون''

جب یہ دونوں یا نرس شونا اور ڈاکٹر ریوبین اس کمرے میں ہوتے ہیں تو ستانے والے مجھے تنہا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ یہ بھی غنیمت ہے، وہ دونوں اور یہ دونوں ایک ساتھ کمرے میں نہیں آتے ہیں ورنہ نہ انھیں تنہائی مل سکے محبّت کرنے کی نہ مجھے اسے دیکھنے کی۔

دونوں کھڑکی پر جا کھڑے ہوئے ہیں جیسے باہر کی رات کے اندھیرے میں جھانک رہے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح سیمیئون نے زپورہ سے لگ کر کھڑے ہونے کی کوشش کی لیکن وہ اتنی دور ہو گئی کہ وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنی طرف نہ گھسیٹ سکے۔ سیمیئون مغرب کا ہے اور زپورہ آخر کو پچھڑے ہوئے مشرق کی... مزراہی۔

ڈاکٹر سیمیئون: 'جب بھی اس ملک سے باہر جاتا ہوں لگتا ہے تازہ کھلی ہوا میں سانس لے رہا ہوں۔ یقین مانو کراچی، کلکتہ اور ممبئی کی گھنی سے گھنی آبادی میں بھی مجھے کبھی اتنی گھٹن محسوس نہیں ہوئی جتنی تمھارے ملک کے پارکوں اور بیچیز میں۔ یہاں تو حبس ہے۔'

زپورہ: 'بدل جائے گا۔'

سیمیئون: 'کبھی نہیں۔ تمھارا خیال ہے تین سو ایٹم بم رکھنے والا ملک کبھی خود کو آزاد محسوس کر سکے گا؟'

زپورہ: 'آزاد ہے۔'

سیمیئون: 'نہ ہے، نہ کبھی ہوگا۔ یہ بھی کوئی سونے کا قیدی ہے جو اپنی حرص میں پھنس کر اردگرد کے لوگوں اور ہر چیز کو سونے کی بنا بیٹھے اور جب اپنی مورکھتا پر رو پڑے تو اس کی آرزو پوری کرنے والا فرشتہ آ کر ایسے پانی کا پتا دے جس کے چھڑکنے سے ہر جی، ہر چیز جی اٹھے۔ یہ ملک سدا اپنی قید میں رہے گا۔ کیا تین سو ایٹم بموں کو تمھارے لوگ خلا میں پھینک کر ہاتھ جھاڑتے ہوئے آ کر کبھی کہیں گے ''لو ہم اپنے دفاع سے مُکت ہو گئے۔ اب باقی جیون دوستوں کے درمیان ہے۔ نہ ہمیں ان سے خطرہ نہ انھیں ہم سے بیر۔''

زپورہ: 'خلا میں پھینکنے کی کیا ضرورت ہے اتنی مہنگی چیزوں کو۔ امریکا کو دے آئیں گے جس کے پاس زندگی کے لیے غیر ضروری سامان کو رکھنے کی جگہ ہی جگہ ہے اور بدلے میں وہ ہماری امداد دُگنی کر دے گا۔'

جو سیمیئون زندگی کے بارے میں سنجیدہ نہیں ہے، نیو یارک کا ہے اور وہیں واپس جانا چاہتا ہے۔ خالص یہودی نہیں ہے۔ نانی کیتھولک تھی۔ امریکی اشک نازم ہے۔

زپورہ کی ماں نے زندگی کے آخری گیارہ سالوں میں بولنا بند کر دیا تھا۔ باپ یہیں کا تھا اور ازرے ائیل بننے کے بعد یہاں رہنے سے عاجز آ گیا تھا۔ زپورہ یہاں رہ بھی رہی ہے اور کہتی ہے ''یہاں کی زندگی سے بھر پائی... گھٹا گھٹا سا ماحول۔ ایک دہشت کی فضا طاری رکھی جا رہی ہے تاکہ غیر آلِ یعقوب جو بچے ہیں آخر کار اس مُلک کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں۔ نوجوان اور جوان ازرے ائیلی، دونوں ہی جنسوں کے، جنھوں نے زائیونزم کو اپنی روح بنا لیا ہے اور یہووا کی دی ہوئی روح کو جسم سے نکال باہر کر چکے ہیں، تشدد (violence) کو اس حد تک اپنا چکے ہیں کہ عربوں کے بچوں، بوڑھوں اور جوانوں کے حشر کا ان پر مطلق اثر نہیں ہوتا ہے۔ بغیر سوچے، جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو اکیلا پا جائیں تو ایک عرب لڑکے یا لڑکی کو گولی مارتے ہوئے پاس سے گزر جاتے ہیں۔''

ایک دن جو سیمیئون سے کہہ رہی تھی ''یہ تشدد پر پلے ہوئے بچے مان لو جب اس زمین پر کوئی غیر نہ رہ جائے تو اپنی تشدد کی عادت کیسے ترک کریں گے؟'' اور جو سیمیئون کہہ رہا تھا: ''مجھے تو یہ انسان کی ایک نئی ہی قسم دکھائی دیتے ہیں۔''

جب بڑے سپیشلسٹ میرے کمرے میں جمع ہوتے ہیں تو ان میں سے اکثر کے چہرے پر مجھ سے نفرت لکھی ہوتی ہے۔ ایک دن ان میں سے ایک نے میرے ہاتھ کو کلائی سے پکڑ کر اٹھایا اور ہنس کر

اپنے اسسٹنٹ سے بولا: ''یہ ہے وہ ہاتھ جس نے کتنوں پر اپنی گن تانی تھی'' اور پھر میری اشارے کی انگلی کو ہلاتے ہوئے اس نے کہا: ''یہ ہے وہ انگلی جو سدا ٹریگر پر رہی ہے۔'' اس کے اسسٹنٹ نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا: ''میں اس کے علاج میں اس لیے شریک ہوں کہ یہ نادرست ہے اور میں اسے درست کرنے والا، ورنہ...''

مجھے نہیں معلوم آگے وہ کیا کہنا چاہتا تھا: شاید 'سائنائیڈ' اس کی زبان پر آ کر رہ گیا ہو۔ ''ورنہ سائنائڈ دے دیتا۔''

اس وقت زپورہ نے سر جوسیمیون کے کندھے پر ٹیک رکھا ہے اور یہ اس کے لیے آسان ہے کیونکہ وہ جو سے تھوڑی لمبی ہے۔ کاش اسی طرح کے سین چوبیس گھنٹے دیکھنے میں آئیں اور یوں نہ بھی ہو تو کم سے کم خاموش تنہائی تو ہو مگر یہاں بار بار آوازیں آپس میں میری زندگی کے واقعات کو دہراتی تہراتی رہتی ہیں اور یہی کام دیوار پر موویز دکھا کر کیا جاتا ہے اور اس ایذا دہی میں وقت کی کوئی ترتیب نہیں ہوتی ہے۔ 1982ء پہلے آ سکتا ہے 1976ء بعد میں، دیریَس کے ساتھ ساتھ الزتار کا قتلِ عام، بچپن جوانی سب گڈمڈ۔

اور ان سب اذیتوں سے بڑھ کر ایک ایک واقعے کا بار بار دکھائے جانا ہے... ان کے پسندیدہ سین ہیں صابرہ اور شتیلہ، قبیہ، کرامیہ، دیریَس، یاسر عرفات کے گھر پر ٹینکوں سے چڑھ دوڑنا۔ بعض وہ قتلِ عام ہیں جن میں میں موجود بھی نہیں تھا... مقصد وہاں بھی یہی ہوتا ہے کہ تم سب دہشت گرد ہو، امن پسند لوگ نہیں۔

اس چھوٹے مسخرے کی فلموں پر بھی پابندی لگنی چاہیے جو اُٹنگا کوٹ اور تھیلے جیسی پتلون پہنتا تھا، ہاتھ میں ٹہلنے کی چھڑی۔ The Great Dictator میں یہودیوں کو سب کچھ سہتے دکھا کر یہ ظاہر کیا گیا ہے وہ یورپ میں بس پٹنے کے لیے تھے، ہر وقت گھگھیائے ہوئے سے، میں نے خود لوگوں سے سنا ہے جنھوں نے وہ فلم کچھ ہی دن پہلے دیکھی تھی ''جس طرح جرمن سپاہی کرتے تھے اسی طرح اس ملک میں عربوں سے ہمارے سپاہی کرتے ہیں... تنگ کرنا، بلا تاسف۔

فلم کے اخیر میں مسخرے کی تقریر سنتے ہوئے میرا خون کھول گیا تھا۔ جیسے ہمیں اشارۃً سنایا جا رہا ہے ''سب برابر ہیں، سب کے لیے اس دھرتی پر بہت کافی جگہ ہے۔''

مجھے اس فیصلے پر پہنچنا ہے یہ سب کچھ جو مجھے اس کمرے میں لٹا کر کیا جا رہا ہے اس کے پیچھے کون

ہے؟ میرے سیاسی دشمن؟ عرب؟ مدراشی یہود؟ موشے جو مجھے عرصہ سے لگ رہا ہے فلسطینیوں سے مل گیا ہے؟ یا میری، ہی ہستی کا کوئی حصہ میرا دشمن بن گیا ہے؟

آواز: 'تمام یورپی نو آبادیوں کی طرح اس نئی نو آبادی (کالونی) کو بھی ایک دن یہاں سے اٹھ جانا ہے۔ سمجھ میں آیا تمھارا دشمن کون ہے دی وورا اور شموئیل کے بیٹے؟'

جوتوں سمیت!

کبھی کبھی جب ہسپتال میں کام کرنے والوں کو اور کوئی کام نہ ہو میرے بیڈ کے پاس کھڑے ہو کر میرے بارے میں باتیں کرنے لگتے ہیں۔ جیسے میں بے ہوش مریض نہیں مردہ لاش ہوں اور ان کی باتیں نہیں سن سکتا ہوں۔ احمق پھر مجھے زندہ رکھنے کی کوشش کیوں کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے: ''بیڈ پر پڑا کتنا معصوم لگ رہا ہے۔''

دوسرا کہتا ہے: ''ہاں۔ چنگیز بھی اپنی ماں کو اتنا ہی معصوم نظر آتا ہوگا۔'' تیسرا کہتا ہے: ''بچّہ جوزف سٹالن'' پھر وہ نوجوان Herbert Mann نیم پخت ڈاکٹر مجھ پر نظر رکھتا ہوا کہتا ہے:

"He was real brave: never kept his intentions secret."

آواز: '6 فروری 2001ء کو وزیر اعظم بنا لیکن اس سے پہلے ہی 2000ء میں ثابت کر چکا تھا کہ وہ اس کا اہل ہے۔ زائیونسٹ ازرے ائیل نے جب اہلیت کا معیار عربوں کو اکسانے کے لیے خطرے میں کود پڑنے کو ٹھہرالیا کہ وہ احتجاج کو اٹھیں اور یہ انھیں کچل سکیں تو ایرک سے بڑھ کر کون یہ کرتب دکھا سکتا تھا۔'

آواز: 'دوسرا انتفادہ (لرزہ، ہلکا زلزلہ) عربوں نے نہیں اس نے شروع کیا تھا۔ 28 ستمبر کی صبح کو ایک ہزار پولیس والوں کے ساتھ مسجد الاقصیٰ میں ڈرامائی انداز سے داخل ہو کر پکارا تھا۔

''The Temple Mount is in our hands'' یروشلم اسلامک وقف سے اجازت لیے بغیر۔ اس وقت اس کی پارٹی کی حکومت بھی نہیں تھی۔ اپنی مرضی سے وہ بھی جوتے اتارے بغیر۔ اپنے ایک ہی وار میں اس نے کتنے قانون ٹھوکر سے اڑا دیے تھے۔''

آواز: 'مگر اسے یہ معلوم نہیں تھا فلسطینیوں کا ردِعمل اپاہجوں، مجبوروں کا نہیں ہوگا۔ فوری ہوا۔ اقوامِ متحدہ کا ریزولیوشن، اور وہ بھی کس مصرف کا تھا، تین ہفتے بعد آیا جب تک 4973 شہری مارے جاچکے تھے جن میں 1263 بچے تھے۔'

ایک زائیونسٹ آواز: 'ماؤنٹ حرم الشریف جا کر اس نے واضح کر دیا یاروشلائم کی زمین کا ایک ایک سینٹی میٹر ٹکڑا آلِ یعقوب کے لیے مقدس ہے۔ (''مگر یہ تو لا مذہب ہے'') اور صرف ان کا ہے۔ لگی لپٹی رکھنے والا آدمی نہیں تھا۔ (''Is he dead?'') وہاں کھڑے ہو کر اس نے وہاں بسے ہوئے مسلمانوں سے مبارزت طلبی کی تھی کہ ہمت ہو تو اب اسے اپنا رکھ کے دکھاؤ۔'

ایک بوڑھا یہودی ڈاکٹر: 'بڑی کم عقلی کی مبارزت طلبی تھی۔ ضرورت امن کی ہے۔ اس وقت، واقعی رابن (1) کو اسے بلا لینا چاہیے۔

ایرک: ناشکرا۔ اسے اتنا نہیں معلوم جو خواب تھیوڈور ہرزل نے 1896ء میں دیکھا تھا وہ 1948ء میں اس ملک کے وجود میں آجانے پر پورا ہوا ہو، اسے اس لائق میں نے کیا ہے کہ آج اس میں رہتے ہوئے میرے مخالفین میرے مرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں کیونکہ ان کی تحفظ جوئی کی ضرورت پوری ہوچکی ہے۔ بن گوریان، گولڈا میئر، چائم وئزمین، بگین، رابن تھے کیا؟ اس پرانی یہودی ذہنیت کے انسان، غیر قوموں سے گھگھیا کر بات کرنے والے۔ اگر موشے کو یہووا (خدا) نے نئی شریعت دی تھی تو میں نے اپنے زندگی گزارنے کے طریقے سے موسیٰ کی قوم کو نئی شریعت دی ہے کہ ایسے بھی جیا جاسکتا ہے۔

موسیٰ کی قوم کے لیے امریکا، آسٹریلیا اور یورپ کا نظریۂ اخلاقیات بدل گیا ہے اور تھا کیا اس پچھلے نظریے میں جسے نہ بدلا جاتا۔ وقت کے ساتھ ڈیئر ڈیوڈ بن گوریان ہر چیز بدل جاتی ہے۔ کل تک ہکلانے والا موشے جس کی عزت ہم سے زیادہ مسلم کرتے ہیں، سب کا آئیڈیل تھا، اس کا کزن قارون Korah وِلن۔ آج کی دنیا میں بھیڑیں بکریاں چرانے والا گلہ بان موشے بے مصرف ہو چکا ہے۔ کوئی اسے اپنی بکریوں کو پانی پلانے پر اپنی بیٹی نہیں دے گا۔ سونے سے بہتر کیا چیز چمکتی ہے؟ فلاح قارون کے پیچھے چلنے میں ہے۔

---

(1) یتزاک رابن (Yitzhak Rabin) وزیر اعظم 1990ء میں ایک اسرائیلی دائیں بازو کے مذہبی جنونی کے ہاتھوں قتل ہوا۔

جارحیت کا سکہ ہی آج کی دنیا میں کھرا سکہ ہے۔ جارحیت میری پہچان ہے اور جنھوں نے بنی اَزرے ائیل کو یہ نیا جامہ پہنایا ہے، آنے والے وقت میں ان میں میرا نام سرِفہرست ہوگا۔ موشے دایاں کے میں ہاتھ چومتا تھا۔ ٹیمپل ماؤنٹ کومپلیکس (مسجد اقصیٰ۔ قبۃ الصخرۃ) میں میرے نازل ہونے کے بعد اگر وہ زندہ ہوتا تو میرے ہاتھ چومتا۔ میرے اس ورود کے بعد فلسطینیوں نے، جسے وہ کہتے ہیں ملک بھر کا دوسرا الرزہ... انتفادہ شروع کیا تھا۔ پہلے سے زیادہ شدید، مجھے وہ پسند آیا۔ اس سے پہلے کی ان کی مری مری جنگ مجھے پسند نہیں تھی۔ جنگ مجھے جی جان سے پسند ہے۔ میرے نعرے نے کہ ''آج سے اِز لا مک متبرک شہر تا ابد ازرے ائیلی کنٹرول میں ہے'' ان میں نئی روح پھونک دی۔ خون ریز جنگ میرے ذہن کی خوراک ہے۔ اس سے میرے جنگی جوہر کھلتے ہیں۔

مجھے ساری عمر افسوس رہا ہے کیوں ہٹلر یہودی نہیں تھا۔ اس نے ایک برترنسل کا تصور جرمن قوم کو دیا تھا۔ What was wrong with that ideal?

ہر نسل کو، بلکہ قوم کو زندہ رکھنے کے لیے ایسا آئیڈیل چاہیے ہوتا ہے اور ہر فرد کو بھی۔ میں جانتا ہوں ہم یہودا کی پسندیدہ چنیدہ قوم ہیں۔ یہ دنیا کچھ اور ہی ہوتی اگر سٹار آف ڈیوڈ کے سپاہی سواستکا کے سپاہیوں کے شانہ بشانہ چلتے۔ دھرتی کو آج اتنے آدمی نہ روندر ہے ہوتے کہ سڑک پر چلنے میں کندھے سے کندھا رگڑ کھاتا ہے۔ سب ننگے، بھوکے، کم عقل، بے جنس، لنگڑے لولے بدصورت انسان کب کے ختم ہو چکے ہوتے۔

No Arabs, no Midrachi Jews, and certainly no Christians and their King of Kings carrying the cross up the Golgotha

آواز: 'ای ای جی کی ان ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی ٹریسنگس کو تم کیا کہو گے؟'

دوسری آواز: 'کہ بڈھے کے دماغ میں ہلچل مچی ہے۔ جیسے بغیر بادلوں کے آسمان میں بجلی چمک رہی ہو۔ ان کا کوئی مطلب نہیں نکلتا ہے۔'

'کیا چل چلاؤ کا وقت آ گیا ہے؟'

'بالکل نہیں۔ ابھی بلڈوزر میں بہت جان ہے۔ سارے ازرے ائیل کو مار کر مرے گا۔ ہم اس سے ڈرتے ہیں۔'

'اگر ہماری تحریک میں اس جیسے نہ ہوتے تو ہم کب کے اس زمین کی آبادی میں مدغم ہو چکے ہوتے۔'

ایک زائیونسٹ آواز: 'اور پھر یورپ میں گیٹوز میں رہ رہے ہوتے۔'
اینٹی زائیونسٹ: 'اور غیر یہود کو قرضہ دے کر سود پر جی رہے ہوتے اور بہت سے اپنی عورتوں کی کمائی پر۔ آخر کو عورت بھی کمرشل اہمیت کی جنس ہے۔ اسے بھی کاروبار میں لگایا جا سکتا ہے۔ یہاں ان عربوں اور مشرقیون (یہود) کا اتنا تو اثر ہوا ہے کہ وہ تمول ختم ہوا۔'

ایرک: ابھی ان میں سے ایک کہہ رہا تھا میں مر تو نہیں گیا ہوں اور یہ خدشہ یا ارمان مجھے روز ہی سننا پڑتا ہے۔ یہووا مجھے موت نہیں چاہیے۔ مجھے دنیا سے لے جانے میں جلدی مت کر۔ اگر میں مر گیا تو تیری مناجات کون پڑھے گا اور کون قبر میں تجھے یاد کرتا ہے!
سب ڈاکٹر نرسیں کہاں ہیں؟ مجھے پسینہ آ رہا ہے اور لگتا ہے دل مشینوں کے قابو سے باہر ہو گیا ہے۔
ابراہیم (دیرئیس کا عالم دین جو پانی میں دفن ہے): 'ڈر کس بات کا۔ ڈرنا تو مجھے چاہیے، جس سے مرنے کے بعد پوچھ گچھ ہوئی تھی اور دوبارہ جلائے جانے کے بعد بھی ہوگی۔ تم تو یہ لکھوا کر دنیا میں آئے تھے کہ زندگی میں جو چاہے کرو مرنے کے بعد جنت میں تم میں سے ہر ایک کے لیے جگہ وقف ہے۔'

خوش خوابی، بدخوابی

ابھی میں دیکھ رہا تھا کہ ڈھیلے ڈھالے کپڑوں میں ہوں۔ سر پر چوکور رومال بھی ہے جسے ڈوری سے میں نے باندھ رکھا ہے۔ وہ ریشمی ڈوری لٹک کر میرے منہ کے پاس آ گئی ہے۔ میں اسے لطف لے کر چبا رہا ہوں جس طرح میں نے لمبے بالوں والی لڑکیوں کو ایک لٹ چباتے دیکھا ہے۔ اس وقت وہ زیادہ خوبصورت ہو جاتی ہیں۔

کوئی کہتا ہے: "تمھارا لباس دریدہ ہے۔" میں کہتا ہوں: "ہوا کرے۔"

دوسرا کہتا ہے: "اسے دیکھو کتنا خوش ہے حالانکہ کپڑوں میں پیوند لگے ہیں۔" میں کہتا ہوں۔ "ہوا کریں" پھر میں سڑک کے کنارے کے ایک ریستوراں میں بیٹھ جاتا ہوں۔ اس کی چھت پیکنگ کارٹنوں کے گتوں اور بوریوں کے ٹاٹ کی ہے۔

وہاں ٹھنڈک ہے، فرش بھی خوشگوار ٹھنڈا ہے۔ اب میں محسوس کرتا ہوں کچا ہے۔

ایک عرب اپنا شیشہ مجھے پکڑاتے ہوئے جھک کر مٹی کو پیار کرتا ہے۔ میں ایک کش لے کر شیشہ اسے پکڑا کر خود بھی مٹی کو پیار کرتا ہوں۔ اِدھر اُدھر بیٹھے ہوئے عرب بڑبڑا رہے ہیں۔

نجانے کہاں سے ایک بہت بڑا سفید انجیر ہمارے درمیان آ جاتا ہے۔ وہ ہاتھوں ہاتھ جا رہا ہے۔ جس کے ہاتھ آتا ہے وہ ایک منہ مار کر اسے آگے بڑھا دیتا ہے۔ انجیر بڑے تربوز جتنا بڑا ہے اور اس سے جو رَس ٹپک رہا ہے وہ میرے دانتوں سے بہ کر ٹھوڑی تک آ کر ٹھوڑی کو بھگو دیتا ہے۔

ایک لمبی ناک والی عورت مجھے گھسیٹ کر کھڑا کر دیتی ہے اور کہتی ہے "جا کر اپنا خون ٹیسٹ کراؤ اور ایکس رے۔ تھوڑی دیر میں تم اس رس کو تھوکنے لگو گے اور وہ چمکدار سرخ ہوگا۔"

جاگ اٹھنے پر میں متعجب تھا کہ پہلے ہمیشہ کی طرح پسینے پسینے نہیں تھا۔

آج ایک اور خواب دیکھا... گہری نیند میں تھا۔ کیا دیکھتا ہوں: ایک سڑک ہے سنسان، ایسفالٹ کی۔ دن کا تیسرا پہر ہے۔

میں کمانڈر پوسٹ سے لوٹ رہا ہوں جیپ میں، جسے نہ میں چلا رہا ہوں نہ کوئی ڈرائیور۔ ایک جگہ ایک دم بریک لگنے سے میری گردن کو جھٹکا لگتا ہے اور سر ونڈ شیلڈ سے ٹکراتا ہے۔ میرے سامنے 6,5 میٹر دوری پر جھگڑے کا سین ہے۔ میرا پہلا خیال جاتا ہے ایک قبطی (Coptic) اور یہودی کی لڑائی کی طرف۔ سورج سپاٹ لائٹ کی طرح دو کرداروں کو اجاگر کرتا ہے۔ ایک شکل سے عرب لگتا ہے، دوسرا ہمارا آدمی۔ دونوں میں جھگڑا ہوا ہے۔

ہمارے کچھ نوجوان ہمارے آدمی کے پیچھے کھڑے سامنے دیکھ رہے ہیں۔

سورج کی سپاٹ لائٹ میں دور سے چل کر ایک مضبوط جسم والا ان دونوں کے نزدیک آتا ہے۔ اس کا ارادہ بیچ بچاؤ کرانے کا لگتا ہے۔ وہ ان دونوں میں کا نہیں ہے۔ دونوں لڑنے والوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرتے ہوئے وہ عرب کو تھامے رکھتا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے "مت لڑو، مت لڑو۔ اپنی اپنی راہ لو۔" ہمارے آدمی اور اس کے ساتھیوں کو وہ اپنی کہنی سے آگے بڑھنے سے روک رہا ہے۔ اب سب ایک ہی سپاٹ لائٹ میں ہیں۔

پھر صرف عرب وہاں رہ جاتا ہے۔ گھٹنے اس کے پیٹ میں دھنسے ہیں اور سر کو وہ ایسفالٹ روڈ پر مار رہا ہے۔ جیسے درد روکنے کو۔

سورج کی روشنی اب سڑک کے پورب پر بنے ہوئے مکانوں کی دیواروں پر پڑ رہی ہے۔

جاگنے کے بعد کافی دیر تک میں آج کے خواب کے بارے میں سوچتا رہا۔ پھر کسی نے ناراضی میں کہا، "ملک میں کنیسا سے بے تعلق لوگوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ ایذرا نے جس زائیون کو بنانے کا خواب دیکھا تھا وہ یہ تو نہیں ہے۔"

کٹیلی گھاس

مجھ سے اگر پوچھا جائے میں اپنی زندگی کا بہترین دور کسے گنتا ہوں تو میرا سوال ہوگا، 4 جنوری 2006ء سے پہلے کی زندگی کا یا جو اس کے بعد مجھے ملی؟

میرا خیال ہے اس تاریخ سے پہلے کی میری زندگی کا ایک ایک دن ازرے ائیل کی ملٹری تاریخ کے ہر صفحے پر پڑھا جاسکتا ہے اور جو وہاں نہیں ہے وہ موساد (Mossad) [1] کے ریکارڈ میں محفوظ ہے، لیکن وہاں تک کس کی رسائی ہے۔ موساد کو قائم کرنا اور دنیا بھر میں رات دن سرگرمِ عمل رکھنا ہمارا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ موساد کی سی مستعدی ہر ملک میں، اس سے ہمارے تعلقات ہوں نہ ہوں، کے جی بی اور سی آئی اے کے لیے باعثِ رشک ہے۔

موساد ہماری چہیتی اولاد ہے۔

آواز: 'جیسے جاتے جاتے سامراج کے بڑھاپے کی آخری چہیتی اولاد ہماری زبان میں اسرائیل، تمھاری زبان میں ازرے ائیل... سامراج کی آخری کالونی'

آواز: 'مگر اس آخری داؤ کے لیے جو تمھارا بنایا ہوا سکہ نسل کی حفاظت کا اس نے چنا وہ کھوٹا نکلا۔'

ایرک: میں سوچ رہا تھا موساد ایک طرح سے زائیون کی روح ہے۔

---

(1) موساد: دنیا بھر کے ملکوں پر نظر داری کرنے والی تنظیم: کہاں اسرائیل کے مفاد کے خلاف کام ہو رہا ہے یا ہو سکتا ہے اور جن ملکوں میں یہود کو اسرائیل لے جانے کے باقاعدہ دفاتر نہیں ہیں وہاں سے بھی خاموشی سے ان کا معارج (الیاہ) کراتی ہے۔ چاہے وہ چاہیں نہ چاہیں، کیونکہ اس کے بغیر اسرائیل کی آبادی کو ہویدا کرنے کا دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔ KGB اور CIA روسی اور امریکی حکومتوں کی اسی کام میں لگی جاسوسی تنظیمیں موساد کی پاسنگ بھی نہیں ہیں۔

آواز: 'مغربی استعمار کی بچی کھچی روح۔'

ایرک: اور اگر سوال 4 جنوری 2006ء سے بعد کی زندگی کا ہے تو میں کہوں گا دماغ میں اس دھماکے بعد جتنے دن ھدسہ ہاسپٹل یروشلم میں گزرے ان کی مجھ سے زیادہ خبر ڈاکٹروں، نرسوں اور مجھ پر نگرانی رکھنے والوں کو ہے۔ وہاں میرے دماغ پر جو پہلا آپریشن کیا گیا شاید سات گھنٹے رہا تھا۔ اس کے بعد کتنے ہی آپریشن ہوئے جن میں سے ایک بڑی آنت کا بھی تھا۔ وہ کیوں؟ مجھے نہیں معلوم۔ کہتے ہیں ان آپریشنوں کے بعد میری حالت کرم کلّا اور ٹماٹر جیسی رہ گئی تھی۔

آواز: بلکہ کیٹلی گھاس جیسی، جسے نہ بھیڑ بکریاں، ہرن اور خرگوش کھاتے ہیں نہ اکھاڑ کر پھینکی جاسکتی ہے کیونکہ وہ اکھاڑنے والی انگلیوں کو دودھارے بلیڈ کی طرح کاٹ دیتی ہے۔

آواز: 'اسے دور کرنے کا کام صرف ہنسیا سے لیا جاسکتا ہے۔'

ایرک: موت نزدیک آچکی ہے پھر بھی ان آوازوں سے چھٹکارا نہیں ہے۔ میں ان کی طرف توجہ نہیں دوں گا صرف خود سے بات کرتا رہوں گا۔ جو پچھلے تیرہ 13 برس میں وقفے وقفے سے میرا واحد دل بہلاوا رہا ہے۔

میرا خیال ہے ہر جنگجو کے پاس آخری دنوں میں ایک ہی تفریح رہ جاتی ہے ہر اس سر یا چھاتی کو تصور میں لانا جس پر اس کی گولی چلی ہو، مرتے ہوؤں کا زمین پر تڑپنا، چند مکانوں میں لگی ہوئی آگ جو تیزی سے بڑھ کر پوری آبادی کو نگل رہی ہوتی ہے، دھوئیں میں لپٹے کانپتے ہوئے پیڑ اور ان کے اوپر آسمان کی سرخی، پھر جلتی ہوئی آبادی کو چھوڑ کر جاتے ہوئے آہستہ آہستہ وہاں کی آوازوں کا مدّھم ہوتے جانا، جن میں کتے بلیوں کی رونے کی آوازیں بھی ہوتی ہیں اور مویشیوں کے ڈکرانے کی بھی۔

میں ہمیشہ بغیر ایک بار بھی ناغہ کیے اپنے پیچھے چھوڑی ہوئی آبادی کو کچھ دور جانے پر ضرور پلٹ کر دیکھتا تھا... اس کام کے تکمیل کو پہنچا دینے کا جو اطمینان ملتا تھا میرا خیال ہے وہ اس سے مختلف نہیں ہوتا جو ہمارے لوگوں کو دیوارِ گریہ (Kotel)[1] پر جا کر ملتا ہے، نصاریٰ کو بیت لحم (Bethlehem)[2] اور مسلمز کو وہاں جو جو کچھ بھی ہے۔ میرا مذہب میں کبھی یقین نہیں رہا ہے...

---

① سلیمانؑ کی بنائی ہوئی عبادت گاہ کی بچی ہوئی دیوار۔

② مسیح ابن مریمؑ کی پیدائش کی جگہ کہی جاتی ہے۔

('یہودیت میں رہا ہے، بغیر مذہب کی سیاسی یہودیت میں، جو پہلے ایزرا نے دی تھی پھر تھیوڈور ہرزل نے')

پتا نہیں میرا تصور اڑتا ہوا کہاں تک پہنچا تھا جوان ستانے والوں نے اسے بیچ میں مار گرایا۔

ھدسہ ہسپتال میں، جتنے دن وہاں رکھا گیا، یہی سنتا رہا میری حالت تشویشناک ہے، لیکن ایک بار جب یہ فیصلہ ہو گیا...

مرحوم ڈاکٹر رشارد: 'کہ یہ اس سے زیادہ ٹھیک نہیں کیا جا سکتا ہے، نہ ہی اس کے جلد دنیا سے رخصت ہونے کا امکان ہے۔'

ایرک: کہ میری حالت اب غیر مذبذب ہے، ان کی زبان میں stable، اور دماغ کی کارکردگی جاری ہے تو مجھے چائم شیبا میڈیکل سینٹر تل ابیب [1] میں لا پٹخا گیا۔

رشارد: 'جسے یہ جہاں لا پٹخا گیا کہہ رہا ہے وہاں ازرے ائیل کی تمام میڈیکل سروسز نے اس کے ناز اٹھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ کاش اس کا اعشاریہ ایک فیصد ناز بھی فلسطین کی آزادی کے لیے سر ہتھیلی پر رکھ کر گھر سے نکلنے والے کسی نہتے مرد یا عورت کو نصیب ہوا ہوتا۔'

'اس قتل و غارت گری کے تجربہ کار ہیرو کو دوسرے فلور پر کمرہ دیا گیا ہے۔'

الیاس: 'تا کہ کسی دن تو اٹھ کھڑا ہو اور ہسپتال کی دوسری منزل سے چھلانگ لگا کر ہسپتال کے عملے کو اس بے فیض مشقت سے نجات دلا سکے۔'

رشارد: 'کمرے کے باہر مسلح گارڈز رکھے گئے ہیں۔'

میکسم: 'تا کہ نکل کر کسی اور آبادی کے سر قبیہ، صابرہ اور شتیلہ اور دیر یٰسین نہ لائے۔'

الیاس: 'ہو سکتا ہے ٹینکوں سے اس میڈیکل سینٹر کو گھیر لے۔'

رشارد: 'منہ میں فیڈنگ ٹیوب لگا ہے، پیشاب کے لیے نلکی (Retained Catheter)، سر اور دل تار گھر بنے ہوئے ہیں اور یہ کیا چاہتا ہے۔'

ایرک: 'اس کیتھیٹر نے تو سن رہا ہوں گردوں تک انفیکشن پہنچا دیا ہے۔'

رشارد: 'روزانہ فزیوتھراپی کی جاتی ہے، پورے جسم کا مساج (مالش) کہ کہیں لیٹے لیٹے ایڑیوں، پشت اور سرینوں پر زخم نہ بن جائیں۔ ٹھاٹ سے ٹھاٹ ہیں۔'

---

[1] The Chaim Sheba Medical Center at Tel Hashoommar, Tel Aviv

میکسم اور ایرک ایک ساتھ: 'الزبتھ ٹیلر کو مات کیا ہے۔' 'سب دکھاوا ہے۔'
رشارد: 'سال بھر پہلے بن گوریان یونیورسٹی ہسپتال MRI Scan کے لیے لے جایا گیا تھا لیکن نتیجہ وہی نکلا جسے چاہتے ہوئے بھی اکثر نہیں چاہتے تھے: Significant Brain Activity'
الیاس: 'یعنی کب اس کا دماغ اس ایکٹیوٹی سے باز آئے گا۔'

میں نے آٹھ سال بستر میں گزارے ہیں۔ ٹیلی وژن میرے سامنے رکھا ہے کیونکہ میری آنکھیں تھوڑی بہت وا ہیں لیکن انھیں شک ہے میں سنتا اور دیکھتا ہوں یا نہیں۔

پچھلے تیرہ سال میں اب چند ماہ سے جب مجھے کم سلایا جا رہا ہے اور میں ڈاکٹروں کی بیڈ سائڈ کانفرنس کا ایک ایک جملہ سن سکتا ہوں، ازرے ائیل کی خبریں مجھ تک پہنچ رہی ہیں۔ ہماری سرحدیں پھیل رہی ہیں اور عربوں کی سکڑتی جا رہی ہیں، غزہ والوں کی ذرا بھی زیادتی کا جواب ہمارے بمباران کے شہروں پر منڈلا کر بھرپور دیتے ہیں۔ اتنا کہ اقوامِ متحدہ کے جنرل سیکرٹری یا وائٹ ہاؤس میں مقیم جینٹائل [1] صدر کو کہنا پڑتا ہے، یہ غیر مساوی جواب ہے۔' اپنے اردگرد عشق کے ناآسودہ سین دیکھتا ہوں اور وہی لطف محسوس کرتا ہوں جو کسی کو بانہوں میں لیتے وقت محسوس کرتا تھا۔ میں اس عرصہ کو اپنی دوسری زندگی کا بہترین دور سمجھتا ہوں۔ میری اپنی نشاۃ الثانیہ۔

سوسن: 'ہرب تم دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہی ہوں؟'
ہربرٹ مان: 'چہرہ پڑھنا میں نے اسی ہسپتال میں آ کر سیکھا ہے۔ یہ تو عیاں ہے بل ڈوزر اس وقت بل ڈوزر نہیں لگ رہا ہے۔ یہ جسم اور چہرہ تو کسی بوڑھے عاشق کا ہے جسے جوان عورت دھکا دے کر اپنے سے دور کر رہی ہو اور وہ پھر بھی اس کی طرف بڑھ رہا ہو۔'
ایرک: یہ تو تین مہینے انٹرنشپ کے یہاں گزار کر اپریل 2006ء میں امریکا چلا گیا تھا، پھر واپس آ گیا۔ روانگی کے وقت سوسن کو چپٹا کر جو جملہ اس کے منہ سے نکلا تھا مجھے یاد ہے۔ I hate my identity (مجھے اپنی شناخت سے نفرت ہے) میں زائیونسٹ بن کر آیا تھا اور گواہ رہنا اب صرف ایک انسان بن کر جا رہا ہوں۔ دونوں تبدیلیاں مجھ میں میرے دادا والی ہیں۔''

کیا زہریلے لفظ تھے، مجھے اپنی بے بسی اس سے پہلے کبھی اتنی نہیں کھلی تھی۔ اگر ملٹری سے ریٹائر

---

(1) غیر یہودی

نہ ہوا ہوتا اور اس کا یہ اعتراف یا اعلان میرے کان میں پڑتا تو آج اس کا وہی اتا پتا ہوتا جو سیموئل ساؤل کا ہوا۔ اوہ۔ یہ ملک ازرے ائیل تو بن گیا زائیون نہیں بن سکا۔ سوسن خود کو یہودی مانتی ہے لیکن زائیونسٹ ہونے سے انکار ہے۔ ان سب کی ضرورت دیر یٰس (۱) جیسے کسی کنویں کو ہے جو لاشوں سے پاٹے جانے کا منتظر ہو۔

یا خلیج عقبہ میں؟ وہ کیا برا رہے گا۔ آخر کو ہم نیل سے لے کر فرات تک ایک بڑا زائیون بنانا چاہتے ہیں۔ غزہ اور اردن کے مغربی کنارے جیسی آبادی کی اس میں قطعی گنجائش نہیں ہے۔ اس کام کے لیے ہمیں اپنے دل پتھر کے اور ضمیر... اگر واقعی کوئی ایسی چیز ہے... لوہے کے کرنے پڑیں گے۔ میں اس بیڈ سے اٹھ بیٹھوں اور ایک بار پھر کنیسیٹ اور ملٹری کی باگ میرے ہاتھ میں ہو تو چلّا کر کہوں:

"NEET ah RINE- gain AH-le Arab"

(یہاں سے دور رہو تمام عربو!)

شونا: 'یہ اچانک ایرک کو کیا ہو گیا۔ اس کا جسم کچھوے کی پیٹھ بنا ہوا ہے۔ یہ اکڑن کسی نئی دوا کا اثر تو نہیں ہے؟ ہونٹ بھی چل رہے ہیں۔'

سوسن: 'کچھ کہنا چاہتے ہو ڈیئر بُل...؟'

ڈاکٹر ڈیلبرٹ مان: 'مجھے تو دکھائی دے رہا ہے ایرک کی جگہ ایک وزنی کمان نے لے لی ہے جسے اٹھانا ایک سورما کا امتحان ہوتا تھا اور اس میں بیک وقت دو تیر لگے ہیں: اس کے اٹھے ہوئے ہاتھ۔'

ڈاکٹر ریوبین: 'کسی نئی دوا کا اثر نہیں، سیڈے ٹِوز کم کرنے کا نتیجہ ہے۔'

ڈیلبرٹ مان: 'میں جا کر اپنی سکیچ بک لے آؤں۔ دلچسپ شکل آدمی کے جسم نے اختیار کر رکھی ہے۔'

میں دیکھ رہا ہوں شونا گھبرائی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور میرے جسم کو اکڑا ہوا دیکھ کر باہر بھاگی۔ فوراً وہ پھر اندر آئی ہے اور اس کے ہاتھ میں وہ ٹرے ہے جس میں سرنجیں ہیں اور الکوحل سویب۔ (۲) اس نے ایک سرنج اٹھائی اور اپنے پروفیشنل انداز میں آنکھوں کے سامنے کھڑا کر کے اس میں سے ہوا

---

① دیر: monastry خانقاہ۔ آشرم۔ دیر یٰس کا کنواں: جسے 19 اپریل 1948ء کو یہودی دہشت پسندوں نے اپنے میزبان عربوں کو سوتے سے جگا کر ان کی لاشوں سے پاٹا تھا۔

② الکحل سے تر روئی کے چوکور ٹکڑے۔

کے آخری بلبلے کو نکالنے جارہی تھی کہ ایک چیخ اس کے منہ سے نکلی اور سرنج ہاتھ سے گر پڑی۔
اسی لمحے ہمیشہ سے غیر سنجیدہ جو سیموئیل (Joe Samuel) سر کے بال کھینچتا ہوا، گارڈ کو ایک طرف دھکا دے کر، بھڑ سے دروازہ کھولتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔
کسی کے منہ سے نکلا' کیا ہوا؟'
اور دونوں نے ایک ساتھ کہا:
'ہر چیز میں خون ہے'
'دوا کا رنگ بدل گیا ہے۔ سرنج میں دوا نہیں خون ہے۔'
ڈیبورہ نے فرش پر سے سرنج کو اٹھایا، غور سے دیکھا اور چلائی: 'سرنج میں خون ہے۔'
جس سلور کپ میں میری آنکھوں کو پونچھنے کا پانی تھا اور اس میں کوٹن سویب، شکر ہے اسے کام میں نہیں لایا گیا، ورنہ آنکھیں خون سے سنی ہوتیں۔
پلک جھپکتے ہی پورا چائم شیبا میڈیکل سینٹر جو ہمیشہ قبرستان کی سی خاموشی میں ڈوبا رہتا تھا ہمہمہ گھر بن گیا ہے۔ پل پل کی خبریں میرے سننے میں آرہی ہیں۔ سٹاف بھاگا بھاگا پھر رہا ہے۔ میرے کمرے پر تعینات گارڈ اپنی رائفلیں پھینک کر کہیں دور چلے گئے ہیں جیسے ہسپتال پر مسلمز کے جنوں نے حملہ کر دیا ہے اور خاموشی سے انسانوں کا خون بہار ہے ہیں۔
آواز: 'نہیں، زائیونسٹوں کا۔ کیونکہ انھوں نے جنوں تک کو اس ملک سے نکل جانے کا حکم دیا تھا اور اس کے لیے صرف تین منٹ دیے تھے۔ ان کی سٹینڈرڈ دی ہوئی مہلت۔'
آواز: 'کہیں فرشتوں کو بھی تو نکل جانے کا آرڈر نہیں دیا تھا؟'
میں ڈینیس (Denise) کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ میرے کمرے کے واش روم میں ہاتھ دھونے گئی ہے کیونکہ اس کے ہاتھوں میں بھی کہیں سے خون لگ گیا ہے۔
واش روم سے وہ خوف زدگی کے عالم میں نکل کر آئی ہے: 'نل سے پانی نہیں خون آرہا ہے'... پھر اس نے کہا: 'The color of our blood'
'بے وقوف مت بنو، کیا ہمارے خون کا رنگ باقی دنیا کے خون سے مختلف ہے...' ممبئی کی ماریہ جسے میں ناؤمی (Naomi) کے نام سے جانتا ہوں، بولی:
اس پر ڈاکٹر مائک ایکرمین The celebrated boozer (شرابی) نے کہا: 'ہاں ہمارے خون کی رنگت دوسرے سب کے خون کی رنگت سے فرق ہے۔ یہ ہمارے خون کی رنگت کا خون ہے۔ یعنی

ایک بار پھر ہمیں بھیڑ بکریوں کی طرح کاٹا جا رہا ہے۔'

ھند: 'کوشر کہنے میں کیا شرم ہے؟'

شور مچ رہا ہے پورے ہسپتال میں پینے کا پانی نہیں ہے۔ نلکوں میں خون ہے اور ریفریجریٹرز میں رکھی ہوئی پانی کی بوتلوں میں بھی۔ آئس کیوبس بھی سرخ رنگ کے ہیں۔

ابھی مائک ایکرمین کی آواز آئی ہے: ''میں نے بیسرٹن کھولا کہ اپنے خشک ہونٹوں کو تر کر سکوں لیکن اس میں سے خون ابل کر نکلا۔'

'ہسپتال ہی میں نہیں پورے زائیون پے خون کی بارش ہوئی ہے۔ شہر بھر میں ایک قطرہ پینے کا پانی نہیں ہے۔'

میں دعا مانگ رہا تھا: ''یا ربِ موسیٰ یہ کیا کوئی نیا چمتکار ہے جو تو دکھا رہا ہے کہ مجھے اپنے چہرے پر ماسک لگایا جاتا ہوا محسوس ہوا جیسا آپریشن کے وقت بارہا میرے ساتھ ہو چکا ہے۔

پھر اینیستھیٹسٹ (anaesthetist) کی آواز گونجی: 'شکر ہے لوکل سپرے اور سانس لینے کی گیس میں خون نہیں ہے۔'

میں سو گیا تھا اب اٹھا ہوں تو ہر طرف خاموشی ہے۔ کھڑکی سے باہر درخت کی پھنگی پر دو کبوتر بیٹھے چونچ سے چونچ ملا رہے ہیں۔

میں دوبارہ خلیج عقبہ، اور دیریٰس کے کنوئیں کو عربوں کی لاشوں سے پاٹنے کا خیال دماغ میں نہیں لاؤں گا۔'

آواز: 'نہ قتل الوقت کے لیے اپنے معرکوں کا؟'

نہ قتل الوقت کے لیے اپنے معرکوں کا۔ لعنت ہو ان اونٹ چرانے والوں پر: ان کا روزمرہ میری زبان پر چڑھ گیا ہے۔ ان کی جگہ اپنے نوجوانی کے عشق کے معرکوں کو دوں گا اور للی کے ساتھ گزارے ہوئے دنوں کو۔

وہسکی اور سگار

ڈاکٹر ڈیلبرٹ مان کو میں نے ہمیشہ کھویا کھویا سا پایا لیکن بات کرنے پر سلجھا ہوا انسان، اپنے کام سے کام رکھنے والا لیکن آج صبح وہ دو آدمیوں کے ساتھ، جو میرے لیے نئے تھے، جب کمرے میں داخل ہوا اور ان سے رُکھائی سے کہا:

''یہ ہے آپ کا ہیرو جسے امریکا سے دیکھنے آئے ہیں'' تو میری رائے اس کے بارے میں بدل گئی۔

میری لاش پر ایک نظر ڈال کر، وہ بھی نزدیک آ کر نہیں، وہ دونوں للی اور مارگالت کے پورٹریٹس کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ جیسے فیصلہ کر رہے ہوں دونوں میں کس کے لیے میری پسند درست تھی۔

میرے دماغ کی الیکٹرک ٹریسنگز کو دیکھ کر ڈیلبرٹ نے کیس نوٹس میں کچھ اضافہ کیا، بال پوائنٹ کی الٹی طرف سے میری ناک کی نوک کو دونوں طرف سے ٹک ٹک کر کے بولا:

"Sleeping old boy? May you sleep well till eternity."

پھر وہ بھی ان نو واردوں میں جا شامل ہوا، جو باتیں وہ اونچی آواز میں کہہ بیٹھتے تھے میرے کانوں تک پہنچ جاتی تھیں، دھیمی آواز والی نہیں۔ دونوں کے دونوں نیو یارک سے آئے تھے... ہمارا دوسرا از رے ائیل۔ ایک جرنلسٹ تھا جسے امریکا والوں کو یہ یقین کرانا تھا کہ تل ہاشومیر ہسپتال تل ابیب میں جو نہایت نہایت، نہایت اہم مریض، حدسہ ہسپتال یروشلم سے 27 مئی 2006ء کو منتقل کیا گیا تھا ابھی تک وہ وہی ہے جو جنوری 2006ء میں دماغ کی شریان کے پھٹنے سے پہلے تھا۔ کسی قسم کی ادل بدل نہیں کی گئی ہے۔ نمبر 2 وہ نہایت، نہایت، نہایت اہم مریض واقعی زندہ ہے۔ یعنی اشکے نازی یہود سے جو

ہمدردی کا چراغ وہاں اور یورپ میں روشن ہے اس کی لو دھیمی نہ پڑنے پائے۔

دوسرا آنے والا میری نئی سوانح عمری لکھنے آیا تھا اور جو بات اس نے کئی بار کہی یہ تھی کہ اس کی کتاب کی 15 لاکھ کاپیاں چھپنے سے پہلے بِک چکی ہیں۔

ہسپتال کے ان لکھے قواعد کے خلاف اب تینوں وہاں کھڑے سگریٹ پی رہے تھے اور اس کا خوشگوار دھواں مجھ تک پہنچ رہا تھا۔ میں اس امریکی برانڈ کو پہچان سکتا تھا۔

ڈیلبرٹ آرٹسٹ تھا اور ہے۔ لٹریچر کا طالب علم تھا کہ اسے میڈیسن میں جھونک دیا گیا؛ وقت کی ضرورت، اور اسے کیا کہیں گے۔ کسی نے کہا تھا: ''یہ وقت جنگ چھیڑ کر لڑنے اور مارنے کا ہے۔ اب زائیون میں صرف یہود رہ جائیں گے اور اطمینان اور سکون کی زندگی شروع ہوگی اس وقت بجا ہوگا کہ جس کے مزاج میں رومانس ہے وہ برش اور پیلیٹ سنبھالے یا فکشن اور پوئٹری کے لیے کاغذ اور قلم۔''

جرنلسٹ اور مصنف امریکی کرسچین تھے لیکن اشکے نازی یہود کے خود ان سے بڑھ کر چیمپئن۔ تینوں میں تبادلۂ خیال نے جو تناؤ پیدا کر دیا تھا اسے کم کرنے کے لیے ڈیلبرٹ نے کہا:

''خیر ڈرائنگ پینٹنگ نہ سہی لکیریں جوان گھومنے والے کاغذوں پر دن رات کھنچتی بنتی رہتی ہیں ان سے میرا واسطہ ہے۔ سکیچ کی جگہ نوک دار لہریں... لگتا ہے ان میں مجھے ڈبونے کی کوشش کی گئی ہے۔''

پھر اس نے تن کر کہا: 'میں اس پورے ہسپتال کا چیف electroencephalographer تھا' اور اب اس ہیوی ویٹ لاش کا۔'

وہ دونوں اس سے لڑنے کو تیار ہو گئے لیکن ڈیلبرٹ انھیں مجھ تک لایا اور میرے ایک ایک عضو کی تعریف کرنے لگا۔ اس نے ٹارچ کی روشنی پپوٹے کھول کر آنکھوں میں ڈالی اور ان سے کہا: آؤ نزدیک سے دیکھو: پتلیاں کام کر رہی ہیں۔'

''That`s amazing'' کہتے ہوئے دونوں پیچھے ہٹ گئے۔

وہ کبھی ان سے ہتھیلی سینے پر رکھ کر دل کی دھڑکن کو محسوس کرنے کو کہتا، کبھی جگر کے ٹٹولنے کو اور وہ ہر بار پیچھے ہٹ جاتے۔ ایک لمحہ آیا جب وہ میرے واٹر ورکس کو دکھانا چاہتا تھا لیکن وہ گھبرا کر دروازے کے پاس جا کھڑے ہوئے۔ ڈیلبرٹ نے کہا: 'ہمیں اپنے ہیرو کے کمزور دشمنوں سے لڑنے کی صلاحیت کا اعتراف اس وقت سے تھا جب اس نے 25 سال کی عمر میں نئی قائم کی ہوئی یونٹ 101 کے

لیڈر کی حیثیت سے قبیہ میں عربوں کا مقابلہ کیا تھا، بلکہ سچ پوچھو تو ازرے ائیل کے وجود میں آنے سے پہلے 14 سال کی عمر سے، لیکن موت سے لڑنا کوئی اس سے سیکھے۔'

وہ دونوں اس آخری بات پر مجھ سے گئے لیکن ڈیلبرٹ نے انھیں ایک ایسا ٹپ دیا کہ ان کے چہرے کھل اٹھے: 'تمھارے ہیرو کے بیٹے گیلاد نے اس کی موت پر پریس اور میڈیا کے لیے ایک فقرہ تیار کر رکھا ہے: ''وہ اس وقت رخصت ہوا جب اس نے رخصت ہونے کا فیصلہ کیا۔''

دونوں نے گرمجوشی سے ڈاکٹر ڈیلبرٹ مان سے ہاتھ ملائے۔ ایک نے امریکی وہسکی کی بوتل اسے دی، دوسرے نے ہوانا سگار کا لکڑی کا ڈبا۔

مجھے معلوم ہے گیلاد کا وہ جملہ جو اسے کبھی میں نے بتایا تھا انھیں تعزیت نامہ لکھنے کو بے قرار رکھے گا۔

میں خوش ہوں امریکا اور برطانیہ کے سب ہی اشکے نازی وہ نہیں ہیں جو یہودی تو ہیں لیکن زائیونسٹ نہیں۔ نہ جو فلسطی... سوری عربوں کو ان کے 1967ء سے پہلے تک کے ہمارے فتح کیے ہوئے علاقے کے واپس کیے جانے کا ڈھکے چھپے الفاظ میں ذکر کرتے رہتے ہیں۔ ایسے سکڑے سکڑائے ازرے ائیل کو قبول کرنے کا کیا فائدہ! مجھے خوشی ہے یہ دونوں سفید امریکی کرسچین ویسے ہیں جیسے ہم نے انھیں چاہا تھا بنیں۔ نیل سے لے کر فرات کے پچھلے چھوڑے ہوئے راستے تک جہاں اُر (Urr) ہے ہمارے دادا کے دادا کے دادا ابراہم (Avrohom) کی جنم بھومی، سب ازرے ائیل ہے اور اس کے لیے ہمیں کمر بستہ رہنا پڑے گا۔

آواز: 'کب تک؟ کب تک؟'

ان آوازوں نے مجھ سے یہ سوال کیا ہے اور ان کا جواب میں دوں گا: میری زندگی میں اور اس دن کے لیے میں جیوں گا اور اگر کوئی یہوواہ ہے تو اسے مجھے زندہ رکھنا پڑے گا۔

جب ڈاکٹر ایناروز اھرمن راؤنڈ پر آئی ڈیلبرٹ مان ماحول سے بے خبر خود سے باتیں کر رہا تھا:

'بھٹک کر کہاں آ گیا میں۔ کتنے ہی سیاہ اور سفید اور رنگین چتر ہیں جو بغیر کہے آتے ہیں اور دماغ کی آنکھوں کے سامنے کچھ دیر ٹھہر کر اپنی راہ لیتے ہیں۔ ایک سے ایک مسحور کر لینے والا۔ انھیں کاغذ یا دیوار پر ہی منتقل کر سکتا تو سمجھتا اپنی زندگی کا حق میں نے ادا کر دیا... جورڈن ندی کے کنارے کی بستیاں، غزہ کے گیٹو زجیسی گلیاں اور گھروندے، یروشلم کا عرب علاقہ اور زائیونسٹ سپاہیوں کا ان کے

بڑوں تک سے گری ہوئی زبان میں بات کرنا، میں اس تصویر میں زبان ڈال سکتا ہوں، ایک فلسطینی پندرہ، سولہ سال کے کمزور سہمے ہوئے لڑکے کو دوا ازرے ائیلی لڑنے والے سپین کے سانڈ جیسے جوان اس کے گھر سے گھسیٹ کر نکال رہے ہیں اور عورتیں اسے بے بسی سے لے جائے جاتے دیکھ رہی ہیں کیونکہ سپاہی آرمرڈ وہیکلز (توپوں، رائفلوں سے لیس گاڑیوں) میں وہاں آئے ہیں، ایک بلڈوزر جس پر سٹاف آف ڈیوڈ کا جھنڈا لگا ہے اپنے پیچھے مسلمز کی طرح سرسبز پودوں اور پھلوں سے لدے درخت چھوڑ کر منڈیروں کو کچلتا ہوا سڑک تک پہنچا ہے... انسانی سماج کے یہ سب چتر میں بناتا۔ دن رات بغیر تھکے بناتا اور وہ دنیا بھر کی نمائش تالاروں میں لوگوں کو جگاتیں: ''کیا بھیڑ چال چل رہے ہو، مظلوم مظلوم کی رٹ لگا رکھی ہے اور نہیں جانتے ظلم کس پر ہو رہا ہے۔''

اینا روزے بغیر ایک لفظ منہ سے نکالے ڈیلبرٹ سے بمشکل دو فٹ کے فاصلے پر کھڑی اس کو سنتی رہی۔ اس کے خوبصورت جسم کی پہلو سے پہلو جنبش سے لگتا تھا کسی دھیمی موسیقی پر رقص کر رہی ہے جسے میں نہیں سن سکتا۔ ڈیلبرٹ مان اور اینا روز اھرمن دونوں ہی بجائے اس پر فخر کرنے کے کہ انھیں سکندر کے پائے کے جنرل کی میڈیکل نگرانی سونپی گئی ہے پورے وقت اس فکر میں رہتے ہیں کہ کیسے ازرے ائیل کو چھوڑ کر کسی پس ماندہ... میرے الفاظ میں تھرڈ کلاس ملک میں نکل جائیں اور وہاں کے لوگوں کے کام آئیں۔ اینا روزا جرمن ہے، یہاں نو وارد۔ ڈیلبرٹ امریکی۔ تعجب ہے۔ اینا روزا کا شوہر بھی کوئی خاص زائیونسٹ نہیں ہے۔ خود کہتا ہے ''ابھی ہوا کا رخ صحیح نہیں ہے۔ جب ہوا کا رخ بدلے گا اپنے بادبان کھول دوں گا... اکیلا یا اینا روزے کے ساتھ یا اس وقت کا انتظار کروں گا جب اس جگہ کی کھڑکیاں، دروازے کھول دیے جائیں گے، چھت رول کر دی جائے گی اور یہاں کا گھٹن ختم ہو جائے گا۔''

ابھی وہ فرار ہونے کی ہمت نہیں کر رہا ہے، جانتا ہے جہاں جائے گا خطرہ اس کے ساتھ جائے گا۔ وہ پرانا ازرے ائیلی ہے۔

'دریائے جورڈن کا مغربی کنارہ، جنین میں پناہ گزینوں کے کیمپ، زیادہ دور کی بات نہیں ہے اپریل 1 تا 11، 2002ء، دوسرے انتفاضہ کو ختم کرنے کے لیے اس ہیرو کا ٹینکوں کو کام میں لانا۔ میں وہاں نہیں تھا لیکن عورتوں، بچوں، بوڑھوں کا رونا، چیخنا، کراہنا اور دم توڑ دینا اپنے کام کے دوران سن سکتا تھا۔ لاشیں جلائی جا رہی تھیں۔ گرائی ہوئی عمارتوں کے ملبوں سے انھیں ڈھکنے کا کام لیا جا رہا تھا اور امریکا اور ازرے ائیل نے اس ماڈرن ڈے یکطرفہ سفاکانہ مورچے میں صرف 52 فلسطینیوں کا مرنا تسلیم کیا۔

گیارہ دن کی جنگ میں صرف 52۔ "The US approved good genocidist" سے بس اتنے کی توقع!'

'میرے دماغ کی آنکھوں میں پورے معرکے کی پینٹنگس بنتی رہتی ہیں، کیمپ، نہتے پناہ گزین، ڈر سے بھاگتے ہوئے بچے، گرتی ہوئی عمارتیں اور واپس جاتے ہوئے ٹینک۔ کیا میں خود کو کنٹرول کر کے پاگل ہونے کی تیاری تو نہیں کر رہا ہوں؟ اس سب کو کاغذ کینوس، دیواروں یا پتھروں پر خود کو ظاہر کرنا چاہیے۔'

ایک اشکے نازی یہودن

آج جب میں بے ہوشی سے نیند میں آیا تو دیکھا کہ لِلی کے پورٹریٹ کے اوپر ایک اشکے نازی یہودن کی تصویر لگائی گئی ہے۔ میں اسے نہیں جانتا ہوں۔ شاید لِلی بھی نہیں جانتی تھی۔ لگتا ہے یہ کوئی نئی چھیڑ ہے۔

پھر وہ عورت پورٹریٹ سے اتر کر میرے بیڈ تک چل کر آئی۔ میں جاننا چاہتا تھا وہ کون ہے، کیوں آئی ہے کہ اس نے مجھ سنانا شروع کیا:

'وہ ہمارے پڑوسی تھے، ہمیں ان سے نفرت نہیں تھی۔ تم نے ہمیں پاس پاس نہیں رہنے دیا اور اب اپنی مرضی کو ہم پر مسلط کرنے کے لیے تم نے ہمارے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی ہے... کہا جاتا ہے اس کی بنیاد میں جوہری کوڑا ہے... nuclear waste

ان کے پھل اور سبزی سڑ رہے ہیں اور ان کی بدبو ہماری ناک میں بس گئی ہے۔ ان کی بھیڑ بکریوں کے مرداروں پر مکھیاں بھنک رہی ہیں، کیڑے چل رہے ہیں اور ان مکھیوں کا ہماری ناک اور آنکھوں تک تانتا بندھا ہوا ہے۔ تمھارے سپاہیوں میں سے کسی نے ایک عرب کو اپنی گولی کا نشانہ بنایا تھا۔ کئی دن بعد اس کی لاش آج ملی ہے... 36 گھنٹے بعد۔ کہتے ہیں ایک خوبصورت جسم کا نوجوان تھا۔ یہ سب کیا کیا ہے تم نے ایرک، تم نے اور تمھارے لوگوں نے!

'میں ایک اور نوجوان کو ایک زمانے میں جانتی تھی۔ لگتا تھا دوسرا جوزف ہے، مسلم جوزف۔ اس لڑکی کو بھی جانتی تھی جس سے وہ پیار کے رشتے میں بندھا تھا۔ وہ بھی خوبصورت تھی۔ دونوں گیہوواں رنگت کے تھے۔ جب وہ مجھ سے اپنی محبّت کی بات کر رہی ہو زینب کے کان اور ناک اُجلے گلابی ہو جاتے تھے اور لگتا تھا کانچ کی طرح شفاف ہیں۔'

'یہ تعلیم مکمل کر چکی تھی، اسے کسی فلسطین ہمدرد ملک نے وظیفہ دیا تھا۔ دونوں کا ارادہ وائل العاص کے انجینئرنگ کی تعلیم مکمل کر لینے کے بعد شادی کا تھا۔ بیچ بیچ میں وہ آتا رہا۔ زینب سکول میں پڑھا رہی تھی۔ دونوں کے ماں باپ بھی کام کرتے تھے۔ خالی بیٹھنے والے لوگ نہیں تھے۔ دونوں کو امید تھی، اور مجھے بھی، کہ ایک دن العاص کی تعلیم مکمل ہوگی۔ اس بیچ میں وہ کچھ رقم جوڑ لے گی پھر دونوں شادی کر کے کہیں اور چلے جائیں گے... شام جہاں زینب کی خالہ تھی، اردن جہاں وائل کے دوست کا کاروبار تھا۔ واقعی میں اس ملک میں جوزف، سوری وائل کے لیے کیا رکھا تھا۔ کیا ازرے ائیل اسے کسی انجینئرنگ پروجیکٹ کے لیے نوکری دیتا؟

لیکن تعلیم کے آخری سال میں جب وہ گھر آیا اور زینب کے ساتھ ایک دن کہیں جا رہا تھا تو اسے ازرے ائیلی پولیس نے گرفتار کر لیا۔

''کیوں؟'' اس نے پوچھا جیسا کہ زینب نے مجھے بتایا۔

''وہ تم پولیس پوسٹ پر چل کر معلوم کر لینا۔''

وہ وہیں کھڑی رہ گئی اور چند لمحوں میں پولیس وائل کو لے کر جا چکی تھی۔ ایک نہتے نوجوان کو گرفتار کرنے کے لیے وہ آٹھ دس مسلح سپاہی پولیس ویگن میں آئے تھے۔ تمھارا ڈراوے کا، ہراس پھیلانے کا آزمودہ طریقہ کار ایرک۔

اس کے بعد دونوں کا رابطہ بہت کم رہا اور ملنا تو ایک بار بھی نہیں ہوا۔ میں نے مدد کرنی چاہی لیکن مجھے بتایا گیا، ''وائل العاص ازرے ائیل کے لیے خطرناک شخص تھا مادام، اس لیے اسے آزاد نہیں چھوڑا جا سکتا ہے۔

ہماری جیلیں تمام مصری، سعودی، عراقی جیلوں سے بہتر ہیں۔ اس کے اعضا درست ہیں اور اسے گھر سے بہتر خوراک مل رہی ہے۔ آپ آرام سے سو سکتی ہیں۔''

'میرا خیال ہے یہ ساری تفصیل ایرک تم جانتے ہو گے کیونکہ ان دنوں تم وزیر دفاع تھے اور تم سے ایسی کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی تھی۔

'اگر کسی ریت میں رہنے والی بے ضرر چھپکلی کے لیے بھی کوئی غبی ازرے ائیلی کہہ بیٹھتا کہ اس سے ازرے ائیل کو خطرہ ہے تو میرا خیال ہے اسے کچلنے کے لیے ٹینکوں پر فوجی نکل پڑتے۔

'اس دوران میں جس کی مجھے خبر نہیں ہے زینب سارے ازرے ائیل میں ماری ماری پھرتی تھی، وائل کی کھوج میں کہ کس شہر کی جیل میں ہے۔

'پھر ایک دن جب میں اس سے ملنے گئی یہ جوزف، سوری وائل العاص، کے اغوا کیے جانے کے کئی سال بعد کی بات ہے تو وہ بالکل بدلی ہوئی نظر آئی۔ لڑکی نہیں ایک غم زدہ بیوہ۔

'بہت پوچھنے پر اس نے بتایا: ''نہیں وائل مرا نہیں زندہ ہے اور اچھا ہوتا کہ وہ ٹارچر کرنے کی جگہ اسے شوٹ کر دیتے۔ کیونکہ جو وہ اس کے ساتھ کر رہے تھے وہاں جیل میں عام تھا، خصوصاً کم عمر نوجوانوں اور لڑکیوں کے ساتھ اور بار بار، سب کے سامنے اور پھر چلتے پھرتے ان کی ہنسی اڑاتے تھے، رات دن صبح شام۔ Calling him "poonce"'[1]

''مجھے اس کا پیغام ملا: میرا انتظار مت کرنا، تم سوریہ چلی جاؤ، اردن یا پھر مصر لیکن میرے لیے بیٹھی مت رہنا۔ سمجھو میں اپنی بات کا سچا نہیں نکلا۔ میں نے تمھیں دھوکا دیا۔''

''اور یہی ہوا جب وہ جیل سے رہا ہو کر آیا تو مجھ میں ہمت نہیں تھی کہ اسے جا کر ملوں۔ میں اندازہ نہیں کر سکتی تھی میرا سامنا کرنے کے اس کے جذبات کیا تھے، لیکن مجھے اپنے جذبات کا پتا تھا۔ میرے اندر ایک ہی جذبہ تھا۔ بری طرح مجروح جذبہ اس سکول جانے والی بچی کا جس کا باپ ایک باعزت فرد ہو، اس کی نظروں میں شجاعت کا مرقع، اور جھوٹا الزام لگا کر سرعام کوئی وردی پہنے ہوئے شخص اپنے عصا سے اسے بے رحمی سے پیٹے اور وہ چوں نہ کر سکے۔

''میں کتنے ہی دن گھر سے باہر نہیں نکلی کہ میرے سامنے پڑ جانے کا آزار اسے نہ ملے۔ میں لاکھ اس کی عزت کروں وہ سدا محسوس کرے گا کہ میرے لائق نہیں ہے۔ وہ اپنے گھر تک نہیں آیا تھا اور خود مجھ میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ اسے ڈھونڈوں اور سینے سے لگا لوں۔ ملتا تو ایک لمحے کو اس کی ماں بن جاتی۔''

'پھر میں نے ایک خبر سنی: ایک عرب نوجوان نے حیفہ میں ایک ہجوم میں خود کو ایک دھماکے میں اڑا دیا۔ تین ازرے ائیلی زخمی ہوئے اور تین عرب مع اس نوجوان کے مرے۔

مجھے یقین تھا تین ہمارے آدمی مرے ہوں گے اور کم سے کم اتنے ہی زخمی لیکن یہ بتانے والا کوئی نہیں تھا، وہ خود کو ختم کر دینے والا نوجوان کون تھا؟ ایک انجینئرنگ سٹوڈنٹ تو نہیں جو تعلیم مکمل نہیں کر سکا تھا اور جیل سے رہا ہو کر آیا تھا؟

'What do you say to that Erik?' .... للی کے پورٹریٹ کے اوپر لگی ہوئی تصویر والی عورت نے مجھ سے سوال کیا، واپس چل کر اپنی جگہ پر گئی اور للی کے پورٹریٹ میں سما گئی۔

---

(1) پشت انداز مرد۔

پروڈیوس آف ازرے ائیل

ہم نے مغربی کنارہ اور غزہ ان سے خالی کرائے اور ان کے کھیتوں کی اُپج اور باغوں کے پھل ہمارے حصے میں آئے۔ وقت کے ساتھ عرب ہی نہیں بدلے ہم بھی بدلے ہیں۔ انھوں نے روتے دھوتے انجام کار مان لیا کہ یہ ملک ان کا نہیں ہے اور اسے چھوڑ گئے۔

ایک زائیونسٹ کی آواز: 'جو بچے ہیں وہ بھی ازرے ائیل اور جودہ (Judah) [1] کو چھوڑ جائیں گے... ہمارے لیے تو یہ کل سرزمین جودہ اور ازرے ائیل ہے اور اس کی راجدھانی ہے یروشلم۔'

ایرک: ہم پہلے ان پر دہشت مسلط کرنے کے لیے ان کے گھروں، عبادت گاہوں، مستشفوں، مدرسوں کو ٹینکوں اور بلڈوزرز سے سپاٹ کر دیتے تھے...

'باغ اور کھیتوں کو نہیں؟'

کبھی کبھی... وہ ہمارے کام کے تھے، شروع میں ہم نے زیتون کے درختوں تک کو ان کی طرح سربسجدہ کر دیا بعد میں ہم نے سیکھا ان کا نیچر کا یہ عطیہ رائگاں کیوں جائے۔ اب وہ پروڈیوس آف ازرے ائیل کے ٹھپّے کے ساتھ یورپ کے kitchens اور مے خانوں کو جا رہا ہے اور ہمیں فارن ایکسچینج کما کر دے رہا ہے۔ جام شراب میں ڈوبا ہوا زیتون... کیا چیز یاد آئی ہے۔

آواز: 'اور جب ایک آباد فارم کی پروڈیوس ختم کر لیتے ہو تو دوسرے فارم اور گھروں پر تمھاری نظر ہوتی ہے۔ فلسطینی اس سے بے دخل کیے جاتے ہیں کہ نئے فلیٹس بننے ہیں دنیا بھر سے نئے لائے

---

[1] یہودیہ۔

جانے والوں کے لیے، مزید فارن ایکسچینج۔ واقعی تجارت میں دنیا کی کوئی قوم تمھاری ہم پلہ نہیں ہے۔'

اگر ہم نے شروع سے ان کی عورتوں کو ہمارے قائم کیے ہوئے زچہ خانوں میں بچے جننے دیا ہوتا، مفت (Free of all charges) اور پیدا ہوتے ہی لڑکوں پر سائنٹفک ہیرا پھیری کی ہوتی تو وہ آنکھیں کھولنے کے بعد چند ماہ کے اندر اندر مرتے جاتے... یقیناً یہ ہمارے ماہرین کے بس میں تھا۔ ہم یوں ہی نہیں سائنس کے گلوب کے قطب شمالی پر بیٹھے ہیں، اور اقوامِ متحدہ کا سیکرٹری جنرل تک ہم پر الزام نہ دھر پاتا کہ کوئی سازش ہے لیکن ان کی لڑکیوں سے ہمارا سلوک دوسرا ہوتا۔ وہ ہنستی کھلکھلاتی سانس لینے کی دنیا میں آتیں... پہلی چیخ کے ساتھ نہیں، تو وہ لڑکیاں بھی وہی کام کرتیں جو زیتون اور سیب کے درخت... ہاہاہا Produce of Israel

ھند: 'قَلْطَبَان'[1]

ایرک: کیا؟ کیا؟

میکسم: 'زوجہ کی نادرست آمدنی پر پلنے والے ہوتے اور کیا۔'

آواز: 'جو آج مظلوم ہے ضروری نہیں کہ وہ آنے والے وقت میں بھی مظلوم رہے گا یا یہ کہ وہ تاابد مظلوم ہے۔'

دوسری آواز: 'جو بھی ہو ایرک اس وقت مصر کے تخت پر بیٹھا ہے اور ناگ اس کے تاج پر پھن اٹھائے کھڑا ہے۔'

ایرک: anti Semites (سامی نسل والوں کے مخالف) مجھے ستانے والے ھدسہ ہاسپٹل سے میرے پیچھے پیچھے شیاطین ابیب پہنچ گئے... میں ان کی آوازوں کو پہچانتا ہوں۔ شاید یہ میرا پیچھا قبر میں بھی نہ چھوڑیں۔

کیوں میں نے cremate کیے جانے کی وصیت نہیں چھوڑی!

لیکن وہ للی کی قبر کے برابر کی جگہ بے مصرف رہتی۔ وہ تمام خرچہ جو اس پر ہوا۔

اب یاد آتا ہے کیا سوچ رہا تھا: یہ کہ ملک ان عربوں کا نہیں ہے، زیادہ اسے چھوڑ گئے جو رہ گئے ہیں وقت انھیں بھی منوا دے گا کہ یہ زمین ان کی نہیں آلِ یعقوب کی ہے۔

---

[1] قلطبان: بے غیرت مرد۔ بیوی سے بدکاری کرا کے اس پر پلنے والا۔

آواز: 'سفید آلِ یعقوب کی کھوجن کے خزر حاکم نے 740ء میں ضرورتاً یہودی مذہب اپنایا تھا، وہ حاکم جس کی سلطنت شمالی قفقاز میں تھی... بحیرہ اسود اور کیسپیئن کے بیچ میں کہیں۔ شاید جہاں اب جارجیا ہے۔ وہاں سے مشرقی بحیرہ روم سے ملے ہوئے علاقے تک اور یورپ بھی جہاں پہنچ کر نجانے کیوں تم نے خود کو اشکے نازی بنا دیا... اپنی نظروں میں ''محبوب جرمن'' ساتھ ہی ''سامی۔'' بیک وقت دو نسل کے!

نہ خود کو سامی کہتے نہ ہٹلر اور فاشسٹوں کو کھلتے کہ یہ خود کو چہیتے جرمن کہنے والے Semites کہاں سے آ گئے۔'

دوسری آواز: 'سچ پوچھو تو یہ وجہ تھی دوسری جنگِ عظیم کے چھڑنے اور ہولوکاسٹ کی۔ جرمن گھن چکر میں آ گئے تھے Utterly confused کہ یہ ہیں کون!'

کھڑکی سے باہر شام کا دھندلکا تھا جب میری آنکھ آرن کے زور زور سے بولنے پر کھلی... یعنی جتنی جھری بھر کھلی چھوڑی گئی ہے۔ حقیقت میں حواس تھوڑے جاگے۔ آرن جسے عرب ہارون کہہ کر بات کرتے ہیں یہاں بسنے والا پرانا یہودی ہے۔ بوڑھا، عالم، عبادت گزار۔ اس جیسوں میں اور عرب مسلمان اور عیسائی لونڈوں لونڈیوں میں کیا فرق ہے؟ کچھ نہیں۔ صرف اتنا کہ آرن جیسے کٹر مذہبی لوگ اگر ان کے علاقے سے ہماری ملٹری گاڑیاں اور پرائیویٹ کاریں سبت کے دن گزریں تو ان پر پتھر پھینکنے لگتے ہیں اور مسلمان ہفتے کے ساتوں دن، جب بھی جہاں بھی موقع ملے۔

کبھی کبھی مجھے خیال آتا ہے زائیون کی بنیاد رکھتے وقت ہمیں ان کٹر عرب یہودیوں سے بھی نجات پانی چاہیے تھی۔ پورک[1] اور کلیجی کے دشمن، ہفتے کا ایک پورا دن ضائع کرنے والے۔

---

[1] لحم الخنزیر

آؤ سنیں

النقب (Negev) سے آتی
سنائی دے رہی ہے
ایک کپکپاتی آواز
پر ہے سریلی، کہیں ٹوٹتی ہوئی نہیں
ایک بوڑھا تنبورے پر گا رہا ہے
"وہ میرا ماں باپ کی طرح جانا پہچانا
فلسطین کہاں گیا۔
جس میں فکروں سے آزاد تھے ہم
چوبیس گھنٹے جنگ کے لیے
تیار نہیں۔
جنگ کرتے تو کس سے؟
مسلمانوں، عیسائیوں سے؟
اپنوں سے؟
وہ دن کیا ہوئے جب ہمارے
یہود مذہب کو مذہب سمجھتے تھے
اور ملک کو ملک

کسی ایک کی نسلی میراث نہیں:
آلِ یعقوب کی گم کردہ میراث نہیں
آلِ آدم کے لیے
پھر پوجا کے لیے سونے کا بچھڑا بھیجا
دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہونے کا
دعویٰ کرنے والے قارون نے۔"
اچانک ایک فائر ہوا اور سوز سے بھری آواز رک گئی
ایک آواز نے پوچھا:
'کون تھا وہ
اپنے فلسطین کا برہا گانے والا
کوئی بوڑھا یہودی؟'

ایک بے ضابطہ کانفرنس

جو دوائیں اتنے سالوں میں مجھے دی جاتی رہی ہیں نہیں معلوم کیا ہیں۔ میں انھیں کبھی نارکوٹک سمجھتا ہوں، کبھی سیڈیٹو۔ مگر ایک مریض کو جو مستقل بے ہوشی میں جا چکا ہے یہ دوائیں، جو کچھ بھی ہیں، کیوں دی جا رہی ہیں؟ کبھی اتنی گہری غفلت میں چلا جاتا ہوں کہ پتا ہی نہیں چلتا ہے کہ ہوں بھی یا نہیں... اور وہ میرا بہترین وقت ہوتا ہے۔ کبھی دماغ جاگ اٹھتا ہے اور مجھے مارگالت اور للی کی تصویریں دکھائی دیتی ہیں اور ان کے دمیان ٹنگا ہوا کیلنڈر۔ یہ وقت میرے لیے خوشی نہیں لاتا ہے۔ ہر طرح سے مجھے ستایا جاتا ہے، جس کا جو جی چاہتا ہے میرے ساتھ کرتا ہے، آوازیں، مردہ اور زندہ چلتے پھرتے لوگ، آبادیوں کا مٹی میں ملنا اور معجزے کیا نہیں ہوتا ہے میرے ساتھ اور میں خاموشی سے اس سے گزرا کرتا ہوں، بے بس۔

پہلے جو زندہ تھے، مرے ہوؤں سے ان کی ہستی جدا رہتی تھی۔ اب مجھے اور زیادہ پریشان کرنے کے لیے وہ ایک دوسرے میں مدغم ہو گئے ہیں۔

ڈاکٹروں کی بیڈ سائڈ میٹنگ سے پتا یہی چلتا ہے میری حالت دوبارہ غیر یقینی ہو گئی ہے، unstable۔

اس وقت جب میں گہری غفلت سے کم غفلت میں آیا تو پتا چلا میرے کمرے میں کانفرنس جمی ہے۔ ڈاکٹروں کی نہیں، میرے ستانے والوں کی۔ انھیں اس کام کے لیے پورے ہسپتال میں اور کوئی جگہ نہیں ملی!

ان میں وہ بھی ہیں جنھیں میرے کمرے میں تو کیا کسی بھی باوقار بلڈنگ میں گھسنے کی اجازت نہیں

ہونی چاہیے تھی... میلے اور بوسیدہ کپڑوں والے سانولے، گہرے سیاہ، پیلے اور گیہواں رنگت والے۔ تہذیب کسی کو چھو کر نہیں گئی ہے۔ کچھ فرش پر بیٹھے ہیں۔ چند ایک کرسیوں اور چھوٹی میزوں اور ٹرالیوں پر... ٹرالیوں پر سے انھوں نے میڈیکل قسم کی چیزوں کو اتار کر فرش پر رکھ دیا ہے اور اس سے ان کے بچے کھیل رہے ہیں۔

اتنی کرسیاں میزیں اور سٹول پہلے اس کمرے میں کہاں تھے!

یوسف، بوڑھا کسان جو بہت سے مسلم عالموں سے زیادہ روشن دماغ ہے، میرے بیڈ کے سرہانے کی ریلنگ پر بیٹھا اپنے دیہاتی، کچے تمباکو کا دھواں اڑا رہا ہے۔

Sore (سارہ) اور Naomi (ماریہ) میں سے ایک میرے پیٹ پر چڑھی بیٹھی ہے، دوسری ٹانگوں پر، جیسے کسی کاٹھ کے مجسمے پر۔ بچوں میں ہمارے بھی ہیں اور ان کے بھی۔ انھوں نے دیوار سے کیلنڈر اتار لیا ہے اور ورق الٹ الٹ کر تصویریں دیکھ رہے ہیں۔ ایک غیر اشکے نازی بچہ مارگالت کے پورٹریٹ کے فریم سے لٹکا جھول رہا ہے۔

ان میں سے ایک: 'ہم ایک قوم چاہتے ہیں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کون اشکے نازی ہے، کون سفارڈی اور کون مزراہی، المشرقیون۔'

دوسرا: 'یہود ہیں اور یہود ہونا کوئی جرم نہیں ہے، جیسے نصاریٰ، مسلمان اور دوسرے۔ سب کو اپنے مذہب سے جسے اس نے سوچ سمجھ کر اپنایا ہو، پیار ہونا چاہیے۔ اس پر ناز نہیں۔ کیونکہ ناز کا مطلب ہے دوسرے مذہب والوں کو اپنے سے کمتر سمجھنا اور دوسروں کو کمتر سمجھنا سیدھا راستہ ہے نفرت اور کشت وخون کو۔' یہ آخری بات ایرانی یہودی یا کویب (یعقوب) نے کہی ہے۔

فاطمہ: کسی بھی انسان کے لیے اپنا مذہب چھوڑنا دشوار ہوتا ہے جو تقریباً ہمیشہ اسے ماں سے ملا ہوتا ہے۔ دودھ چھڑانے کے بعد ایک مذہب ہی وہ بالذات قائم اکائی رہ جاتی ہے جس کا چھوڑنا اس کے لیے دشوار ہوتا ہے۔ جبر سے انسان اپنا ظاہرہ بدل سکتا ہے... (''ہارون سے آرن بن سکتا ہے'')

'اس کا لباس اور طریقۂ عبادت بھی بدل سکتا ہے لیکن اندر سے ویسے کا ویسا ہی رہتا ہے: جیسے سیانا ہونے پر اسے ماں نے چھوڑا تھا۔'

(ایرک: یہ بھی اچھی بولنے والی ہے۔)

ھند: 'اور مذہب کی اپنی رضا سے تبدیلی کے بعد بھی انسان اکثر شک میں پڑ جاتا ہے: جو میں کھا رہا

ہوں اس کا کھانا درست ہے یا نادرست...'

(ایرک: آج یہ کھل کر ہنسی ہے۔ایسے خوبصورت چمکیلے سفید دانت میں نے کسی یورپ کی لڑکی کے نہیں دیکھے)

'یا وہ جس مذہب کا بھی تھا پریشان کرنے والے لمحوں میں اسی کی کتاب پڑھنی چاہیے تھی یا کچھ اور: یا کچھ نہیں۔زبور کی مناجات،تورات کی آیت یا قرآن کی سورۃ...'

الیاس: 'Even Communist Manifesto serves the purpose. Am I right?'

میکسم: 'absolutely right'

ھند: '...انسان کو ہمیشہ شک میں پڑنے کو تیار دیکھو گے۔'

بل کرائمٹین: 'Let them prosper together'۔(ساتھ رہیں،پھلیں پھولیں۔)

ایرک: میں اس برٹش یہودی سائیکیٹرسٹ کو جانتا ہوں۔ناشکرا۔وہ دن بھول گیا جب ویانا سے اس کے ماں باپ فرار ہو کر ڈوور (Dover) پہنچے تھے...مچھیروں کی کشتی میں۔

بل کرائمٹین: سفید یہودی اور غیر یہودی برٹش ڈاکٹر نرسیں،سفید یہودی اور غیر یہودی امریکی ڈاکٹر نرسیں،عرب نرسوں ڈاکٹروں کے ساتھ مل کر پوری اس زمین کے،صرف دو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے نہیں،ہسپتالوں کو چلائیں گے،ناداروں کا علاج اسی لیول پر جو ماؤنٹ سائی نائی اور سلون کیٹرنگ میں ارب پتیوں کو ملتا ہے،ان ناداروں کا سوسائٹی میں فالواَپ،ان کے لیے کام ڈھونڈنا...

(ناؤمی:'and so on, and so on, and so on')

'ہم پر ہنسنے کا زمانہ ختم ہو گیا۔ان پر ہمارے ہنسنے کے زمانے کو بھی ختم ہو جانا چاہیے۔ایک نیا فلسطین۔کیا یہ خواب ہے؟'

مائک ایکرمین: 'مکمل خواب اور بغیر سر پیر کا۔عرب ہمارے یہاں سے نکلنے کے دن گن رہے ہیں۔

'کیوں؟'

'اس لیے کہ ہم اشکے نازی ہیں اور دن گننے والوں میں مشرق کے یہود بھی شامل ہیں۔یوسف میرے سرہانے کی ریلنگ پر سے کود کر کھڑا ہو گیا اور بولا:'کیوں؟ کیوں اشکے نازی یہاں سے جائیں؟ ان میں سے جس نے بھی اس زمین کے میٹر بھر رقبے کو پانی دیا ہے اس پر اس کا حق ہے...بشرطیکہ وہ دوسرے سے چھینی ہوئی نہ ہو۔زمین بے وفا نہیں ہوتی ہے:اپنے سنوارنے والے کو یاد رکھتی ہے۔میں

کسان ہوں۔ مجھ سے زیادہ زمین کے دھڑکتے ہوئے دل کو کون جانتا ہے!'

ایرک: کاش 4 جنوری 2006ء میری زندگی کا آخری دن ہوتا۔ دماغ میں پھٹنے والی شریان زیادہ فراخ دلی سے پھٹتی اور پورے دماغ کو ڈبو دیتی۔

موشے کے یہودا ہم یہود ہیں پھر بھی تو ہم پر عذاب پر عذاب نازل کیے جا رہا ہے۔ کبھی بارش اور کنکر بھری ہوا کا طوفان ہے، کبھی ٹڈیاں، کبھی جوئیں، طاعون، مینڈک اور خون کی بارش اور ہمیں ہر بار ذلت سہنی پڑتی ہے کہ ہمیں اس بلا سے نجات دے، ہم فلسطی (سوری)... عربوں کو ان کے گھروں اور کھیتوں میں لوٹ آنے دیں گے، 'صرف یہودیوں کے لیے' والی سڑکوں کو سب کے لیے کھول دیں گے اور ان کے اور ہمارے بیچ کی دیواریں ڈھا دیں گے۔

اب ایک ہی دعا مانگوں گا۔ مجھے نئی زندگی دے اور بے انتہا طاقت۔ میں ان سب کو اس ارض المیعاد سے نکال باہر کروں گا، جن کی ہمارے لیے بددعائیں سننا تو نے اپنا وتیرہ بنالیا ہے۔

وہی ادھوری باتیں، ادھورے خواب۔ بار بار

30 سال کا تھا جب میرے سائیکیٹرسٹ نے مجھ سے سوال کیا تھا:

"Any repeated dreams?"[1]

''ہیں۔'' میں نے کہا تھا اور پوچھنے پر بتایا تھا ''ایک پلے گراونڈ ہے، میری عمر کے کم، مجھ سے بڑے بچے زیادہ، گاگا[۲] قسم کا کوئی کھیل کھیل رہے ہیں۔ میں میدان میں باؤنڈری لائن جیسی جگہ پر کھڑا دیکھ رہا ہوں۔ پھر گھر سے باہر آ کر مامکا (Mamka) مجھے آواز دیتی ہے: ''ایرک لوٹ آ۔'' اور میں لوٹ جانے پر روہانسو ہوں اور تھوڑا خوش بھی جیسے کسی مشکل میں گرفتار تھا اور اس سے رہائی ملی ہو۔''

سائیکیٹرسٹ نے کہا تھا: ''تب ایسا صرف محسوس ہوا ہوگا۔ اس کا یہ تجزیہ بعد کی چیز ہے۔ تم متفق ہو؟'' اور میں نے کہا تھا، ''شاید تم صحیح ہو، سائیکیٹرسٹ اور سائیکو اینالسٹ ہمیشہ صحیح ہوتے ہیں۔

اس پر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

اسی طرح جو کچھ مجھے ہسپتال میں سہنا پڑ رہا ہے وہ بار بار آنے والے خواب ہیں، سنی ہوئی باتیں۔ لیکن ہمیشہ بیچ میں سے شروع ہونے والے خواب، سنی ہوئی باتیں؟ دونوں ادھورے۔

اس وقت ایک فلیش بیک مجھے دکھایا جا رہا ہے:

تھیوڈور ہرزل ہے اور دوسرے کپا سر پر لگائے ہوئے بوڑھے۔ میرا خیال ہے یہ جگہ باز

---

① ''کوئی بار بار آنے والے خواب؟''

② ایک گیند کا کھیل۔

Basel سوئٹزرلینڈ ہے۔ ہرزل کہہ رہا ہے:

''آج یہ طے ہو جانا چاہیے بغیر ایک بھی اختلافِ رائے کے کہ اپنی اس مہم میں ہم دوسروں پر بھروسے کا کوئی چانس نہیں لیں گے۔ وہ دوست ہوں یا غیر جانبدار، ہر جگہ ہر دور میں ہم چن چن کر اور اکثر پوری آبادی کی شکل میں مارے گئے ہیں۔ اس لیے ہم وہاں، اس زمین پر جس کا وعدہ یہووا نے ہم سے کیا ہے، جا رہے ہیں، رحم اور دوستانہ تعلقات کو یورپ میں چھوڑ کر۔''

'ہمیں وہاں فاتحین کی طرح داخل ہونا ہے۔'

''پھر اگر معاشرہ زوال کی طرف جاتا نظر آئے، لوگ بدیوں کو گلے لگائیں، مورتیوں اور جادو کی پوجا کرنے لگیں اور اس پر آسمان سے قہر نازل ہو... جس میں شبہ ہے، تو ہم اس سے بھی جنگ کریں گے۔ چاہے فرشتے ہمیں سزا دینے کے لیے بھیجے جائیں، ہمیں پروا نہیں ہوگی۔ وہ ہمیں ان سے بالکل مختلف لوگ پائیں گے جو نیبوکدنذر کو ملے تھے، رومنوں اور سپین والوں کو اور فاشسٹ جرمنی کو۔''

فلیش بیک رک گیا ہے اور بل کرائمٹین کی آواز سنائی دے رہی:

''یہ تو ایک ذہنی بیماری کا پیدا کرنا ہے کہ دنیا ہماری دشمن رہی ہے، دشمن ہے اور جہاں بھی جائیں گے دشمن ہوگی۔ "This is sheer paranoia" (دوسروں کو اپنا دشمن سمجھنے کا خبط)''

ہرزل: ''دشمن ہے۔ مشترکہ دشمن۔ اس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔''

کرائمٹین: ''مجھے وہ دشمن کہیں نہیں ملا اور نہ کہیں میں نے اپنی مذہبی شناخت چھپائی، اور خوش ہوں لیکن تمھارا یہ کہنا ہے کہ اگر تم سب کا ایک مشترکہ دشمن نہیں ہوتا تو ہم ازرے ائیلی قوم نہیں رہتے۔ یعنی دشمن تمھارا پیغمبر واحد ہے... جیسے بدھ مت۔ بغیر مشترکہ ایک پیشوا گوتم کے بدھ مت کہاں اور بغیر مسایا کے عیسائیت کہاں!''

''ایزرا کے پیغام کے مطابق تم فلسطین میں چوری چھپے داخل ہوتے رہے اور چونکہ دشمن کو یورپ میں چھوڑ آئے تھے اس لیے نیا دشمن پیدا کرنا پڑا۔ یہ فلسطینیوں کی بدقسمتی ہے کہ قرعہ فال ان کے نام پڑا۔

1917ء میں اس بے مغز برطانوی سیکرٹری آف سٹیٹ بالفور کے تمھیں ایک محاورتاً، آزاد ملک پلیٹ پر رکھ کر دینے سے پہلے دشمن پیدا کرنے اور اسے زیر کرنے کا یہ رول تم اپنا چکے تھے۔''

ایرک: بچپن سے لے کر بڑے ہونے تک میں نے ایک دن کے لیے بھی نہیں سوچا تھا کہ کبھی ہم عربوں کے ساتھ رہ رہے ہوں گے۔ رہا اپنے لیے اس ملک کو عربوں سے خالی کرانا؟ ہمارے

لیے ایسا کوئی مشن کبھی نہیں تھا جو ہم تکمیل کو نہ پہنچا سکتے ہوں۔

بل کرائمین: 'اور نتیجے میں تم ہیوبرس (Hubris) کے مریض بن گئے۔'

ایرک: میں نہیں جانتا وہ کیا ہوتا ہے۔ اس لیے میں اس کا مریض نہیں ہوں۔

بل کرائمین: 'حد سے بڑھا ہوا تکبر، ضرورت سے زیادہ خوداعتمادی اور دوسروں کے لیے نفرت،' شاید روس یا لیتھویا بلکہ نجی قسم کے کسی ملک میں رہتے رہتے تو اس مرض کا دماغ پر حملہ کرنے والا وائرس تمھیں نہیں ستاتا۔ میں برطانوی شہری ہوں اور خود میں نہ تکبر پاتا ہوں نہ دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کا گنہگار ہوں۔'

'مشکل یہ ہے کہ ہرزل نے یہ تحفہ تمھیں دیا اور تمھارے دہشت پسندوں کی عربوں پر فتوحات نے تمام اَلیاہ کر کے یہاں آنے والوں میں، جو حقیقت میں پناہ گزین تھے، huberistic behaviour پیدا کر دیا، عین وہی خصلت: تمسخر، بے حجاب ظلم، دوسرے کے حق کو حق نہ سمجھنا... سب کمزور اور اقلیت والوں کو دشمن گردانتا۔ ان سمیت جن کے دماغ تعصب سے آزاد ہیں وہ یہ کہنے کی ہمت رکھتے ہیں کہ یہ طاقت کی زہریلی مدہوشی ہے (intoxication of power)، اور ایسی مدہوشی تنہا نہیں آتی ہے: ساتھ زوال لے کر آتی ہے جو نہ ٹالا جا سکتا ہے نہ غیر منصفانہ ہوتا ہے۔ تم اپنا وہ 3اکتوبر 2001ء کا بیان بھول گئے ہو: ''میں تمھیں بہت صاف الفاظ میں بتانا چاہتا ہوں۔ ازرے ائیل پر امریکا کے دباؤ کی فکر مت کرو۔ ہم یہود امریکا کو کنٹرول کرتے ہیں اور امریکی اس حقیقت کو جانتے ہیں۔''

ہم وہ بیان کافی بریک میں سن رہے تھے اور اس پر ہنسنے والوں میں میں بھی تھا۔'

لوگ چلّا رہے ہیں ''جب ہرزل سے لے کر ایرک تک کوئی مذہب میں اعتقاد ہی نہیں رکھتا پھر انھیں اپنے مذہب والوں کے لیے علیحدہ ملک بنانے کی کیا ضرورت تھی۔''

بے وقوف اتنا نہیں سمجھتے اپنی نسل والوں کے لیے علیحدہ ملک چاہیے تھا جہاں رہنے سے خون خلط ملط نہ ہو جائے۔

آواز: ''اگر ایسا ہوتا تو کیا برا ہوتا؟''

ایرک: خچر پیدا ہوتے۔

آواز: 'کارآمد جانور۔ آؤ ساری دنیا کے لوگ مل کر خچر پیدا کریں۔ اس سے آبادی کا مسئلہ خودبخود حل ہو جائے گا۔ سب خچر بے نام ونشان دنیا سے اٹھ جائیں گے۔ یہووا خوشی سے ناچنے لگے گا۔'

ایرک: مجھے اس وقت کسی انجکشن کی نہیں lancet (سرجری کا چاقو) کی ضرورت ہے جس سے اپنے کانوں اور دماغ کے دروازے پھاڑ سکوں۔

اس کے بعد ان لوگوں کی آواز مدھم ہوتی گئی اور مجھے نہیں یاد میں نے ان کی بات کا کیا جواب دیا تھا۔

میں غنودگی کے گدلے تالاب میں سے نکلا تو پتا چلا وہی کبھی ختم نہ ہونے والی گفتگو جاری ہے... تبادلۂ خیال۔

ھند: 'ہاں، بلا اعلانِ جنگ خاموشی سے فلسطین میں گھس آتے رہنے والوں کی پہلی اَلیاہ سے شروع ہو چکی تھی۔'

خدیجہ: 'کیا نام ہے دوسرے کے گھر میں بلا اجازت گھسے چلے آنے کا؟ اَلیاہ بیت (Aliyah Bet) یا...؟''

رئیسہ: 'ڈکیتی'

ھند: ہٹلر 1889ء میں پیدا ہوا تھا اور وہ اَلیاہ 1882ء سے چڑھے ہوئے دریا کے ٹوٹے ہوئے بند کی طرح ہمیں ڈبونے کے لیے خاموش سیلاب کی شکل میں ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔ ہم خطرے سے آگاہ نہیں تھے۔ جرمنی میں اس وقت تک فاشزم کا نام تک نہیں سنا گیا تھا۔

ان بِن بلائے مہمانوں کا دفاع نئے ملک میں ایک دن ضروری ہو جائے گا یہ خیال روسی نژاد ممبر آف برٹش ایمپائر، زائیونسٹ، ادیب، شاعر اور مقرر ولاڈیمیر جیبوٹنسکی (Jabotinsky) کو شروع ہی سے تھا۔ اس سے کم دماغ کی کیا پیداوار ہوتا۔ اس نے دہشت گرد گروہ ارگن اور ہاگنا کو برطانوی فوج کی سرپرستی میں پیدا کیا اور جب فلسطین برطانیہ کی عارضی تحویل میں تھا... یاوہ بے کسی کا دور جب عثمانیہ شہنشائیت دم توڑ چکی تھی اور اس وسیع اقلیم کے اجزا یورپ کی استعماری طاقتوں کے جبڑوں میں حفاظت کے لیے دے دیے گئے تھے، وہ ان مسلح دہشت گردوں کو لیے فلسطین میں دڑّاتا ہوا داخل ہوا تھا۔'

خدیجہ: 'یہ درست قدم تھا۔ کوئی ڈاکو کسی کے گھر میں نہتا داخل نہیں ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور یا پستول ہوتا ہے تب وہ چوری چھپے نہیں دڑّاتا ہوا داخل ہوتا ہے۔'

ھند: 'وہ اور میناچم بیگن جانتے تھے بغیر کھٹکا کیے، call bell (گھنٹی) دبائے دوسرے کے گھر میں داخل ہو رہے ہیں۔ ادھر یہ تیاریاں تھیں ادھر عرب ان نوواردوں کو ہمدردی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ دنیا سے اتنے غافل بھی نہ تھے، جانتے تھے روس میں کس طرح کا قتلِ عام ہوتا رہا ہے

جس کے نتیجے میں انھوں نے ادھر کا رخ کیا ہے۔ابن سبیل [1] کی مہمانداری ان کی سرشت میں تھی۔'

مگر ان نو واردوں کے زمین پر پھیلتے ہوئے قبضے کو دیکھ کر چوکنے ہوئے۔کون مالک مکان تاوقتیکہ وہ بسترِ مرگ پر ہی نہ ہو یا اسے ڈکیتی کے لیے پہلے سے زہر نہ دے دیا گیا ہو، گھر میں لوٹ کے لیے آنے والے سے بھڑ جانے کے لیے نہیں اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

ان آتے ہی چلے جانے والوں اور پرانے باسیوں میں جھپٹیں ہوئیں جو جیسا کہ مقدر تھا خون خرابے میں بدل گئیں۔

الیاس: 'یعنی جب عربوں کو احساس ہوا کہ ہم خود اپنی آبادی سے نوآبادی (colony) میں تبدیل کیے جا رہے ہیں۔ایک آزاد قوم سے محکوم میں۔'

ھند: 'اس سے پہلے یہاں یونانی آئے تھے۔ایرانی، رومی، ترک...آئے رہے اور رہ کر چلے گئے، یا آئے اور ہم میں گھل مل گئے لیکن یہ نئے آنے والے بلا اعلان حاکم بن کر آئے تھے۔اس لیے جنگ تو ہونی ہی تھی۔'

ابراہیم: 'ہم میں ان کا خون ہے جو ایک زمانے میں عین جنگ کے دوران سورج ڈوبنے پر دشمن سے کہتے تھے، ''آج کے لیے لڑائی بند۔رات آرام کے لیے ہے۔'' اور جب کھانے بیٹھتے تو اگر مقابل سپاہ کے ساتھ سامان خور نہ ہوا سے اپنے کھانے پر مدعو کر لیتے تھے کہ ''کھاؤ، سوؤ، باقی معاملہ کل طے ہوگا۔''

ھند: 'شکراً، مگر یہ نئے آنے والے، ہم پر آہستہ آہستہ کھلتا گیا، جنگجو نہیں، ڈاکو ہیں، مسلح ڈاکو، جو ہم سے ہمارے خزانے کی کنجیاں طلب کر رہے ہیں...ہماری کاشت کی زمین، ہمارے باغ، ہمارا سب کچھ اور نہ دیے جانے پر انھیں ہمارا گلا گھونٹنے میں عار نہیں ہے۔انھیں غیر آباد نہیں آباد علاقے چاہیے تھے...سکول، کھیل کے میدان، عبادت گاہیں، علاج معالجے کی جگہیں، حتیٰ کہ دوپہر کی دھوپ میں مسافر کو سایہ دینے والے درخت ان کی نظر میں کچھ بھی قابلِ عزت نہیں تھا۔

لیکن ہم ان ڈکیتوں کے پشتیبانوں کو نہیں جانتے تھے۔

ان پشتیبانوں نے ان دوسرے کے مزراعہ میں گھس آنے والوں کے دفاع میں وہی لفظ ہمارے

---

[1] مسافر۔

لیے استعمال کیے جو اس دور میں رائج تھے... دنیا بھر میں اَن تھک آواز میں بلند کیے جا رہے تھے:
''یہ یہودیوں پر ظلم ہے۔''

میکسم: 'کیونکہ غرف الغاز[1] کا زمانہ دنیا کے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔'

ھند: شکراً۔ پورے مغرب کے ذہن میں یہودیوں پر ہونے والے نازی جرمنی کا ظلم تھا۔ غرف الغاز میں کتنے کمیونسٹ اور سوسائٹی پر بوجھ ذہنی اور جسمانی معذور پہنچا دیے گئے تھے اسے مغرب کے صحافیوں اور سیاسی مفسرین نے جان بوجھ کر بھلا دیا تھا۔ ورنہ یہودیوں کو نیا ملک دلانے کے دعوے میں جان نہیں رہتی۔ ان کمیونسٹوں اور معذوروں کو جو بچ رہے تھے کیا برطانیہ اور امریکا اپنے یہاں جگہ دیتے! ان کے مرکھپ جانے پر نہ کہیں چراغ بجھا کر اندھیرا کیا گیا نہ ایوانوں پر جھنڈے نیچے کیے گئے۔

'مغرب نے ہمارے اپنے دفاع میں اٹھ کھڑے ہونے کو بھی وہی سمجھا جو اس کے احساسِ جرم سے بھرے شعور میں تھا۔ یعنی ہمیں نیا جرمنی ٹھہرایا گیا۔'

'مغرب تب سے اب تک مالک مکان کے ڈاکو سے مقابلے کو جارحیت پکار رہا ہے اور اس کے نزدیک جو ڈاکو کرتا ہے وہ جوابی کارروائی ہے۔'

'امریکا کی نظر میں پتھروں اور چھروں سے مکان اور کھیت کی حفاظت جارحیت ہے اور ٹینکوں اور جیٹ طیاروں سے آبادی پر بمباری اس کا جواب... ضمنی کارروائی۔'

الیاس: میرا نہیں خیال ہے امریکا اس سنت کو ترک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور نہ Eugenie یہاں کبھی آئے گی، نہ میں آزادی کے لیے اس جہاد کو چھوڑ کر اپنا گھر بسانے کے لیے کسی دوسرے ملک میں جا کر رہوں گا۔

آواز: 'جب تک کہ خود امریکا کا عام آدمی آگے بڑھ کر نہ کہے: ''یہ جھوٹ ہے۔ خود کو دنیا کی سب سے طاقت ور حکومت کہنے والے کے منھ سے مستقل نکلنے والا جھوٹ۔''

---

① گیس چیمبر۔

اُدھم

'نہیں، جینیٹ کے لیے تمھارا تحفہ لے جانا مجھے نہیں بھولا ہے۔'

ایرک: یہ کون کہہ رہا تھا؟ کس سے؟

وہ دہرے عشق کا شکار ہے۔ میری طرح، میں بیک وقت تین تین چار چار افیئرز میں گرفتار رہا ہوں۔ اب نہیں، جب اس کا وقت تھا۔ جینیٹ کی رقیبہ جینیٹ کو کوئی تحفہ بھیج رہی ہے۔

'نہیں یوجینی (Eugenie) کو یہاں آ کر میرے ساتھ رہنا ہے۔

(اس آواز کو میں پہچانتا ہوں... الیاس کی ہے)

تاکہ اس اُجڑی ہوئی زمین کو ہم پھر سے بسا سکیں جس میں انھوں نے اناج، سبزی اور گل وثمر کی جگہ کنکریٹ، پتھر اور پھٹے، بے پھٹے بم بو دیے ہیں۔ مجھ سے پیار ہے تو یہاں آئے، میرا ہاتھ بٹائے اسے نئی زندگی دینے میں جسے انھوں نے اتنے سال ہماری ہڈیوں اور گوشت پوست کی کھاد دی ہے۔ جن کے اعمال کو دیکھنے کے لیے مغرب کے خدا نے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔'

ھند: 'کیوں نہ بند رکھے۔ یہ بھی انھی میں سے ہیں چاندی کے تاروں جیسے بال، نیلی آنکھیں اور خود کو یہودی اشکے نازی کہنے والے، یعنی ''چاہے جانے کے لائق جرمن یہودی۔''

الیاس: 'میری بات ختم نہیں ہوئی ہے: یوجینی کتنا بھی مجھے پر چائے کہ میں چل کر اس کے کلیولینڈ جھیل ایری کے کنارے والی دنیا میں رہوں میرا جواب وہی رہے گا جو ایک مشرقی کا ہوسکتا ہے ''میری ہو تو آ کر میرے ساتھ رہو، میری بغل میں سوؤ۔''

ھنداور فاطمہ ایک ساتھ چلائیں: ''یللیٰ''

میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد غفلت میں چلا جاتا ہوں۔

اب اپنے دوست یوسف کا بولنا سن رہا ہوں، میرے ماں باپ کاشتکار تھے، یہ بھی کاشت کار ہے۔ ان آٹھ سالوں میں وہ پائپ پینے والا بوڑھا زائیون کا دشمن مجھے دوست لگنے لگا ہے... جیسے دونوں کو اتنے سال قید خانے کی ایک ہی کوٹھری میں رکھا گیا ہے۔

یوسف: 'میں انتظار کر رہا ہوں کب میرے گھر اور کھیتوں کے درمیان حائل سدِ صیہونی مٹائی جائے گی۔'

رشارد: 'وہ سد اُس سے کم ہلاکت کرنے والی نہیں ہے جتنی رحم کے اندر بچے اور ماں کے درمیان خون لانے لے جانے کے درمیان حائل کوئی رکاوٹ۔ یہ دیوار بھی نوزائیدہ کے لیے موت لے کر ہٹے گی۔'

اس کے آخری لفظ میں سن نہیں پایا۔ میرے دماغ پر اندھیرا چھاتا جا رہا ہے۔ ڈیلبرٹ مان گبڑا بنا سر کو ای ای جی ٹریسنگز تک لے گیا ہے۔

میکسم کہہ رہا ہے: 'میں اپنا سٹیج پلے ختم کر چکا ہوں۔ اس کا نام ہے Rape in Okinawa۔

ساتھ ہی ھرب کہہ رہا ہے: 'جس ملک میں رات دن تو رات جیسے معجزے ہوتے رہتے ہیں میں اس میں نہیں رہ سکتا ہوں۔ میں وہاں جا رہا ہوں، جہاں کا ہوں۔ یہاں کا نہ کبھی تھا، نہ کبھی ہو سکوں گا۔ تم سے بس ایک چیز مانگتا ہوں...

('کیا؟')

'اک آخری بوسہ۔'

سومن کی آواز آئی ہے: 'اس سے کیا حاصل ہوگا اب جب کہ میں جان چکی ہوں تم ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور جا رہے ہو۔'

ھرب کہتا ہے: 'تم نے ہمیشہ مجھ سے عمر میں بڑے ہونے کا فائدہ اٹھایا ہے۔'

'کیسے؟'

'انکار کر کے، حکم دے دے کر۔'

'تم سے چھوٹی ہوتی تو؟'

'زبردستی پیار کرتا اور اڑا کر اپنے ساتھ امریکا لے جاتا۔'

اس وقت میرے موت کے ڈرامے کی ساری کاسٹ یہاں موجود ہے۔

زیورہ جو سیمیئون سے کہہ رہی ہے: 'کتنی دفعہ تمھیں سمجھانا پڑے گا میں تم سے محبت کرتی ہوں اور کرتی رہوں گی مگر میں ان لوگوں کے ساتھ اس دھارے پر رہوں گی، پار اتروں یا ڈوبوں۔ تمھاری دنیا وہ ہے جس میں عام انسانوں کی آنکھیں بند رکھی گئی ہیں۔ تم زندگی بھر سنجیدہ نہیں رہے ہو، اب ہو جاؤ اور جا کر اپنے لوگوں کو وہاں جگاؤ۔ اگر وہ جاگ گئے تو مجھے ڈھونڈتے ہوئے یہاں آجانا۔ میں ہوئی تو تمھیں مل جاؤں گی اور ہمارا زائیون سے ڈرنا ختم ہو جائے گا۔ صرف ایک افسوس باقی رہے گا زندگی کا ساتھ دینے کو... لوگوں کے دل دُکھانے کا... 1948ء سے لے کر اب تک، بلکہ اس سے کہیں پہلے سے۔ یہ دکھ دینے والے بھی میرے ہی لوگ ہیں۔'

میں غفلت سے ابھرا تو وہ جو سیمیئون سے کہہ رہی تھی: 'اگر میں یورپ، آسٹریلیا یا امریکا میں کہیں جا کر رہنے لگوں تو اپنی اس پہچان سے ڈرتی ہوں جو وہاں ہوگی کہ "یہ ازرےائیل سے ہے" اور ساتھ ہی جواب میں سننا پڑے گا: "Now Palestine" (جواَب فلسطین ہے)۔'

میں نے نیم غفلت میں اکثر اس قسم کے جملے سنے ہیں: "ایرک جتنا اب بے چین نظر آتا ہے پچھلے آٹھ سال میں کبھی نظر نہیں آیا۔ ایک دم اس کے جسم کو جھٹکا لگتا ہے جس طرح بچے سوتے میں چونک جاتے ہیں۔"

آواز: "جس طرح سوتے میں کُتا کرتا ہے۔"

ایرک: یہ تنگ کرنے والے جہنم میں جائیں، یہ درست ہے میں محسوس کرتا ہوں میرے دماغ اور جسم میں ایسی گھبراہٹ مچی ہے جیسی پہلے نہیں تھی۔

تھوڑی دیر کو ذہن جا گتا ہے۔ آنکھوں کی جھریوں میں سے وہ کانفرنس نظر آتی ہے جو پچھلے آٹھ سال سے جاری ہے۔ اس میں حصہ لینے والے بدلتے رہتے ہیں، لیکن زیرِ بحث نالش کے مضامین نہیں بدلتے ہیں۔

اب ایک برطانوی ممبر آف پارلیمنٹ کہہ رہا ہے:

'یہود نے دکھ سہے ہیں اس میں شبہ ہے، لیکن اس میں بھی شبہ نہیں ہے کہ وہ دکھ دنیا کے بارے

میں ان کو کوئی سبق نہیں دے سکے۔ ان کے نظریے جوں کے توں ہیں۔ عہد نامہ عتیق (تورات اور زبور وغیرہ) کے مضامین کو انھوں نے اززرے ائیل میں کورس سے خارج کر دیا ہے۔'

آرن: 'یا سمجھو اختیاری بنا دیا ہے... یعنی انسان ضرورت مند کی ضرورت سود لے کر پوری کرے یا بنا سود لیے۔'

ممبر آف پارلیمنٹ: 'روس، فرانس، جرمنی وغیرہ سے آنے والے ان کے رہبروں کے لیے تورات اور تالمود زندگی کے لیے غیر ضروری ہیں۔ اگر پڑھتے اور یاد رکھتے کہ احبار Leviticus میں یہووا نے کیا کہا ہے کہ "تم اپنے ہمسایہ سے اپنی مانند محبت کرنا" تو آج کو یہاں کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔'

ایرک: وہ بات جب تھی جب ہمسایہ بھی ہم میں سے ہوتا۔ غیر یہود، میرا مطلب ہے جس کے ایمان میں زائیون کا قیام نہیں ہے وہ ہمارا ہمسایہ نہیں بن سکتا ہے، پھر اس سے محبت کرنا کیا مطلب رکھتا ہے۔

ابراہیم: 'کیا نکتہ ہے۔ سارے گناہ تورات کی ایک آیت کی نئی تفسیر نے دھوڈالے۔'

ایرک: 'دیرئیس کے اس عالم دین کو اگر کنوئیں میں غرق کرنے سے پہلے جلا دیا جاتا تو آج مجھے تنگ کرنے والوں میں یہ نہ ہوتا۔'

ممبئی کی ناؤمی: 'اس کا ایمان تورات میں نہیں ہوگا، ہمارا ہے اور جب وقت آئے گا میرے بچوں کا بھی ہوگا... یہاں یا ممبئی میں۔'

مہاجن

نیند کہوں اسے یا غفلت، دماغ کے اس دھماکے نے میری دنیا ہی بدل کر رکھ دی... زندہ مردوں میں مل کر چل پھر رہے ہیں۔ مردہ میرے اردگرد ٹہلتے رہتے ہیں۔ جس طرح سنیما ہال میں ہوتا ہے کسی وجہ سے فلم کے رُک جانے سے اندھیرا رخصت ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ روشنی لے لیتی ہے۔ اس وقت نظر آتا ہے اندھیرے میں کیا کیا ہو رہا تھا۔

اس وقت میں نے دیکھا نرس زپورہ، ڈاکٹر جوزف سیمیون کے سینے پر سر ٹکائے کھڑی ہے۔ پہلے بھی میں نے دونوں کو یہاں بارہا دیکھا ہے لیکن اس طرح نہیں۔ عام طور پر زپورہ میرے بیڈ کے برابر کھڑی میرے چہرے کو دیکھ رہی ہوتی ہے جیسے پڑھ رہی ہو کتنی زندگی اور وہاں لکھی ہے؟

جو سیمیون آ کر اس کے پاس کھڑا ہو جاتا ہے لیکن اس کا دھیان نہیں لگتا کہ میری طرف ہے۔

سیمیون ایم ڈی امریکی ہے۔ دونوں کو کندھے سے کندھا ملائے کھڑے دیکھنے پر بھی لگتا ہے دونوں کی ہستی جدا جدا ہے اور یہ صحیح بھی ہے۔ دونوں کی رنگتوں میں فرق ہے۔ جوزف اشکے نازی ہے، زپورہ المشرقیون۔ شاید سفارڈی خون اس میں شامل ہے۔

آواز: 'آنکھوں اور بالوں کے رنگ میں بھی فرق ہے مگر یہ فرق ہوا کیسے مسٹر ایریئل شائز مین جب تم سب ایک نسل کے ہو... سامی اور باقی دنیا سامیوں کی دشمن۔ سامی دشمن کا واویلا افریقا اور ایشیا کے یہود نہیں کرتے ہیں۔ کیوں؟

('وہ بے حس ہوتے ہیں...' یہ بیچ میں دخل دینے والی آواز ڈیوڈ بن گوریان کی تھی... زائیونسٹ اعظم) کرتے ہیں تو چاندی اور ریشم جیسے سفید بالوں، نیلی آنکھوں اور سفید رنگت اور خود کو

جرمن یعنی نازی کا خطاب دینے والے۔'

الیاس: 'واشنگٹن اور یواین میں ہولوکاسٹ کے پیچھے پناہ لینے والے جس کو نہ ماننا...'
'ایک مسلمان کے لیے اتنا بڑا گناہ ہے جتنا قیامت کو نہ ماننا۔'

ایرک: یہ آواز اس بوڑھے المشرقیون ہارون کی ہے... Aaron۔ مجھے ایذا پہنچانے والوں میں یہ بھی ہے۔ سنیچر کو چھٹی کرتا ہے، نہ مچھلی پکڑنے جاتا ہے نہ اپنے کھیت میں کام کرنے۔ سبت مناتا ہے۔

سارہ: 'یہ سبت کو 'منانا' کہنے والے اتنا بھی نہیں جانتے سبت منانے کے لیے نہیں عبادت کے لیے ہے کہ انسان کم سے کم ہفتے میں ایک دن تو یکسوئی سے بیٹھ کر اپنا جائزہ لے، یہووا سے اپنا رشتہ جوڑے ورنہ زندگی میں کیا ہے؟ دوسروں کو دکھ پہنچانا، اپنے نفس کو موٹا کرنا۔ میرا خیال ہے ایسوں کے لیے ہمیں اس دن کا انتظار کرنا چاہیے جب نیا نجات دہندہ آسمان سے زمین پر وارد ہوگا اور ان میں انسانیت جگائے گا۔ ان سبت کو نہ ماننے والوں کو انسان بنادے گا۔'

میکسم: 'میں پہلے بھی کتنی ہی بار کہہ چکا ہوں ''نیا نجات دہندہ آسمان سے زمین پر وارد ہوگا اور ان میں انسانیت جگائے گا۔ ان سبت کو نہ ماننے والوں کو انسان بنادے گا۔'

میکسم: 'میں پہلے بھی کتنی ہی بار کہہ چکا ہوں ''نیا نجات دہندہ آیا تھا اور آکر کب کا لوٹ گیا۔''

سارہ: 'ایسی بات مت کرو۔ مجھے معلوم ہے اس کا آنا تمھارے عقیدے میں بھی ہے۔ وہ قیامت سے پہلے ضرور آئے گا۔'

میکسم: 'تمھارا خیال ہے قیامت دور ہے۔ جیبی سارہ لیوئنستین یا تم جو کچھ بھی ہو سابقہ ہنجری (ہنگری) کی میری بات مانو قیامت کے بارے میں اپنے تصور کو بدل ڈالو۔'

سارہ: 'کیا مطلب؟ تمھارا ارادہ میرا مذہب تبدیل کرانے کا ہے۔'

میکسم: 'اُوہ نو۔ تم سمجھتی ہو قیامت ایک ایکٹ ہوگا زمین کے ڈرامے کا، اسی پانی مٹی کی سٹیج پر، پردہ اٹھے گا اور خداوند کے سامنے قیامت مچی ہوگی اپنی پوری تفصیل میں۔ نونونو۔ قیامت ایک پروسیس (process) ہے، قدرتی عمل کا سلسلہ۔ قیامت کب کی شروع ہو چکی ہے، جاری ہے، جلد مکمل ہو جائے گی اور اسے لانے کا طرّہ ایرک کی کپا[1] میں لگے گا۔'

الیاس: 'یا ولادیمیر جیبوتنسکی کی کپا میں جس کی معنوی اولاد ایرک خود کو مانتا ہے... اخیر انیسویں اور

---

① یہودی ٹوپی۔

پہلی نصف بیسویں صدی کا مہان دہشت گرد۔'

سیمیون نے زپورہ کے آنسو پونچھے اور اس بھیگے دھبے کو چوم کر رومال جیب میں رکھ لیا۔ تعجب ہے یہ سب ہوتے نہ ہارون نے دیکھا، نہ الیاس نے۔ کیا اس کمرے میں آکر سب مرئی چیزوں کے لیے اندھے ہو جاتے ہیں اور وہ دیکھنے لگتے ہیں جو کب کا ہو چکا ہے۔ مرے ہوئے لوگوں کو اور مجھے۔

اس آخری خیال نے مجھے ڈرایا۔

آج میں کبوتروں کے اس جوڑے کی ایک بات بھی نہیں سن سکا، نہ انھیں چونچ سے چونچ ملاتے دیکھا۔ ہوسکتا ہے زپورہ اس وجہ سے رو رہی تھی کہ سیمیون ہمیشہ نیو یارک لوٹ جانے کی بات کرتا ہے اور زپورہ کا ارادہ اس ملک کو چھوڑنے کا نہیں ہے۔ جوزف میں ذمے داری کا اکھوا بھی نہیں ہے اور یہ بات زپورہ ملاقات کے پہلے دن سے جانتی ہے۔ اگر اس کے ساتھ امریکا جانے کو راضی ہو جائے، اور وہاں پہنچ کر پتا چلے جوزف اس سے دست بردار ہو گیا ہے تو؟ ایک نئے ملک میں تنہا ہو جانے کا خطرہ اسے ستاتا ہے۔ یہ میں سن چکا ہوں لیکن یہاں کوئی بھی اپنا نہ ہوتے ہوئے بھی تنہا رہ جانے کا خطرہ اسے نہیں ڈراتا ہے کیونکہ ''یہ میرا ملک ہے'' میں نے اسے کہتے ہوئے سنا ہے۔ تعجب ہے انسان ایک جگہ سے اتنا بندھا ہوا ہوسکتا ہے!

کبھی کبھی بعض ازرے ائیلیوں کے ذہن میں کیڑا کلبلاتا ہے: یہ ملک ہمیں عربوں پر جبر کیے بن مل سکتا تھا۔ ہونہہ۔ کوئی gentile (غیر یہود) ایک ازرے ائیلی پاؤنڈ کا قرضہ لے کر تو بنا تقاضے پر تقاضا کیے واپس کرتا نہیں ہے، عرب ہمیں یہ ساری زمین بس مانگنے سے دے دیتے جس میں یورپ سے آنے والی ہماری پوری قوم سما جاتی۔

ایک زائیونسٹ کی آواز: 'ایک پاؤنڈ کیا پینس تک اس لیے واپس نہیں کرتے ہیں کہ ان کے پاس ہوتا کیا ہے۔ جو ہونا چاہیے تھا وہ یہ ہے: ہم یہاں قرض دینے والے بیوپاری بن کر آتے۔ انھیں قرض دیتے جاتے یہاں تک کہ ساری قوم کیا پیٹ کے ناجنے بچے تک کو قرض میں جکڑ لیتے۔'

ایرک: اس کے بعد؟

زائیونسٹ آواز: 'یو این یا ہیگ کی عالمی عدالت ان پر نادہندگی کا مقدمہ چلاتی اور بالآخر کل اپنی جائیداد یعنی یہ پوری زمین انھیں ہمارے حوالے کرنی پڑتی۔'

ابراہیم: 'ان دونوں کا ایمان تورات میں نہ ہو۔ ہمارا ہے۔ ہمارے نزدیک کسی بھی صحف سماوی کے ایک حرف کو بھی بدلا نہیں جاسکتا ہے۔ انھوں نے حسبِ ضرورت ترامیم کرکے اسے اَپ ٹوڈیٹ کرلیا ہے، اور کرتے جاتے ہیں۔ سود پر قرضہ دینا ہر اس ضرورت مند کو جو یہودی نہ ہو...

آواز: ('نہیں۔ اشکنے نازی نہ ہو')
جائز کرلیا ہے۔'

میں غفلت میں جارہا تھا کہ چونک پڑا۔ جیسے سلحشوری کے زمانے میں نیند میں جاتے جاتے چونک پڑتا تھا کہ کہیں ہولوکاسٹ یا پوگروم تو نہیں شروع ہوگیا اور اس زمین کا نام پھر سے فلسطین ہے... سوری گولڈا۔

آج چونکا کہ 15 مئی ہے... یوم انکبۃ، آفت اور تباہی کا دن۔

آواز: 'اس وقت کا ماتم جب سات لاکھ سے زیادہ فلسطینی عربوں کو ان کے مکانوں اور ذرائع روزگار سے بے دخل کرکے ملک سے بھاگنے پر مجبور کیا گیا تھا اور ان کی عبادت گاہوں سے بھی۔'

دوسری آواز: 'یہ نکبت 1948ء کے بڑے پیمانے پر بپا کیے ہوئے ظلم اور استبداد کا نتیجہ تھی۔ تم اسے جنگ کہتے ہو اس لیے کہ وقت نے تمھیں علم والا تو بنادیا ہے عقل والا نہیں۔ نکبت اسے کہتے ہیں جسے یورپ میں سہ کرتم نے اس ملک کا رخ کیا تھا۔ پھر تمھاری یک طرفہ تلوار زنی۔ جسے ہم انکبۃ کہتے ہیں وہ ایک پسماندہ امن پسند ملک کا بھگوڑوں بزدلوں سے ٹکر لینا نہیں تھا، حقیقت میں ماڈرن یورپ سے مقابلہ کرنا تھا۔'

تیسری آواز: 'لیکن جو کام پچھلے جنگجو فاتحین نے نہیں کیا تھا... کشت وخون اور فتح کے بعد جیتے ہوئے ملک سے وہاں کی کل آبادی کو نکال باہر کرنے کی کوشش کا، وہ انھوں نے کیا۔ نوآبادیاتی تاریخ میں ایک نئی طرح کی جنگ آوری...'

الیاس: نوآبادیوں کی تاریخ میں یہ نوآبادی بھی تو اپنی قسم کی پہلی تھی۔ کوئی تجارتی منڈی نہیں، سامراجی قوتوں کی ایک مشترکہ چھاؤنی۔

چوتھی آواز: 'اور اس کارِخیر کو بجالانے والے یہ بھی انھی میں سے ہیں جنھوں نے امریکا اور آسٹریلیا کو اس طرح فتح کیا تھا۔ اسی آرزو کے ساتھ کہ وہاں کی پرانی آبادی کو ختم کردیں۔'

دو دہریے

گہری بے ہوشی میں ڈُبکی۔اس سے نکلا تو جیسے ساری بے چینی ڈھل گئی تھی۔ایک لمحے کو لگا اسی دنیا میں لوٹ آیا ہوں اور تنہائی کا لطف لے سکتا ہوں۔تصور میں میڈی ٹرینیئن (بحیرۂ روم) کی بیچ تھی۔ سورج نکلا ہوا ہے۔ریت میں کہنیوں پر زور دے دے کر خود کو اٹھاتا ہوں کہ دیکھوں برابر میں جو لیٹی ہے کون ہے۔بس یہیں تک پہنچا تھا کہ ھند کو اس طرح بولتے سنا جیسے فلَس...سوری، عرب طالب علموں کی کلاس سے رہی ہو، کیا حقیقت میں یہ حسین عورت ٹیچر ہے؟

ھند: 'اس کی ماں جائی واحد بہن کی ٹائفس سے ناگہانی موت اس وقت ہوئی جب انیس کی تھی اور تھیوڈور خود اٹھارہ کا۔اس کے بعد اسے خدا سے جیسے بیر ہو گیا۔'

(او، ہو ہرزل کا ذکر ہے)

''خود کو منکرِ خدا کہنے لگا۔دہریہ، کافر اور اس پر اسے نئی طرح کا فخر محسوس ہوتا تھا کہ بغیر جیہووا کے بھی جی سکتا ہوں۔انجینئر بن نہیں سکا تھا۔آرٹ کی دنیا میں بھی کوئی چونکا دینے والی کامیابی اسے نصیب نہیں ہوئی تھی۔پہلے ویانا یونیورسٹی میں جرمن نیشنلسٹ بنا تھا لیکن یورپ میں بڑھتی ہوئی یہود کے خلاف عصبیت بجائے اس کے کہ اسے سوچنے پر مجبور کرتی کہ اتنی تعلیم یافتہ اتنی بڑی قوم کسی دوسری بڑی سماجی بیماری کا شکار تو نہیں ہوتی جا رہی ہے جس کی ایک علامت تعصب ہے۔ایک طرح سے قوم کے مشترکہ ذہن میں پیدا ہونے والے دباؤ کو کم کرنے کا ایک تنگ فراری راستہ۔

(اس کی بات کا رخ کس طرف ہے؟)

'اس دباؤ نے پوری جرمن قوم کے نفس (psyche) کو جکڑ رکھا تھا اور وہ نفس خود کو آزاد کرنا چاہتا تھا۔'

الیاس: 'اور ایسا گروپ تھا وہاں'

ھند: 'لیکن اس ابھرتے ہوئے نئے مفکر کے دماغ نے بجائے مرض کے اس کی ایک علامت کو سب کچھ جانا۔ بجائے خود کو فاشسزم کے خلاف تحریک میں ضم کرنے کے اس کے اندر ایک نیا کنیسا (synagogue) تعمیر ہو رہا تھا... جس تک پہنچنے کے لیے فرار ہی ایک راستہ تھا، جس کی قوت فراہم کرنے والا جینیریٹر غیر یہود دنیا سے نفرت تھی: ''ہم ان میں سے نہیں ہیں'' اس کی آنے والی زندگی کا محرک تھا۔ ان رد کیے جانے والے میں فاشسٹ تو تھے ہی، اینٹی فاشسٹ بھی تھے۔ سب ہی۔ 1857ء میں چھپنے والی کتاب ''یہود کی پاک زمین کو واپسی اور یاروشلائم کا اعادۂ وقار'' اس کے لیے مارکس اور اینگلز کے کمیونسٹ مینیفیسٹو سے بڑھ کر تھی، کم نہیں۔ وہ تمام انتشار جس نے اس کے ذہن کو بہن کی بے وقت موت کے وقت سے گھیر رکھا تھا اس نے اس نئی دلچسپی کے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔'

'اُدھر گھر میں اس کی بیوی اور ماں میں بن نہیں رہی تھی۔'

ایرک: 'یہ سب میرے سامنے کیوں دہرایا جا رہا ہے، ان کا خیال ہے مجھے اپنے یہودی ہونے سے نفرت ہو جائے گی، بستر سے اٹھ کھڑا ہوں گا اور کہوں گا: ''میں اب یہودی نہیں ہوں، مسلم ہوں۔''

یوسف نے پاس آ کر میرے بیڈ کے فریم سے اپنے پائپ کو ٹکرا کر جلا ہوا تمبا کو جھاڑا، علاج کی ٹرالی سے ایک ایمپیول کٹر لے کر پائپ کے پیالے کو کھرچا اور کٹر جہاں تھا وہیں رکھ کر بولا: 'مگر میرے بے ہوش دوست تم سے اپنا مذہب تیاگنے کو کون کہہ رہا ہے۔ میں تمھارے خیالات سن سکتا ہوں اور تم سے مجھے ہمدردی ہے۔ ہم میں سے ایک ہو جاؤ... تم جو بھی ہو۔ یہودی، زورِوسترئین، نصاریٰ یا مسلم۔ ہمارا سب کا سماجی مذہب ایک ہے... انسانیت۔'

ایرک: مجھے نہ بار بار یروشلم کے لٹنے اور اجڑنے میں دلچسپی ہے نہ سلیمان کے ہیکل کے توڑے اور جلائے جانے میں۔ بابل اور روم جہنم میں جائیں۔ میں صرف ''یہاں اور اب'' کا آدمی ہوں۔

الیاس: 'بیمار دماغ سے جو بھی برآمد ہوگا نارمل نہیں ہوگا۔ تھیوڈور ہرزل کو زندگی نے کیا دیا تھا، دماغی بیماریاں، اس کی زندگی کی دو کلیدی عورتوں میں سے ایک دماغی مریضہ تھی، ہیروئن پر زندہ رہی

اور اس کی ایک بھاری خوراک سے اس کی موت ہوئی۔ کنبہ دماغی مریضوں سے بھرا تھا، بیٹے کے لیے اس نے لامذہبی کو چنا تھا(Secularism)، لیکن وہ ڈھل مل یقین رہا اور فکرمند کہ اس کے لیے شیما پڑھی جائے گی یا نہیں اس لیے لاؤ زندگی ہی میں پڑھ لو۔ خودکشیاں، ناکام شادیاں... کیا تھا ان سب بے مذہبوں کی زندگی میں جس کے لیے ایک مذہبی ریاست کی ضرورت تھی۔'

ھند: 'اچھا ہوتا کہ اس بھونچالی زندگی سے بچنے کے لیے بجائے زائیونزم میں پناہ ڈھونڈنے کے جرمن نیشنلزم کے خلاف جو آوازیں اٹھ رہی تھیں ان میں اپنی آواز بھی شامل کر دیتے، ایک ڈکٹیٹر کے خلاف جو اپنے ہامانوں کے ساتھ مل کر اس پوری قوم کا گلا گھونٹ رہا تھا۔'

الیاس: 'پہلے بھی بکھرے تھے ایک بار پھر دنیا بھر میں بکھر جاتے اور فاشسزم کی موت کے بعد اپنے پیارے وطن لوٹ آتے جس کے نام کو تم نے اپنے نام کا حصہ بنا رکھا ہے... اشکے نازی۔'

ھند: 'کتنی مماثلت ہے کل کے تھیوڈور ہرزل اور آج کے ایریئل شیرون میں... پریشانیٔ ماضی، قوموں سے نفرت اور اس سے پیدا ہونے والی جارحیت، مذہب کو تیاگ دینا اور مذہب کا نیا مقبرہ تعمیر کر کے اس میں پناہ لینا اور اس کی حفاظت...'

افریقا کا سینگ

میں کچھ کچھ ہوش میں تھا جب میں نے سنا: ''ایتھوپیا اور ایریٹریا والوں کا بھی اس زمین پر حق ہے اور انھیں تم نے شہروں سے باہر کی بستیوں میں ڈال رکھا ہے۔''

میں کہنا چاہتا تھا ''یہووا کی طرف سے ان کے لیے ارضِ موعود جیسا کوئی وعدہ نہ تھا۔'' اور وہ بات میرے ستانے والے نے بغیر میرے منہ سے نکلے سن لی۔

'تب ہی تم انھیں پچیس چھبیس سال بھولے رہے اور اس وقت یہاں لائے جب سڑکیں بنانے والوں، بوجھ ڈھونے والوں کی کمی پڑ گئی اور اشکے نازی... خود کو جرمن کہنے والے... ان گرے ہوئے پیشوں میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ ان کا نام بیتا اسرائیل ہے (Beta Israel) اور تم گوروں کا سلوک ان سے ویسا بھی نہیں جیسا غیر یہود یورپ والوں کا اپنی نوآبادیات میں وہاں کے کالوں سے تھا۔'

الیاس: 'اور صحیح ہے... وہاں سفید حکمرانوں کو امید ہوتی تھی مقامی کالوں کو یسوع کے ریوڑ میں شامل کرنا کارِ خیر ہے۔ یہ کاروبار اپنوں سے نہیں کیا جا سکتا ہے، جو شاید سلیمان اور شیبا کی نسل سے ہیں اور تب ہی سے مذہباً یہود۔ انھیں مسیح کے بھی ساڑھے سات سو سال بعد یہودیت قبول کرنے والے خزر حاکم کی اولاد کیسے یہ تحفہ دے سکتی تھی۔'

آواز: 'جو پہلے سے یہودی ہو اسے یہودی بنانا ایک دلچسپ تصور ہے۔'

میں بے ہوشی میں ڈوبتا جا رہا تھا اور ان کے ٹوٹے ٹوٹے جملے میرے کانوں میں پڑ رہے تھے۔

'وہاں اپنے ملک میں وہ ایسے خوش تھے جیسے کوئی اپنے وطن میں ہو سکتا ہے، باوجود بار بار پڑنے

والے قحط اور خانہ جنگی کے۔ کیونکہ جانتے تھے زمین ان کی ہے چاہے شہنشاہیت ہو یا کمیونسٹ حکومت، رہیں گے وہ وہیں۔ یہاں انھیں ڈھوڈھو کر لایا گیا ہے اور ان سے جو سلوک کیا جارہا ہے وہ اس سے مختلف ہے جو صفا چمڑی والوں کے ساتھ ہے۔ حقیقت میں یہ نسلی تعصب کا شکار ہیں لیکن اس کے خلاف نہ واشنگٹن میں آواز اٹھتی ہے نہ نیویارک میں۔ ان کے بچوں کے سکول پسماندہ لوگوں کے سکول ہیں، ان کا دیا ہوا خون کا عطیہ پھینک دیا گیا کہ اس میں انفیکشن ہوگا۔'

'جھوٹا بہانا'

'اب کنیسا (synagogue) کو اس میں بھی شک ہے کہ وہ یہودی ہیں بھی یا نہیں۔'

'اور وہ اشکنے نازی حکومت سے اپنے حقوق مانگ رہے ہیں۔'

میں کہنا چاہتا تھا: انھیں دستاویزی مزدکی طرح یہاں لایا گیا تھا (as indentured labour) اب انھیں چاہیے جہاں کے ہیں وہاں جائیں، لیکن اس سے پہلے ہی غفلت کی گہرائی میں اتر چکا تھا۔

الیاس: 'میں ہمیشہ تعجب میں رہ جاتا ہوں جب یورپ سے وارد ہونے والے ہادوں کو یہ گلہ کرتے سنتا ہوں ''ہم دہشت وستم کا شکار ہیں، فلسطینی ہمیں چین سے نہیں رہنے دیتے'' اور پھر اس جھوٹ سے بڑھ کر بڑا جھوٹ ہوتے ہیں امریکا اور اس کے حلیفوں کے تنبیہ کے جملے: ''فلسطینی اپنی دہشت گردی بند کریں۔''

کیسے ان سب نے پچھلے ساٹھ ستر سال میں بغیر جھینپے دنیا کی کل آبادی کے سامنے جھوٹ بولنے کے فن کو اپنایا اور کمال تک پہنچایا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کے سامنے بھی جھوٹ بولتے ہوئے پلکیں جھپکتے ہیں کہ کہیں جو کہہ رہے ہیں اس کے پیچھے چھپا ہوا جھوٹ نہ اچانک سامنے آجائے۔ بڑے سے بڑا مجرم بھی عدالت میں جھوٹا حلف اٹھاتے ہوئے چاہتا ہے یہ چند منٹ جلدی سے گزر جائیں لیکن...'

میکسم: 'اشکنے نازیوں نے اور ان کے سر پر ہاتھ رکھنے والوں نے بغیر لجائے جھوٹ بولنے کو ایک فن بنا دیا ہے۔'

ھند: 'کڑوے بادام کے بیج سے کڑوے بادام لانے والے ہی پیڑ اگتے جائیں گے۔ جھوٹ کے بیج سے راستی کا پھل پیدا نہیں ہوگا۔ ''یہ ملک یہود کا ہے اور اس سے پہلے یہاں کوئی قوم نہیں بستی تھی'' اس دعوے پر مغرب نے انھیں ملک کا بڑا اور زرخیز حصہ دے ڈالا۔ مغرب کا اعتقاد اس میں نہیں ہے کہ یہ زمین کبھی کسی قوم کی ارضِ موعود تھی، بلکہ اس کا اعتقاد تو وعدہ کرنے والی ہستی میں بھی کب کا مٹ چکا ہے، پھر بھی، انھوں نے مانگا انھوں نے دے ڈالا۔'

میکسم: 'اس لیے کہ دینا تھا، اور اس کا فیصلہ عدالت میں مقدمے کے جانے سے پہلے ہو چکا تھا، نہ دیتے تو ان کی نئی کالونی کیسے وجود میں آتی۔'

ھند: 'اس بات کو اہمیت نہیں دی گئی کہ یہود قبیلے حضرت عیسیٰؑ سے صرف بارہ سو سال پہلے یہاں حملہ آور بن کر آئے تھے اور ہم جو سدا سے یہاں آباد ہیں تب بھی ہم ہی نے ان کے حملوں کو سہا تھا۔ ہمارے لیے Philistines کا استہزائیہ انھی کا عطا کیا ہوا تھا... غیر مہذب۔'

ابراہیم: 'ہم اس وقت سے پہلے یہاں بسے تھے جب ابراہیم نے اُر (Urr) سے کنعان کو سفر کیا تھا، جہاں سے ان کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ اس سے پہلے سے ہم بے نام لوگ اس بے نام زمین کے بسنے والے تھے۔ یہ ہماری ماں تھی ہمیں کھلاتی پالتی تھی۔ بعد میں آنے والے اس زمین کے نام بھی بدلتے رہے اور ہمارے بھی، لیکن یہ بے نام لوگوں کی بے نام زمین، تا ابد رہے گی ہم کسی گنتی میں شمار نہ ہونے والوں کی۔

کمرے میں کسی کی دبنگ آواز گونج رہی تھی۔ کچھ دیر کو لگا میں کنیسیٹ میں ہوں اور جو وہ کہہ رہا ہے اس کا جواب کوئی نہیں دے رہا ہے:

'تم نے یہ ملک تمھیں دان دینے والوں نے کہا: ''زمین کا وہ ٹکڑا غیر آباد ہے، ہم اسے بنائیں گے، بسائیں گے۔'' وہ فیاضی پر آمادہ تھے، ایسی فیاضی پر جو خود ان دینے والوں کے کام کی تھی۔ انھوں نے یہ نہیں کہا:

''زمین کا وہ ٹکڑا پہلے سے آدمیوں سے آباد ہے۔ وہاں صرف خوبصورت ایک سے ایک بڑھ کر آرٹ کا نمونہ سانپ اور بدشکل ٹوڈ (مینڈک) ہی نہیں بستے ہیں۔''

اور تم جانتے ہوئے بھی انجانے بن گئے کہ جہاں جائیں گے اور دنیا بھر سے معمولی حیثیت کے یہودیوں کو لے جا کر بسائیں گے۔ وہ گرین لینڈ نہیں ہے، نہ براعظم منجمد جنوبی... اینٹارکٹکا، اس میں بھی پہلے سے کوئی بستا ہے۔'

'ہم نے خود سے وعدہ کیا تھا...'

ایرک: اب یہ کسی بڑھیا کی آواز لگتی ہے، میں اسے نہیں جانتا، آواز سے پولینڈ کی لگتی ہے۔

آواز: 'کوئی بھی ہو سکتی ہے، پورے یورپ میں سے کہیں کی بھی، نپولین کے دور کی بھی ہو سکتی ہے اور ایزابیل اور فرڈیننڈ کے زمانے کی بھی، اور ہو سکتا ہے پہلے یہ عربی میں شاعری کرتی ہو اور اس

کے گھر والے مرد جُبّے اور قبا پہننے والے ہوں لیکن جو وہ کہہ رہی ہے اس میں وزن ہے۔'

بڑھیا کی آواز: 'جب ہم آخری ہولوکاسٹ سے گزر رہے تھے ہم نے اپنے دل میں اور ایک دوسرے کے سامنے کہا تھا: ''اب جہاں بھی جائیں گے وہاں بسنے والوں جیسے بن جائیں گے جیسے سفارڈی سپین میں تھے اور سلطنت عثمانیہ میں، اور وہی برتاؤ ان سے رکھیں گے جو اپنوں سے۔''

ہم جلد ہی یہ عہد بھول گئے اور پھر سے سب پر حاوی رہنے کی حرص میں پھنس گئے۔'

زائیونسٹ آواز: 'امریکا میں نہیں اپنے اس عہد پر پورے اترے!'

بڑھیا: 'وہاں اپنے عہد پر پورا اترنے ہی میں بقا تھی۔'

ایرک: وقت بدل گیا۔ اب یہاں والوں کو ہمارے عہد پر پورا اترنا پڑے گا۔

فادر چارلس: 'سنو خداوند کیا کہتا ہے، شاید تمھارے کام آئے:

> ''اس وقت جب ان کے پاؤں پھسلیں تو انتقام لینا اور بدلہ دینا میرا کام ہوگا کیونکہ ان کی آفت کا دن نزدیک ہے، اور جو حادثے ان پر گزرنے والے ہیں وہ جلد آئیں گے۔''
>
> (استثناء۔32-35۔ موسیٰؑ کا بڑے یہود پیشواؤں سے کلام)

دھتورا

آرن: 'جہاں تک تاریخ کی پہنچ ہے پچھلے زمانے میں، جو بھی یہاں تھے، سب ساتھ رہتے تھے۔ایک جیسی زندگی بتا رہے تھے۔ایک جیسے خواب دیکھتے تھے۔

بن یامین زیئن [1] اور اس جیسے دوسروں کے اکسانے پر تم روس، پولینڈ اور جرمنی، فرانس کے ستائے ہوئے لوگوں نے اس زمین کا رخ کیا، آئے اور ہمارے درمیان بستے گئے۔وہ امن اور سکون کی زندگی، ہمارے نزدیک تب بھی سب کی ایک رہی لیکن کسے پتا تھا کہ خواب بدل گئے ہیں۔ ہمارے خواب، جن میں ہم المشرقیون کے خواب بھی شامل ہیں بس ایک دن سے دوسرے دن تک کے ہوتے تھے... فصلوں کے پکنے اور باغوں کے پھل لانے کے، اگلے دن مسجدوں، گرجا گھروں اور کنیسوں میں جا کر عقیدت سے اپنے رب کے آگے جھکانے کے، آنے والے ایک دوسرے کے تیوہاروں میں شریک ہونے کے اور شادی اور ہرج اور غمی میں بھی۔تمھارے خواب تھے ان فصلوں کو سینچنے اور درختوں کی سیوا کرنے والوں کو ختم کر کے ان کے کھیتوں، باغوں اور گاؤوں کی جگہ اپنے ملٹری کالجز، ایئر فورس کے رن ویز، بارودی اسلحہ کے ذخیروں اور فوجی افسروں کے لیے قلعہ جیسی عمارتیں کھڑی کرنے کے۔'

'یہ سب اس لیے تھا کہ ہرزل نے، جسے اپنے لامذہب ہونے پر فخر تھا، اپنے لوگوں کے لیے وہ چاہتا تھا جو نہ گوتم نے چاہا تھا، نہ لاؤتسو، [2] نوحؑ اور موسیٰؑ نے اپنی امت کے لیے کہ صحیح عبادت صرف

---

① Binyamin Ze`enn (Theodor Herzl) 1860-1904

② Lao-tzy تاؤمت کا بانی۔

اپنے ایک صہیون [1] میں کی جا سکتی ہے جس میں کسی غیر کو رہنے بسنے کی اجازت نہ ہو۔'

'یہ اختراع اگر تھی تو ایک مذہبی کتب کے خوش نویس کی تھی... بس ایسی بند جگہ میں یہود گناہوں سے پاک زندگی گزار سکتے ہیں۔'

میکسم: 'پتا نہیں اس میں عورتوں کے لیے بھی جگہ ہوتی یا نہیں۔'

آرن: 'وہ دیکھ چکا تھا بابل کی سخت قید یہود کی پچھلی لایعنی زندگی کا نتیجہ تھی اور اس کے دوبارہ آنے سے بچنے کا ایک ہی راستہ تھا... مسلسل عبادت۔ ایک فرد کی نہیں، کل آلِ یعقوب کی اور وہاں جہاں کوئی بہکانے والا نہ آ پائے۔ شیطان تک نہیں۔ اس کاتب کا نام تھا ایزرا۔'

یعقوب (ایرانی یہودی): 'عبادت کے لیے ایسی جگہ ڈھونڈتے پھرنا اور پھر اسے صرف اپنے لیے ریزرو (reserved) رکھنا جہاں کسی غیر کا گزر نہ ہو یہ میری طریقت میں نہیں ہے۔ میری طریقت میں تو یہ ہے کہ نہ کوہ و دشت پردیس ہیں، نہ بیابان۔ جہاں پہنچے وہیں خیمہ گاڑا اور وہی بارگاہ [2] بن گئی۔'

آواز: 'اگر زائیون واقعی بن جاتا تو وہاں سب دن رات بیٹھے کیا تورات پڑھا کرتے۔ تسلیم کیا بعل کے آگے موم بتیاں نہ جلاتے مگر کھاتے کہاں سے؟'

میکسم: 'بڑی ویران جگہ ہوتی۔ دل لگانے کا کوئی سامان ہی نہ ہوتا۔'

الیاس: 'ہرزل کے ذہن میں دراصل خوف تھا، عیسائی مغرب کا جب اس نے ایک زائیون بسانے کا سوچا تھا۔ وہ زائیون عبادت کے لیے نہیں ہوتا، وہ خود کب مذہبی انسان تھا، اس کے ذہن میں زائیون ایک فوجی چھاؤنی تھی، جہاں صرف اشکے نازی بستے۔'

الیازار: 'بھاگے ہوئے قیدیوں کی طرح۔ یہ ان کی پناہ گاہ ہوتی۔'

(لگتا ہے الیازار کچھ سوچ رہا ہے)

اشکے نازیوں کے یورپ سے بھاگ کر یہاں آ چھپنے کی وجہ کچھ اور بھی ہو سکتی ہے۔'

ابراہیم: 'کیا؟ بغیر جھجکے بات کرو۔ یورپ سے آنے والوں کی ہماری قیمت پر ایک دوسرے کی طرف داری نے، ہم سب کو بھی ایک بنا دیا ہے۔'

---

① Zion: یروشلم کی ایک پہاڑی کا محدود علاقہ (صہی: مالدار شخص) بنجر قطعہ زمین۔

② سعدی۔

الیازار: 'یورپ کے نصاریٰ نے ہمیشہ یہودیوں کو عیسیٰ کے قتل کا ذمے دار سمجھا ہے۔ صرف ان چند کو نہیں جنھوں نے یہ کام انجام دیا تھا، کل عالم یہود کو۔'

الیاس: 'نفرت کے اُبال کے وقت بازار میں جو یہودی نظر آ جائے وہیں قاتلِ مسیح ہے والا فارمولا۔ وہ چاہے صحیح قیمت پر کوئی چیز فروخت کر رہا ہو یا کسی عیسائی سے ناقص مال خریدنے سے انکار کرے۔'

میکسم: 'لگے گا وہی قاتلِ مسیح والا فارمولا۔'

الیازار: 'شکراً۔ یہ نفرت اگر صدیوں سے سلگ رہی تھی تو ہٹلر کے دور میں آتش فشاں بن گئی۔'

آرن: 'ہے دکھ کی بات مگر یہ ہمارا دردِ سر نہیں تھا۔ اسے یورپ ہی میں ختم کیا جانا چاہیے تھا۔ میرا خیال ہے اشکے نازی تجارت کے لیے صدیوں سے غلط منڈی میں جا نکلے تھے اور غلط جگہ پر ہونا ہی انھیں بار بار لے ڈوبا۔ نازی تک، اشکے نازیوں کو ('خود ان کے کہنے پر') سامی سمجھتے تھے، Semite اور ہولوکاسٹ کر بیٹھے۔'

میکسم: 'اپنے پھیلاؤ میں افق کے ایک سرے سے دوسرے تک پھیلی عظیم غلط فہمی۔'

الیازار: 'اور روسیوں تک کو یہ قاتلِ مسیح نظر آئے۔'

('یعنی جب بھی لین دین میں یہودی، غیر یہودی میں تلخ کلامی ہو جاتی تھی')

('مثلاً: سود کی رقم پر')

('سودا نہ پٹنے پر')

کاش انھوں نے خود کو آلِ یعقوب منوانے کی کوشش نہ کی ہوتی، سیدھے سادے خود کو یہودی کہتے اور کہلواتے تو سونے اور چاندی کی گرویدگی ان کے سر اور سب کچھ لاتی لیکن وہ نہ ہوتا جو ہرزل نے پیرس میں دیکھا تھا یا جو بعد میں وولگا سے لے کر سین تک ہوا۔'

آرن: 'ہمارا ضمیر پہاڑ سے پھوٹ کر بہنے والے چشمے کے پانی کی طرح صاف ہے۔ ہمیں کبھی اس کی ضرورت پیش نہیں آئی کہ کوئی پوپ (Pope) یا اسقف اعظم یا کلیسا قدیم کا سربراہ ہمیں اس قتل کی معافی دے یا ان کے ایک عالمی اجلاس میں ہمارے اس گناہ کو معاف کر دیا جائے جو ہم نے کیا ہی نہیں تھا۔ جیسس کی ماں بھی یہودی تھیں اور ان کے حواری بھی۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہوں گا مگر مذہب جو انسان کے اندر محبّت کے علاوہ نفرت کا سرچشمہ بھی ہے۔

(میکسم: 'محبّت سے زیادہ زور شور سے بہنے والا')

اس کہانی میں اس نفرت کے چشمے کو بھلا دیا گیا ہے اور اس کی جگہ دی گئی ہے نسلی تعصب کو۔
الیازار: 'یہ آلِ یعقوب نہیں تھے مگر انھوں نے اونچی آواز میں خود کو آلِ یعقوب کہا، ایک بار نہیں ہزار بار، اور اس نفرت کی بجلی ان پر گرتی رہی۔ ہر بار۔
ہم المشرقیون... ان کے الفاظ میں، آلِ یعقوب تھے لیکن ہم نے اس کا ڈنکا نہیں پیٹا۔ نہ ہم پر ہمارے ہم وطن مسلمانوں اور عیسائیوں نے ویسے ظلم کیے۔ حالانکہ ہم ان ملکوں میں اقلیت میں تھے... گیہوں کے ساتھ کہیں کہیں 'اُگ آنے والے دوسرے پودے، جیسے پیاز۔'
ھند: 'مزارع کے من کو لبھانے والے پودے جنھیں وہ اکھاڑ نہیں پھینکتا ہے۔'
الیازار: یورپ سے یہ اشکنے نازی ڈھوڈھو کر یہاں پہنچے کیونکہ یہاں نسلی تعصب کا الاؤ نہیں جل رہا تھا۔ وہاں نفرت کی آگ کنجیا گئی ہے بجھی نہیں ہے۔ کبھی بھی بھڑک اٹھ سکتی ہے۔'

میں غشی میں چلا گیا تھا۔ دماغ ہلکا ہے، لگتا ہے صدیوں سویا ہوں مگر اب جو دھیان دیا تو پتا چلا وہی باتیں ہو رہی ہیں: ''ہم یہاں کیوں آئے۔''
سوسن: ''اور کب تک یہاں رہیں گے؟'' ڈیئر ایرک یہ بھی تو ایک سوال ہے جو رہ رہ کر سر اٹھاتا رہتا ہے۔'
ایرک: یہ لڑکی میری ہمدرد یہودن ہے مگر ہے اینٹی زائیونسٹ۔ ایسی نہ ہوتی تو ٹھیک ہونے پر شاید اس کی طرف محبّت کا ہاتھ بڑھاتا۔ کیا حرج تھا لیکن میرا نہیں خیال کہ میری یہ حالت آ کے کبھی جانے والی ہے۔'
ھند: 'تم جیسے اس ملک میں گھس آنے والوں کی طرح۔'
ایرک: اس کے منہ سے سدا پھول جھڑتے ہیں۔ ہوسکتا ہے اگر ٹھیک ہو جاتا تو اس کی طرف ہاتھ بڑھاتا۔ کیا حرج تھا۔ اس کے لیے 'کچھ نہیں ہوں'، سے 'کچھ ہوں' بن جاتا۔ بے مذہبی کے خلا کو اس کا مذہب پُر کر دیتا۔ محبّت اور جنگ میں سب چلتا ہے۔

الیاس: 'عجیب اتفاق ہے اُدھر یورپ اشکنے نازیوں کو جیسس کا قاتل سمجھ کر ان پہ ظلم پر ظلم ڈھا رہا تھا... جھوٹے سچے الزام، ہر گام پر تھڑی تھڑی، جرمانے، سزائیں ادھر دو ایک ہی جیسی شخصیت والے ان کے بہی خواہ نکلے: تھیوڈور ہرزل لامذہب اور آرتھر بالفور بے کردار۔ ہرزل ذاتی زندگی میں

زنگ کھایا ہوا کار کا انجن تھا، بیوی تھی بھی اور نہیں بھی، بالفور نے ذاتی زندگی کو پاس پھٹکنے ہی نہیں دیا۔ خود کو ذہنی اعتبار سے دوسروں سے بڑھ کر سمجھتا تھا اور اس کمی نے بیوی کی ضرورت کو محسوس نہیں ہونے دیا۔ اپنی تعریف سننے کا خوگر تھا، دنیا کے آلام کے لیے بے حس...

ہرزل نے یہود کے تمام آلام کا توڑ ایک سب سے الگ رہنے کی جگہ کو سمجھا اور بالفور نے ایک غیر ملک پر عارضی نظامی تسلط کو اپنی یا اپنے ملک کی جاگیر سمجھ کر اسے ہرزل کے پیچھے چلنے والوں کے حوالے کر دیا۔'

میکسم: 'ساتھ میں کہا ہوگا'' تم وہاں خوش ہم یہاں خوش All the best۔'

میرے حواس پھر ڈوب گئے تھے۔ جاگا تو کمرے میں وہی چہل پہل تھی جو اس دن سے ہے جب 2006ء میں میرے دماغ میں ایٹمی دھماکا ہوا تھا۔

میں نے دیکھا ابراہیم سب سے مخاطب تھا جیسے کسی اہم نکتے پر بات کر رہا ہو۔ بیچ بیچ میں الیاس، میکسم اور ھند بھی بول رہے تھے۔ ابراہیم کی تو خیر رُوح یہاں آتی ہے۔ یہ دوسرے جو زندہ ہیں انھیں کوئی اور کام نہیں ہے!

ابراہیم: جو موسیٰؑ کے بارہ چشموں سے سیراب ہوتے تھے وہ دنیا بھر میں پھیلے... دنیا ان دنوں جتنی بھی تھی، اور جہاں جہاں گئے ان میں سما گئے۔ ان میں سے کوئی بھی سامی ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا تھا۔'

الیاس: 'یہودی پوچھے جانے پر ضرور خود کو یہودی بتلاتے تھے یہ نہیں کہ اندلس، مصر اور یروشلم میں ہر ایک سے ملتے ہی: I am Jew'

یوسف: 'دو ہزار سال بعد فلسطین پر تسلط جما لینے کے بعد سمجھ رہے ہیں کہ رہائی کا دور شروع ہو چکا ہے۔ بغیر اپنی گردن سے وہ طوق اتارے جو اس لیے پہن رکھا ہے کہ ہم خدا کے چنیدہ بندے ہیں۔'

ابراہیم: 'دنیا بھر سے مختلف تشخص قائم رکھنا اور اس کے لیے ایک خالص 'نسل' کی پوشاک لیکن ان دو کو اتارے بغیر رہائی کس کو ملی ہے جو انھیں ملے گی۔'

میکسم: 'مگر ان میں وہ بھی ہیں جو کہہ رہے ہیں' ہم پہلے چاہتے تھے ہمارے بچے یہاں رہیں، بڑے ہوں، کام کریں اس زمین کے ہو کر، مگر دیکھ یہ رہے ہیں کہ فاشزم کو پہنچی ہوئی نفرت یہاں دھتورے کی جھاڑی کی طرح پھیل رہی ہے۔ جنوبی افریقا میں جو نسلی برتری کا بیج پھوٹا تھا اس

سے نکلنے والا پودا یہاں کے زہریلے پودے کی خاک کو بھی نہیں پہنچتا ہے۔ وہ مٹ گیا، یہ بھی نیست و نابود ہو جائے گا۔ اب ہمارا جی نہیں چاہتا اس فضا میں ہماری آنے والی نسلیں سانس لیں۔ اب ہم ان سے یہیں رہتے رہنے کے لیے نہیں کہہ رہے ہیں۔''

صاحب بہادر، بے بی، بابا

'...یہ ماڈرن یورپی طاقت کا ایک پرانی وضع کی آبادی پر حملہ تھا جو نئے ہتھیاروں کی تباہی لانے والی طاقت سے ناآشنا تھی۔ (کون کس کے لیے کیا کہہ رہا ہے؟)

جسے اَلیاہ کہہ کر مذہبی رتبہ دیا گیا اور یورپی طاقت کے اس پسماندہ تقریباً نہتے ملک پر قبضے کو پوری نئی دنیا اور یورپ نے تسلیم کرلیا۔ ان کے نزدیک یہ ایک کارِخیر تھا یورپ کے ستم زدگان کو ایک سنسان زمین پر لا بسانا۔ (جب یہ بولتی ہے تو اس خوبصورت ہستی کے منہ سے مجھے پھول جھڑتے لگتے ہیں۔)

کالونیئلزم کے خاتمے پر یہ مغربی استعمار کی آخری کالونی ہے جہاں کی قدیم آبادی کو جنگ کر کے اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا، جس کے پاس نہ ان ملکوں کی سی قوت تھی نہ آبادی جنھوں نے خود کو برطانیہ، فرانس، بلجیم، ہالینڈ، پرتگال، سپین اور اطالیہ کے پنجوں سے چھڑایا تھا نہ وسطی ایشیا اور مشرقی یورپ کے ممالک کی سی وسعت جنھوں نے روس کو اپنے یہاں سے نکال باہر کیا۔'

ماریہ: 'مجھے بھی بولنے کی اجازت ہے؟'

'ہاں، ہاں'

ماریہ: 'شاید 1948ء سے پہلے کا کشت وخون یہاں نہ ہوتا اگر اس ملک میں آبسنے والے گورے اس طرح راج کرتے جس طرح ان پچھلی کالونیز بنانے والوں نے کیا تھا۔ گورے صاحب، کالے چپراسی، کونگ سوے [1] اور سائس، بے بی، بابا کے جوتوں پر پالش کرنے اور شام کو باہر لے

---

[1] کونگ سوے۔ خانساماں۔

جانے والی آیا اور میم صاحب کے کپڑوں پر استری کرنے والی کالی لڑکیاں... جن سے میڈم سے پیٹھ پیچھے صاحب یا ان کے چھٹیوں میں گھر آنے والے نوجوان لڑکے فلرٹ کرتے۔

(مجھے اس ممبئی کی نرس ناؤمی پر ہمیشہ سے شک رہا ہے، رپورٹ میں ہے، یہ ممبئی میں بھی سنے گوگ نہیں جاتی تھی اور لیفٹسٹ خیالات کی وجہ سے نوجوانوں میں مقبول تھی۔)

الیاس: 'اوتو سنے غوغ جانا تمھارے نزدیک بھی اس کی گارنٹی ہوگی کہ کوئی کتنا اسرائیلی ہے!

ایرک: میں خاموش رہوں گا۔ یہاں تو بات پر زبان کیا خیال پکڑے جاتے ہیں۔

میکسم: 'مگر ناؤمی یہ ایکوشن یہاں بن نہیں سکی۔ اصل میں یہ کہ سائیس اور کتمیتغار [1] (خدمت گار) کا زمانہ گزر چکا تھا اور ملی جیتونی سوپ [2] (مُلّی گیٹونی سوپ) کا بھی۔ پھر یہ کہ فلسطینی حضری تھے ان کی طرح اُجلی رنگت والے شہر کے باسی۔ رہے بدّو وہ آزاد طبع لوگ صاحب کے ساتھ ایک ہی تھال میں کھانا کھاتے، ان کے گھوڑوں کی مالش نہیں کرتے یا کرتے تو اس وقت کہ صاحب ان کے اونٹوں کے بال کاٹے، انھیں پانی پلانے لے جائے۔'

الیاس: 'خیر یہ مانے لیتے ہیں اگر 1757ء جیسے حالات ہوتے تو یہ بھی ایک کالونی ہوتی سفید یوریین اشکے نازیوں کی؛ نہ قانا ہوتا، نہ دیریَس، نہ صابرہ اور شتیلہ، ھیبرون اور جنین۔ تاریخ آج کو اَن گنت تاراج اور ہلاکتوں کے ذکر سے خالی ہوتی۔'

ھند: 'نوسو پچاس سال یہ کالونی بھی چلتی۔'

میکسم: 'سارا معاملہ غلط فہمی کا ہے جو ہرزل، روت شلد، ایسکوئتھ، بالفر، مناجم بیجن اور بن گوریان سب ہی کو ہوئی تھی کہ دریائے جارڈن سے بحیرۂ روم تک کے بیچ کی زمین خالی پڑی ہمارا انتظار کر رہی ہے۔ کوئی اس کا رکھوالا نہیں ہے۔'

الیاس: 'اور یہ بھی کہ پچھلے نو آبادیات قائم کرنے والوں نے اپنی نو آبادیوں کا نام وہی رہنے دیا تھا جو پہلے سے تھا، بس اپنی سہولت کے لیے تھوڑا بگاڑ کے مثلاً انڈیا، بومبے کا اس لیے وہاں والوں کو اتنا نہیں کھلا... یہاں تو نام کیا بدلا ملک کو اس کی شخصیت ہی سے محروم کر دیا۔'

ماریہ، ناؤمی: 'یہاں تو یہ دیش نکالے جرمن، ایسے آئے جیسے یہ ان کی زیارت گاہ یا تیرتھ استھان ہے

---

1. کتمیٹکار۔ خدمت گار، valet۔
2. مُلّی گیٹونی: بچی ہوئی کھانے کی چیزوں کو ملا کر بنایا ہوا سوپ۔

جس کی کھوج میں وہ ہزاروں سال سے تھے اور جس پر ان کے حق کا فرمان آکاش سے اترا ہے۔'

الیاس: 'وہاں اشکے نازیوں کے بھائی سوداگر بن کر نازل ہوئے تھے اور جب اس پر قابض ہو گئے تو ان آبادیوں کے بسنے والوں نے کہا، ''ان کی منڈی ہی تو ہے، آج مال ہے تو یہ یہاں ہیں، کل مال نہیں ہوگا تو چھوڑ جائیں گے مگر یہ ارض موعود والا معاملہ دوسرا تھا، کسی کے دل سے مذہب کی طرح ایک بار آ کے نہ جانے والا۔'

ھند: 'ان یورپ والوں کو کوئی طاقت یہ کہہ کر ان پسماندہ زمینوں پر نہیں لائی تھی کہ انھیں نیشنل ہوم لینڈ چاہیے ہے۔'

میکسم: 'This was a new concept بالکل اچھوتا تصور، اس کی ہمیں داد دینی چاہیے۔ ڈاکے کو مذہبی فریضہ بنا دینا ایک اختراع تھی کیا خیال ہے عَمّ یوسف؟'

(ایرک: یوسف جو منہ کھولے ان لوگوں کی باتیں سن رہا تھا حقیقت میں اس کا دماغ کہیں اور تھا۔ اس نے خفّت سے سر ہلا کر بجھے ہوئے پائپ کو منہ سے لگا لیا ہے۔)

ھند: 'ایک اور فرق بھی ہے اس بیسویں صدی میں وجود میں آنے والی کالونی اور پچھلی معدوم شدہ کالونیز میں۔ ماضی میں وجود میں آتی ہوئی نئی کالونی پر سب ہی استعماری طاقتوں کے دانت ہوتے تھے۔ ان میں اس شکار کے لیے جنگ ہوتی تھی۔ جو جیت جاتا تھا کالونی اس کی دولت متصور ہوتی تھی۔ الدولة المملكة البرطانيه عظمیٰ یا بلجیم۔ اس دفعہ کالونی بنانے کا کام تمام استعماری طاقتوں کے باہم سمجھوتے سے ہوا ہے۔ کون کہتا ہے انسان سمجھدار نہیں ہوتا جا رہا ہے۔'

یوسف: 'طیّب۔ سب ہی اس سے تا بدہ اٹھائیں گے۔'

(یوسف لگتا ہے اتنی دیر میں سو لیا ہے، چہرے سے تازہ دم لگتا ہے)

جن کے لیے یہ نیشنل ہوم لینڈ بنایا گیا۔

(ناؤمی: 'قومی جنم بھومی')

وہ بھی اس میں کبھی کبھی رہ لیا کریں گے... امریکا اور المانیہ سے آئے، کچھ دن رہے، حالات پسند نہیں آئے واپس چلے گئے، جیسے اب کتنے ہی با آوازِ بلند سوچ رہے ہیں کہ ملک فاشزم کی طرف جا رہا ہے۔ ہم اپنی اولاد کو یہاں بسنے کا شوق نہیں دلائیں گے۔'

ڈاکٹر رشارد: 'جب بنیاد قوم پرستی پر تھی تو پھر ملک فاشزم کی طرف نہیں تو کس طرف جاتا۔'

شیما

پچھلے چند ہفتوں سے میری حالت unstable بتائی جا رہی ہے۔ تذبذب بھری۔

جب رات کے ہپنوٹک کا اثر کم ہوا اور میرا ذہن جاگا تو مجھے شیما[1] کا پڑھے جانا سنائی دیا:

''سن اے ازرے ائیل۔ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ تو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری قوت سے خداوند اپنے خدا سے محبّت رکھ۔''

جب الفاظ میری سمجھ میں آئے تو میں نے شکر ادا کیا کہ ابھی میرے لیے عزدار کادش[2] نہیں پڑھ رہے ہیں۔

کمرے میں مجھے گیلا د اور اومری بھی نظر آئے جس کی مجھے توقع نہیں تھی۔ انھیں کس نے اطلاع دی کہ آؤ تمھارا باپ جا رہا ہے۔

ٹکڑے ٹکڑے مجھے کل کا خواب یاد آیا، ہوسکتا ہے آج ہی کا ہو۔ ہاں آج ہی کا۔

مجھے لگا تھا نیبوکدنذر نے میرے گلے میں پھینک کر پھندا ڈالا ہے جس سے جنگی گھوڑے پکڑے جاتے ہیں... سخت مونج کی رسی کا اور مجھے بابل لے جانے کے لیے کھینچ رہا ہے۔ تعجب ہے بجائے کسی قسم کی مزاحمت کے میں اس کے پیچھے ایسے چل رہا ہوں جیسے کمیلے لے جائی جاتی ہوئی بیمار بوڑھی گائے۔

---

① شیما: یہود کی تمام مناجات سے بڑھ کر دعا۔ ''استثنا'' بائبل 4-5:6

② قادش یا کادش: سوگواروں کے نوحے کی دعا۔

میں پلٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا میرے ساتھ اور کون کون ہے لیکن میری نگاہیں تھک کر لوٹ آتی تھیں۔

وہاں میں اپنے مذہب والوں کو بابل والوں کے لیے وہ کام کرتے دیکھ رہا تھا جو غلاموں سے لیے جاتے ہیں۔ تیزی سے رتھ دوڑاتے ہوئے نیبوکدنذر کے آدمی، یہود مزدوروں پر بے وجہ کوڑے بھی برساتے جاتے تھے۔

ایک بوڑھی لاٹھی ٹیکتی عورت رتھ کے نیچے کچلی جاتی ہے۔ تورات کے ورق ہوا میں اڑ رہے تھے۔ جگہ جگہ جوان عورتیں اور لڑکیاں ٹھٹ بنائے سہمی کھڑی تھیں اور رتھ بان ان کے پاس رکتے اور جسے چاہتے ٹھٹ میں سے نوچ کر لے جاتے۔

ایک آواز مجھ سے کہہ رہی تھی "تم نے شکتی کے دیوتا کے آگے لوبان جلایا، ٹھیک ہے بعل [1] (ایک بت) کے آگے نہ سہی لیکن شکتی پر غرور بھی پاپ ہے۔ کیونکہ شکتی بھی دیوی ہے، پتّھر کے دیوتاؤں سے زیادہ پوجی جانے والی۔ اپنی نسل کا تکبر، جو دوسروں کا ہے اسے ہتھیا لے جانا اور ناانصافی اس کے تین روپ ہیں جو اس کے پجاری کو بے حسی کا وردان دیتے ہیں... دوسروں کے دکھ سے غافل رہنے کا لیکن خود شکتی بعل سے زیادہ بدقسمت ہے کہ بعل کا تو خاتمہ ہو گیا لیکن یہ ابھی تک جیے جا رہی ہے۔ تم اس کے پجاری ہونے پر ناز کرتے ہو اور اس نے تمھیں غرور سے بھر دیا ہے۔"

میں ڈر سے کانپ گیا: کیا ہمارا شوآہ (Shoah) (ہولوکاسٹ) کا وقت آ گیا ہے اور نیبوکدنذر مجھے اور ہم سب کو بابل گیس چیمبرز میں ڈالنے کے لیے لایا ہے۔ میں شیما پڑھنے لگا جو میری ماں کہتی تھیں hoolokastpanic (ہولوکاسٹ کی دہشت) سے بچاتی ہے۔

پھر مجھے راہ کے پتّھروں سے سنائی دیا 'جب تم المعارج (اَلیاہ) میں یہاں چھپتے چھپاتے روس، پولینڈ، ایسٹونیا، لیٹویا، جرمنی، ہالینڈ وغیرہ سے آئے تھے تو بھول گئے تھے تم سے کیا کہا گیا تھا؟

'تم سے Yakueb (یعقوبؑ) کے خدا نے کہا تھا کہ "جاؤ۔ اس زمین کو آباد کرو۔ اس شہر میں جاؤ اور اس میں سے آزادی سے کھاؤ، اور جھکتے ہوئے اس (ارض المیعاد) شہر میں داخل ہونا۔ یہ ایک لفظ ہے جس سے عاجزی اور توبہ ظاہر ہوتے ہیں اور تم نے عاجزی، شکرانہ اور محبّت کے الفاظ کو بدل دیا ایک لفظ بغض سے۔ اپنی زمین کو آباد کرو کا مطلب یہ کب تھا جو وہاں پہلے سے بسے ہیں انھیں جنگلی گھاس کی طرح اکھاڑ پھینکو، روند ڈالو۔"

---

[1] بعل: نبی الیاسؑ (Elijah) کی قوم کا بت۔

ابراہیم: 'خدا کی مار ہو انسان پر وہ کیسا ناشکرا ہے۔'

ایرک: اس کا مردہ پانی ہی میں اچھا تھا، گل سڑ جاتا۔ ناحق کنوئیں کو مٹی اور پتھروں سے پاٹا گیا۔ مجھے اپنی کتاب کا پیغام سنا رہا ہے۔

اور یہ عجیب منظر بھی میں نے دیکھا جیسے اس ظلم سے بے پروا ایک جگہ سب سے الگ تھلگ ایک بوڑھا بیٹھا صحیفہ پڑھ رہا ہے۔

میرے پوچھنے پر ایک پتّھر سے آواز آئی: 'یہ تمھارے وہ پیشوا ہیں جو شکتی پوجا سے تمھیں منع کرتے تھے۔ یہ تمھارے مذہب کو زندہ رکھیں گے جب تم اس مقدّس زمین میں عاجزی سے ایک اور بار داخل ہوگے۔'

فَلَقُ الْبَحر

(سمندر کا پھٹنا)

No yeridah, No yeridah۔(از رے ائیل سے اب کوئی خروج نہیں ہے)

میرے بیڈ کے پاس کھڑے ہوکر میری زندگی اور موت کا فیصلہ کرنے والی ڈاکٹروں کی ٹیم کو یہاں سے باہر نکلے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ناؤمی بھاگتی ہوئی اندر آئی اور اس کے پیچھے پیچھے ڈیبورہ۔

ناؤمی کہہ رہی تھی: 'میں نے خود ایرک کی آواز سنی ہے۔ جیسے پکار رہا ہوyeh-Ree-deh، یے ریدیہہ۔'

ڈیبورہ نے کہا: 'وہ تو اس وقت بھی کہہ رہا ہے، ہونٹوں ہونٹوں میں۔'

'اس وقت چیخ کر کہہ رہا تھا۔'

ڈیلبرٹ مان اور لیوی الیفرائیم کبھی ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے ہیں، کبھی میرے چہرے کو۔ میں اپنے ہونٹ بند رکھوں گا تاکہ جو پلان میرے دماغ نے تیار کیا ہے اتنے سالوں میں اور میرے ذہن میں محفوظ ہے اس کا ایک لفظ بھی میرے منہ سے نہ نکل جائے مگر یہاں تو میری للکار بھی سن لی گئی۔

اتنے سالوں سے مجھے ہسپتالوں میں قید رکھا گیا ہے، علاج کے لیے، دنیا کو دکھانے کو لیکن حقیقت میں مجھے ایذا پہنچانے کے لیے... ابراہیم، یوسف، ڈاکٹر رچرڈ، میکسم اور Elijah (الیاس) اور وہ عورتیں فاطمہ، ہند اور خدیجہ جانتا ہوں یہود نہیں ہیں اور میرے دشمن ہیں۔ ان کا میری بے بسی سے فائدہ اٹھانا میری سمجھ میں آتا ہے لیکن، یہ دوسرے جو ہمارے ہیں، یا جنھیں اپنا سمجھ کر یہاں لگایا گیا ہے ازقسم شونا، میکس ریوبین، سوسن، ہربرٹ، لیوی، جو، ڈیلبرٹ پوری ایک فوج ہے... میرے خیال میں

یہ وہ نہیں ہیں جو انھیں سمجھا جا رہا ہے۔ بناوٹی چہرے ہیں all imposters۔ ان کے اور درجن، دو درجن دوسروں کے بھیس میں مجھے یقین ہے۔ زائیون کے دشمن یہ کام کر رہے ہیں اور تنخواہ بھی بٹور رہے ہیں۔ یہ اصلی لیوی، ڈیلبرٹ، ناؤمی نہیں ہیں۔ اصل الیفرائیم، زپورہ، لیوی، ڈینیس حتیٰ کہ مائک تک کو غائب کر دیا گیا ہے یا ہوسکتا ہے جرمنی بھیج دیا گیا ہو... نیونازی پارٹی والوں کو۔

میں اب یہاں ایک پل نہیں ٹھہر سکتا ہوں۔ دوست آوازیں مجھے بتاتی رہی ہیں، جو اشکے نازی نہیں سفارڈی ہیں اور افریقا والے جنھیں مزراچی کہنا گالی لگتا ہے اور المشرقیون آپس میں پورے وقت یہاں سے نکل جانے کی باتیں کرتے رہتے ہیں... اور بُری گھڑی آنے سے پہلے کسی کا ارادہ اردن نکل جانے کا ہے کسی کا سوریا یا لبنان کی سرحد کو پار کر جانے کا۔ زیادہ تر مصر نکل جانے کی سوچ رہے ہیں کیونکہ ایک طرح سے وہ ہمارے حلیف ہیں۔

''ہم دونوں ہی امریکا کی رسد پر ہیں اس لیے بھائی بھائی ہوئے۔'' یہ جملہ مجھے گائڈ کرنے والی آواز نے اپنے کانوں سے سنا تھا۔ راسکل

المشرقیون اور مزراچی سب کے سب جانتے ہیں کسے کہاں جانا ہے۔ ایتھوپیا والے کو ایتھوپیا، عراق والے کو عراق، جیسے جب یہاں آئے تھے تو یہ طے کر کے آئے تھے کہ اگر نکلنا پڑا تو کہاں جائیں گے۔ جن کے پاس کاریں نہیں ہیں سامان تھوڑا ہے اسے سر پر لاد کر غزہ کا رخ کریں گے یا خلیج العقبہ کا اور وہاں سے عربوں کی داو (dhow) ان نالی کے کیڑوں کو واپس ان کی نالیوں میں پہنچا دیں گی۔

جن جن کے پاس کاریں ہیں ان کے بوٹس انھوں نے ضروری کپڑوں، بیڈنگ اور کھانے پینے کے سامان سے پیک کر رکھے ہیں اور ایک دوسرے کو مشورہ دیتے رہتے ہیں، ٹینکوں میں بینزین (پیٹرول) فل رکھو، ادھر بے ریڈ یہہ شروع اُدھر بیوی بچے کار میں ہوں گے اور میرا پیرا ایکسیلیر یٹر پر۔

جن کا بے ریڈ یہہ امریکا، آسٹریلیا، فرانس اور انگلینڈ کو ہوگا وہ ایئر ٹکٹ بک کرا چکے ہوں گے۔

آواز: 'ان میں سے زیادہ تر حیفہ اور اشدود (Haifa-Ashdod) کا رخ کریں گے۔ وہاں ان کے لیے لطف کی سیاحت کے سفینے (cruise ships) موجود ہوں گے۔'

ایک بے وقوف سفارڈی پوچھ رہا تھا: 'آخر بے ریڈ یہہ ہوتا کیا ہے؟' اس کے ساتھی نے کہا: 'اَلیاہ (Aliyah) کا انجام۔' اور اس کم عقل نے سوال کیا 'اور اَلیاہ؟' جواب دینے والے نے اسے گھور کر دیکھا اور کہا:

'ایک للک، مذہبی للک'

مجھے ہنسی آ گئی اور ڈیبورہ کی آواز سنائی دی۔'دیکھو ایرک کے چہرے پر مسکراہٹ ہے۔'
ھنّا نے کہا:'اور وہ لمحہ بھر میں خشونت میں بدل گئی۔'
اس کا مطلب ہے مجھے مرگ میں مبتلا نہیں سمجھا جا رہا ہے اور ابھی وقت ہے کہ میں یہاں سے نکل لوں۔

پھر آوازوں میں سے ایک نے کہا:'یے رید یہہ حقیقت میں کہتے ہیں ابتری اور سڑنے کو... جیسے جُوا کھیلنے والے کی آنے والے وقت میں مالی حالت، اور بازار تک نہ پہنچنے والے پھل اور ترکاریاں۔'یہ ہیں ان لوگوں کے خیالات۔ ہمیشہ بزدل رہے۔ ٹھرِ جیے اور ابھی تک ہماری اتنی فتوحات کے بعد جب فلسط... سوری عربوں کے گھر بلڈوزر ڈھاتے ہیں تو یہ کانوں میں انگلیاں دیے اور آنکھیں بند کیے پاس سے گزر جاتے ہیں۔ انھیں اس آزاد جری لوگوں کے ملک میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہونا چاہیے۔
یہ ہمارے لوگوں کو جو ذہانت (talents) کے پتلے ہیں بزدل اور ناکارہ بنا دیں گے۔
A gangrenous limb is best amputated (گینگرین زدہ دست یا پا کا کاٹ دینا سب سے بہتر ہے)

چند دن پہلے آوازوں نے ایک اور انکشاف کیا تھا؟ 'ہربرٹ، سوسن کا بوائے فرینڈ جو ان دنوں امریکا سے لوٹا تھا کسی کے کہنے پر کہ ازرے ائیل میں حبس ہے کہہ رہا تھا' یہاں کہاں حبس ہے، حبس دیکھنا ہو تو امریکا جاؤ، کینیڈا جاؤ، برطانیہ، آسٹریا، آسٹریلیا۔ یہاں تو نہ بولنے پر پابندی ہے نہ لکھنے پر، نہ ہی قانون توڑنے پر۔ انتفاضہ یعنی ازرے ائیل بھر میں لرزہ پیدا کرنا، ٹینکوں اور ملٹری گاڑیوں پر پتھراؤ، نیلی پٹیوں والے سٹار آف ڈیوڈ کو جلانا، چھُرا بھونکنا... کس چیز کی آزادی نہیں ہے اس ملک میں!

''امریکا جاؤ تب تمھیں احساس ہوگا حبس کیا ہوتا ہے۔ تمھارے برابر میں جو آدمی یا عورت ہے تم سمجھو گے وہ اپنے کام کے سوا کچھ نہیں جانتا ہے لیکن حقیقت میں وہ ایک بڑی مشین کا چھوٹا سا پرزہ ہے جو پورے وقت ریکارڈ کرتی رہتی ہے کس کے منہ سے زائیون کے لیے کیا نکل رہا ہے۔ کون اینٹی سیمائٹ ہے (سامی نسل کا دشمن)۔ فون، ڈاک، الیکٹرانک رابطے سب اس کی نظر میں ہیں اور ایک آپریشن تھیٹر نرس تک ایک کارڈیک سرجن کی چھٹی کرا سکتی ہے اگر آپریشن سے پہلے یا بعد ہاتھوں کو صابن اور برش سے رگڑتے ہوئے (scrubbing) اس کے منھ سے نکل جائے: ''ازرے ائیلی فلسطین میں غاصب ہیں یا ایسا ہی کوئی اور لفظ۔''
آواز: 'ہو سکتا ہے کہ آپریشن بیچ ہی میں رہ جائے۔'

''ایک طرح کی خاموشی طاری کر رکھی ہے وہ نیو یارک ہو، مونٹریال، سڈنی، ویانا، اور خوش ہیں سب ہمارے کنٹرول میں ہے لیکن، وائے، اس خاموشی کے نیچے چھپے ہوئے لاوے کا پتا لگنے کے ان کے پاس آلات نہیں ہیں اور بے خبر ہوں گے جب وہ آتش فشاں پھوٹ نکلے گا۔''

پھر ہربرٹ نے کہا تھا: ''اور شک کرنا کہ نازی ہولوکاسٹ میں کتنے یہودی مرے تھے اس کی رپورٹ اسی وقت واشنگٹن اور لندن پہنچ جائے گی اور اسی دن تمھاری نوکری اور بزنس خلاص اور تم زندان میں ہوگے۔ ہولوکاسٹ کو نہ ماننا خدا کو نہ ماننے سے بڑا گناہ ہے۔''

میں چونکا تو مجھے سنائی دیا، 'کوئی نیا دماغی حادثہ؟'

جواب میں سب سے سینئر سرجن نے کندھے اُچکائے، اور نرس شونا نے تشویش سے لیکن زیرِلب کہا: 'ہوسکتا ہے۔'

لیکن جو اس نے کہا میکس ریوبین سے نہیں۔ ریوبین اب بار بار میرے کمرے میں آنے والے ڈاکٹروں میں سے نہیں ہے نہ میں اسے سینئر ڈاکٹروں کی بیڈ سائڈ کانفرنس میں دیکھ رہا ہوں۔ کیا کیپ ٹاؤن چلا گیا؟

He was never a good Jew (وہ راسخ العقیدہ یہودی نہیں تھا)

زپورہ بھی ان میں نہیں ہے۔ جو سیمیون؟ وہ کہاں ہے؟ ہوسکتا ہے وہ اسے امریکا بھگا لے گیا ہو۔ نیو یارک کا تھا اور ہمیشہ سے لگتا تھا نیو یارک اسے پکار رہا ہے مگر زپورہ تو اس زمین کی تھی۔ اس کا باپ موسیٰ، ہم نے اسے موشے ایپشٹین (Moses Epstein) کا نام دیا تھا، مگر تھا وہ یوسف کا دوست، اور اس لیے زائیونزم کا دشمن۔ اسے غائب ہو جانے میں اتنی دیر بھی نہیں لگی جتنی کاغذ پر لکھے کو مینہ کی چند بوندیں پڑ جانے پر، میں نے زپورہ کی ماں کو بھی دیکھا تھا جو ڈتھ Yeh-Hoo-diss کچھ جاننے والے کہتے تھے پہلے اس کا نام زلیخا (Zelicha) تھا جس نے جوزف کو پھانسنا چاہا تھا۔ زندگی کے آخری سالوں میں اسے چپکی لگی تھی۔ غارت ہوں یہ خیالات، کہاں سے کہاں پہنچا دیتے ہیں۔ جو سیمیون ان میں سے تھا جو زندگی کو سنجیدگی سے نہیں برتتے ہیں۔ اس کا یہاں سے چلے جانا ہی اچھا ہے... لیکن زپورہ؟ اس کا جانا ازرے ائیل کا نقصان ہے۔

میں پھر سے گہری غشی میں جانے والا تھا کہ ایک آواز نے مجھ سے براہِ راست سوال کیا: 'مارچ 1968ء یاد ہے؟'

نہیں مجھے یاد نہیں۔

'اور 1973ء'

ایرک: نہیں وہ بھی نہیں۔ اب میری یادداشت جواب دیتی جارہی ہے۔ یہ سب anaesthetics اور sedatives کا اثر ہے۔

آواز: 'یا یہ کہ ان دو کو تمھارے conscious سے unconscious نے ہڑپ کرلیا ہے! ایک جنگجو کب اپنی شکست کو یاد رکھنا چاہتا ہے۔ کرامیہ میں تمھارے وہ 29 مرے تھے جنھیں صرف فتح کا ذائقہ یاد تھا، ہار کا نہیں اور یوم کپور 1973؟'

ایرک: اوہ وہ 16 دن۔ ہاں شاید، تھوڑا بہت۔ ان دنوں میری طبیعت بگڑی ہوئی تھی۔ نیند آنکھوں سے بھاگ گئی تھی۔ لگتا تھا ہمیشہ کے لیے۔ نہ caviar بھاتا تھا نہ red salmon سینڈوچ، برانڈی کے ساتھ۔ چاہو تو میرے ڈاکٹر سے پوچھ لو اگر وہ ابھی تک ازرے ائیل میں ہے یا دنیا سے روانہ نہیں ہوا ہے۔

دن میں کئی کئی بار بیڈ کے پاس آ کھڑے ہونے والے ڈاکٹروں کے منہ سے نکلتے میں سنتا ہوں 'اس کے جسم کا یہ فعل فیل ہو رہا ہے، وہ سسٹم ختم ہو رہا ہے، دوسرا کہتا ہے: 'ہمیں یہ کرنا چاہیے۔ وہ کرنا چاہیے۔'

ان میں امریکا سے آئے ہوئے مہاگنی سپیشلسٹ بھی شامل ہیں جن کے بارے میں سنا ہے مردے میں جان ڈال سکتے ہیں۔ احمق اتنا نہیں سمجھتے موت سے میں اکیلا لڑ رہا ہوں اور جب تک میں ہتھیار نہ ڈالوں یہوا کا ایلچی بھی مجھ سے میری جان نہیں چھین سکتا ہے۔

مناجات پڑھے جانے کی آواز آرہی ہے۔ کیلنڈر 11 جنوری 2014ء دکھا رہا ہے۔ گیلا د اور اومری کمرے میں موجود ہیں۔ کیا واقعی میں مر رہا ہوں؟ کاش میرے کانوں میں سٹاپرز لگا دیے جائیں۔ انھیں یہودی شریعت کے کے مطابق مجھے جلد از جلد دفنانے کی پڑی ہوگی۔ شاید 12 جنوری میرے دفن کیے جانے کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے۔

ربیائی (فقیہ) گیلا د اور اومری کو سمجھا رہا ہے: 'کاڈش گیارہ مہینے تک روزانہ پڑھنی ہے پھر اپنے

ابّا[1] کی برسی پر ہر برس کے برس۔'

کمرے میں اب زائیونسٹوں کی بھیڑ ہے۔ فقیہ نے مجمع سے کہا 'سب کو پڑھنی ہے۔ گیارہ مہینے۔'

کسی نے کہا: 'کیوں؟'

'اس لیے کہ وہ تمھارا ابّا ہے، تم سب زائیونسٹوں کا باپ۔ تھیوڈور ہرزل، لارڈ روٹ شِلڈ، چائم ویزمین اور برٹین کے وزیر اعظم ہربرٹ ایسکوِیتھ اور بالفور کی طرح۔'

'وہ دو تو کرسچین تھے' ایک زائیونسٹ عورت نے کہا

ریبائی نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔

کاڈش کا پڑھا جانا پھر سے شروع ہو گیا:

فزوں ہو اس کا اسم اعلیٰ اور پاکیزہ

(مجمع: آمین)

دنیا میں، جو اس نے تخلیق کی، جیسا چاہا

کرے وہ فرمانروائی اپنی سلطنت کی

تمھارے عرصۂ حیات میں اور تمھارے دنوں میں

اور کل خاندان ازرے ائیل کے

عرصۂ حیات میں

سبک روی سے اور جلد، اب کہو

(عزادار اور مجمع)

(آمین۔ اس کا اسم اعلیٰ متبرک ہو، دائم ہی دائم)

ایرک: سب نے جوش سے آمین کہا، جیسے اس دن کے کب سے منتظر تھے۔

متبرک، اوصاف والا، مقدّس اور بلند اور اس کی ثناخوانی ہو

عزیز (طاقتور)، ارفع، ممدوح

ہو اس برگزیدہ کا نام

(عزاداران اور مجمع)

---

[1] ابّا: عبرانی۔ باپ، سب کا باپ۔

مقدّس ہے وہ (برِ کھو...عبرانی میں)
ثنااور مناجات سے بالا
تعریف اور تسلّی سے بالا
اب کہو
(عزادار اور مجمع)
(آمین)
اترے فراواں امن عرش سے اور آوے حیات ہم پر اور کُل ازرے ائیل پر۔
آواز: 'حیات اور امن صرف اپنے اور اسرائیل کے لیے مت مانگو، مانگو سب جہان کے لیے۔'
اب کہو
(عزادار اور مجمع)
(آمین)
وہ جو امن کو تخلیق کرتا ہے اپنی رفعتوں میں
اتارے امن
ہم پر اور کل ازرے ائیل پر 'جہاں میں امن ہوگا تو تمھیں بھی ملے گا اور اپنی دعاؤں میں وہ تمھیں بھی یاد رکھیں گے۔
اب کہو: آمین،
فقیہ نے چاروں طرف دیکھا کہ یہ آواز کہاں سے آئی پھر اپنی ٹوپی (Kippot) کو اِدھر اُدھر ہلانے لگا جیسے اس کے نیچے کھجلی ہو رہی ہو۔

میں اس کے بارے میں سوچ رہا ہوں جو بات میکس ریوبین نے ایک رات شونا ساؤل سے کہی تھی...میرا خیال ہے یہی اس باغی نوجوان کا نام تھا جس نے اس سے اپنے بچے پیدا ہونے سے انکار کر دیا تھا کہ انھیں تم اکیلی کو سنبھالنا پڑے گا۔ اس دن جینیٹ کا خط میکس کے پاس آیا تھا اور وہ اسے شونا کو سنا رہا تھا:
'وہ کہتی ہے ''وہاں جو سمجھدار لوگوں میں سے ہیں ان سے پوچھو: کیا تم آدمی کی ایک (Endangered species of homosapiens) ایسی قسم ہو جس کا وجود خطرے میں پڑ گیا ہے جس

کے لیے ایک محفوظ علاقے کی ضرورت تھی جہاں کوئی تمھارے لوگوں کا شکار نہ کھیل سکے یا شاید حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی عاقلانہ بلندی کو دوسرے پست ذہنوں کی ملاوٹ سے کم کرنے کو تیار نہیں ہیں... ملاوٹ سے عقل ان کے نزدیک پتلی (dilute) ہو جائے گی، یہ ہے اصل وجہ جس کی وجہ سے انھیں ایک sanctuary درکار تھی اور اس میں کسی دوسرے کا گزر ہرزل اینڈ کمپنی کو ناگوار تھا۔

اسی وجہ سے ان کے دماغ میں گمان واثق ہے کہ ہم امریکا، برطانیہ اور تمام سابقہ کالونیز رکھنے والے ملکوں کی فہم اور تدبیر کو کنٹرول کرتے ہیں۔ اپنے بھاری پرس سے۔ مجھے اس میں شک ہے وہ پرس کتنا بھاری ہے۔ سب روٹ شلڈ نہیں ہیں، نہ لیری ایلی سن (Larry Elison) اور مارک زُکر برگ (Mark Zuckerberg) سفید جیوز میں بھی غربت زدہ ہیں۔ کیا وہ اس سینچری میں بھی اتنے ہی خوش رہیں گے جتنے روس میں تھے؟ یا اتنے ہی ناخوش۔ جو امریکا میں روٹ شلڈ ہیں... راک فیلرز کے دوست... وہ اس زمین پر قدم ہی نہیں دھریں گے جس کا نام ازرے ائیل ہے۔''

وہ لکھتی ہے: ''تکبر سا تکبر اشکے نازی جیوز میں پیدا ہونے دیا گیا ہے۔ یہ مغرب کی مہربانی ہے کہ تمھارے لوگ فخر یہ کہتے ہیں ہم سے نہ 1967ء ہی میں امریکی جنگی جہاز کو ڈبونے پر سرزنش کی گئی، نہ ریچل کوری کے بالارادہ بلڈوزر تلے کچلے جانے پر۔ (امن کی کوئی قیمت نہیں ہے)۔ کنگ ڈیوڈ ہوٹل کا بم سے اڑا دینا۔ امن کے جو یا کاؤنٹ برناڈوٹ کا قتل، ھیبر ون، صابرہ اور شتیلہ اور دیر یٰس کسی کے لیے کوئی سزا دہشت پسندوں کو کبھی نہیں دی گئی۔

''میں سوچتی ہوں پورا مغرب افیون کے نشے میں ہے۔ نہ اسے ازرے ائیل کا اپنی حدود سے باہر پھیلتے جانا نظر آتا ہے نہ اس کا فلسطینیوں کو... میں انھیں اسی نام سے یاد کرتی ہوں... خوراک، علاج اور اپنے گھروں، کھیتوں، کام کی جگہوں سے محروم کرنا۔ مجھے یقین ہے ایک دن مغرب کی حکومتیں نہیں عام انسان جاگ اٹھیں گے کہ ہم سے کس کا ساتھ دینے کا کام لیا گیا ہے؟ ظالم کا یا مظلوم کا؟

''ازرے ائیل رہے نہ رہے مغربی دماغ نے جونئی وضع کی کالونی بسائی تھی اس کا یہ تجربہ انسان کو ہمیشہ یاد رہے گا۔ پرانی وضع کی کالونیز کے دن لد گئے تھے۔ ایک اور امریکا اور آسٹریلیا نہیں دریافت کیے جاسکتے تھے، افریقیوں یا ایشیائیوں کو ختم کر کے نہ مزید ایک برٹش انڈیا بنایا جاسکتا تھا نہ ایسٹ انڈیز (جزائر شرق الہند)۔ اپارتھائیڈ (نسلوں کو جدا جدا رکھنے کا عمل) جنوبی افریقا میں دم توڑ چکی ہے۔''

''مکان اور زمین سے بے دخل کیے جانا نئے گیتوں کو جنم دے رہا ہے اور نئی کہانیوں کا یہ سینے کا تنور کبھی ٹھنڈا نہیں ہوگا۔ جب اس تنور سے پانی ابلے گا تو سیلاب لائے گا۔ نفرت اور اس سے پیدا ہونے

والے جوابی... مسجد ابراہیم کا۔"

"میرا نہیں خیال سفید ازرے ائیل بڑی شاعری یا فکشن کو جنم دے گا۔ جو ہے وہ بطور عذر ہے یا اپنی اس ہتھیائی ہوئی زمین پر حیثیت تسلیم کرانے کے لیے... چاہے کتنے ہی نوبیل اسے دے دیے جائیں۔ Racism Expansionism, Violence (نسل پرستی، زمین گھیرتے جانا، تشدد) جس تحریک کا منشور ہو وہ کبھی بڑا ادب یا کوئی سا بھی آرٹ پیدا نہیں کرسکتی ہے۔"

'اخیر میں وہی ہے: "ہمیشہ کی طرح تمھاری جینیٹ۔"

میں دیکھ رہا تھا خط پڑھنے میں جگہ جگہ ریوبین کی آواز بھرا گئی اور اس کی جیب سے نکال کر شونا نے پہلے اس کے اور پھر اپنے آنسو پونچھے۔

ایلیزار (Eleazar) سے کل ایک عورت جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اسی کمرے میں پوچھ رہی تھی "بابا مسیحا کب آئے گا؟ یہ جنگ کب تک چھڑی رہے گی؟"

اس پر ایلیزار نے کہا تھا: "وہ آیا تھا اور آکر چلا گیا۔"

عورت نے کہا: "کب؟ میں نے تو نہیں دیکھا۔"

ایلیزار نے کہا: "کسی نے بھی نہیں۔ اسے موساد نے غائب کردیا۔"

مجھے تعجب ہوتا ہے ان بِن بلائے مہمانوں کی باتیں سنتا ہوں تو لگتا ہی نہیں وہ سب ہوتا رہا ہے جس سے میں پچھلے آٹھ سال میں گزرا ہوں... اور اس ہسپتال والے۔

جس دن ہر چیز میں خون ہی خون تھا یوسف، ابراہیم، خدیجہ اور وہ عورت جسے سب مسز گورباچوف کہتے ہیں، باتیں کرتے ہوئے اندر داخل ہوئے... مجھے جلانے والی باتیں کررہے تھے لیکن پانی کی جگہ نلوں سے خون آنے کا ذکر ایک بار بھی نہیں آیا، نہ طاعون کے پھیلنے کا نہ ٹڈیوں کے حملے کا۔ میں تو سمجھ رہا تھا وہ خبر لائیں گے نیل اور قلزم میں پانی کی جگہ خون ہے۔

تھوڑی دیر بعد وہ حسین ہستی بھی کمرے میں داخل ہوئی جس کے لمس سے میں اٹھ کھڑا ہوں مگر جو بات اس نے کہی اسے سن کر اگر جی کھڑا ہوا بھی تھا تو موت کی سرحد کو پار کرگیا۔ وہ کہہ رہی تھی: "ازرے ائیلی اشکے نازی ہوں یا سفارڈی کبھی خود ہی اس سوال کا جواب دیں گے آخر کیوں صرف ان کے ساتھ سفاکانہ ظلم ہوتا رہا ہے اس دن سے جب سے تاریخ لکھی جارہی ہے۔ کسی اور کے ساتھ کیوں

نہیں ہوا اور اس پیمانے پر؟ جرمن اتنی پڑھی لکھی، اتنی مہذب قوم کو کیا کسی کلب مسعور [1] نے کاٹا تھا کہ اس نے جیتے جاگتے انسانوں کو ختم کرنے کے لیے غرف الغاز [2] ایجاد کیے اور پھر ان میں یہود، کمیونسٹوں اور کم عقلوں کو جھونک دیا۔"

اتنی عربی میں بھی جانتا ہوں اس کا حوالہ پاگل کتے اور گیس چیمبرز کی طرف تھا۔

ابھی میں نے تھوڑا سنبھالا لیا تھا تو کسی نے کہا:

"Exodus has begun" (خروج شروع ہو چکا ہے)

"سیفارڈی اور المشرقیون یہاں سے نکل جانے کی جلدی میں نہیں ہیں لیکن اشکے نازی سب نکل گئے، بچوں سمیت۔ پیدل جا رہے ہیں۔"

پھر مجھے کوئی نارکوٹک دے دیا گیا کیونکہ کسی نرس نے کہا تھا، "ایرک بہت بے چین نظر آ رہا ہے۔"

میں گہری بے ہوشی میں جا رہا تھا کہ میں نے خود کو ہیلی کاپٹر میں پایا جو مجھے جہاں جہاں ہم لوگوں کی کچھ آبادی ہے... مشرقی یروشلم، تل ابیب، ہیبرون، حیفا وہاں وہاں لے جایا جا رہا تھا۔ ہمارے نیچے بلڈنگیں کھڑی تھیں ڈھنڈھار اور سون سان فارم تھے۔ نہ کسی کھڑکی سے بچے جھانک رہے تھے نہ کوئی سفید فارمر ٹریکٹر چلا رہا تھا۔ پلے گراؤنڈ خالی پڑے تھے اور صرف از رے ائیلیوں کے لیے وقف سڑکوں پر بھی ٹریفک نہیں تھا۔

کھلی عام سڑکوں پر دو ایک جگہ مجھے بدو نظر آئے جو اونٹ کی رسی پکڑے جا رہے تھے۔ ایک ٹیلے پر ایک عرب نوجوان بیٹھا نے [3] بجا رہا تھا۔ یہ وہی نوجوان تھا جسے ایک اشکے نازی سولجر نے بغیر ارادے کے شوٹ کر دیا تھا۔ وہ زندہ ہو گیا؟

میں ہڑبڑا کر اٹھنا چاہتا تھا کہ اشکے نازیوں کو روکوں کہ...

ایک آواز میں نے سنی: "He is showing signs of approaching death"

---

① پاگل کتا

② گیس چیمبرز

③ بانسری

میں پھر غشی میں چلا گیا۔

عربوں اور زائیون کے مخالفوں کے لیے یہاں تل بھر جگہ نہیں ہے۔ ہم نے اَن تھک مشقت اور جاں فشانی سے اس ویرانے کو وہ باغ بنایا ہے جو یہووا نے پہلے آدمی اور اس کی ساتھی کے لیے بنایا ہوگا۔ نان سینس میں ان کہانیوں کو نہیں مانتا ہوں۔ ان بدوؤں اور سار بانوں کو ملک سے نکال دوں تو اشکے نازیوں کے پیر یہاں پھر سے جم جائیں گے۔ خطرہ ہی نہیں رہے گا ایک اور بے رید یہہ کا۔

میرا گھوڑا کہاں ہے؟ وہ گٹھے ہوئے جسم والا توسن جس پر سوار میری تصویر ایک ہفتہ وار امریکی رسالے نے کوَر پر چھاپی تھی۔ میں اس پر ان کا پیچھا کروں گا۔ انھیں یہاں رکنا ہوگا۔ They have to stay here.

کرسچین، مسلم، المشرقیون اور زائیون کے مخالف سفارڈی (ہُنھ۔ خود کو 'امن کے شہر' غرناطہ کا کہتے ہیں) میرے گھوڑے کی ٹاپوں میں آجانے کے ڈر سے اس طرح بھاگ رہے ہیں جیسے ڈری ہوئی لومڑیاں۔ میں اشکے نازیوں کو روکنے کے لیے النقب (Negev) کو پار کر رہا ہوں۔ اس باغیچے میں لِلی کی قبر ہے اور اس کے برابر میں میرے لیے جگہ۔ یہ جگہ میں نے ایک فلسطینی سے لی تھی... یہووا میری زبان پر عذاب نازل کرے، اب یہ میرا فیملی مویشی فارم ہے۔

'ڈارلنگ ان زائیون کے دشمنوں کو قلزم کے پار بلکہ صحارا تک پہنچا آؤں پھر تیرے پاس ہوں گا۔ میرا انتظار کر'

میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے میں کس کا پیچھا کر رہا ہوں زائیون کے محافظوں کا یا دشمنوں کا۔

اب بھاگنے والے آگے کہیں ریت کے غبار میں ہیں، اوپر سیاہ بادل ہیں، نیچے بادلوں تک پہنچی ہوئی گرد سے بھری طوفانی ہوا۔ کاش یہ بادل اس وقت کھل کر برسیں اور ریت بیٹھ جائے اور میں بھاگنے والوں کو دیکھ سکوں۔

لیکن بجائے مینہ کے ایک آواز بادلوں سے آنی شروع ہوئی۔ (1)

''ایک رات مصر میں وبا پڑی۔ ہر گھر میں بڑا بیٹا مر گیا اور بنی اسرائیل کو آگے ہی حکم تھا کہ یہاں سے نکل لو اور وہ نکل کھڑے ہوئے۔''

بجلی کڑکی اور دھول میں سے ہو کر زمین سے ٹکرائی۔

---

(1) ترجمہ قرآن مجید شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر۔

''اورادھر کئی دن لگے مصریوں کو اپنے بڑے بیٹوں کے ماتم میں۔اس کے بعد فرعون کے بھیدی سب نکل کر آلِ یعقوب کے پیچھے لگے اور انھیں دریائے قلزم پر جالیا۔وہاں پانی بہت گہرا تھا لیکن موسیٰ کے چھڑی مارنے سے بارہ جگہ سے پھٹ کر گلیاں پڑ گئیں۔دیکھتے دیکھتے بارہ قبیلے بنی اسرائیل کے اس میں پیٹھے...بیچ میں پانی کے پہاڑ کھڑے رہ گئے۔''

میرے سامنے پانی کی چپٹی سطح ہے جہاں تک نظر جائے لیکن اس سے میرا حوصلہ پست نہیں ہوا۔ میں نے اپنی baton (عصائے منصبی) جو جب میں ازرے ائیلی فوج کا چیف تھا میرے ہاتھ میں ہوتی تھی، پانی پر ماری لیکن اسی لمحے فضا صاف ہوگئی اور میں نے دیکھا پانی کے پہاڑ... پانی میں سے نکلی ہوئی ایک لمبی چٹان اور اس کی ہلتی ہوئی چوٹیاں میرے اور ان بھاگنے والوں کے بیچ میں کھڑی ہیں۔وہ پورا پھیلاؤ میرے سامنے مجھے اتنا ہی صاف نظر آرہا تھا جتنا آسمان سے مجھ پر ہنستا ہوا پورا سورج۔

میں نے چھڑی بارہ مرتبہ پانی پر ماری کہ کوئی تو گلی کھلے لیکن پانی نے جواب میں تھپیڑا دیا۔ میرے گھوڑے کے نتھنوں کے پھڑ پھڑانے کی آواز نکلی۔پانی کا شمالاً جنوباً بپھرا ہوا جثہ مجھے جگہ دینے کو تیار نہیں ہے۔یہ وہی پانی تو ہے جس نے موشے کو راستہ دیا تھا۔آج اسے کیا ہوگیا!

اب میرے لیے ایک ہی راستہ ہے اور میں وہ اختیار کر رہا ہوں۔ میں ایک جرار، نڈر ازرے ائیلی سولجر ہوں۔میں نے گھوڑا پانی میں ڈال دیا ہے لیکن پانی مجھے اور میرے مرکب کو پٹخنیاں دے رہا ہے۔

میں زیرِ آب سے سطحِ آب کے درمیان گیند کی طرح گھوم رہا ہوں... ہر سمت کو، کبھی آنکھوں میں پانی کے غلاف میں سے روشنی کا پتا پڑتا ہے، پھر اندھیرا۔پانی مجھے وہ ساری حرکتیں دے رہا ہے جو طوفانی بحر میں پھنس جانے والے جہاز کو دے سکتا ہے: رولنگ، پچنگ اور نیچے سے ٹھوکر (Neptune`s kick) اور یہی میرے گھوڑے کے ساتھ ہو رہا ہوگا۔پتا نہیں لہریں اسے کہاں پہنچا چکی ہیں۔آوازیں دھیمی پڑ گئی ہیں، بمشکل سن سکتا ہوں۔یہاں بھی انھوں نے پیچھا نہیں چھوڑا!

نرس ھینا: 'میں نے ایرک کو کبھی ایسی بے چینی کی حالت میں نہیں دیکھا ہے۔'

نرس ناؤمی: 'لگتا ہے بیڈ پر قلابازیاں کھا رہا ہے۔'

ڈاکٹر ایناروزا: 'کوئی جمناسٹکس نہیں دکھا رہا ہے۔جسم کو rigors ہو رہے ہیں...اکڑن، جھٹکے۔'

ھینا: 'پکڑو اسے، نیچے نہ گر جائے، مضبوطی سے پکڑو، بیڈ میں دھنسا کر رکھو۔'

مائک ایکرمین: 'سانس بے قاعدہ ہے۔'

نادُمی: 'شکر ہے یہووا ابھی بھی تھوڑا سا کلینکل سینس ہے اس شراب میں ڈوبے ہوئے انسان میں۔'
ایکرمین: 'اس کتیا کو بھونکنے دو ڈیلبرٹ، سوال یہ ہے ای ای جی کیا کہہ رہا ہے؟'
(میں اب کچھ نہیں سن پا رہا ہوں)
ڈیلبرٹ مان: 'کچھ نہیں۔ خاموش ہے۔ میں جا کر ایزل، پینٹ اور برش سنبھا...'

*

کراچی
25 مارچ 2016ء

تتمہ

تو جو قصہ ھدسہ ہسپتال یروشلم کے ایک کمرے میں تصویروں کے ٹیڑھی ٹنگے ہونے سے شروع ہوا تھا اور جنھیں صحیح طرح تا نگنا تل ابیب کے شیبا میڈیکل سینٹر والوں تک کو نہیں آیا (ٹنگی ہوئی تصویروں اور آئینے کو سیدھا رکھنا آسان کام نہیں ہے) وہ ایرک کے 85 سال کی عمر کو پہنچنے پر سنیچر 11 جنوری 2014ء کے دن اختتام کو پہنچا۔

دنیا کی رزم گاہ کو چھوڑتے وقت اس کے دونوں بیٹے، گیلاد اور اومری موجود تھے۔ چہیتی بیوی للّی پہلے ہی النقب (Negev) کے فارم کی ایک قبر میں جا سوئی تھی اور اس کے برابر میں ایرک بلڈوزر، وِئے دیو نے اپنے لیے جگہ رکھوائی تھی۔

جس وہم عظمت (grandiose delusion) کا شکار ایرک تھا اور اس کے ہم قوم اشکے نازی اس کے شایانِ شان الفاظ میں گیلاد نے پہلے سے تیار رکھی ہوئی موت کی خبر پریس اور الیکٹرانک میڈیا کو دی:

''وہ اس وقت گیا جب اس نے جانے کا فیصلہ کیا۔''

یہودی جارج سیلوز ڈچ فلم ڈائریکٹر نے وہ خبر پڑھ کر کیا کہا یہ مجھے معلوم نہیں۔ وہ 22 ستمبر 2014ء تک حیات تھا اور اس نے 1982ء میں جو دیکھا اور دنیا کو بتایا تھا وہ واپس نہیں لیا۔

ایرک بلاشبہ بیسویں اور اکیسویں صدی کی ایک اہم شخصیت تھی... جس طرح صفر صدی آدم سے پہلے کے ابلیس کی، جس نے اس دور میں جب دنیا سے نو آبادیاں (Colonies) مغربی استعمار کے ملکوں کے تسلط سے خالی ہوتی جارہی تھیں ایک نئی وضع کی کالونی مغرب کی ایما اور مسلسل عسکری اعانت سے قائم کرنے اور قائم رکھنے میں اہم رول ادا کیا... موجودہ دور میں ایک عظیم دہشت گرد کو اس سے بڑھ کر اعزاز نہیں دیا گیا۔ ایڈولف ہٹلر اس لحاظ سے ہیٹا نصیبہ لے کر دُنیا کے سٹیج پر ابھرا تھا۔

*

تتمہ

تو جو قصہ ھدسہ ہسپتال یروشلم کے ایک کمرے میں تصویروں کے ٹیڑھی ٹنگے ہونے سے شروع ہوا تھا اور جنھیں صحیح طرح تانگنا تل ابیب کے شیبا میڈیکل سینٹر والوں تک کو نہیں آیا (ٹنگی ہوئی تصویروں اور آئینے کو سیدھا رکھنا آسان کام نہیں ہے) وہ ایرک کے 85 سال کی عمر کو پہنچنے پر سنیچر 11 جنوری 2014ء کے دن اختتام کو پہنچا۔

دنیا کی رزم گاہ کو چھوڑتے وقت اس کے دونوں بیٹے، گیلاد اور اومری موجود تھے۔ چہیتی بیوی للّی پہلے ہی النقب (Negev) کے فارم کی ایک قبر میں جا سوئی تھی اور اس کے برابر میں ایرک بلڈوزر، وئے دیو نے اپنے لیے جگہ رکھوائی تھی۔

جس وہم عظمت (grandiose delusion) کا شکار ایرک تھا اور اس کے ہم قوم اشکے نازی اس کے شایانِ شان الفاظ میں گیلاد نے پہلے سے تیار رکھی ہوئی موت کی خبر پریس اور الیکٹرانک میڈیا کو دی:

''وہ اس وقت گیا جب اس نے جانے کا فیصلہ کیا۔''

یہودی جارج سیلوز ڈچ فلم ڈائریکٹر نے وہ خبر پڑھ کر کیا کہا یہ مجھے معلوم نہیں۔ وہ 22 ستمبر 2014ء تک حیات تھا اور اس نے 1982ء میں جو دیکھا اور دنیا کو بتایا تھا وہ واپس نہیں لیا۔

ایرک بلاشبہ بیسویں اور اکیسویں صدی کی ایک اہم شخصیت تھی... جس طرح صفر صدی آدم سے پہلے کے ابلیس کی، جس نے اس دور میں جب دنیا سے نو آبادیاں (Colonies) مغربی استعمار کے ملکوں کے تسلط سے خالی ہوتی جارہی تھیں ایک نئی وضع کی کالونی مغرب کی ایما اور مسلسل عسکری اعانت سے قائم کرنے اور قائم رکھنے میں اہم رول ادا کیا... موجودہ دور میں ایک عظیم دہشت گرد کو اس سے بڑھ کر اعزاز نہیں دیا گیا۔ ایڈولف ہٹلر اس لحاظ سے ہیٹا نصیبہ لے کر دُنیا کے سٹیج پر ابھرا تھا۔

*

ڈاکٹر حسن منظر کی زندگی کا ایک طویل حصّہ مسافرت میں گزرا۔ تین براعظموں کی دُھول ان کے پیروں کو لگی ہے اور شاید ہی دُنیا کے ایسے مہجور اور مجبور لوگ ہوں جن کے دُکھوں کو انھوں نے اپنی کہانیوں اور ناولوں میں بیان نہ کیا ہو۔ ''حبس'' اُردو میں بیان ہونے والا ایک ایسا نادرہ کار قِصّہ ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ اسرائیل کے پہلے وزیرِ دفاع اور گیارہویں وزیرِاعظم ایریئل شیرون کے عالمِ نزع کا قِصّہ ہے۔ حسن منظر نے ایک ماہر قِصّہ گو کی طرح آنکھ کی اس جھری سے شیرون کا قِصّہ لکھا۔ اس ناول میں انھوں نے اس سے کیسے کاری جملے کہلوائے ہیں۔ موت کے انتظار میں لحظہ لحظہ مرتے ہوئے شیرون کے احساسات اور جذبات کیا رہے ہوں گے، اس کی تصویر کشی حسن منظر نے کیا خوب کی ہے۔ ایک ایسا شخص جو صرف نفرت کر سکتا ہے۔ یہ نفرت فلسطینیوں اور عرب یہودیوں سے یکساں ہے۔ ایک ایسی نفرت جو موت کے سامنے بھی ہار نہیں مانتی۔ حسن منظر پیشے کے اعتبار سے سائکیٹرسٹ ہیں، انھوں نے اپنے پیشے کی تمام مہارت ''حبس'' میں صَرف کر دی ہے اور اُردو کو ثروت مند کیا ہے۔ مجھ ایسے بے بضاعت اور معمولی لکھنے والے ان کو لفظوں کے لعل و گہر نذر کر سکتے ہیں کہ یہی ہماری بساط ہے۔

زاہدہ حنا

صفِ اوّل کے ناول نگار اور افسانہ نگار حسن منظر جو اپنی جان لیوا علالت سے بڑی بہادری سے مقابلہ کر رہے ہیں، پیشے کے لحاظ سے ذہنی عوارض کے ڈاکٹر ہیں۔ کئی برس بیرونِ ملک رہے، بھانت بھانت کے پیچیدہ اور سادہ لوگ دیکھے، پھر سندھ کو اپنا مستقر بنایا۔ حیدر آباد کی ادبی اور مجلسی زندگی میں رنگ بھرے اور اب کراچی اُن کا ٹھکانہ ہے۔ ڈاکٹر آصف فرخی نے اُنھیں آمادہ کیا کہ وہ اپنی حقیقی اور تخلیقی زنبیل میں سے ناول، افسانے، یادیں نکالیں اور یوں اُردو دُنیا ''العاصفہ''، ''دھنی بخش کے بیٹے'' اور ''انسان اے انسان'' جیسے ناولوں سے آشنا ہوئی۔ اب اسی ناول نگار نے ایک حیرت انگیز ناول ''حبس'' لکھا ہے۔ یہ تو کہیں اب ہوا کہ پاکستانیوں کو اپنی اپنی پڑ گئی وگرنہ فلسطین کا پورا قضیہ پاکستانیوں کو ازبر تھا۔ انھیں بے گھر فلسطینیوں سے ایسی محبت تھی کہ وہ اُنھی کی ہزیمت، تذلیل اور دُکھ کو اپنے وجود پر بڑی اذیت سے جھیلتے اور اُن کی مزاحمت کو اپنا رزمیہ خیال کرتے۔ حسن منظر عہد نامہ قدیم، انجیل اور قرآن سے ہی آشنا نہیں، عبرانی اور عربی پر بھی دسترس رکھتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مشرقِ وسطیٰ میں اس زہر کو جبراً پھیلانے والے کرداروں کی حکمتِ عملی سے آگاہ ہیں اور کسی بھی پیچیدہ ترین ذہن کو پڑھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ہوا یوں کہ ظلم، بربریت، شقاوتِ قلبی اور ہیبت کی تجسیم جس اسرائیلی شخص کی صورت میں ہوئی وہ جنرل شیرون ہے جو 2006ء کو کوما میں چلا گیا اور پھر تقریباً 8 برس کوما میں ہی رہا۔ اُس عرصہ میں اسرائیل کے اس ابلیس صفت جرنیل کے ذہن میں یادیں، احساسِ فخر اور مستقبل کے عزائم کیا اُدھم مچا رہے تھے اور وہ ذہن کس طرح کی پیچیدہ تصویروں کا البم بنا ہوا تھا، یہ ناول اُس کی روداد ہے۔ آپ چاہیں تو اسے شعور کی رو کی تکنیک میں لکھا ہوا اُردو کا مکمل ناول کہہ سکتے ہیں جس میں پورا ناول درحقیقت ایریئل شیرون کی داخلی خود کلامی کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ اُردو کا ایک حیرت انگیز ناول ہے۔

ڈاکٹر انوار احمد

BookCornerJlm
bookcornershowroom
bookcornerjhelum
bookcorner
0321-5440882
Jhelum, Pakistan